



کتابت سیدنا ابی بکر صلی اللہ علیہ وسلم
ظہر اللیلۃ النجمۃ برامۃ واولیٰ من سب سائے
الامم شریفہ کے حوالہ سے مذاقہ شریعت و فقیہ
و علم و فہم و ترقی و عی و اصلاحی و عارفی و فکری
مشائخ و مشائخ و مشائخ و مشائخ و مشائخ و مشائخ

مؤلف

شیخ احمد قاسمی

تادم الافتتاح والحدیث

جامعہ قاسمیہ مدینہ شاہی مراد آباد، اللہ

مکتبہ الاسلامیہ دارالافتاء دارالحدیث

انوار نبوت

سیرت مبارکہ کے مختلف موضوعات پر
علماء، طلبہ، خطباء، عوام و خواص سب کے لئے
احادیث شریفہ کے حوالوں کے ساتھ نہایت مفید
و معتبر و موثر ترین، دینی، اصلاحی، دعوتی، فکری،
مضامین پر بنائے رسائلوں کا خوبصورت مجموعہ

مؤلف

شبیر احمد قاسمی

خادم الافتاء والحديث

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد، الہند

مکتبہ الاصلاح للبائع مراد آباد

سببِ تالیف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةً لِيَتَفَقَّهُوا
 فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ
 عَلَى نُورِ الْهِدَايَةِ وَأَنْوَارِ النُّبُوَّةِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ. أَمَّا بَعْدُ
 يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
 عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ مُحَمَّدٍ

اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہر قوم اور ہر علاقہ سے کچھ لوگ ایسے تیار
 ہونا لازم اور ضروری ہے جو علوم نبوت کے حامل ہوں۔ اور علوم نبوت کے
 انوارات سیکھنے کے لئے دور دراز سفر کی ضرورت پڑے تو سفر کی مشقتیں
 برداشت کریں، پھر اپنی قوم میں آکر علوم نبوت اور ہدایت کے انوارات
 عام کریں۔

اس لئے ہر علاقہ کے علماء کا فرض ہے کہ امت کو دین اسلام کے ہر شعبہ
 اور ہر ارکان سے روشناس کرائیں۔
 اصولی طور پر دین کے پانچ ارکان ہیں۔

عقائد کے تحت تین چیزیں آتی ہیں۔

۱۔ عقائد

۱۔ توحید: یعنی اللہ کی وحدانیت کا عقیدہ ہونا کہ اللہ
 کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ وہی خالق
 وہی رازق — وہی مالک حقیقی — وہی موجود حقیقی — وہی زندہ کرنا والا

وہی موت دینے والا — وہی کارساز — اسی کی طاقت — اسی کی مدد سے سب کچھ ہوتا ہے۔

۲ رسالت : یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، آپ کی سچائی — آپ کی صداقت — آپ کی سیرت — آپ کی نبوت آپ کا اخلاق — آپ کا معجزہ — آپ کے خاتم الانبیاء ہونے کا عقیدہ ہونا۔

۳ آخرت : آخرت کے عقیدہ کا مطلب یہ ہے کہ موت کے بعد برزخی حالات — قبر میں بشیر و مبشر — یا منکر و نکیر کے سوال و جواب اور قبر کے آرام و راحت اور میدانِ محشر — پھر حسابِ کتاب اور جنت کے آرام و راحت، وہاں کی بے مثال نعمتوں اور جہنم کے عذاب اور مشقت وغیرہ کا عقیدہ ہونا۔

تمام مسلمانوں میں ان امور کا عقیدہ اور ان میں پختگی ہونا لازم اور ضروری ہے۔ آج افسوس ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے۔

۲ عبادات | عبادات کے تحت چار چیزیں آتی ہیں۔ نماز روزہ، زکوٰۃ، حج۔ یہ اعمال اللہ کے فرائض ہیں۔

ان کی ادائیگی ہر مکلف پر لازم ہے۔ نماز، روزہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور زکوٰۃ ہر صاحبِ نصاب پر اور حج ہر بڑے سرمایہ دار مسلمان پر فرض ہے۔

۳ معاملات | معاملات کے تحت ہر قسم کے لین دین، خرید و فروخت، ادھار، نقد، قرض، وعدہ

سب شامل ہیں۔ اسی طرح بیعہ شادی اور دیگر تمام حقوق کی ادائیگی معاملات کے دائرہ میں داخل ہیں۔ کوئی مسلمان اس وقت تک دیندار

ومتقی نہیں بن سکتا جب تک اس کے معاملات درست نہ ہوں۔

۴ معاشرات | معاشرہ کا مطلب یہ ہے فیملی۔ کنبہ۔ خاندان
قبیلے۔ اعزاء و اقرباء۔ پڑوسیوں اور

ماحول میں رہنے والوں کے ساتھ رہن سہن۔ طریق زندگی اور گذر بسر
سب اچھے طریقہ سے ہوں۔ نفرت کے بجائے محبت کا ماحول پیدا ہو جائے۔

۵ اخلاقیات | اخلاق یعنی اچھی عادت۔ اچھی خصلت
خوش مزاجی۔ نرم مزاجی۔ بڑوں کی عزت

و عظمت۔ چھوٹوں کے ساتھ شفقت و محبت۔ ماتحت لوگوں کے
ساتھ رواداری۔ اور لوگوں کی خطا و لغزشوں سے درگزر کرنا، کمزوروں

کی مدد کرنا۔ مہمانوں اور بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ منطوہوں کی
مدد کرنا۔ ہر شخص کے ساتھ پیار و محبت کا معاملہ کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ دین کے پانچ بڑے بڑے ستون ہیں جن کے تحت دین اسلام کے
تمام امور شامل ہیں۔ آج تک دنیا میں ہر زمانہ کے علمائے امت نے لاکھوں

کرڑوں کتائیں لکھ ڈالی ہیں، اور لکھ رہے ہیں، اور آئندہ بھی لکھتے رہیں گے۔
اور یہ سب علوم نبوت کے منبع فیوض سے جاری ہونے والے چشمہ کے

انوارات ہیں، اور سب کا تعلق کسی نہ کسی طریقہ سے ان بنیادی پانچ
امور میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ہر زمانہ کے علماء کی ذمہ داری

ہے کہ اپنے اپنے زمانہ کے عامۃ المسلمین کو دین اسلام کے ان پانچ ارکان
عقائد، عبادات، معاملات، معاشرات، اخلاقیات سے

روشناس کرائیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ ذاریات آیت ۴۵
میں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے فرمایا وَذَكِّرْ

فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ مُؤْمِنِينَ کے درمیان رشد و ہدایت کے انوارات پھیلا کر وہ اس سے مؤمنین کو دینی فائدہ پہنچتا رہے گا۔ اور رشد و ہدایت کے لئے قرآن و حدیث میں استنباطِ ذخیرہ موجود ہے کہ واعظین اپنے اسٹیجوں پر، مدرسین اپنی درسگاہوں میں — مفتیانِ کرام اپنے مسندِ افتاء پر — بزرگانِ دین اپنی خانقاہوں اور مجلسوں میں قیامت تک بیان کرتے رہیں گے۔ اس ذخیرہ کے ہزاروں حصہ تک بھی نہیں پہنچ سکتے تو پھر قرآن و حدیث کو چھوڑ کر غلط سلط، اناپ شناپ، من گھڑت واقعات بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ بہت سے واعظین کو دیکھنے میں آیا ہے کہ من گھڑت واقعات اور بے سند روایات بے دھڑک بیان کرتے ہیں۔ انہیں ذرا سی جھجھک بھی نہیں ہوتی۔ اور اپنی ذمہ داری کا احساس بھی نہیں ہوتا، جس سے تاواقف خالی الذہن مسلمان انہیں من گھڑت واقعات اور غلط باتوں کو اصل دین سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ نہایت غیر ذمہ داری کی بات ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور آپ کے اقوال و افعال اور آپ کے ناصحانہ ارشادات کا مجموعہ اس انداز سے آجائے جو خطباء و واعظین کو اپنے وعظوں و تقریروں میں اور علماء و طلباء کو اپنے شغلوں میں اور بزرگوں کی اپنی خانقاہوں میں اور تبلیغی پیشواؤں کو اپنی دعوت و تبلیغ میں اور عوام و خواص اور عورت و مرد کو اپنی فرصت کے مواقع میں کام آتا رہے۔

حضرت سید الکونین خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ پاک کس چیز کا نام ہے؟ آپ کی سیرت کا مطلب یہ ہے کہ پیدائش سے لیکر وفات تک — آپ کا بچپن — آپ کی جوانی — آپ کی نبوت — آپ کا

بڑھاپا۔ آپ کے اقوال۔ آپ کے افعال۔ آپ کی عبادات۔ آپ کا معاشرہ۔ آپ کے عقائد۔ آپ کے اخلاق۔ آپ کا رہن سہن۔ آپ کے اوامر و نواہی۔ غرضیکہ آپ کی زندگی کے ہر موڑ اور ہر گوشہ کے مجموعہ کا نام سیرت ہے۔ اسلئے زیر نظر کتاب کو شیر پاک کے موضوع پر قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ کتاب مختلف عنوانات پر مسلمانوں کی زندگی کے ہر گوشہ سے متعلق بیسٹ رسالوں کا مجموعہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ سے مسلمانوں کو خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے منہج فیوض کے انوارات حاصل ہوں گے، اسلئے اس کتاب کے مجموعہ کا نام »انوار نبوت« رکھا گیا ہے۔ رب کریم کی ذات سے امید ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ سے امت کی زندگی میں رشد و ہدایت اور خیر و صلاح کا حیرت انگیز تغیر پیدا فرمادے گا۔ اور اس کتاب میں بیسٹ رسائل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک رسالہ بسم اللہ شریف سے شروع ہو رہا ہے۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ ان رسائل کو الگ الگ یا اکٹھا شائع کرنا چاہے تو اس خاکسار کی طرف سے اجازت عام ہے۔ اے اللہ اپنے فضل سے اس کتاب کو اپنی رضا اور میری نجات کا ذریعہ بنا۔

خاکسار شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ



حضرت اُستادِ الاساتذہ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری اُستادِ حدیث دارالعلوم دیوبند

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى، وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى، آمَنَّا بَعْدُ؛
برادر مکرم و محترم جناب مولانا مفتی شبیر احمد صاحب میرٹھی زید مجدہ کی
کتاب ”انوارِ ہدایت“ بفضلہ تعالیٰ بہت مقبول ہوئی، لوگ اس سے
خوب فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اب موصوف نے اسی انداز کی دوسری کتاب
تیار کی ہے جس کا نام ”انوارِ نبوت“ ہے۔ یہ کتاب بھی پہلی کتاب کی
طرح مدلل و مفصل باحوالہ اور نہایت واضح اور سلیس ہے۔ میں نے ایک
نظر اس کو دیکھا ہے۔ بہت ہی خوب لکھا ہے۔ شروع میں سیرتِ طیبہ کا
بیان ہے۔ پھر پسند و نصائح ہیں۔ اور آخر میں احکام کا ذکر ہے۔ خاص طور
پر نکاح کے احکام و مسائل مفصل بیان کئے گئے ہیں۔ امید ہے کہ یہ کتاب
بھی پہلی کتاب کی طرح بیحد مفید ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ آل موصوف کے فیوض کو عام و تمام فرمائیں۔ (آمین)

و کتب

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالنپوری

خادم دارالعلوم دیوبند

۲۵ / ۵ / ۱۴۲۳ھ

تقریظ

حضرت اقدس مولانا ریاست علی صنا استاد حدیث دارالعلوم دیوبند

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى! آمَّا بَعْدُ:

”انوار نبوت“ کے بعض اوراق کا مطالعہ کیا، الحمد للہ کامیاب اور مفید مضامین کا مجموعہ ہے۔

مصنف محترم جناب مولانا مفتی شبیر احمد صاحب زید مجددیم مفتی مدرسہ ہی مراد آباد اسی طرز پر پہلے ایک کتاب ”انوار ہدایت“ کے نام سے پیش کر چکے ہیں جس کو علمی حلقوں اور طلبہ و عوام کے درمیان پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔

ان کتابوں میں بیان کئے گئے تمام مضامین مسلمانوں کی دینی ضرورت اور اخروی سعادت سے متعلق ہیں۔ اور امتیازی وصف یہ ہے کہ تمام باتوں کو معتبر اور مستند حوالوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ وعظ و نصیحت کی کتابوں میں ترغیب و ترہیب سے متعلق جو کمزور باتیں آجاتی ہیں ان سے بچنے کا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ اسلئے یہ کتاب جہاں وعظ و نصیحت کا فریضہ ادا کرنے والے اہل علم کے لئے جاذب نظر ہے، اسی طرح عزیز طلبہ اور عوام بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

بندہ ایسی کتابوں کی تصنیف پر مصنف محترم کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہے، اور بارگاہِ خداوندی میں دستِ بدعا ہے کہ وہ موصوف کو مزید خدمات کی توفیق دے، اور ان کی محنتوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول سے نوازے۔ آمین

ریاست علی غفرلہ

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

تائید

حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اساتذہ حدیث دارالعلوم دیوبند

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ
 آمَنَّا بَعْدُ: جناب مولانا مفتی شبیر احمد صاحب زید مجدہم کی تالیف جدید
 ”انوار نبوت“ سامنے ہے۔ اور موصوف نے اس پر رائے لکھنے کی فرمائش کی ہے۔
 حقیقت ہے کہ موصوف کا شمار ان مشاہیر علم میں ہے کہ ان کی تحریر کو
 استناد کے لئے اب کسی شہادت کی ضرورت نہیں، مگر اس کو سعادت مندی
 ہی قرار دیا جائیگا کہ وہ اپنی علمی کاوشوں کو اپنے اساتذہ کی رائے کے بعد
 شائع کرتے ہیں۔

جہاں تک کتاب کی افادیت اور مستند ہونے کی بات ہے تو مصنف کا
 نام خود اس کی ضمانت ہے۔ یقین ہے کہ اہل علم اور عام مسلمان ان کی اس
 تازہ تصنیف سے فیض اٹھائیں گے۔

بندہ دعا گو ہے کہ پروردگار ان سے دین کی بیش از بیش خدمت لے اور
 ان کے مخلصانہ عمل کو اپنی بارگاہ میں قبول کی دولت عطا کرے۔ آمین

نعمت اللہ غفرلہ

مدرس دارالعلوم دیوبند

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

تأثر حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری استاذ حدیث مدرسہ شاہی مراد آباد

بِسْمِہِ سُبْحَانَہُ تَعَالٰی

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ:

امت کی ہدایت کے لئے جو ابدی تاثیر کلام الہی اور پیغمبر علیہ السلام کے اسوۂ مبارکہ میں پائی جاتی ہے وہ کسی اور کے کلام میں پائی جانی ناممکن ہے۔ آج عالم میں صلاح و فلاح کے جو بھی انوار نظر آتے ہیں وہ اسی منبع فیض اور سرچشمہ انوار کی نور افشانی کا پرتو ہیں۔ اور تاقیامت دنیا ان تابناکیوں سے منور ہوتی رہے گی۔ رفیق مکرم حضرت مولانا شبیر احمد صاحب قاسمی مفتی جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد نے انہی ”انوار نبوت“ کو اپنی تازہ تالیف میں جمع کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اور بالخصوص انفرادی و اجتماعی امراض کی اصلاح کے لئے آیات طیبہ اور احادیث مبارکہ کا بہترین منتخب مجموعہ تیار کر دیا ہے جس سے عوام و خواص، علماء اور طلبہ علوم سب فائدہ اٹھا سکیں گے۔ احقر نے بھی اس میں سے متعدد مضامین کا مطالعہ کیا۔ دلی دعا ہے کہ یہ کتب اب بھی موصوف کی دیگر مفید کتابوں کی طرح قبولیت حاصل کرے اور اس کا نفع عام اور تمام ہو۔ آمین

فقط والسلام

احقر محمد سلمان منصور پوری عفی عنہ

۲۸ / ۵ / ۱۴۲۲ھ

فہرست مضامین انوارِ نبوت

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۵۳	آفتابِ نبوت کا ظہور	۲۳	آفتابِ نبوت کی ولادت باسعادت
۵۴	• عداوت و دشمنی۔	۲۵	• حضرت سید الکونین اور جلیل القدر انبیاء
۵۹	• اتحادی سرغناؤں کی شرمناک حرکتیں۔	۲۷	• ولادت شریفہ کے موقع کی عبرتناک باتیں
۶۲	• آپ کے گلے میں پھندہ ڈالکر کھینچنا۔	۳۲	• آپ کی آمد ہدایت کا نور اور آپ کی وفات
۶۳	• اس قدر عداوت کیوں؟		ظلمت و تاریکی کا باعث
۶۵	• نبی برحق کی بددعا سارے دور۔	۳۳	② دنیا کے انسانوں میں سید الکونین
۶۷	• سید الکونین کیساتھ مکمل بائیکاٹ۔		کی خاندانی شرافت
۶۸	• بائیکاٹ اور عداوت کا عروج۔	۳۴	• سید الکونین کے تعلق کی شرافت اور برتری
۷۱	• آزمائشوں کی سلسلہ وار زنجیر۔	۳۵	• برزخ میں بھی کام آئے گی۔
۷۲	• صدر برصطیہ۔	۳۷	• میدانِ محشر میں بھی آپ کی خاندانی برتری
۷۳	• مصیبتوں پر صبر کی تلقین۔	۳۸	• و شرافت کام آئے گی۔
۷۴	• کمزور مسلمانوں کے ساتھ مکہ والوں کا ظلم و ستم۔	۳۹	• خاندانی برتری و شرافت کیلئے حضرت عمرؓ
۷۵	• اجلہ صحابہ کے درمیان مواخاۃ۔	۴۰	• کا حضرت عسلٰی کی بیٹی سے نکاح۔
۷۶	• پہلی مرتبہ مواخاۃ۔	۴۱	• ایک شبہ کا ازالہ۔
۷۷	• ایک ضروری تنبیہ۔	۴۲	• ہدایت۔
۷۸	• دوسری مرتبہ مواخاۃ۔	۴۳	• آپ کے جد امجد عبد مناف کی اولاد پر ایک نظر۔
۸۰	• مواخاۃ کا کیا اثر تھا؟	۴۴	• چاروں بیٹوں کی مشہور اولاد۔
۸۱	④، ہجرت کیسی اور کیوں؟	۴۵	• عبد المطلب کی اولاد۔
۸۲	• ہجرت کسے کہتے ہیں؟	۴۶	• عبد المطلب کے بارہ بیٹے۔
۸۳	• ہجرت کب لازم ہوتی ہے؟	۴۷	• عبد المطلب کی چھ بیٹیاں۔
۸۴	• حبشہ کی ہجرت اولیٰ۔	۴۸	• خاندان کے تین اشخاص کی بدترین دشمنی۔
۸۵	• حبشہ کی ہجرت ثانیہ۔	۴۹	• پانچ آدمی آپ کے مشاہیر۔
۸۶	• اہل مکہ کا وفد۔	۵۰	
۸۷		۵۱	
۸۸		۵۲	
۸۹		۵۳	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۱۲۷	ابوسفیان ابن حارث	۹۰	طائف کی ہجرت۔
۱۲۹	جادو کر نیوالے کو معاف	۹۱	آپ کو سب سے زیادہ ایذا رکب پہنچی؟
۱۳۱	پتھر مار کر رخسار مبارک کو زخمی کرنے کے والے کے ساتھ معاملہ۔	۹۳	ہجرت مدینہ المنورہ۔
۱۳۲	قابل حمزہ وحشی ابن حرب کیساتھ معاملہ۔	۹۴	ہجرت کی تیاری اور انصار کی بیعت۔
۱۳۵	تلوار سے حملہ کر نیوالے اعرابی کیساتھ معاملہ۔	۹۷	دارالندوہ میں قریش کی ہنگامی میٹنگ
۱۳۷	خالد بن ولید اور عمرو ابن العاص کے ساتھ معاملہ۔	۹۸	ہجرت کیلئے روانگی۔
"	قین چیزیں ماقبل کی لغزشیں مٹا دیتی ہیں۔	۱۰۰	عامر ابن فہیرہ کا مختصر تعارف۔
۱۳۹	دشمنوں کا سرغنہ ابوسفیان کے ساتھ معاملہ۔	۱۰۲	مدینہ کے ہر شئی میں نور۔
۱۴۱	حنین کے مال غنیمت تقسیم کرنیکا منظر اور دشمنوں کے ساتھ ایشار۔	۱۰۳	پیر کے دن کی خصوصیت۔
۱۴۳	آپ نے اسکو دیا جس نے آپ کو محروم کیا۔	۱۰۴	اہل مدینہ کی قسمت کا بہار۔
۱۴۵	نجد کے اڑیل سرداروں کے ساتھ معاملہ۔	۱۰۶	انصار کا نسب
۱۴۸	دشمنی دوستی میں اور بغض و عناد کی محبت میں تبدیل۔	۱۰۸	سید الکونین کی آمد سے اوس و خزرج کی عداوت دوستی میں تبدیل۔
"	ہندہ کیا کہتی ہے؟	۱۱۱	قبائے شہر مدینہ کیلئے روانگی۔
۱۵۰	حضرت ثمامہ کیا کہتے ہیں؟	۱۱۲	حضرت ابوالیوب انصاری کی قسمت کی سبقت اور ان کے گھر کی تاریخی اہمیت۔
۱۵۲	عمر قتل کرنے گئے تھے ایمان لیکر آئے۔	۱۱۴	اسلامی سال کی تاریخی ابتداء۔
⑥	سید الکونین کے جانباز سپاہی	۱۱۵	اسلامی مہینے کی ابتداء۔
۱۵۴	حضرت عبداللہ بن جحش	۱۱۸	⑤ ہجرت کے بعد دشمنوں کیساتھ حسن سلوک
۱۵۵	حضرت عبداللہ بن جحش کا رسول اکرم کے ساتھ نسبی تعلق۔	"	آپ سہرا پا رحمت۔
۱۵۸	حضرت عبداللہ بن جحش کی اپنے خاندان کے ساتھ جبر سے واپسی۔	۱۲۰	آپ کی نرم دلی۔
۱۵۹	جبر سے واپس آنیوالے بڑے بڑے صحابہ۔	۱۲۲	ہجرت کے بعد دشمنوں کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ۔
۱۶۱	حضرت ام حبیبہ کا سید الکونین کیساتھ نکاح۔	۱۲۳	فتح مکہ میں عام معافی کا اعلان۔
		۱۲۴	آپ کو زہر دینے کا واقعہ۔
		۱۲۶	سخت ترین دشمنوں کو معاف کرنا۔
		"	عبداللہ بن ابی امیہ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۰۸	• تبرک کیساتھ بشارت۔	۱۶۴	• ایک غلط فہمی کا ازالہ۔
۲۱۰	• وضو کے پانی کو بدن میں ملنے کا منظر۔	۱۶۵	• حضرت عبداللہ بن حبشؓ وادی نخلہ میں {
۲۱۳	• آپؐ کی ناک کی رینٹ سے برکت۔		اور اسلام کی پہلی غنیمت۔
۲۱۶	• مستعمل پانی حاصل کرنے میں لڑائی کا منظر۔	۱۶۸	• شہر حرام میں قتال۔
۲۱۸	• وضو کے مستعمل پانی سے شفا یابی۔	۱۶۹	• حضرت عبداللہ بن حبشؓ کی نمائیاں {
۲۲۰	• قتادہ ابن نعمان کی پھوٹی ہوئی آنکھ {		خصوصیات۔
	صحیح ہو گئی۔	۱۷۱	• حضرت عبداللہ بن حبشؓ کی شہادت کا سانحہ۔
۲۲۳	• آفتاب کے لعاب دہن سے شفا۔		④ حضرت خاتم الانبیاءؐ کے
۲۲۵	• زخم پر دست مبارک پھیرنے سے شفا یابی۔	۱۷۶	معجزات کے انوار کیسے تھے۔
۲۲۷	• آفتاب دہن سے زخم کی شفا۔	۱۷۸	• معجزہ شق قمر چاند کا ڈوٹ کر پڑے ہونا۔
۲۲۸	• ایک صاع آٹا کی روٹی سے ایک ہزار {	۱۸۱	• درخت کا زمین بھاڑ کر آنا۔
	آدمی کی آسودگی۔	۱۸۲	• ایک بدترین نصرانی کی لاش کو قبر نے {
۲۳۱	• غلہ کے ڈھیر پر چکر لگا کر بیٹھنے کی برکت۔		نیکال پھینکا۔
۲۳۳	• آپؐ کے پسینہ اور موتے مبارک سے {	۱۸۶	• حطیم کعبہ میں کھڑے ہو کر بیت المقدس {
	برکت اور خوشبو۔		کی چیسڑوں کی خبر۔
۲۳۷	• ایک پیالہ دودھ سے تمام اصحابِ صفہ {	۱۸۸	• مبارک انگلیوں سے پانی کا چشمہ
	کی آسودگی۔	۱۸۹	• تین ستواؤں کا سیراب ہونا۔
۲۳۹	• ایک پیالہ حریرہ سے تین ستواؤں کا {	۱۹۰	• پندرہ ستواؤں کا سیراب ہونا۔
	کی آسودگی۔	۱۹۱	• پیغمبر اسلامؐ کی دُعا سے سورج کا غروب {
	⑨ اُمّت کو بارگاہِ باتوں کی نصیحت ۲۴۰		ہو کر واپس لوٹ آنا۔
۲۴۳	• ہلاکت کی تین چیسڑیاں۔	۱۹۷	• ایک شبہ کا ازالہ۔
۲۴۴	• خود غرضی۔	۱۹۹	• حضرت یوشع ابن نونؓ کے لئے سورج {
۲۴۵	• خود غرضی سے رشتہ ناتانہم۔		کا رکارہ ہونا۔
۲۴۶	• خود غرضی کا علاج۔	۲۰۳	• ضروری گذارش۔
۲۴۷	• ہلاکت کی دوسری چیز خواہش پرستی۔	۲۰۶	• حضرت سید الکونینؑ کے تبرکات
۲۴۸	• عقل مند کون؟		کیسے حاصل کرتے تھے۔
۲۴۸	• کمزور اور بے عقل کون؟	۲۰۷	• آپؐ کے مستعمل پانی سے تبرک حاصل کرنے کا منظر۔
۲۴۹	• فتنہ کے زمانہ میں خواہش نفس کے دور رہو۔		

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۲۴۲	• گناہوں سے کفارہ کی پہلی چیز۔	۲۵۰	• ہلاکت میں ڈالنے والی تیسری چیز
"	• نماز کے انتظار سے نماز کا ثواب۔		• خود پسندی۔
۲۴۵	• نماز کا انتظار کر نیوالے کیلئے ملائکہ کی {	"	• خود پسندی نیکوں کو جلا کر رکھتی ہے۔
"	• دُعا سے مغفرت۔	۲۵۱	• گناہ سے نامِ رحمت کا امیدوار اور {
"	• نماز کے انتظار کر نیوالے کیلئے عرش کے {	"	• خود پسند غضب الہی کا منتظر۔
"	• سایہ کی بشارت۔	"	• جب خود پسندی عام ہو جائے تو تم لوگوں {
۲۴۶	• گناہوں سے کفارہ کی دوسری چیز {	"	• سے الگ ہو جاؤ۔
"	• ٹھنڈے پانی سے وضو۔	۲۵۲	• سب بڑا جاہل کون اور سب اچھا عالم کون
"	• تین چیزوں سے گناہ معاف {	۲۵۶	• نجات کی تین چیزیں۔
"	• اور درجات بلند۔	"	• نجات کی پہلی چیز غصہ اور خوشی میں {
۲۴۸	• گناہوں سے کفارہ کی تیسری چیز {	"	• انصاف کی بات۔
"	• پیدل چلکے جماعت میں شرکت۔	۲۵۷	• غصہ کا نقصان۔
"	• جماعت کی فضیلت اور گناہوں کا کفارہ۔	۲۵۸	• غصہ کا علاج۔
۲۸۰	• تین قسم کے اعمال سے درجات بلند ہوتے ہیں۔	۲۵۹	• غصہ ایمان کو بگاڑ کر رکھتا ہے۔
"	• درجات بلند ہونے کی پہلی چیز۔	"	• شہادت چیزیں شیطان کی طرف سے۔
۲۸۱	• مہمان نواز کیلئے جنت کے بے نظیر {	۲۶۱	• غصہ پی جانے کی فضیلت۔
"	• پھلوں کی بشارت۔	۲۶۲	• غصہ پر ضبط کر نیوالا اللہ کا محبوب۔
۲۸۲	• چار قسم کے لوگوں کیلئے جنت کے {	۲۶۳	• سب سے بڑا پہلوان کون؟
"	• بالا خانہ کی بشارت۔	۲۶۵	• نجات کی دوسری چیز خوشحالی اور {
۲۸۵	• مہمان میزبان کی کھوج کریدنہ کرے۔	"	• تنگی میں میسانہ روی۔
۲۸۶	• تین دن کی مہمانداری اور یوم الجائزہ۔	۲۶۶	• امت کی تین قسمیں۔
۲۸۸	• حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمانداری۔	۲۶۷	• میسانہ روی نبوت کا جز۔
۲۸۹	• مہمانداری کا عبرت انگیز واقعہ۔	۲۶۹	• ایک شبہ کا ازالہ۔
۲۹۲	• مہمان کی خاطر نفل روزہ توڑنے کی اجازت۔	۲۷۰	• نجات کی تیسری چیز خوفِ خدا۔
۲۹۴	• درجات بلند ہونے کی دوسری چیز {	"	• کیا خدا کی یاد میں بگڑ گئے انے کا وقت {
"	• سلام کو عام کرنا۔	"	• نہیں آیا۔
"	• سلام عام کرو۔	۲۷۲	• خوفِ خدا کی وجہ سے جلا کر رکھ کر نیکی {
۲۹۵	• سلام سے دلوں کی صفائی اور {	"	• وصیت اور نجات۔
"	• آپس میں محبت۔	۲۷۴	• تین چیزیں گناہوں کیلئے کفارہ۔

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۲۵	• زبانِ جنت کے باغ تیار ہونیکا ذریعہ۔	۲۹۷	• امت کو شاتِ چہینوں کا حکم۔
۳۲۷	• زبانِ گناہوں سے کفارہ کا ذریعہ۔	۲۹۸	• سلام کا طریقہ۔
۳۲۸	• زبان کے ڈوکلمے تمام برائیوں پر بھاری۔	۳۰۰	• کسی کے گھر میں داخل ہونے کیلئے سلام۔
۳۲۹	• دوسری نصیحت گھر کی وسعت۔	•	• خالی گھر میں داخل ہوتے وقت سلام۔
۳۳۳	• انسان کی خوش نصیبی اور محسرومی کے اسباب۔	۳۰۲	• مدینہ منورہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی تقریر میں سلام کی ترغیب۔
۳۳۶	• ایک شبہ کا ازالہ۔	۳۰۵	• سلام کے ساتھ مصافحہ۔
۳۳۹	• کیا وہ شخص اللہ کی رحمت سے محروم ہے جسکی بیوی ظالم پڑوسی ظالم گھرتنگ ہو۔	•	• مرغستی مصافحہ۔
۳۵۱	• تیسری نصیحت اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔	۳۰۷	• مصافحہ سے گناہ جھڑتے ہیں۔
•	• تین قسم کی آنکھوں پر جہنم حرام۔	۳۰۸	• سلام کے ساتھ معاف۔
۳۵۲	• دو آدمیوں پر جہنم حرام ایک آدمی پر کم فردوس حرام۔	۳۰۹	• بوقت ملاقات ایک دوسرے کا بوسہ لینا۔
•	• دودھ تھن میں واپس جاسکتا ہے مگر رونے والا جہنم میں نہیں جاسکتا۔	۳۱۱	• رفع درجات کی تیسری چیز۔
۳۵۳	• شاتِ قسم کے لوگ قیامت کے دن عرش کے سائے میں۔	•	• تین قسم کے لوگوں سے اللہ کی محبت۔
۳۵۴	• چوتھی نصیحت سوتے وقت سورہ اخلاص قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس پڑھ کر سویا کرو۔	۳۱۲	• خوشی اور سلامتی سے دخولِ جنت کی چار چیزیں۔
•	• سوتے وقت آب کا معمول۔	۳۱۵	• ٹیلیفون پر سلام۔
۳۵۷	• معوذات سے مرض کا علاج۔	۳۲۰	• ٹیلیفون پر ہیلو کے بجائے سلام۔
۳۵۹	• معوذتین سے جادو کا علاج۔	۳۲۵	• اہل قبور کو سلام کیسے کریں؟
۳۶۰	• پانچویں نصیحت جوتم سے قطع تعلق کرے تم اس سے صلہ رحمی کرو۔	•	• کیا قبر والے سلام کا جواب دیتے ہیں؟
۳۶۱	• کامل ہمدردی اسکے ساتھ ہوتی ہے جس نے کبھی ہمارے ساتھ ہمدردی نہ کی ہو۔	۳۲۸	• حضرت عقبہ بن عامر کو شات باتوں کی نصیحت۔
۳۶۲	• چھٹی نصیحت اس شخص کو عطا کرتے رہو جوتم کو محروم کرتا رہے۔	۳۳۰	• پہلی نصیحت زبان کی حفاظت۔
		•	• تمام اعضاء زبان سے پناہ مانگتے ہیں۔
		۳۳۱	• زبان و شرمگاہ کی حفاظت سے جنت کی ذمہ داری۔
		۳۳۳	• تین چیزوں سے حفاظت ہر فتنہ سے حفاظت کا ذریعہ۔
		۳۳۴	• زبانِ جنت کے خزانہ کا ذریعہ۔

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۳۹۴	مسلمان ایک دوسرے کے خیر خواہ کیسے بنیں؟	۳۹۲	شاہ توں نصیحت ایسوں کو معاف کرو جو تم پر ظلم کرے۔
۳۹۵	دین سدا خیر خواہی۔	۳۹۵	تین چیزوں سے انسان کی عزت و بلندی۔
۳۹۶	اللہ کیلئے خیر خواہی۔	۳۹۶	مظلوموں کی بددعا اور مہربان سے ڈرو۔
۳۹۷	انہی عبادت کے ذریعے سے اللہ کیلئے خیر خواہی۔	۳۹۷	تین قسم کے لوگوں کی دعاؤں سے ڈھیں ہوتی۔
۳۹۹	اللہ والوں سے عداوت اللہ کے ساتھ اعمال جنگ۔	۳۹۸	مظلوم کی بددعا سے بچو۔
۴۰۱	اللہ کی کتاب کے ساتھ خیر خواہی۔	۳۹۹	اللہ کی طرف سے ظالم کو مہلت۔
۴۰۲	علم دین کی خیر خواہی۔	۴۰۱	مظلوموں سے دنیا میں معافی مانگ لو۔
۴۰۳	اللہ کے رسول کے لئے خیر خواہی۔	۴۰۲	اللہ کے یہاں ظالم کے تین دفاتر۔
۴۰۴	مسلمانوں کے پیشواؤں کے ساتھ خیر خواہی۔	۴۰۳	سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ظالموں کے ساتھ کیا معاملہ تھا؟
۴۰۵	ظالم کے ساتھ خیر خواہی۔	۴۰۴	ظالم کا بدلہ احسان سے دیا کرو۔
۴۰۶	سربراہوں کیساتھ خیر خواہی کیسے کریں؟	۴۰۵	حضرت معاذ بن جبلؓ کو آقا پر کی وصیتیں۔
۴۰۹	ایک سربراہ میں پانچ صفیں لازم۔	۴۰۶	حضرت معاذ بن جبلؓ کو آقا پر کی وصیت۔
۴۱۱	ماتحت لوگوں کیلئے پیشوا اولہ سربراہ کی خیر خواہی۔	۴۰۷	حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن رخصت کرتے وقت کی وصیت۔
۴۱۲	عامۃ المسلمین کیساتھ خیر خواہی۔	۴۰۸	حضرت معاذ بن جبلؓ کا قبر اطہر پر آپؐ کی تین نصیحتوں کی یاد آوری پر رونما۔
۴۱۳	عورتوں کے ساتھ خیر خواہی۔	۴۰۹	ریا کاری شرک ہے۔
۴۱۴	شوہر کے ساتھ خیر خواہی۔	۴۱۰	ریا کا زست کبر کا حشر۔
۴۱۶	آپؐ کی خیر خواہی سے میاں بیوی کی دشمنی دوستی سے بدل گئی۔	۴۱۱	اللہ والوں سے عداوت کا حشر۔
۴۱۸	آپس کی خیر خواہی کے بغیر انسان گھٹائے میں۔	۴۱۲	حضرت سعد بن وقاصؓ کے ساتھ عداوت کا حشر۔
۴۲۱	اتحاد کا ماحول کیسے قائم کریں	۴۱۳	اللہ کے نزدیک نیک اور نیک ہی محبوب ہیں۔
۴۲۲	اتحاد ایک مضبوط غارت۔	۴۱۴	اللہ والوں کا دل ہدایت کا چراغ۔

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۴۲۲	مسلمانوں میں یہود و نصاریٰ کی بغض و عناد کی گندگی کا علاج۔	۴۲۲	امت کو محبت اور اتحاد قائم کرنے کیلئے
۴۲۳	پسندیدہ شخص وہ ہے جو سلام میں	۴۲۳	پسندیدہ باتوں کی وصیت۔
۴۲۴	ابتداء کرے۔	۴۲۴	بدگمانی سے بچو۔
۴۲۵	خرید و فروخت میں مقابلہ مت کرو۔	۴۲۵	نحس کی پوشیدہ باتوں پر کان نہ لگاؤ۔
۴۲۶	نکاح کا پیغام دینے میں مقابلہ مت کرو۔	۴۲۶	کسی کی کھوج میں نہ پڑو۔
۴۲۷	پسندیدہ وصیتوں کی حد شیئیں۔	۴۲۷	دوسروں کی نعمتوں پر رشک مت کرو۔
۴۲۸	قرض کی ذمہ داری کیسے ادا کریں؟	۴۲۸	لین دین میں دھوکہ بازی مت کرو۔
۴۲۹	معاملہ طے کرتے وقت دستاویز لکھنے کا حکم۔	۴۲۹	آپس میں ایک دوسرے سے خدمت کرو۔
۴۳۰	بد معاملگی کا سبب۔	۴۳۰	حسد کہاں جائز۔
۴۳۱	گواہ بنانا کا حکم۔	۴۳۱	بغض و عناد مت رکھو۔
۴۳۲	قرض ادا کرنیکی اہمیت۔	۴۳۲	حضرت انسؓ کو کینہ سے پاک
۴۳۳	مومن کی نجات کا مدار قرض ادا کرنے پر ہے۔	۴۳۳	رہنے کی وصیت۔
۴۳۴	قرض دینے والے کی فضیلت۔	۴۳۴	ایک دوسرے سے نہ کتراؤ۔
۴۳۵	قرض لیکر پھر قرض نہ ادا کر نیکا عذاب۔	۴۳۵	آپس میں قطع تعلق قطع رحمی مت کرو۔
۴۳۶	قرض ادا کرنے کے ارادہ پر خدا کی مدد۔	۴۳۶	قطع تعلق کرنیوالا جنت سے محروم۔
۴۳۷	قرضدار کی نماز جنازہ کا انکار۔	۴۳۷	زمین والوں پر رحم کرو آسمان والے
۴۳۸	قرض پر موت کا عذاب۔	۴۳۸	تم پر رحم کریں گے۔
۴۳۹	چار قسم کے لوگوں کے عذاب سے جہنم	۴۳۹	صلہ رحمی سے تین بشارتیں۔
۴۴۰	کے دوسرے لوگوں کو تکلیف۔	۴۴۰	آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔
۴۴۱	قرضدار کا عذاب۔	۴۴۱	مسلمان بھائی پر ظلم مت کرو۔
۴۴۲	پیشاب سے احتیاط نہ کر نیکا عذاب۔	۴۴۲	قیامت کے دن اللہ ہی ظلم کا بدلہ دلائیگا۔
۴۴۳	غلط باتوں سے لطف اندوز ہونے والا۔	۴۴۳	امت کو تین قسم کی برائیوں سے
۴۴۴	غیبت کرنیوالا۔	۴۴۴	بچنے کی نصیحت۔
۴۴۵	تین قسم کے لوگ جنت سے محروم۔	۴۴۵	مسلمان بھائی کو بے یار و مددگار
۴۴۶	قرض ادا ہونیکا آسمانی نسخہ۔	۴۴۶	مت چھوڑو۔
		۴۴۷	مسلمان بھائی کو حقیر مت سمجھو۔
		۴۴۸	تین دن سے زائد سلام و کلام نہ چھوڑے۔
		۴۴۹	سلام کلام چھوڑنے والے پر و جمعرات
		۴۵۰	کی مغفرت سے محروم۔

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۵۱۰	ابلیس کے مکر و فریب سے کیسے بچیں؟	۴۷۸	شراب کی لعنت سے مسلمان کیسے بچیں؟
۵۱۲	انسان کے رگ ریشہ میں دوڑنے کا اختیار۔	۴۸۰	ام النجاست سب سے بڑی نجاست اور ناپاک چیز۔
۵۱۳	زمین پر اترنے کے بعد ابلیس نے اللہ سے نوچینریں کیا کیا مانگی؟	۴۸۱	عبرت تک واقعہ۔
"	ابلیس کا گھر۔	۴۸۲	سب سے بڑا گناہ۔
"	ابلیس کی مجلس۔	۴۸۴	ام الفواحش۔
۵۱۴	ابلیس کا کھانا۔	۴۸۵	شراب سے چالیس دن کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔
"	ابلیس کا مشروب۔	۴۸۶	لقمہ حرام سے چالیس دن کا عمل قبول نہیں ہوتا۔
"	ابلیس کی آواز۔	۴۸۸	تین قسم کے لوگوں کی نیکیاں آسمانوں تک نہیں پہنچتیں۔
۵۱۵	ابلیس کے پڑھنے کی چیز۔	۴۹۰	چار قسم کے لوگ رحمت الہی سے محروم۔
۵۱۶	ابلیس کے لکھنے کی چیز۔	۴۹۳	تین چیزوں کی قیمت بھی حرام۔
"	ابلیس کی بات چیت۔	۴۹۴	شراب کا فتنہ۔
"	ابلیس کا شکار۔	۴۹۵	شراب کے بار میں حضور کی وصیت۔
۵۱۸	ابلیس نمازی کی نماز میں بے توجہی کیسے پیدا کرتا ہے؟	۴۹۶	چھ قسم کے لوگوں کی بد نصیبی۔
۵۱۹	انسان کی گدی میں گرہ کیسے لگاتا ہے؟	۴۹۹	دیوث کون ہے؟
۵۲۲	انسان کے کان میں کیسے پشاپ کرتا ہے؟	۵۰۱	شراب کی وجہ سے دس قسم کے لوگوں پر لعنت۔
۵۲۳	انسان کی ناک میں کیسے رات گزارتا ہے؟	۵۰۲	شرابی کا عذاب کیسا ہوگا؟
"	شیطان کی چلت پھرت کا وقت کب؟	۵۰۴	چار قسم کے لوگ جنت کی نعمتوں سے محروم۔
۵۲۵	حضرت عمرؓ کے راستہ سے شیطان کیسے بھاگتا تھا؟	۵۰۵	صحابہ میں شراب کی نفرت اور حکم کی تعمیل۔
۵۲۷	اجنبی عورت کیساتھ تنہائی میں شیطان کی مداخلت۔	۵۰۶	تعمیل حکم کا حیرت انگیز واقعہ۔
۵۳۰	غسل خانہ میں شیطان سے کیسے بچیں؟	۵۰۸	توبہ کی قبولیت۔
۵۳۲	پیدائش کے وقت سے نقصان پہچاننے کا سلسلہ۔		

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۵۶۶	اہل بلاہ کی فضیلت -	۵۲۳	شیطان سے حفاظت کیسے ہو - ؟
۵۶۷	حضرت ام سلیم کالے مثال صبر -	۵۲۴	آیت الکرسی سے حفاظت -
۵۷۰	حضرت معاذ بن جبلؓ کو صبر کی تلقین اور تعزیتی خط -	۵۲۷	سورۃ المؤمن کی پہلی آیت اور آیت الکرسی سے حفاظت -
۵۷۳	اول صدمہ میں صبر کا حکم -	"	سورۃ المؤمن کی شروع کی آیتیں -
۵۷۴	فخر و خوش فہمی سے صبر کی بربادی -	۵۳۸	آیت الکرسی -
۵۷۵	صبر کا اجر و ثواب -	۵۳۹	دُعائے توحید کے ذریعہ سے حفاظت -
۵۷۶	سب سے بڑا زاہد کون - ؟	۵۴۰	بہستری کے وقت شیطان سے کیسے بچیں ؟
۵۷۹	مریض کی عیادت کی فضیلت -	۵۴۲	مصیبت و صدمہ میں صبر کیسے کریں ؟
۵۸۱	یہودی بچہ کی عیادت -	۵۴۲	مصیبت میں خدا سے مدد کیسے مانگیں ؟
۵۸۲	عیادت کے آداب و دُعا -	"	بلاہ و مصیبت میں مومن کی مثال عمدہ کیفیت کی طرح -
۵۸۴	عیادت کی فضیلت اور نجات کی پانچ چیزیں -	۵۴۶	مومن شہرنگ اور بل میں بھی ایذا سے محفوظ نہیں -
۵۸۶	مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھنے کی دُعا -	۵۴۷	سب سے بڑی مصیبت و بلاہ کا شکار کون - ؟
۵۸۷	موت کے بعد ثواب کا سلسلہ کیسے جاری رہے ؟	۵۴۹	بلاہ مصیبت سے گناہ جھڑنا -
"	جارتیم کے لوگوں کا اجر موت کے بعد بھی جاری -	۵۵۲	کسی کی مصیبت پر خوشی کی مذمت -
۵۸۸	مجاہد فی سبیل اللہ -	۵۵۳	لوگوں کے ایذا پر صبر کی فضیلت -
۵۸۹	علم پھیلانے والا -	"	کسی کی بے خیالی کے حادثہ پر ہنسنے کی مذمت -
۵۹۱	صدقہ جاریہ کرنا والا -	۵۵۵	امت محمدیہؐ کیلئے سب سے بڑا حادثہ -
۵۹۲	نیک اولاد چھوڑ کر مرنے والا -	۵۶۰	صاحبزادہ حضرت ابراہیمؑ کی وفات کا سانحہ -
۵۹۸	جنتی لوگ کیسے ہوتے ہیں ؟	۵۶۲	حضرت زینبؓ کے معصوم بچے کی وفات کا واقعہ -
"	جنت کے طالب کو نیند کیسے آسکتی ہے -	۵۶۴	چسچ و پکار کی ممانعت -
۶۰۰	دنیا کے نقصان سے آخرت کی کامیابی -		
۶۰۳	عجب دنیا سے تین مصیبتیں -		
۶۰۵	سب سے پہلے جنت میں کون داخل ہوگا -		

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۶۴۸	• مہر کیسے ادا کریں۔ ؟	۶۰۸	• تین قسم کے لوگوں کیلئے اللہ کی ضمانت۔
"	• مہر کی ادائیگی میں کوتاہی کا عذاب۔	۶۱۱	• تین قسم کے لوگ مشک کے ٹیلوں پر۔
۶۴۹	• اہل عرب مہر کیسے ادا کرتے ہیں۔ ؟	۶۱۲	• چار قسم کے لوگوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت۔
۶۵۰	• دور نبوت اور دور صحابہ میں چار قسم کے مہر۔		
"	• اقل مہر اور مہرام سلمہؓ۔		
۶۵۲	• ہر قسم کی طمیؓ۔	۶۱۷	• نکاح کے فضائل۔
۶۵۳	• مہرام حبیبہؓ۔	۶۱۸	• نکاح کے فوائد۔
۶۵۵	• مہرام کلثومؓ۔	۶۲۰	• نکاح کے مستحب و پسندیدہ امور۔
۶۵۶	• خلاصہ کلام۔	"	• ٹیلیفون پر نکاح۔
۶۵۸	• شادی کا ولیمہ کیسے کریں۔ ؟	۶۲۲	• انٹرنیٹ پر نکاح۔
۶۵۹	• ولیمہ رخصتی کے بعد یا پہلے۔ ؟	۶۲۵	• نکاح کیسی عورت سے کریں۔ ؟
"	• ولیمہ کتنے دنوں تک جائز۔ ؟	۶۲۹	• نین چیزیں دیکھ کر نکاح کرنا۔
۶۶۰	• ولیمہ میں کیا کھلایا جائے۔ ؟	۶۳۰	• دیندار عورت سے نکاح کی ترغیب۔
۶۶۱	• آقاؐ کے یہاں سب سے بڑا ولیمہ۔	۶۳۱	• فرمانبردار ختنی عورت کون ہے؟
"	• کھجور اور احباب کے کھانے سے ولیمہ۔	۶۳۲	• نافرمان عورت پر وعید۔
۶۶۳	• دعوت کی چار قسمیں۔	۶۳۴	• سعادت مندی اور خوش نصیبی کی
۶۶۴	• شادی ہال کی نمائش اور فضول خرچی۔	۶۳۵	• چار چیزیں۔
۶۶۸	• نعمت کی ناقدری۔	۶۳۶	• دنیا میں محرومی کی چار چیزیں۔
۶۶۱	• کھڑے ہو کر کھانا پینا۔	۶۳۷	• نیک بیوی جسے ملی دنیا و آخرت کی
۶۶۵	• لڑکی والوں کے یہاں کھانا۔	۶۳۸	• بھلائی اسے مل گئی۔
۶۶۸	• لڑکی کو رخصت کیسے کریں۔ ؟	۶۳۸	• نیک عورت سے نکاح نصف دین۔
۶۶۹	• سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی	۶۳۹	• نکاح تمام انبیاء کی سنت۔
	• صاحبزادیوں کو کیا دیا گیا۔ ؟	۶۴۰	• نکاح کیلئے فرض لینے میں اللہ کی مدد۔
۶۸۳	• شادی کے وقت علیؓ و فاطمہؓ کی عمر۔	۶۴۱	• بیوی کیساتھ خیر خواہی و ہمدردی۔
۶۹۰	• صحابہ میں کچھ دینے کا دستور۔	۶۴۱	• بیوی کے منہ میں لقمہ کا ثواب۔
۶۹۱	• مرد و عورت پر دباؤ کی لعنت۔	۶۴۳	• صرف لڑکیاں پیدا ہونا۔
۶۹۳	• کیمین بن اور گھر کی بربادی۔	۶۴۴	• لڑکیوں کی پرورش کا اجر و ثواب۔
"	• دولہا کا مہر و دلہن کا نہیں اور	۶۴۶	• ماں باپ پر بچوں کا حق۔
	• مرد کی ذلت۔		

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
۷۰۱	{ مہر کی ذمہ داری زیورات سے پوری نہیں ہوتی۔	۶۹۴	{ شادی کے بعد تین قسم کے لوگوں کی شرمندگی۔
۷۰۲	{ تنگ کی نخوت اور معاشرہ کی بربادی۔	۶۹۵	{ شادی کے بعد تین قسم کے لوگوں کی عزت۔
۷۰۸	{ عرب دنیا میں جہیز کا کیا تصور۔	۶۹۷	{ جہیز کا منظر اور لڑکی والوں کی قرتی۔
۷۰۹	{ ہمارے معاشرہ کے غلط تصورات۔	۷۰۰	{ جہیز کی نمائش۔
۷۱۱	{ اہل علم اور اہل فکر کی ذمہ داریاں۔	۷۰۱	{ کیا جہیز سے میراث کی ذمہ داری ادا ہوگی۔
۷۱۳	{ نکاح کا خطبہ۔	۷۰۲	

انتساب

یہ سیاہ کار اپنی اس دینی اصلاحی کاوش کے مجموعہ کو۔ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، امام الکبیر بانی دارالعلوم دیوبند و بانی مدرسہ ہی مراد آباد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی نور اللہ مراقدم، حضرت مولانا سید محمود حسن سہارنپوری جن کے نسبتی فیضان سے اللہ پاک نے خدمت دین کا موقع عنایت فرمایا، والدہ ماجدہ جو اس وقت مکہ المکرمہ میں مقیم ہیں ان سب کی طرف منسوب کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ نیز یہ علمی اصلاحی تحفہ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی آغوش تربیت کا ثمرہ اور جامعہ قاسمیہ مدرسہ ہی کامرہون منت ہے، اسلئے ان دونوں کی طرف منسوب کرنا بھی اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہے۔

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آفتاب نبوت کی ولادت با سعادت

یقیناً تم ہی میں سے ایک رسول تمہارے پاس آیا ہے (جسکی دیانت و امانت سے تم خوب واقف ہو) تم کو جو تکلیف و سختی پہنچتی ہے وہ ان پر بھاری ہے وہ تمہاری بھلائی کا حریص ہے۔ مومنین کے ساتھ نہایت شفیق و مہربان ہے پھر بھی اگر تم منہ پھرو گے (تو کوئی پروا نہیں) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی مجھ کو کافی ہے۔ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہے میں اُسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

بیشک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور جنت کی بشارت دینے والا اور جہنم سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اے مسلمانو! تاکہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے دین کی مدد کرو۔ اور اس کے دین کی عظمت کرتے رہو اور

① لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝

(سورۃ توبہ ۱۲۸ تا ۱۲۹)

② إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۖ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝

صبح و شام اس کی پاکی اور تسبیح و
تفہیس میں لگے رہو۔

خاندانی شرافت کے عنوان کے تحت لکھا جا چکا ہے کہ دنیا کے انسانوں میں
سب سے زیادہ عزت و شرف اور خاندانی برتری ہاشمی گھرانے کو حاصل تھی اور
روزِ ازل میں اللہ تعالیٰ آفتابِ نبوت خاتم الانبیاء علیہ السلام کو سب سے
آخر میں مبعوث کر نیکا فیصلہ فرما چکا تھا۔ اور جس طرح سید الکونین علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی ذات اللہ کے نزدیک تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے فائق اور
برتر ہے۔ ایسا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش بھی ایک ایسے خاندان میں ہوئی
مناسب تھی جو دنیا کے تمام انسانی خاندانوں پر عزت و شرف کے اعتبار سے
فائق اور برتر ہو۔ اور آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں عزت و شرف
کے اعتبار سے سب سے زیادہ برتری اور فضیلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو
حاصل تھی۔ اور پھر حضرت ابراہیم کی اولاد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حاصل
تھی۔ اور حضرت اسماعیل کی اولاد میں قریش کو حاصل تھی اور پھر قریش میں
ہاشمی خاندان کو حاصل تھی۔ لہذا پورے عالم انسانی میں سب سے زیادہ عزت
و شرف اور برتری ہاشمی خاندان کو حاصل ہے۔ اس لئے آفتابِ نبوت
خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کا شرف ہاشمی خاندان
کو حاصل ہوا۔

چنانچہ آقا نامدار سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت
مکہ مکرمہ میں شعب بنی ہاشم میں سنہ ۱۰ ربیع الاول یا آٹھ ربیع الاول یا
دو ربیع الاول عام الفیل یومِ دو شنبہ پیر کی صبح کو ہاشمی خاندان کے باعزت
شخص حضرت خواجہ عبداللہ کے گھر میں ہوئی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۸۰/۱ اسد الغابہ ۲۱/۱
فوائد عثمانیہ تفسیر سورہ روم ۵۳۸)

اور جس سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی وہ دنیا کے مشہور ترین عادل بادشاہ نوشیرواں کی تخت نشینی کا چالیسواں سال تھا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ صحابہ ۲۱/۱) اس کی مزید وضاحت انشاء اللہ آئندہ صفحات میں کریں گے۔ بعض سیرت نگار حضرات نے ۱۲ ربیع الاول اور بعض نے ۹ ربیع الاول کو بھی یوم ولادت لکھا ہے، جو کمزور قول ہے۔

حضرت سید الکونین اور جلیل القدر انبیاء

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور جلیل القدر انبیاء کرام کے زمانہ کے درمیان کتنا فاصلہ رہا ہے اس کی مختصر تاریخ حسب ذیل ہے۔

۱۔ حضرت سید الکونین	حضرت آدمؑ کے درمیان کا فاصلہ	۵۴۰ سال
۲۔ حضرت سید الکونین	حضرت نوحؑ	۲۴۰
۳۔ حضرت سید الکونین	حضرت ابراہیمؑ	۳۴۰
۴۔ حضرت سید الکونین	حضرت موسیٰؑ	۲۴۰
۵۔ حضرت سید الکونین	حضرت عیسیٰؑ	۵۰

یہ فاصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور مذکورہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان ہے۔ اور آپ کو چالیس سال کی عمر میں سن۶ میں منصب نبوت کا شرف حاصل ہوا۔ لہذا آپ کی نبوت اور مذکورہ انبیاء کے درمیان کا فاصلہ ذیل کے نقشہ کے مطابق ہوگا۔

حضرت آدمؑ	آپ کی نبوت کے درمیان	۵۵۱۔ کا فاصلہ ہے۔
حضرت نوحؑ	"	۲۵۱۔
حضرت ابراہیمؑ	"	۳۵۱۔

حضرت موسیٰؑ آپ کی نبوت کے درمیان ۲۵۱۰ کا فاصلہ ہے۔
 حضرت عیسیٰؑ ۶۱۰

یہ پوری تفصیل طبقات ابن سعد ۴/۲۰ میں موجود ہے عربی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیان
 دس قرون کا فاصلہ ہے۔ اور ایک قرن سٹو
 سال کا ہوتا ہے۔ لہذا ایک ہزار سال کا
 فاصلہ ہوا۔ اور حضرت نوحؑ اور حضرت
 ابراہیمؑ کے درمیان دس قرون کا فاصلہ
 ہے۔ اور ایک قرن سٹو سال کا ہوتا ہے۔ اور
 حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان
 دس قرون کا فاصلہ ہے۔ اور ایک قرن سٹو
 سال کا ہوتا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ ابن
 عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت
 موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان ایک
 ہزار نو سٹو سال کا فاصلہ ہے۔ اور اس
 درمیان فترت کا کوئی زمانہ نہیں تھا بلکہ
 ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی نبی اور رسول تشریف
 لاتے رہے۔ اور حضرت عیسیٰؑ کی ولادت اور
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے درمیان
 پانچ سو اتر سال کا فاصلہ ہے لہذا ۵۶۹
 ختم ہونیکے بعد ۵۷۵ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔

کان بین آدم و نوح عشرة
 قرون والقرون مائة سنة،
 و بین نوح و ابراهيم عشرة
 قرون، والقرون مائة
 سنة، و بین ابراهيم
 و موسى بن عمران عشرة
 قرون والقرون مائة
 سنة، وعن ابن عباس
 قال بین موسى بن عمران
 و عيسى بن مريم الف سنة
 وتسعمائة سنة ولم تكن
 بينهما فترة و كان ميلاد
 عيسى والنبي صلى الله عليه
 وسلم خمس مائة وتسع
 وستون سنة الخ

(الطبقات الكبرى لابن سعد ۴/۲۲)

ولادت شریفہ کے موقع کی عبرت ناک باتیں

آپ کی ولادت کے موقع کی بے شمار عبرت کی باتیں ہیں ان میں سے آٹھ باتیں یہاں نقل کر دیتے ہیں شاید کسی کو فائدہ ہو۔

۱۔ آقارِ نامدار سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ کے مشہور خاندان ہاشمی گھرانے میں ۱۲ھ ربيع الاول عام الفیل میں صبح کے وقت دُنیا میں تشریف لائے۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی تھیں کہ جو نہی آپ کی ولادت ہوئی تو میں نے اپنی آنکھوں سے مکہ سے ملکِ شام تک ایک نور کی کرن اور چمک دوڑتی ہوئی دیکھی۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ کفر کی ظلمت اور تاریکی پر ایمان اور اسلام کا نور ایسی تیز رفتاری کے ساتھ غالب آنے والا ہے کہ انسانی عقل حیران رہ جائے۔ چنانچہ جس تیزی اور برق رفتاری سے مختصر مدت میں دُنیا میں اسلام پھیلا ہے وہ اس نور کی صداقت اور سچائی کا واضح ثبوت ہے جس کو آپ کی والدہ ماجدہ نے بوقتِ ولادت دیکھا تھا۔ اس نور کا ذکر آگے کے تحت مستقل طور پر بھی آ رہا ہے۔ حدیث شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عریاض بن ساریہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیشک مجھے عبدیت اور خاتم النبیین کا منصب اللہ نے عطا فرمایا ہے اور بیشک آپ کی والدہ ماجدہ نے ولادت کے وقت ایک ایسا

عن عریاض بن ساریہ قال
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي عَبْدُ اللَّهِ
وْخَاتَمُ النَّبِيِّينَ إِلَى قَوْلِهِ
أَنَّ أُمَّ رَسُولِ اللَّهِ رَأَتْ حَائِنَ
وَضَعَتْهُ نُورًا أَضَاءَتْ مِنْهُ

نور دیکھا کہ جس نے آپ کے جسدِ اطہر سے
نیکل کر ملکِ شام کے ایوان اور محلوں کو
روشن کر دیا ہے۔

قصور الشام - اسناد صحیح -
(مسند امام احمد بن حنبل نسخہ قدیم ۱۲۴/۲،
نسخہ جدید مع تخریج ۲۸۲/۱۳ حدیث ۱۴۰۸۶
نسخہ مرتبہ حدیث ۱۴۲۸۱، المعجم الکبیر ۲۵۲/۱۸)

طبقات ابن سعد ۸۱/۱

۲۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے عبدیت اور خاتم النبیین کا منصب اس وقت
عطا فرمایا ہے جب حضرت آدمؑ مٹی کے گارے اور پیلے کی شکل میں تھے۔

۳۔ میں اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی دُعار کا مظہر ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے
حضرت ابراہیمؑ کی وہ دُعار جو خاتم الانبیاء کی تشریف آوری کیلئے کی گئی تھی۔
سورہ بقرہ آیت ۱۲۹ میں ان الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے۔

اے ہمارے پروردگار تو ان میں ایک ایسا
رَسُول مبعوث فرما دے جو ان کو تیری قرآنی
آیتیں پڑھ کر سنائیں اور ان کو کتاب اور حکمت
کی باتیں سکھائیں اور ان کو کفر کی گندگیوں
سے پاک کریں بیشک تو ہی زبردست حکمت
والا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ
يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ
أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(سورہ بقرہ آیت ۱۲۹)

۴۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دُنیا میں میری تشریف آوری کی حضرت
عیسیٰؑ نے اپنی قوم کو پیشین گوئی کے طور پر بشارت دی میں حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام
کی اس بشارت کی صداقت کا واضح ثبوت ہوں، جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے
سورہ صف آیت ۷ میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔

اور جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا اے
بنی اسرائیل! بیشک میں تمہارے پاس

وَإِذْ قَالَ عِيسَىٰ بْنُ مَرْيَمَ بَنِي
إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ
وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي
مِن بَعْدِي اسْمُهُ
أَحْمَدُ

(سورہ صف آیت ۷)

اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ اس پر
یقین دلانے والا ہوں جو مجھ سے پہلے
تورات نامی کتاب آئی ہے۔ اور ایک
رسول کی بشارت دینے والا ہوں
جو میرے بعد آئے گا، ان کا نام
احمد ہے۔

۵۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اپنی والدہ ماجدہ
کے اس خواب کی حسین تعبیر ہوں جس کو انہوں نے پیدائش سے
پہلے دیکھا تھا۔

۶۔ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اس نور کی صداقت
اور سچائی کا ثبوت ہوں جس کو میری والدہ نے میری ولادت کے وقت
دیکھا تھا، کہ جس طرح میری والدہ نے مسیری پیدائش کے وقت
ملک شام کے تاریک اور ظلمت کے ایوان اور محلوں کو میرے نور
سے چمکتے ہوئے دیکھا ہے۔ اسی طرح میں نے بھی خندق کے کھدائی
کے وقت قیصر و کسریٰ کے محلوں اور ایوانوں کو دیکھا تھا۔

اب پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عرباض بن ساریہ سلمیٰؓ نے
فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

عَنِ الْعَرَبِاضِ بْنِ سَارِيَةَ
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَقُولُ اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ
 فِيْ اَمْرِ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ
 النَّبِيِّينَ وَ اِنَّ بَا اَدَمَ
 لَمُنْجَبِلٌ فِيْ طَيْبَتِهِ
 وَ سَاَنْبِئُكُمْ بِتَاوِيلِ
 ذٰلِكَ دَعْوَةُ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ
 وَ بَشَارَةُ عِيْسَى قَوْمَهُ
 وَ رُؤْيَا اُمِّي الَّذِي رَاَتْ اَنَّهُ
 خَرَجَ مِنْهَا نُورًا اَضَاءَتْ
 لَهُ قُصُوْرَ الشَّامِ وَ كَذٰلِكَ
 تَرٰى اُمَّهَاتُ النَّبِيِّينَ
 صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ -

(مسند امام احمد بن حنبل نسخہ قدیم ۴/۱۲۸)

نسخہ جدید مرتبہ حدیث ۱۴۲۹۵ ،

نسخہ جدید مع التخریج ۱۳/۲۸۵ حدیث ۱۴۹۸ ،

المعجم الکبیر للطبرانی ۱۸/۲۵۲ حدیث ۶۳۱ -

علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے
 کہ بیشک مجھے اللہ کے یہاں ام الکتاب
 لوح محفوظ میں خاتم النبیین کا منصب
 اس حالت میں ملا ہے کہ بیشک
 حضرت آدم اپنی مٹی کے پتلے میں
 پڑے ہوئے تھے۔ اور میں تمہیں
 اس کی وجہ ضرور بتاتا ہوں کہ
 یہ میرے باپ حضرت ابراہیمؑ
 کی دعاء اور حضرت عیسیٰؑ کی اپنی قوم
 کو بشارت اور میری والدہ کا وہ خواب
 جس کو انہوں نے دیکھا ہے کہ ان سے
 ایک نور نکلا کہ اس سے ملک شام
 کے محل روشن ہو گئے اور ایسا ہی
 انبیاء کی مائیں خواب میں دیکھا

کرتی ہیں۔

اس مضمون کی دوسری حدیث شریف بھی ہے جو کچھ الفاظ کے فرق کیساتھ مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عن عراب بن ساریہ قال قال
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ إِلَيَّ
عَبْدُ اللَّهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ
أَدَمَ لَمُنْجِدٍ فِي طِينَتِهِ وَ
سَأَنْبِئُكُمْ بِأُولَٰئِكَ دَعْوَةُ
أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبَشَارَةُ عِيسَى
بَنِي وَرَأُوبِيَا أُحْيَىٰ الَّتِي رَأَتْ، وَ
كَذَٰلِكَ أُمَمَاتُ النَّبِيِّينَ تَرِين۔

(مسند امام احمد بن حنبل نسخہ قدیم ۱۲۷/۳)

نسخہ جدید مع التخریج ۱۸۱/۱۳ حدیث ۱۷۸۵،

نسخہ مرقم حدیث ۱۷۲۸، المعجم الکبیر للطبرانی

۲۵۲/۱۸ حدیث ۶۳۰ -

حضرت عراب بن ساریہ سے مروی ہے وہ
فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں یقیناً
مجھے خاتم النبیین ہونے کا منصب اس وقت
عطا کیا گیا جب کہ حضرت آدم اپنے مٹی کے
پتلے میں پڑے ہوئے تھے۔ اور میں تمہیں
اس بات کی ابتداء بتلاتا ہوں کہ میں اپنے
باپ حضرت ابراہیم کی دُعا اور عیسیٰ ؑ کی
بشارت کا ثبوت ہوں اور میں اپنی والدہ کے
اس حسین خواب کی تعبیر ہوں جسکو انہوں نے
میری پیدائش سے پہلے دیکھا ہے اور ایسا
ہی انبیاء علیہم السلام کی مائیں خواب
دیکھا کرتی ہیں۔

۱۔ اور سید الکونین علیہ السلام کی ولادت کے زمانہ میں کسری کا بادشاہ نوشیرواں
تھا اور اسکی حکومت کا چالیسواں سال مکمل ہو چکا تھا۔ اور نوشیرواں دنیا کے
بادشاہوں میں مشہور ترین عادل بادشاہ تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
ولادت باسعادت اس عادل بادشاہ کے زمانہ میں ہوئی۔ اور آپ کی ولادت کے
بعد سات سال آٹھ مہینہ نوشیرواں کی حکومت باقی رہی اور اسکی حکومت کی پوری مدت
سیستالیس سال آٹھ مہینہ ہوئی۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۲۱/۱)

۵۔ آپ کی ولادت کے عجائبات میں سے یہ عجیب و غریب تاثیر دُنیا کے سامنے پیش آئی کہ جس وقت آپ کی پیدائش ہوئی عین اس وقت پوری دُنیا کی سب سے بڑی سپر طاقت حکومت کا بادشاہ کسری کے ایوان میں ایسا زلزلہ پیدا ہوا جس کی وجہ سے اس کے عالیشان محل کے خوبصورت ترین کنگورے اور برجوں میں سے چودہ برج ٹوٹ کر گر گئے یہ اس بات کی واضح دلیل تھی کہ دُنیا میں اب تک کفر و باطل کی ظلمت کا غلبہ تھا۔ اور اب حق کا غلبہ ہونے والا ہے۔ اور باطل کی کرسیوں اور تاج و تختوں پر زوال کا یہ پہلا زلزلہ ہے۔ سیرت کی کتابوں میں اس طرح کے الفاظ سے اس کو ذکر کیا گیا ہے۔

آپ کی ولادت کے عجائبات میں سے یہ بات بھی مَروی ہے کہ کسری کے ایوان کے محل میں زبردست زلزلہ آیا۔ اور اس کے برجوں اور کنگوروں میں سے چودہ برج ٹوٹ کر نیچے گر گئے۔

ومن عجائب ولادته ما روى من
ارتجاس ایوان کسری وسقوط اربع
عشرة شرفة من شرفاته۔
(شرح زرقانی ۱/۲۷)

آپ کی آمدِ ہدایت کا نور اور آپ کی وفا ظلمت و تاریکی کا باعث

حدیث کی کتابوں میں آنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سمرِ پادشاہت اور نور ہے جب مکہ والوں نے آپ کی قدر و منزلت کو نہیں پہچانا اور آپ بالآخر مدینۃ المنورہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے۔ تو حضراتِ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ جس دن ہمارے آقا و خاتم الانبیاء مدینۃ المنورہ کی سرزمین میں رونق افروز ہو گئے اس دن مدینہ کی ہر شے میں نور ہی نور اور پورے مدینہ کے در و دیوار چمکتے ہوئے نظر

آ رہے تھے۔ اور جس دن آپ کی وفات ہوگئی اور اس دُنیا سے آفتابِ نبوت غروب ہو گیا۔ تو ہر طرف ظلمت ہی ظلمت اور تاریکی ہی تاریکی چھا گئی۔ اور مسلمانوں کے قلوب میں عجیب و غریب تغیر پیدا ہونے لگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ دن جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو مدینہ کی تمام چیزیں روشن ہو گئیں پھر جس روز آپ کی وفات ہوئی تو اس دن مدینہ کی تمام چیزیں تاریک ہو گئیں ہر شے میں اُدا سی اور تاریکی چھا گئی اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی دفن ہی کر رہے تھے اور اپنے ہاتھ بھی مٹی سے ابھی جھاڑنے نہ پائے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں کو بُرا پایا یعنی جو نورانیت آپ کی موجودگی اور آپ کے مشاہدہ سے ہمارے دلوں کو حاصل تھی وہ جاتی رہی۔

عن انس بن مالک قال لما كان اليوم الذي دخل فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة اضاء منها كل شيء فلما كان اليوم الذي مات فيه اظلم منها كل شيء وما نفضنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم الا يداي وانا لفي دفنه حتى انكرنا قلوبنا — هذا حديث صحيح غريب - ۱ ترمذی شریف ۲/۲۰۲ تا ۲۰۳، ابن ماجہ ۱۱۷، مسند امام احمد

(۲۶۸/۳، ۲۲۱/۳)

ۛ يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۝ عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كَلِمِهِم
اللَّهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً
وَاصِيلًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دُنیا کے انسانوں میں سید الکونین کی خاندانی شرافت

اللہ کی ذات وہ ہے جس نے پانی کے قطرے سے انسان کو پیدا فرمایا اور ان میں نسی اور دامادی سُسرالی تعلق قائم فرمایا اور تیسرا رب ہر شئی پر قادر ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا
فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ
رَبُّكَ قَدِيرًا

(سورہ فرقان ۵۴)

دیکھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنی قدرت کاملہ سے پانی کے ایک قطرے کو عاقل و کامل انسان بنا دیا۔ پھر آگے اس سے نسلیں چلائیں۔ اور دامادی اور سُسرال کے تعلقات قائم کئے۔ ایک ناچیز و ناپاک قطرے کو کیا سے کیا کر دیا اور کہاں سے کہاں پہونچا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسی قطرے سے بڑے بڑے پیغمبر پیدا فرمائے۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پوری کائنات میں اپنا خلیل منتخب فرمایا۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا (سورہ نسا آیت ۱۲۵)

اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ پوری کائنات میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا خلیل اور خالص دوست منتخب فرمایا۔ اس سے واضح ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے نہایت مقبول اور قریب ترین بندے ہیں۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ تمام صحابہ کے مجمع میں صاف لفظوں سے یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منتخب فرمایا۔

اور پھر حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو منتخب فرمایا، اور پھر بنو کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، اور پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا۔ اور بنو ہاشم میں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ پورے عالم کے اندر آقارِ نامدار سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاندانی شرافت تمام انسانوں میں بلند اور برتر ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت واشلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ آقارِ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا۔ اور حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو منتخب فرمایا، اور بنو کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا، اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔

عن واشلہ بن الاسقع قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله اصطفى من ولد ابراهيم اسماعيل واصطفى من ولد اسماعيل بنى كنانه واصطفى من كنانه قريشا واصطفى من قريش بنى هاشم واصطفاني من بنى هاشم۔ هذا حديث صحيح، (ترمذی شریف ۲/۲۰۱، بالفاظ دیگر مسلم شریف ۲/۲۲۵)

سید الکونین کے تعلق کی شرافت و برتری برزخ میں بھی کام آئیگی

دنیا میں ہمارے آقارِ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے ساتھ جس کو خاندانی تعلق اور جوڑ حاصل ہو گیا ہے اس کو دنیا شرافت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اسلئے کہ آپؐ نے خود ہی فرمایا کہ میرا بنی تعلق حضرت ابراہیمؑ تک ایک عزت و شرافت کے سلسلے کے ساتھ رہا ہے۔ پھر دنیا کے اندر جس کا

میرے اور میرے خاندان کے ساتھ نفسی یا دامادی تعلق رہا ہے۔ اسکو بھی ایک عزت و شرافت کی نگاہ سے دیکھا جائیگا۔

اور جب دنیا سے عالم برزخ میں پہنچیں گے تو جسکا سید الکونین علیہ السلام کے ساتھ نفسی یا دامادی تعلق نہیں ہے مگر آپ کے ساتھ روحانی اور ایمانی تعلق ثابت کرنے میں کامیابی حاصل کر لی تو اس کو وہاں بھی اللہ کے فرشتوں کے درمیان عزت و شرافت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ اللہ کے فرشتے ان الفاظ سے سوال کریں گے کہ مَنْ رَبُّكَ تیرا رب کون ہے وَمَنْ نَبِيُّكَ تیرے نبی اور پیغمبر کون ہیں؟ اور سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت مثالی لاکر کے پیش کر کے سوال کریں گے۔ مَنْ هَذَا الرَّجُلُ، تو جو مومن اللہ اور ہمارے آثار کے ساتھ عالم برزخ میں اس طرح تعلق ثابت کر دیگا کہ، رَبِّيَ اللَّهُ، میرا رب اللہ ہے۔ ونبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، میرے رسول، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تو اس کو نجات ملے گی اور اس کو عزت و شرف کی نگاہ سے دیکھا جائیگا۔

(مسلم شریف ۲/۳۸۶) اور مَا هَذَا الرَّجُلُ یہ کون شخص ہے؟ اس کے جواب میں کہے گا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

تو جواب دے گا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس ایمان کے واضح دلائل لیکر آئے تھے۔ تو ہسم نے اس کی صداقت کا اقرار کیا تھا۔

مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ
فَصَدَّقْنَاهُ۔ الْحَدِيث۔

(ابن ماجہ شریف اشرفی ۳۱۵)

(مطبوع رشیدیہ ۳۲۵)

اس کے بعد فرشتے اس کو عزت و شرافت کے ساتھ کہیں گے "نَمْ كُنْوْا مِنَ الْعَرُوسِ" قیامت تک دلہن کی طرح آرام اور خوشی کی نیند سوتے رہو۔

(فتح الباری مطبع دارالریان ۳/۲۸۰)

یہ عزت و شرافت میرے آقا و دو جہاں کے بادشاہ کے ساتھ تعلق کی
برکت سے حاصل ہوگی۔

میدانِ محشر میں بھی آپ کی خاندانی برتری اور شرافت کام آئے گی

عالمِ برزخ کے بعد عالمِ آخرت اور میدانِ محشر میں سخت ترین ہولناکی اور کٹھن
مرحلہ سامنے آئے گا، اور وہ ایسی خوفناک حالت ہوگی جس میں ہر شخص کو اپنی
فکر پڑی ہوگی۔ کوئی کسی کے کام آنے والا نہیں، ایسے آرٹے وقت میں بیوی شوہر کے
لئے شوہر بیوی کیلئے، باپ بیٹے کیلئے، اولاد ماں باپ کیلئے کام آنے والے نہیں
ہیں۔ ہر ایک دوسرے سے بیزار ہوں گے اور ایک دوسرے سے راہِ فرار اختیار
کریں گے۔ کوئی سامنے آئے گا تو منہ موڑ کر کترا جائیگا۔ سورہ عبس میں اسکو اللہ تعالیٰ
نے ان الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔

یہ وہ دن ہوگا جس میں آدمی اپنے بھائی
سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے اور
اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے راہِ فرار
اختیار کریں گے اور اس دن تو ہر
ایک اپنی اپنی فکر میں پڑا ہوگا۔

يَوْمَ يَخِفُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ
وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ
يُغْنِيهِ۔ (سورہ عبس آیت ۲۴ تا ۲۷)

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب دوسری مرتبہ صور بھونکا جائیگا تو نہ کسی
کو کسی کی قرابت کا پتہ رہے گا، اور نہ کوئی کسی کے بارے میں پوچھے گا۔ ہر ایک کو
اپنی فکر پڑی ہوگی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے۔

فَإِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ
بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ه

(سورة مومنون آیت ۱۰۱)

پھر جب اس دن صور میں پھونک ماری
جائے گی تو ان کے درمیان قرابتیں باقی
نہیں رہیں گی، اور نہ ایک دوسرے کو
پوچھیں گے۔

میدانِ محشر میں جب سب لوگوں کو اٹھایا جائیگا تو ایک دوسرے سے رشتہ
نامہ ختم ہو جائیگا۔ اور تمام نسبی اور دامادی تعلقات منقطع ہو جائیں گے نہ کسی کا
نسب اور قرابت داری کا تعلق کام آئیگا۔ اور نہ ہی کسی کا سسرالی اور
دامادی رشتہ کام آئیگا۔ لیکن ہمارے آقا علیہ السلام پر شوبارِ قربان جائے کہ
جس کا نسبی یا دامادی تعلق میرے آقا کے ساتھ ہوگا وہ تعلق وہاں بھی ختم نہ
ہوگا، جب کہ دنیا کا کوئی بھی نسبی اور دامادی تعلق کسی کے حق میں وہاں کام
آنے والا نہیں ہے۔ ایسے اڑے وقت میں میرے آقا کا نسبی رشتہ بھی کام آئیگا
اور دامادی رشتہ بھی کام آئیگا۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ رشتہ صرف ایمان
والوں کیلئے کام آسکتا ہے۔ اس سلسلے میں چند احادیث شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا ہے
کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
قیامت کے دن ہر ایک کا دامادی اور
نسبی رشتہ ختم ہو جائیگا مگر میرے دامادی
اور نسبی دونوں رشتے اور تعلق

عن جابر قال سمعت عمر بن الخطاب
يقول سمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يقول ينقطع يوم
القيامة كل سبب ونسب الا سببي
ونسبي. (المعجم الكبير ۲/۲۵۵ حدیث ۲۶۳۵،
مجمع الزوائد ۹/۱۷۳ رجالہ ثقات
رجالہ رجال الصّحيح غير الحسن
ابن سهل وهو ثقہ،

حاشیہ المعجم الکبیر ۳/۲۵ | باقی رہیں گے۔

اسی مضمون کی دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے طریق سے المعجم الکبیر کے اسی صفحہ میں موجود ہے۔ اور ایک تیسری لمبی روایت حضرت زید ابن اسلم سے المعجم الکبیر ۳/۴۴ حدیث ۲۶۳۳ میں موجود ہے۔ اور اسی مضمون کی ایک چوتھی روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے المعجم الکبیر ۱۱/۱۹۲ حدیث ۱۱۶۲۱ میں موجود ہے۔ اور اسی مضمون کی ایک پانچویں روایت حضرت مسور بن مخزومؓ سے المعجم الکبیر ۲۰/۲۴ حدیث ۳۳۳ میں موجود ہے۔ اور مستدرک حاکم میں معمولی فرق کے ساتھ ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ بیشک نبی کریم ﷺ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر ایک کا نسبی اور سببی رشتہ ختم ہو جائے گا۔ لیکن میرے نسبی اور سببی دونوں رشتے اور تعلق باقی رہیں گے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان نسبی اور دامادی رشتہ قائم ہو جائے۔ یہ حدیث شریف صحیح سند سے ثابت ہے۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلَّ نَسَبٍ وَسَبَبٍ سَيَنْقُطُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا نَسَبِي وَسَبَبِي فَأَجَبْتُ أَنْ يَكُونَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسَبٌ وَسَبَبٌ.

ہذا احادیث صحیح الاسناد۔

(مستدرک حاکم ۵/۱۷۶۲ حدیث ۴۶۸۲)

مطبع مصطفیٰ باز

(مصنف عبدالرزاق ۶/۱۶۴ حدیث ۱۰۳۵۴)

الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۸/۳۳۹

الاصابة فی تیسرے الصحابة ۸/۴۶۵

اور اسی مضمون کی ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زُبَيْرٍ قَالَ | حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تمام نسبی رشتہ اور دامادی رشتہ ختم ہو جائیں گے لیکن میرا نسبی رشتہ اور دامادی رشتہ دونوں باقی رہیں گے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كُلُّ نَسَبٍ وَصَهْرٍ مَنْقُطٌ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ إِلَّا صَهْرِي وَنَسَبِي.
(مجمع الزوائد ۱۰/۱۴)

خاندانی برتری و شرافت کے لئے حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کی بیٹی سے نکاح

جب سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے میرے آقا سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے یہ حدیث شریف سنی کہ میدانِ محشر میں کسی کا کوئی بھی نسبی یا دامادی رشتہ کسی کے لئے کام آنے والا نہیں ہے۔ بس صرف اور صرف میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نسبی اور دامادی دونوں رشتے میدانِ محشر میں بھی کام آنے والے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ نسبی اور رشتہ دامادی کی وجہ سے وہاں بھی اللہ کے فرشتوں اور تمام مخلوق کے درمیان عزت و شرف کی نگاہوں سے دیکھا جائیگا۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ ہمیشہ اس فکر میں رہے کہ کسی بھی طریقے سے سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رشتہ قائم ہو جائے۔ حضرت ام المومنین حفصہؓ کے ساتھ نکاح کیلئے جب میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام آیا تو حضرت عمرؓ کو اتنی خوشی کبھی بھی حاصل نہیں ہوئی جتنی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کی وجہ سے ہوئی تھی۔ پھر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی حضرت ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالبؓ کم عمری میں بالغ ہو گئی تو حضرت عمرؓ نے

بڑی کوششوں سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کیا۔ اور چالیس ہزار درہم ان کا مہر باندھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے تمام صحابہ کرام میں اعلان فرمایا کہ سب کو مجھے اس نکاح کی وجہ سے مبارکباد پیش کرنا چاہیے۔ کیونکہ میں نے یہ نکاح صرف اسلئے کیا ہے کہ اس کی وجہ سے سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ میرا دامادی تعلق ہو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مجھے امتیاد ہے کہ یہ رشتہ میرے لئے میدانِ محشر میں کام آئے گا۔

حضرت ام کلثومؓ کے بطن سے حضرت زید بن عمرؓ اور حضرت رقیہ بنت عمرؓ دو اولاد پیدا ہوئیں۔ پھر حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد حضرت ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عوف بن جعفر بن ابی طالب کے ساتھ ہوا۔ پھر حضرت عوف کی وفات کے بعد حضرت محمد بن جعفر کے ساتھ ہوا۔ پھر ان کی وفات کے بعد حضرت عبد اللہ ابن جعفر کے ساتھ ہوا۔ اور انہی کے پاس تاحیات رہیں۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابہ ۸/۶۶۵) اور پھر ان کی اور ان کے بیٹے زید بن عمرؓ دونوں کی ایک ہی دن میں وفات ہو گئی۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے دونوں کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے پاس حضرت ام کلثومؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجا فرمایا کہ ان کا میرے ساتھ نکاح کر دیجئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے ان کو اپنے بھتیجے عبد اللہ بن جعفر کے لئے محفوظ رکھا ہے تو حضرت عمرؓ

انّ عمر بن الخطاب خطب الی علیّ ام کلثوم فقال انکحنیہما فقال علیّ انی ارضدہا لابن اخی عبد اللہ بن جعفر فقال عمر انکحنیہما فواللہ ما من النّاس احد یرصد من امرہا ما ارضدہ فانکحہ

عَلِيٍّ فَتَاتِي عُمَرَ الْمُهَاجِرِينَ
فَقَالَ لَا تَلْهِنُونِي فَقَالُوا
بِمَنْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ
فَقَالَ بِأُمِّ كَلْثُومِ بِنْتِ
عَلِيٍّ وَابْنَةِ فَاطِمَةَ بِنْتِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّ نَسَبٍ
وَسَبَبٍ يَنْقُطُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
إِلَّا مَا كَانَ مِنْ سَبَبِي وَنَسَبِي
فَاخْبَبْتُ أَنْ يَكُونَ بَيْنِي وَبَيْنَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
نَسَبٌ وَسَبَبٌ.

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ الْإِسْنَادِ
وَلَمْ يَخْرُجْ آه.

(مستدرک حاکم ۵/۱۷۶۲، نسخہ جدید ۱۵۲)

حَدِيث ۲۶۸۴

سُنَنِ كَبَرِيِّ ۴/۲۳۳

نے فرمایا کہ آپ ان کا نکاح میرے
ہی ساتھ کر دیں تو اللہ کی قسم کوئی
انسان نہیں ہے جو ان کا معاملہ میرے
سے زیادہ محفوظ اور متعین کر سکتا ہو
حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نکاح
کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے
مہاجرین کے پاس تشریف لجا کر فرمایا
کہ تم مجھے مبارکباد نہیں دیتے ہو تو حضرات
مہاجرین نے فرمایا کہ کس کے ساتھ نکاح
کی مبارکباد دیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا
کہ علیؑ اور فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی بیٹی اُمّ کلثوم کے ساتھ نکاح
کی مبارکباد ہے۔ بیشک میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا
ہے کہ قیامت کے دن تمام نسبی اور
دامادی رشتہ ختم ہو جائیں گے مگر وہ
رشتے باقی رہ جائیں گے جو میرے نسب
اور میرے دامادی تعلق سے ہیں۔ لہذا
میں چاہتا ہوں کہ میرے اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان نسبی اور
دامادی رشتہ قائم ہو جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ کے ساتھ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامادی تعلق کیلئے نکاح کیا۔ اور چالیس ہزار درہم ان کا مہر باندھا۔ اس مضمون کی روایت ان الفاظ کیساتھ مروی ہے

حضرت عمرؓ نے حضرت ام کلثومؓ سے چالیس

ہزار درہم مہر پر نکاح کیا۔ اور حضرت

زبیرؓ فرماتے ہیں کہ ان سے حضرت عمرؓ کی

دو اولاد زید اور رقیہؓ پیدا ہوئیں اور

حضرت ام کلثومؓ اور ان کے بیٹے زیدؓ کی

ایک ہی دن میں وفات ہوئی۔

بیشک حضرت عمرؓ نے حضرت ام کلثومؓ

بنت علیؓ کا مہر چالیس ہزار درہم

باندھا ہے۔

حضرت علیؓ کے پوتے حسن بن حسن

فرماتے ہیں کہ جب حضرت ام کلثومؓ

بنت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی وفات سے

بیوہ ہو گئیں تو ان سے عوف بن جعفر

ابن ابی طالب نے نکاح کیا اور امام

دارقطنی نے اس کو کتاب الاخوة میں

اس طرح ذکر کیا ہے کہ بیشک ان کو

بیوہ چھوڑ کر عوف نے وفات پائی تو

ان کے بھائی محمد بن جعفر نے ان سے

تَزَوَّجَ عُمَرُ امَّ كَلثُومَ عَلِيٍّ مَهْرَ

اربعين الفاوقال الزبيرولدت

لعمرابنيه زيداً ورقيةومات

ام كلثوم وولدها في يوم

واحد۔

(الامامة في تميز الصحابة ۱/ ۲۶۵)

ان عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

أَصْدَقَ امَّ كَلثُومَ بِنْتَ عَلِيٍّ أَرْبَعِينَ

الْفِدْرَهُمِ (السنن الكبرى للبيهقي ۲۳۲)

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ

لَمَّا تَزَوَّجَتْ امَّ كَلثُومَ بِنْتَ عَلِيٍّ

عَنْ عُمَرَ إِلَى قَوْلِهِ فَتَزَوَّجَهَا

عُوفُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ

وَذَكَرَهَا الدَّارِقُطْنِيُّ فِي كِتَابِ

الْأَخْوَةِ أَنَّ عُوفًا مَاتَ عَنْهَا

فَتَزَوَّجَهَا أَخُوهُ مُحَمَّدُ ثُمَّ

مَاتَ عَنْهَا فَتَزَوَّجَهَا أَخُوهُ

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ فَمَاتَتْ عِنْدَهُ

نکاح کر لیا۔ پھر جب محمد کا انتقال ہوا
تو ان کے بھائی عبداللہ بن جعفر نے
ان سے نکاح کیا۔ پھر حضرت عبداللہ
کے پاس رہ کر وفات پائی۔

(الإصابة ۸/۴۶۵)

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں کسی کو شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ شادی کے موضوع
پر جو ہمارا مضمون ہے اس میں ایک عنوان ہے ”لڑکی کو رخصت کیسے کریں“ اس کے ذیل
میں سرخی ۱۷۱ میں ایک حدیث شریف خوب وضاحت کے ساتھ لکھی جا چکی ہے
کہ جو شخص کسی عورت سے خاندانی برتری اور حسب و نسب کی وجہ سے نکاح کرتا ہے
اور یہ سمجھتا ہے کہ اس سے حسب و نسب اور خاندانی بلندی حاصل ہو جائیگی تو اسکو
اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنارت اور ذلت کے علاوہ کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب نسب برتری کے ارادہ سے نکاح کرنے سے
ذلت و رسوائی اٹھانی پڑتی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سید الکونین علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی تو اسی حضرت ام کلثومؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیامت
کے دن نسبی و دامادی تعلق کی شرافت حاصل کرنے کے لئے کیسے نکاح فرمایا ؟
تو اس کا جواب یہ ہے کہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے علاوہ
دنیا کے کسی بھی خاندان کی عورت سے خاندانی شرافت حاصل کرنے کے لئے نکاح
کرے گا تو اس کو دنارت اور ذلت اٹھانی پڑے گی۔ مگر آپ کے خاندان کو اس
سے بالکل الگ حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے آپ نے ”إِلَّا نَسَبِيَّ وَنَسَبِيَّيْ“
کے الفاظ سے اپنے نسب کو الگ حیثیت دے کر بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ آپ کا
نسبی و دامادی رشتہ قیامت کے دن بھی کام آئے گا۔ لیکن اس کے علاوہ

کسی اور خاندان کا نسب و دامادی رشتہ قیامت کے دن کام نہیں آئے گا۔
اس لئے حضرت عمرؓ نے اس ارادہ سے حضرت ام کلثومؓ سے نکاح فرمایا تھا۔ اب
کوئی شبہ باقی نہیں رہنا چاہئے۔

ہدایت | اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حسب و نسب کی برتری اور
شرافت عطا فرمائی یا سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
خاندانی تعلق حاصل ہے تو یہ محض اللہ کا فضل ہے جو کسی کی اختیاری فی نہیں۔
اس لئے اس خاندانی شرافت پر غرور و فخر کرنا اور دوسروں کو کمتر سمجھنا قطعاً جائز
نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ تین چیزیں زمانہ جاہلیت کی قابلِ مذمت جاہلانہ
امور میں سے ہیں۔

۱۔ حسب و نسب پر فخر کرنا۔

۲۔ کسی کے نسب پر طعن و تشنیع کرنا۔ یعنی اسکی خاندانی حیثیت کو کمتر اور
گھٹیا سمجھنا۔

۳۔ نوحہ کرنا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت سلمان فارسیؓ سے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے: تین چیزیں زمانہ
جاہلیت کی ہیں ۱۔ حسب و نسب پر فخر کرنا۔
۲۔ نسب میں طعن و تشنیع کرنا۔

۳۔ نوحہ کرنا۔

عن سلمان عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلّم قال ثلاثة من الجاهلیة الفخر
بالاحساب والطعن فی الانساب و
النیاحة الحدیث

(المعجم الکبیر ۶/۲۳۹ حدیث ۶۱۰۰،
مجمع الزوائد ۳/۱۳)

آپ کے جد امجد عبد مناف کی اولاد پر ایک نظر

سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جد امجد خواجہ عبد مناف کے چار بیٹے ایسے تھے جن کی نسل کا سلسلہ جاری ہوا۔

۱۔ عبد شمس ۲۔ نوفل ۳۔ مطلب ۴۔ ہاشم

عبد مناف کے ان چاروں بیٹوں کی اولاد میں زمانہ جاہلیت سے گروپ بندی اور فرقہ بندی کا سلسلہ چل پڑا۔ عبد شمس اور نوفل کی اولاد نے ایک گروپ بنا کر اپنی طاقت جمالی۔ اور مطلب اور ہاشم کی اولاد دوسرے مستقل گروپ کی حیثیت رکھتی تھی۔ اور پہلا گروپ یعنی عبد شمس اور نوفل کی اولاد نے اپنے افراد اور طاقت کے حساب سے ہمیشہ دوسرے گروپ یعنی مطلب اور ہاشم کی اولاد پر اپنا غلبہ اور اقتدار کی چھاپ ڈال رکھی تھی، اور اس گروپ کے اندر بنو ہاشم اور بنو مطلب کے بارے میں ایسی عداوت اور دشمنی کا کینہ پیدا ہو چکا تھا کہ یہ لوگ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے نشوونما اور ترقی و خوشحالی کو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر بنو ہاشم اور بنو مطلب میں کسی قسم کی ترقی یا عزت کی بات معلوم ہو جاتی تو یہ عبد شمس اور نوفل کی اولاد کی آنکھوں کے لئے کانٹے اور خار بن جاتے، وہ کسی طرح پسند نہیں کرتے تھے کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب پھلیں پھولیں حتیٰ کہ بڑھتی ہوئی اس عداوت اور دشمنی کا حال یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ دنیا کا انسان اس بات کا وہم اور گمان تک نہیں کر سکتا تھا کہ ان دونوں گروپ کے درمیان اتنی قریبی عزیزداری اور رشتہ داری بھی رہی ہو۔ اور عداوت اور مخالفت کا سلسلہ اس طرح چل ہی رہا تھا کہ اچانک اللہ تبارک و

تعالیٰ نے بنو ہاشم میں سے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے عالم کے لئے رسول اور رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور آپؐ نے جب مکہ کی گلیوں میں پیغمبرِ عالم کی حیثیت سے اپنی رسالت کا اعلان کیا تو بنو عبد شمس اور بنو نوفل کے اندر عداوت اور دشمنی کا جو کینہ تھا وہ خطرناک انداز سے ظاہر ہوا۔ اور اسی عداوت و دشمنی کا نتیجہ تھا کہ غزوہ بدر میں جب پہلا مقابلہ ہوا تو کفار کی جانب سے سب سے پہلے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بنو نوفل کے تین افراد عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ میدان میں نکلے۔ جب ان کے مقابلہ کے لئے مسلمانوں کی طرف سے انصار کے تین آدمیوں کو بھیجا گیا تو انہوں نے بڑے غرور سے کہا کہ ہمیں ان سے لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں، ہم تو بنو مطلب اور بنو ہاشم سے لڑیں گے۔ چنانچہ انصاری افراد کو واپس بلوایا گیا۔ اور بنو ہاشم میں سے تین افراد حضرت حمزہ ابن عبد المطلب، حضرت عبیدہ بن الحارث اور حضرت علی بن ابی طالب مقابلہ پر آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان ہاشمیوں کے ہاتھوں سے بنو نوفل کے تینوں طاغوتی طاقتوں کو قربانی کے جانوروں کی طرح کاٹ کر ڈھیر کر دیا۔ اور غزوہ اُحد میں مسلمانوں کو جڑ سے ختم کرنے کے لئے قریش کے جس لشکر نے مدینہ پر حملہ کیا تھا اس کا سرغنہ اور سپہ سالار امیہ بن عبد شمس کا پوتا ابوسفیان تھا۔ اسی طرح غزوہ خندق کے موقع پر تمام قبائلِ عرب کو لیکر مدینہ پر چڑھائی کرنے والا بھی امیہ کا پوتا ابوسفیان تھا۔ اسی دشمنی اور عداوت کی بنا پر ان دونوں گروہوں کے درمیان رشتہ داری اور عزیز داری کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اور جس طرح اسلام سے پہلے ان دونوں کو الگ سمجھا جاتا تھا اسی طرح اسلام کے بعد بھی الگ الگ سمجھا گیا۔

چنانچہ بخاری شریف میں اسی موضوع کی ایک حدیث شریف تین مقامات

میں موجود ہے کہ حب خیبر کا مال غنیمت تقسیم ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو آپس میں ذوی القربیٰ اور عزیز دار و شرار دیگر مال غنیمت کے خمس میں سے حصہ دیا۔ اور بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قرابت داری اور ذوی القربیٰ سے خارج کر کے ان کو خمس میں سے نہیں دیا، تو اس موقع پر بنو عبد شمس میں سے حضرت عثمان اور بنو نوفل میں سے حضرت جابر بن مطعم رضی اللہ عنہما نے سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ ہم بھی آپ سے قرابت داری میں بنو مطلب اور بنو ہاشم کی طرح برابر کے ہیں۔ لہذا ہم کو بھی خمس میں سے دیا جائے تو اقرار نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کہہ کر ان کو دینے سے انکار کر دیا کہ بنو مطلب اور بنو ہاشم عزیز داری اور قرابت داری کے اعتبار سے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں ایک ہی جیسے ہیں۔ اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل ان کی طرح ان کے ساتھ ایک جیسے نہیں ہیں۔ اسی مضمون کی ایک مختصر حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن سعید بن المسیب ان جابر	حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ انکو
ابن مطعم اخبرہ قال مشیت انا	حضرت جابر بن مطعم نے اس بات کی خبر دی کہ
وعثمان بن عفان الى النبي صلی	وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور حضرت عثمان نے نبی کریم
الله عليه وسلم فقلنا اعطيت	صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر
بنی المطلب من خمس خیبر و	گزارش کی کہ آپ نے بنو مطلب کو خیبر کے
ترکتنا ونحن بمنزلة واحدة	مال غنیمت کے خمس میں سے دیا ہے۔ اور ہم کو
منك فقال انما بنو هاشم	ترک کر دیا حالانکہ ہم بھی بنو مطلب کی طرح
وبنو المطلب شيء واحد قال	آپ سے قرابت داری میں ایک درجے میں ہیں
جابر ولم يقسم النبي صلی الله عليه وسلم	تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو ہاشم

لہٰذا عہد شمس و بنی نوفل
شہداء۔

(ہناری شریف ۱/۴۴۴)

حدیث مشکوٰۃ، ۱/۴۹۴

حدیث مشکوٰۃ، ۲/۶۰۴ (حدیث مشکوٰۃ)

اور بنو مطلب ایک ہی صبیحہ ہیں۔ اور بنو عبد شمس
اور بنو نوفل ایسے نہیں ہیں۔ حضرت نجیب
فرماتے ہیں کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو شمس میں
سے کچھ بھی نہیں دیا۔

چاروں بیٹوں کی مشہور اولاد

عبد مناف کے پہلے بیٹے

عبد شمس کی اولاد میں اُمیہ بہت مشہور تھا، اولاد امیہ کی اولاد بڑے بڑے
سیاست داں پیدا ہوئے۔ اور انہیں میں سے اُمیہ کا پوتا ابوسفیان بن حرب
ابن امیہ اور پھر ابوسفیان کے بیٹے حضرت معاویہ اور حضرت عثمان غنی وغیرہ
اسی امیہ کی اولاد میں سے ہیں۔

اور دوسرے بیٹے نوفل کی اولاد میں سے حضرت جبر بن مطعم بن عدی بن نوفل
وغیرہ ہیں۔

اور تیسرے بیٹے مطلب کی اولاد میں سے حضرت مطہ بن اثاثہ بن عباد بن مطلب
وغیرہ ہیں۔ نیز حضرت امام شافعی بھی مطلب کی اولاد میں سے ہیں۔ محمد بن ادريس
ابن عباس بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب۔
(معرفة قبائل عرب ۲۰۹)

عبدالمطلب کی اولاد

چوتھے بیٹے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا حضرت ہاشم ہیں۔
ان کا صرف ایک لڑکا شیبہ تھا، جو عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوا۔ اور

عبدالمطلب کے بارہ بیٹے تھے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ اور ان بارہ بیٹوں کے نام مزید ذیل ہیں۔

عبدالمطلب کے بارہ بیٹے

۱۔ حارث بن عبدالمطلب، جو عبدالمطلب کی زندگی میں وفات پا گئے۔
۲۔ خواجہ عبداللہ بن عبدالمطلب، جو سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد ہیں۔

۳۔ زبیر بن عبدالمطلب۔ یہ ایک شریف الطبع شاعر تھے۔
۴۔ خواجہ ابوطالب جن کا نام عبدمناف تھا۔ یہی حضرت علیؑ کے والد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص معاون تھے۔
۵۔ عبدالکعبہ بن عبدالمطلب، یہ لاولد فوت ہو گئے۔ اور ان سب کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ ہے۔ اور یہی سید الکونین علیہ السلام کی حقیقی دادی ہیں۔

۶۔ حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جن کی غزوہ اُحد میں دردناک شہادت ہوئی تھی۔
۷۔ مقوم بن عبدالمطلب۔

۸۔ جحل بن عبدالمطلب۔ ان کا نام مغیرہ تھا۔ اور البدایہ والنہایہ ۲/۲۱۰ میں ان کا لقب غیداق لکھا ہے۔ اور ان تینوں کی والدہ کا نام صالہ بنت وہیب ہے۔

۹۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب جو نہایت شریف الطبع تھے۔ خلفاء عباسیہ انہیں کی اولاد ہیں۔

۱۱ ضرار بن عبد المطلب۔ یہ نہایت خوبصورت اور سخی تھے۔
 ۱۲ قثم بن عبد المطلب۔ ان کی اولاد نہیں ہوئی۔ ان تینوں کی والدہ کا نام
 متیلہ بنت جناب بن کلیب ہے۔

۱۳ ابولہب بن عبد المطلب۔ اس کا نام عبد العزی تھا۔ جو نبی کریم صلی علیہ وسلم
 کا بہت بڑا دشمن تھا۔ اس کی والدہ کا نام لبنی بنت ہاجر ہے۔ یہ پوری
 تفصیل طبقات بن سعد ۱/۴۵ پر موجود ہے۔ نیز سیرت نگار حضرات نے
 اس کی تفصیل بیان کرنے میں کمی زیادتی بھی کی ہے۔ بہت زیادہ الٹ پلٹ بھی کیا
 ہے۔ طبقات ابن سعد میں غیداق اور حجل کو الگ الگ دو بیٹے شمار کیا گیا ہے۔
 تو ایسی صورت میں عبد المطلب کے لڑکوں کی تعداد تیرہ ہو جائیگی۔ جبکہ لڑکے
 کل بارہ ہیں۔ اور البدایہ والنہایہ ۲/۲۱۰ میں غیداق، حجل کا لقب بتایا ہے۔
 تو اس صورت میں تعداد بارہ ہوگی۔ اسلئے یہاں الجھاؤ کو ختم کر کے آسان
 انداز سے لکھا گیا ہے۔ یہ رسول اکرم علیہ السلام کے کل چھ چھتائے ہیں۔

عبد المطلب کی چھ بیٹیاں

۱ صفیہ بنت عبد المطلب ۲ ام حکیم البیضار ۳ عاتکہ بنت عبد المطلب
 ۴ امیمہ بنت عبد المطلب ۵ اروی بنت عبد المطلب ۶ برہ بنت
 عبد المطلب۔ (البدایہ والنہایہ ۲/۲۱۰)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کل چھ چھو بھیاں ہیں۔
 ان میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور مقوم اور حجل کی
 ماں باپ شریک حقیقی بہن ہیں۔ ان سب کی والدہ ہالہ بنت وہب ہیں۔
 اور حضرت ام حکیم البیضار، حضرت عاتکہ، حضرت امیمہ، حضرت برہ، حضرت

اروی۔ یہ پانچوں حارث۔ زبیر۔ خواجہ عبداللہ۔ ابوطالب۔ عبدالکعبہ کی ماں
باپ شریک حقیقی بہن ہیں۔ ان سب کی ماں فاطمہ بنت عمرو ہیں۔

(۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد (۱/۵۵)

خاندان کے تین اشخاص کی بدترین دشمنی

آئی کے خاندان کے تمن اُدی آپ کے خطرناک دشمن تھے۔

علاء ابو لہب: جس کا اصل نام عبدالعزیٰ ہے۔ یہ آپ کا حقیقی چچا ہے۔ نبوت سے قبل اس شخص کو آپ سے بہت محبت تھی۔ مگر جب نبوت کے بعد اس کو یہ معلوم ہوا کہ آپؐ یہ فرما رہے ہیں کہ عبدالمطلب بھی آگ میں ہے۔ تو آپؐ کا سخت مخالف ہو گیا۔ اور جو بھی ایذا پہنچانا ممکن تھا وہ سب اس نے آپؐ کو پہنچاؤں۔ (طبقات ابن سعد ۱/۱۶۵)

تھا وہ سب اس نے آب کو پہنچاؤں۔ (طبقات ابن سعد ۱/۱۶۵)

۲۔ عبداللہ بن ابی امیہ : یہ آپ کی حقیقی پھوپھی حضرت عائکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا ہے۔ اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کا حقیقی بھائی ہے۔ یہ شخص عجیب غریب بعض وعناد ظاہر کرتا تھا۔ ایک دفعہ کہنے لگا کہ اگر آسمان کی طرف ایک سیڑھی قائم ہو جائے اور میں آنکھوں سے دیکھوں کہ تم اس پر سے ہو کر چار فرشتوں کے ساتھ زمین پر نبوت کی دستاویز لے کر اتر گئے، اور فرشتے شہادت دیدیں کہ تم کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے تب بھی میں تم پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ (البدایہ ۵۱/۳) بعد میں مشرف باسلام ہو گئے۔

نہیں لاؤں گا۔ (الہدایہ ۵۱/۳) بعد میں مشرف باسلام ہو گئے۔

۳۔ ابوسفیان بن حارث : یہ آپ کا حقیقی چچا زاد بھائی ہے۔ یہ گندے اشعار میں آپ کی سچو کرتا تھا، آپ کو اس سے بہت زیادہ دل خراشی ہوتی تھی۔ (الاستیعاب ۴/۲۳۷) بعد میں اسلام لے آیا۔

تھا، آپ کو اس سے بہت زیادہ دل خراشی ہوتی تھی۔ (الاستیعاب ۴/۲۳۷) بعد میں اسلام لے آیا۔

پانچ آدمی آپ کے مشابہ | آپ کی شکل و صورت کیساتھ آپ کے خاندان کے پانچ آدمی آپ کے مشابہ تھے۔ ماحضر جعفر بن ابی طالب حضرت حسن بن علیؑ

پاپ ادنیٰ اپنے مسابہ

ما قدم بن عباس ملا حضرت سائب بن عبد بن عبد زيد شافعی ابو سفیان بن حارث (الاستیعاب ۴/۲۳۷)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

آفتابِ نبوت کا ظہور

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اپنی قوم کی زبان بولنے والا تاکہ وہ ان کو سمجھا سکے پھر اللہ جس کو چاہتا ہے بھولا بھٹکا گمراہ بنا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کا راستہ دکھلاتا ہے۔ اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا
بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ
فِيضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَ
يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(سورہ ابراہیم عک)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بچپن سے جوانی تک بلند اخلاق اور اعلیٰ سیرت اور دیانت و امانت اور صداقت و سچائی اور نیک نامی کے ساتھ پوری قوم میں مشہور ہو گئی تھی۔ اور اہل مکہ نے آپ کی ان اعلیٰ صفات کی بنیاد پر نبوت سے قبل صادق و امین کا لقب دے رکھا تھا۔ اور مکہ کے ہر قبیلہ اور ہر خاندان میں آپ کو ایک اہم مقام حاصل ہو چکا تھا۔ اور اہم اہم معاملات میں آپ ہی کی ذات سے مشورہ کرتے تھے۔ بخاری شریف کے شروع میں ایک لمبی اور مشہور حدیث شریف ہے جس کو حدیث غار حرام کہا جاتا ہے۔ اس میں آقا نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت سی صفات بیان کی گئی ہیں حضرت خدیجہ الکبریٰؓ فرماتی ہیں۔

۱۔ آپ اعزہ کے ساتھ صلہ رحمی کرتے تھے۔

۲۔ آپ یتیم، ضعیف، کمزور اور فقیروں کا خرچہ برداشت کرتے تھے۔

۳ آپ ایسے لوگوں کی مدد فرمایا کرتے تھے جو دوسرے لوگوں کے پاس سے ناامید واپس آتے تھے، یعنی بے سہاروں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔
۴ آپ مہمان نواز تھے۔

۵ آپ راہِ حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔
ان تمام عمدہ ترین صفات کی بنا پر مکہ کے قبیلہ قبیلہ، گلی گلی میں آپ پر اعتماد اور اعتقاد کی شہرت اور چرچہ ہو چکا تھا، ابھی حالات آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں نہایت خوشگوار چل رہے تھے۔ اسی اثناء میں ۶۱ء میں آپ کی عمر شریف چالیس سال پوری ہو گئی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت کی ذمہ داری کا شرف عطا فرمایا، کہ آپ حسبِ معمول ایک روز غارِ حرا میں تشریف فرما تھے کہ دفعۃً ایک فرشتہ غار کے اندر آیا اور آپ کو سلام کیا، اور پھر یہ کہا ”اقراء“ پڑھیے، آپ نے فرمایا: ”مَا أَنَا بِقَارِي“ میں نہیں پڑھ سکتا۔ اس پر فرشتہ نے پکڑ کر مجھ کو اس شدت سے دبایا کہ میری مشقت کی کوئی انتہا نہ رہی، اور اسکے بعد چھوڑ دیا اور کہا ”اقراء“ میں نے پھر وہی جواب دیا ”مَا أَنَا بِقَارِي“ بہر حال اس طریقہ سے آپ کو مسلسل تین مرتبہ دبوچا گیا۔ پھر تیسری دفعہ کے بعد آپ کو چھوڑ کر فرشتہ نے فرمایا ”اقراء بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقراء وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝“ الہ پھر آپ پڑھنے پر قادر ہو گئے۔ یہ نبوت و رسالت کا پہلا دن تھا۔ اور اسی میں سب سے پہلے قرآن کریم کی سب سے پہلی سورت سورۃِ اِشْرَاقِ نازل ہوئی۔ اس کے بعد آپ اپنے گھر واپس تشریف لے آئے۔

(بخاری شریف ۱/۲ حدیث ۳)

اور آپ نے شروع شروع میں خفیہ طور پر خاص خاص لوگوں کے سامنے ایمان و اسلام کی دعوت پیش فرمائی۔ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ پھر حضرت علیؓ پھر حضرت زید بن حارثہؓ نے اسلام قبول کیا۔ یہ سب آپ کے گھر کے لوگ تھے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے مخلص دوست حضرت ابوبکرؓ کو اسلام کی دعوت پیش کی، انہوں نے بلا کسی تردد اور تفکر کے فوراً دعوت اسلام پر لبیک کہا، اور حضرت ابوبکرؓ بہت بڑے عاقل اور ہوشمند زیرک انسان تھے۔ نفع، نقصان میں تمیز کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ اور نبوت کے سال حضرت ابوبکرؓ کی عمر تینتیس سال تھی، اور مکہ کے صاحب ثروت شخصیت تھے۔ اور مکہ کے لوگوں کے درمیان عزت و شوکت رکھتے تھے۔ اور ابتداء ہی سے دعوت اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست بازو بنے۔ اور مال و متاع اور زندگی کا کل سرمایہ اسلام کے لئے وقف کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کی شان و شوکت کی وجہ سے مکہ کے عظیم المرتبت لوگ ابوبکرؓ کے رفقاء اور مصاحبین میں تھے۔ اور احباب مخلصین میں سے جو حضرت ابوبکرؓ کے پاس آتا، یا حضرت ابوبکرؓ کسی کے پاس جاتے ان کو اسلام کی دعوت پیش کرتے۔ چنانچہ نبوت کے دوسرے مہرے دن حضرت عثمانؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت طلحہ ابن عبید اللہؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر اسلام لے آئے، اور حضرت ابوبکرؓ ان سب کو لیکر خدمت نبوت میں حاضر ہو گئے۔ سب آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اور آپ کے ہمراہ خفیہ طور پر نماز ادا فرمائی۔ پھر حضرت ابوعبیدہ ابن جراحؓ، ارثم بن عبد مناف ابن اسد مخزومی جن کا گھر دار ارقم سے مشہور تھا، اور انہی کے گھر میں رہ کر اسلام کی خفیہ دعوت کا سلسلہ جاری رہا اور حضرت عثمانؓ بن مظعون، قدامہ ابن مظعونؓ، عبداللہ

ابن منطعون۔ عبیدہ بن الحارثؓ، سعید بن زیدؓ۔ ان کی بیوی فاطمہ بنت خطابؓ،
یعنی حضرت عمرؓ کی بہن۔ اسماء بنت ابی بکرؓ۔ خباب بن الارتؓ۔ عمیر بن ابی
وقاصؓ جو سعد بن ابی وقاصؓ کے بھائی ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ۔ مسعود بن القاریؓ
سلیط بن العمیرؓ۔ عیاش بن ابی ربیعہؓ۔ ان کی بیوی اسماء بنت سلامؓ بن خنیس
ابن حذاقہؓ۔ عامر بن ابی ربیعہؓ۔ عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے بھائی عبد بن
جحش جو ابو احمد بن جحشؓ سے مشہور تھے۔ جعفر بن ابی طالبؓ۔ ان کی بیوی
اسماء بنت عمیسؓ۔ حاطب بن الحارثؓ، ان کی بیوی فاطمہ بنت مجملؓ۔ خطاب
ابن الحارثؓ۔ ان کی بیوی فکیہہ۔ معمر بن الحارثؓ۔ مطلب بن ازہرؓ۔ ان کی بیوی
رملہ بنت عوفؓ۔ نعیم بن عبداللہ النخام۔ عامر بن فہیرہؓ۔ خالد بن سعید بن العاصؓ
ان کی بیوی آمنیہ بنت خلفؓ۔ حاطب بن عمروؓ۔ ابو حذیفہ بن عتبہؓ۔ واقد بن
عبداللہؓ، خالد بن بکیرؓ۔ عامر بن بکیرؓ، عاقل بن بکیرؓ۔ ایاس بن بکیرؓ عمار
ابن یاسرؓ۔ صہیب بن سنان رومیؓ۔

ان سب پاکباز اور مقدس حضرات نے یکایک قبولِ اسلام کا شرف حاصل فرمایا
اور قدیم الاسلام اور سابق الاولین کا بلند مقام حاصل فرمایا۔ اور یہی اسلام کے
بنیادی افراد ہیں۔ اور انہی مقدس اشخاص کے ذریعہ سے بعد کے مسلمانوں کو اسلام کی
دولت حاصل ہوئی۔ اسلئے دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو کسی نہ کسی طریقہ سے ان حضرات
کے ساتھ حصولِ اسلام کا رشتہ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو لیکر پہاڑ کی
کسی گھاٹی یا پہاڑ کے درہ میں جا کر خفیہ طور پر نماز پڑھتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ اسلام کا
جال مکہ کے ہر قبیلہ میں پھیل چکا۔ اس وجہ سے آہستہ آہستہ کفر کی طاغوتی طاقتوں
کو اسکا پتہ لگنے لگا تو آپؐ نے ارقم بن عبد مناف بن اسد جو ارقم ابن ابی ارقم سے
مشہور تھے۔ ان کے گھر میں خفیہ طور پر قیام فرمایا۔ اور دارِ ارقم میں اسلام کا خفیہ
کام ہوتا رہا۔ (مستفاد سیرۃ مصطفیٰ ۱/ ۱۵۴ تا ۱۷۱)۔

۵۷ عداوت و دشمنی

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ
عَدُوًّا شَاطِئِينَ الْإِنْسِ وَ
الْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى
بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا
وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ
فَذَرُهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝

(سورۃ النعام آیت ۱۱۲)

اس طرح ہم نے ہر نبی کیلئے انسانوں اور جناتوں
میں سے شیطاں کی طرح شاطر قسم کے دشمن
مقرر کر دیئے ہیں۔ جو ایک دوسرے کو فریب
دینے کے لئے طمع سازی کی چکنی چٹری باتیں
سکھاتے ہیں اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ لوگ
ایسا کام نہیں کر سکتے۔ لہذا آپ ان کو ان کی
من گھڑت اور جھوٹی باتوں کے ساتھ چھوڑ دیتے

ہر زمانہ کے انبیاء اور رسولوں کے ساتھ عداوت و دشمنی دنیا کا دستور
رہا ہے۔ اور جب آپ کی رسالت اور دعوت ایمان کی آواز مخفی نہیں رہ سکی،
اور مکہ کے گلی کوچوں میں گونجنے لگی مکہ کے ہر قبیلہ کے سردار اور نامور شخصیات
آپ کے ساتھ عداوت اور دشمنی پر اتر آئے۔

اور ہم نے عبد مناف کی اولاد کے عنوان کے تحت واضح کر دیا ہے کہ عبد مناف کے
چار لڑکوں میں عبد شمس اور نوفل کی اولاد ہمیشہ بنی ہاشم کی دشمن رہی۔
البتہ مطلب کی اولاد بنی ہاشم کی حامی رہی جس کی تفصیل مذکورہ عنوان کے
تحت واضح ہو چکی ہے۔ اور اب جب ہاشمی خاندان کا ایک فرد نبوت کی دعوت
لیکر فاران کی چوٹیوں سے ابھرا اٹھا تو عبد شمس اور نوفل کے لوگوں
میں عداوت اور دشمنی کا خون اور تیزی سے دوڑنے لگا، اور مکہ مکرمہ کی
گلی کوچوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشاورتی مجلسوں کا سلسلہ
شروع کر دیا گیا۔ اور ساتھ میں بنو ہاشم کے لوگوں کو بھی یہ کہہ کر ابھارنے لگے کہ

تمہارے خاندان کے نبی تو عبدالمطلب کو بھی بُرا کہنے لگے، وہ تو کہتے ہیں عبدالمطلب بھی جہنم میں جائیں گے جس کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابوہب جس کا اصل نام عبدالعزیٰ ہے، اور چچا زاد بھائی ابوسفیان بن الحارث اور پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن ابوامیہ وغیرہ بھی سخت ترین عداوت اور دشمنی پر اُتر گئے۔ (طبقات ابن سعد ۱/۱۶۴) اور مکہ کی گلی گلی اور قبیلہ قبیلہ میں آپ کی عداوت و دشمنی کا جال پھیلانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوٌّ شَاطِطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا۔ (سورہ انف ۱۱۲) کا ایک عجیب منظر نظر آ رہا تھا۔ ایک دوسرے کو ملمع سازی اور فریب و دھوکہ میں مبتلا کرنے کی چکنی چپڑی باتوں سے خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف محاذ آرائی کا جال پھیلادیا۔ اس کے نتیجہ میں آپ کو ہر طرف سے سمٹ کر دارِ اِشتم میں آکر خفیہ قیام کرنا پڑا۔ اور وہیں سے خفیہ دعوت کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ اور جب حضرت عمرؓ و حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول کر لیا۔ تو پھر کھلم کھلا طور پر دعوتِ اسلام کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اُدھر بنو عبد شمس اور بنو نوفل کے لوگوں نے دوسرے قبائل کے سرداروں کو لیکر اتحادی محاذ قائم کر لیا۔ چنانچہ اب تک جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کو اور بنو ہاشم کے چند افراد کو چھوڑ کر ہر قبیلہ کے لوگ آپ کے جانی دشمن بن گئے۔ آپ کی جان، آپ کا مال، آپ کی عزت و آبرو کو نقصان پہنچانا مکہ المکرمہ کے ہر قبیلہ اور ہر فرد کے لئے عبادت اور عزت کی چیز بن گئی۔ اور ہر فرد۔ اور ہر شخص آپ کی ذات۔ اور آپ کی عبادت۔ اور آپ کے صحابہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ اور آپ کی دعوت و تبلیغ پر ہر ممکن روک لگانے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر آپ کے چچا خواجہ ابوطالب بنو ہاشم کے سردار

ہونے کے ساتھ ساتھ مکہ المکرمہ کے نامور اور مسلم شخصیت تھے، ان سے آپ کو بہت تعاون ملتا رہا۔ اور مکہ والوں نے آپ کو اور آپ پر ایمان لانوالے کمزور مسلمانوں کو ستایا اور آپ کو مٹانے کیلئے کیا کیا پلان بنایا ان سب باتوں کے یکٹنے سے قلم شرمسار ہا ہے۔ لیکن آپ یا مردی اور جوصلہ مندی کے ساتھ اپنے کام میں مضبوط رہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کے تقاضوں پر پورا پورا عمل کرتے رہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام کی آیت ۱۱۲ میں ارشاد فرمایا ہے۔ آپ کو کس کس طریقہ سے ستایا گیا اس بارے میں آئندہ صفحات میں مختصر انداز سے چند چیزیں ذکر کریں گے۔

اتحادی سرعناؤں کی شرمناک حرکتیں

مکہ المکرمہ کے قبائلی اتحاد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محاذ آرائی میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑ رکھا تھا۔ آپ کی دعوت و تبلیغ کو مٹانے کیلئے ہر حربہ استعمال کر چکے اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے آپ کی ذات کے ساتھ بھی استہزاء اور فقرہ بازی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جب آپ عبادت کرنے لگتے ہیں تو آپ کو پریشان کرنے کیلئے مذاق میں اس کی نقالی بھی کرنے لگتے۔ لیکن ان کا کوئی بھی حربہ کامیاب نہ ہو سکا۔ ایک دفعہ کعبہ اللہ کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے میں مصروف تھے۔ اتحادی قبائل کے اکابر بحرین اور مکہ مکرمہ کے قبائلی اتحادیوں کے ہائی کمان بنو مخزوم میں سے ابو جہل (عمر بن ہشام مخزومی) اور عمارہ بن الولید بن مغیرہ مخزومی بنو نوفل میں سے عقبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ یہ تینوں عبد مناف کے بیٹے نوفل کی اولاد میں سے ہیں۔ اور بنو جحج میں سے امیہ بن خلف جمحی اور بنو عبد شمس میں سے عقبہ ابن ابی معیط یہ ساتوں اکابر بحرین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے لگے۔

ان میں سے بعض نے کہا کہ آج فلاں قبیلہ میں اونٹنی ذبح ہوئی ہے اُس کی اوچھڑی اور بچہ دانی لا کر محمدؐ کی پیٹھ پر رکھ دی جائے تو انہیں سے سب سے بڑا بد بخت شخص عقبہ ابن ابی معیط نے یہ کارنامہ انجام دیا کہ اس بد بخت نے اونٹنی کی اوچھڑی اور بچہ دانی لا کر سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سجدہ کی حالت میں گردن کے اوپر لیجا کر ڈال دی اس کے بعد آپس میں اس قدر ہنسنے لگے کہ ایک دوسرے کے اوپر گرنے لگے۔ جب حضرت فاطمہؓ کو اس ناپاک حرکت کا علم ہوا تو ان بد بختوں کو برا بھلا کہتی ہوئی وہاں پہنچ گئیں اور جا کر اوچھڑی سر مبارک کے اوپر سے ہٹا دی اور نماز سے فراغت کے بعد سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایک کا نام لیکر بد و عار فرمائی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو جہل اور اس کے مہاجرین بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں بعض نے بعض سے کہا کہ کون جا کر کے فلاں قبیلہ کے ذبح شدہ اونٹنی کی بچہ دانی لا کر محمدؐ کی پیٹھ پر ڈال دے جب محمدؐ سجدے میں چلے جائیں تو سب سے بدترین شخص جا کر اُسے لایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کا انتظار کیا۔ جب آپ سجدہ میں تشریف لے گئے تو آپ کے مونڈھوں کے درمیان پیٹھ پر ڈال دیا۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں دیکھتا رہا مجھے کسی

عن عبد اللہ قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم یمسک عند الکعبۃ وجمع قریش فی محاب السہم اذ قال قائل منہم الا تنتظرون الی هذا المرء ایتکم یقوم الی سلاہ جزور ال فلان فیعمد الی فرشہا و دہما و سلاہا فیجئ بہ ثم یمہلہ حتی اذا سجد وضعہ بین کتفیه فابعث اشقاہم فلما سجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضعہ بین کتفیه و

ثَبِتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَاجِدًا فَضَحَكَوْا حَتَّى مَالَ
 بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنَ الضَّحِكِ
 فَانْطَلَقَ مِنْطَلِقَ الْفَاطِمَةِ
 وَهِيَ جَوِيرِيَّةٌ فَاقْبَلَتْ تَسْعَى
 وَثَبِتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَاجِدًا حَتَّى الْقَتْلُ عَنْهُ وَ
 اقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسْبِيحًا فَلَمَّا قَضَى
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 الصَّلَاةَ قَالَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بَقَرِيشَ
 اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بَقَرِيشَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ
 بَقَرِيشَ ثُمَّ سَمَى اللَّهُمَّ عَلَيْكَ
 بِعَمْرِ بْنِ هَاشِمٍ وَعَتَبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةَ
 ابْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدَ بْنَ عَتَبَةَ وَأُمَيَّةَ
 ابْنَ خَلْفٍ وَعَقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ وَ
 عَمَارَةَ بْنَ الْوَلِيدِ -

کاسہارا نہ بھلا کاش میرے پاس فوجی طاقت
 ہوتی تو میں آپ کی مدد کرتا پھر یہ لوگ اس
 قدر ہنسنے رہے کہ ایک دوسرے پر گرنے لگے
 اور اللہ کے رسولؐ سجدہ کی حالت میں تھے
 سر نہیں اٹھا سکتے تھے کسی نے حضرت فاطمہؑ
 سے جا کر کے ماجرہ بیان کر دیا۔ وہ قریب
 البلوغ لڑکی تھیں۔ دوڑتی ہوئی آکر اُسے
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹا دیا۔ اور ان
 کچھنوں کو برا بھلا کہنا پھر جب آپ نے نماز
 پوری فرمائی تو اللہ سے ان لوگوں کے نام
 لے لے کر بددعا فرمائی کہ اے اللہ قریش
 کو پکڑیے تین مرتبہ کہا پھر کہا عمرو بن ہشام۔
 شیبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ امیہ بن خلف
 عقبہ بن ابی معیط۔ عمارہ بن ولید میں سے
 ایک ایک کو پکڑیے۔

(بخاری شریف ۴/۱۱۵۱۴ حدیث ۲۴/۱۱۵۱۴ حدیث ۲۴/۱۱۵۱۴ حدیث ۲۴/۱۱۵۱۴)

۴۵۲/۱ حدیث ۲۸۲/۱ ۵۳۳/۱ حدیث ۲۴۱۶/۱ ۵۳۴/۱ حدیث ۲۴۱۸/۱

عُمْدَةُ الْفَخَّارِ ۱۴۴/۳

آپ کے گلے میں پھندا ڈال کر کھینچنا

ایک دفعہ آپ عظیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ تو اس درمیان میں جو واقعہ پیش آیا ہے اُن اِذار اور دردناک تکلیفوں میں سے ہے جو مشرکین کی طرف سے آپ کو پہنچی ہیں۔ کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی درمیان بدترین شخص عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر پھندا لگایا پھر خوب زور سے کھینچا۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ جلدی سے پہنچ گئے۔ جا کر اس بد نصیب کے مونڈھے پکڑ کر کھینچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دھکے دیکر اُسے الگ کر دیا اور حضرت ابو بکرؓ ساتھ میں یہ بھی کہتے رہے، "اَتَقْتُلُونَ رَجُلًا اَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ"، کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے۔" حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مکہ کے تکلیف دہ واقعات میں سے یہ نہایت افسوس ناک واقعہ تھا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو شرمناک حرکتیں کی ہیں انہیں شدید ترین حرکت یہ تھی کہ اس درمیان میں آپ عظیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے تو اچانک عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن میں کپڑا پھانس کر پھندا لگادیا۔ پھر اُسے زور سے کھینچا تو حضرت ابو بکرؓ نے تشریف لاکر اس کے دونوں مونڈھوں کو پکڑا اور دھکے

عن عمارة بن الزبير قال
سألت ابن عمرو بن العاص اخبرني
بأشد شيء صنعته المشركون
بالنبي صلى الله عليه وسلم
قال بيئنا النبي صلى الله
عليه وسلم يصلي في حجر الكعبة
اذ أقبله عقبه بن ابى معيط
فوضع ثوبه في عنقه فخنقه
خنقا شديدا فاقبل ابو بكر

حَتَّىٰ اخَذَ مِنْكَ بَيِّنَةً وَدَفَعَهُ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
أَنفَتُلُون رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ
اللَّهُ - (بخاری شریف ۵۴۴/۱)

(حدیث ۳۷۱۸)

دیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسے دُور
کیا اور یہ فرماتے رہے کہ کیا ایک ایسے شخص
کو قتل کرتے ہو جو صرف یہ کہتے ہیں
کہ میرا رب اللہ ہے۔

اس قدر عداوت کیوں؟

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے
دشمنوں نے ہر طرف سے ستا یا

اور مکہ مکرمہ میں تیرہ سالہ زندگی آزمائش ہی آزمائش اور تکلیف و ایذا کے زہریلے
گھونٹ پیتے پیتے گزر گئی۔ دشمنوں کی عداوت میں کوئی کمی نہیں آئی بڑھتی ہی چلی گئی۔
آخر اللہ کے حبیب پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر تکلیفیں کیوں اٹھانی
پڑیں اگر اللہ چاہتا آپ کو نہ کوئی تکلیف پہنچ سکتی تھی اور نہ ہی کسی دشمن کی بجاں
تھی کہ آپ پر کوئی حرف اور کوئی آغ لگائی جرات کرتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْا - اگر آپ کا رب چاہے تو وہ لوگ ہرگز ایسا کام نہیں
کر سکتے تو پھر کیوں اس قدر تکلیفیں آپ کو پہنچتی رہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
کا دستور ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کے سامنے مجرم ترین دشمنوں کو لا کر کھڑا کر دیتا ہے
تاکہ منصب نبوت اور منصب رسالت کے فریضہ کی ادائیگی آسان اور معمولی چیز بن کر
نہ رہ جائے۔ اگر ایسا ہوتا تو اسکی اہمیت باقی نہیں رہتی کوئی نبی اپنی قوم کے درمیان
تشریف لے آئے اور قوم کے سامنے دعوت پیش کر دے اور پوری قوم تسلیم خم کر کے
قبول کر لے اور کوئی محنت و مشقت نہ اٹھانی پڑے تو ایسی دعوت کی کوئی اہمیت
باقی نہیں رہتی۔ اسلئے جو کام جتنا بڑا اور جتنا اہم ہوتا ہے اسکی اہمیت کے ساتھ
شناختی کے اسباب فراہم کئے جاتے ہیں جب بڑے بڑے دشمنوں کا مقابلہ ہو جائے

اور دعوت و تبلیغ کے کام پر ہر قسم کی رکاوٹیں آنے لگیں اور داعی کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جائے۔ تو اس کی اہمیت اور اسکی حیثیت ایسی بڑھ جاتی ہے کہ دنیا یاد کرتی رہتی ہے اور ساتھ میں اللہ کی مدد شامل رہے تو اسکی بھی قدر دانی ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ہر طرف سے عداوت کا جال پھیلا دیتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ فرقان میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
مِّنَ الْمُجْرِمِينَ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ
هَادِيًا وَنَصِيرًا ۝
(سورۃ فرقان آیت ۳۱)

ایسا ہی ہم نے ہر نبی کیلئے گناہ گار دشمن رکھے
ہیں اور کافی ہے آپ کو آپ کا رب راہ و حق
دکھانے اور اس پر آپ کی مدد کرنے
کے لئے۔

اور سورۃ النعام میں اس سے بھی واضح الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر قریہ اور ہر قصبہ اور ہر شہر میں جرمین اور غلط کاروں کے سرغنناؤں کو پیدا کیا جاتا ہے اور مکہ مکرمہ تو پورے عرب و دنیا کے کفر کے سرغنناؤں کا مرکز تھا۔ اللہ کی قدرت کاملہ کو دیکھئے کہ کفر و ظلمت کے اسی تاریک ترین شہر میں نبی آخر الزماں کو پیدا فرمایا وہیں سے ایمان کی آواز لیکر اُٹھے۔ اللہ کی قدرت کا مقابلہ کون کر سکتا ہے کہ اس نے فرعون کی گود میں موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرمائی۔ اور نمرود کی حوٹلی میں ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ پھر کبھی نہ کبھی کفر کے اماموں اور سرغننوں کو ایمان کے داعی کے سامنے سر جھکانا پڑ جاتا ہے اور اپنی خود کردہ حرکتوں پر نادم ہونا پڑ جاتا ہے۔ آیت کریمہ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ
أَكْبَارًا يُّجْرِمُونَهَا لِیَمْكُؤُوا فِيهَا
وَمَا يَمْكُؤُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ

اور اسی طرح ہر بستی اور ہر علاقہ میں وہاں
کے مجرم ترین لوگوں کو سرغنہ بنایا ہے تاکہ
وہاں جیلے کیا کریں اور جو جیلے وہ لوگ کرتے

وَمَا يَشْعُرُونَ ۝

(سورۃ النعام آیت ۱۲۳)

ہیں وہ صرف اور صرف اپنی جان ہی پر کرتے
ہیں۔ اور وہ لوگ اسکی خبر اور سوچ نہیں رکھتے۔

نبی برحق کی بددُعائے سے ڈرو

جب کافروں کے سرغناؤں اور سرداروں کی طرف سے آپ کو بے پناہ اذیتیں پہنچنے لگیں اور آپ کی نماز اور عبادت پر فقرے کسنے لگے اور آپ پر سجدہ کی حالت میں اونٹنی کی بچہ دانی لا کر ڈال دی گئی اس وقت آپ نے ایسی بدترین اور شرمناک حرکتیں کرنے والوں کے نام لے لے کر بددُعائے فرمائی اور حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جب کعبۃ اللہ کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور کفار کے بڑے بڑے سرداروں اور سرغناؤں نے آپ کی پیٹھ پر اونٹنی کی بچہ دانی ڈال دی، تو اس وقت آپ نے ان لوگوں کے نام لے لے کر بددُعائے کی اور پھر میں نے ان ساتوں کے ساتھ کیا حشر ہوا ہے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور ان سات سرغناؤں کے نام یہ ہیں۔ عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل۔ عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ امیہ بن خلف عتبہ بن ابی معیط۔ عسارہ بن ولید بن عتبہ بن مغیرہ۔ ان ساتوں میں سے اول الذکر چھ کا حال میں نے غزوہ بدر میں دیکھا ہے کہ قربانی کے بکروں کی طرح کٹے ہوئے پڑے تھے۔ کوئی چت پڑا ہوا اور کوئی اونڈھے منہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر بھی دیکھا جس میں ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرمناک حرکت کی تھی۔ اور آپ نے بددُعائے دی۔ پھر میں نے غزوہ بدر میں ان پر یہ حشر بھی دیکھا جو اللہ کے اس ارشاد کا حسین منظر ہے جو حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے۔

جو شخص میرے کسی ولی اور دوست سے

مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ

أَذْنَتْهُ بِالْحَدَبِ

(بخاری شریف ۲/۹۶۳)

عداوت رکھتا ہو تو میں اس کے ساتھ
جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔

جب اللہ کے ولی کے ساتھ عداوت میں اعلان جنگ ہے تو اللہ کے نبی کے ساتھ
عداوت میں کیا حشر ہوگا۔ اور ساتویں شخص عمارہ بن ولید کا حشر یہ ہوا کہ وہ عمرو بن
العاص کیساتھ شاہ حبشہ سے نجاشی کو دھوکہ دیکر مہاجرین حبشہ کو واپس لانے کیلئے گیا
تھا۔ اور وہاں نجاشی کی ایک عورت کے ساتھ اس کا ناپاک تعلق ہوا جسکی وجہ سے
نجاشی نے اس کے اوپر ایک جادوگر کو مسلط کر دیا اور اس جادوگر کے ذریعہ سے
اس کی شرمگاہ جانوروں کی شرمگاہ کی طرح بن گئی۔ اور وہ خود جانوروں کی طرح
جانوروں کے ساتھ رہنے لگا۔ اور پھر اسی مصیبت میں لمبا زمانہ گزار کر حضرت عمرؓ
کے دور خلافت میں مرا۔ (عمدة القاری ۳/۱۷۲ تحت باب اذا الفی علی ظہر المصلی قدر)
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن عبد الله بن مسعود قال
فلما قضی رسول الله صلى الله
عليه وسلم الصلاة — ثم
سمی اللهم عليك بعمر بن هشام
وعتبة بن ربيعة وشيبة بن
ربیعة والولید بن عتبة،
وأُمیة بن خلف وعقبة بن ابی
مُعیط وعمارۃ بن الولید قال
عبد الله فوالله لقد رأيت صرعى
یومَ بدار - الحدیث

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ
جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری
کی تو ان سرغناؤں کے نام لے لے کر
بدعا فرمائی۔ اے اللہ تو اپنے عذاب
سے پکڑ لے عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل
عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔
امیہ بن خلف۔ عقبہ بن ابی معیط۔ عمارہ
ابن الولید۔ کو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ
فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں نے ان
سب کو غزوہ بدر کے دن کئے ہوئے

اوندرھے پڑے ہوئے دیکھا ہے۔

(بخاری شریف ۶۴/۱ حدیث ۵۱۲)

۳۷/۱ حدیث ۲۴ بخاری شریف

۵۶۵/۲ حدیث ۲۸۱۸

سید الکونین علیہ السلام کے ساتھ مکمل بایر کاٹ

مسلمانو! یقیناً تمہاری جان اور تمہارے مال میں تمہیں آزمائش میں مبتلا کیا جائیگا اور یقیناً ان اہل کتاب کی طرف سے جنگوں سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ان لوگوں کی طرف سے جو کفر و شرک کی ظلمت میں مبتلا ہیں تمہیں بہت سی تکلیف دہ باتیں سننی پڑیں گی اور اگر تم ان تکلیفوں پر صبر کرو گے اور پرہیزگاری اختیار کرو گے تو بیشک یہ اہم ترین ہمت کا کام ہے۔

لَتَبْلُوَنَّ فِيْ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ
وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُولُواْ
الْكِتَابِ مِنْ قُبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ
اَشْرَكُوْا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ
تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ
مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْر ۝

(سورہ آل عمران آیت ۱۸۶)

اس آیت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صبر و استقلال میں اُولوالعزمی اور مستقل مزاجی اختیار کرنیکا حکم فرمایا اور بڑی بڑی سختیوں اور تکلیفوں اور آزمائشوں کا مقابلہ کرنیکا حکم فرمایا یہ اللہ کے یہاں کا دستور ہے کہ جب تک ٹھوکریں نہ کھائیں اس وقت تک کسی کیلئے کامیابی اور سہولتوں کی راہ فراہم نہیں کرتا!! مکہ والوں نے آپ اور مسلمانوں کے ساتھ جو انسانیت سوز بایر کاٹ کیا ہے وہ ایک نہایت

سچیں ترین آزمائش تھی ایسی آزمائشوں کا مقابلہ وہی کر سکتا ہے جسے اللہ نے ایسی ہمت و استقلال عطا فرمایا ہو۔ اب بایئیکاٹ کا منظر دیکھئے۔

مکمل بایئیکاٹ اور عداوت کا عروج

جب مشرکین قریش نے یہ محسوس کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام میں مضبوط ہیں۔ اور دعوت کے کام سے باز آنے والے نہیں ہیں تو مکہ مکرمہ کے سرداروں نے چھوٹے بڑے ہر قبیلے کے لوگوں کو خیف بنو کنانہ میں جمع کیا اور خیف بنو کنانہ کو وادی محصب بھی کہا جاتا ہے۔ (نہوی ۱/۲۲۲) یہ مکہ کی ایک خاص وادی کا نام ہے اور اس مقام پر ہر قبیلے کے لوگوں نے کفر و شرک پر قائم و ثابت قدم رہنے پر قسمیں کھائیں، اور اس بات پر سب نے عہد و پیمان کر لیا کہ جو لوگ محمد کا ساتھ دینے والے ہیں ان کے ساتھ مکمل بایئیکاٹ کر لیا جائے نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کیا جائے، اور نہ ان کے ساتھ خرید و فروخت کی جائے اور نہ ان کے پاس کھانے پینے کیلئے کوئی سامان بھیجا جائے اور نہ ان کے یہاں آمد و رفت رکھنی جائے اور نہ ان کے ساتھ بول چال رکھی جائے اور نہ ہی دُعا و سلام کیا جائے۔ ہر طرح سے ان کے اوپر پابندیاں عائد کی جائیں۔ اور وہ حدودِ مکہ چھوڑ کر شعب ابی طالب میں جا کر نظر بند ہو جائیں۔ چنانچہ تمام اتحادی قبائل کے اس عہد و پیمان کی وجہ سے تین سال تک آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کمزور مسلمانوں کے ساتھ شعب ابی طالب میں نظر بند کی صعوبتیں اور اذیتیں اٹھانی پڑیں۔ اور آپؐ چچا ابو طالب اگرچہ ایمان نہیں لائے تھے، مگر ان کا تعاون ہمیشہ شامل حال رہا۔ وہ بھی آپؐ کیساتھ تکلیفیں

اور مصیبتیں ٹھیلنے میں شامل رہے۔ تین سال کے عرصہ تک سردی، گرمی، بارش ہر قسم کے موسم کی تکلیفیں اٹھانے کے ساتھ ساتھ کھانے پینے کی کوئی چیز میسر نہیں تھی۔ درختوں کی چھال اور پتے تک کھانے پر مجبور ہونا پڑا۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
الْغَدِ يَوْمَ الْخَرْ وَهُوَ مَنِي وَنَحْنُ
نَازِلُونَ غَدًا بِخَيْفَ بَنِي كِنَانَةَ
حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ يَعْنِي
بِذَلِكَ الْمُحَصَّبُ وَذَلِكَ أَنَّ
قُرَيْشًا وَكِنَانَةَ تَحَالَفَت عَلَى بَنِي
هَاشِمٍ وَبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَوْ بَنِي
الْمُطَّلِبِ أَنْ لَا يُنَازِعُوهُمْ وَ
لَا يُبَايِعُوهُمْ حَتَّى يُسَلِّمُوا إِلَيْهِمْ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
(بخاری شریف ۲۱۶/۱ حدیث ۱۵۶۶)

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے قیام منیٰ
کے موقع پر یوم النحر کی صبح کو فرمایا کہ ہمس کل
صبح خیف بنو کنانہ میں قیام کریں گے جہاں پر
قریش نے کفر پر ثابت قدم رہنے کی قسمیں
کھائی تھیں۔ یعنی وادی محصب میں عہد
و پیمان کیا تھا اور وہ اس طریقہ سے ہوا کہ
قریش و بنو کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب
یا بنی مطلب کے بارے میں قسمیں کھائیں کہ ہم
اس وقت تک ان کے ساتھ بیاہ شادی اور
خرید و فروخت وغیرہ نہیں کریں گے جب
تک محمدؐ کو ہمارے حوالہ نہ کریں۔

۶۱۴/۲ حدیث ۴۱۱۹، ۱۱۱۳/۲ حدیث ۷۱۴۹،

مسلم شریف ۴۲۳/۱، ابوداؤد شریف ۲۴۵/۱)

اس بائیکاٹ کے تین سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
دعاؤں سے عہد و پیمان کی جو دستاویز خانہ کعبہ میں لٹکا دی گئی تھی اسے صرف

اللہ کے نام کو چھوڑ کر دیمک کے ذریعہ باقی پوری تحریر ختم کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطالب سے فرمایا کہ اب ان کا عہد و پیمان باقی نہیں رہا۔ دستاویزیں وہ حروف باقی نہیں رہے جب لوگوں نے جا کر دیکھا کہ واقعی اللہ کے نام کے سوا کوئی حرف باقی نہیں تھا اُدھر اس بایئسکاٹ کے زمانہ میں مختلف خاندان کے لوگوں میں اس بے رحمانہ حرکت سے اختلاف کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن الاسود زہیر بن امیہ، ہشام بن عمار، ابو البخری بن ہاشم وغیرہ جیسے بڑے بڑے نامور لوگوں نے اس بایئسکاٹ کی کھلی مخالفت کی۔ اور مخالفت کا انداز بھی عجیب نہ رہا تھا کہ ان کی مخالفت کی وجہ سے ہر قبیلے کے لوگوں میں اختلاف پڑ گیا ان کا اتحاد تقریباً ختم سا ہو گیا اور مذکورہ لوگ —

باقاعدہ ہتھیاریں ہو کر شعب ابی طالب گئے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں اور بنو ہاشم کے لوگوں سے کہا کہ اپنے اپنے گھروں کو چلو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ بالآخر اس طریقہ سے قریش کو انسانیت سوز بایئسکاٹ ختم کرنا پڑا۔ اور سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام مظلوم مسلمانوں کو ساتھ لے کر مکہ المکرمہ میں داخل ہو گئے اور دوبارہ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ پوری تفصیل الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۱/ ۱۶۲ تا ۱۶۴ میں موجود ہے۔ البدایہ والنہایہ ۳/ ۸۵ میں معمولی فرق کے ساتھ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ایک عجیب منظر جو سورہ حج آیت ۳۸ میں ہے ملاحظہ فرمائیے۔

بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی طرف سے دشمنوں کا دفاع کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ کسی بھی دغا باز اور کفر کرنے والے سے محبت نہیں رکھتا ہے۔

عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرَ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

إِنَّ اللَّهَ يُدْفِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا
إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ
(سورہ حج ۳۸)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

آزمائشوں کی سلسلہ وار زنجیر

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً
وَّاحِدَةً وَلَكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ
فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ
إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ
بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

(سورہ مائدہ آیت ۴۸)

اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک دین پر
متحد کر دیتا لیکن اللہ تم کو ان احکام میں
آزمانا چاہتا ہے جو تم کو دیئے ہیں اللہ ہی
کے پاس تم سب کو پہنچانا ہے پھر تم کو
بتلا دیگا وہ بات جس میں تمکو اختلاف تھا۔

بائسکاٹ کی نذر بندی کی تین سال تک صعوبتیں اٹھا کر شعب ابی طالب سے
بیکل کر مکہ المکرمہ میں داخل ہوئے۔ کچھ عرصہ بھی گزر نہیں پایا تھا کہ آپ کے چچا
خواجہ ابو طالب جو آپ کے تعاون میں شب و روز ساتھ رہتے تھے اور آپ کی
طرف سے دفاع کرنے میں مشرکین کے سامنے ایک مضبوط ترین دیوار کی حیثیت
رکھتے تھے۔ وہ انتقال فرما گئے۔ ان کی وفات آپ کیلئے نہایت دردناک سانحہ
تھا۔ کیونکہ ان کی موجودگی میں مشرکین کو یہ ہمت نہیں ہو سکتی تھی کہ آپ کو جب
چاہیں اور جس طرح چاہیں ایذا پہنچائیں۔ نیز خواجہ ابو طالب کی بلند شان و
شوکت کی وجہ سے تمام خاندان بنو ہاشم جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے ان کو بھی
ایک ہو کر خاندانی صحبت کی بنا پر آپ کا ساتھ دینا پڑتا تھا۔ اب خواجہ ابو طالب
کے انتقال کے بعد کوئی سہارا باقی نہیں رہا۔ اور مشرکین شتر بے مہار کی طرح
آپ کو اور مسلمانوں کو ایذا پہنچانے میں ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ آپ کیلئے
سرزمین مکہ میں چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ راستہ چلتے ہوئے کوئی پتھر پھینکتا، کوئی

سرمبارک پر مٹی ڈال دیتا، کوئی فقرہ کستا، کوئی گالیاں دیتا، کوئی کانٹے ڈال دیتا، اللہ کی زمین وسیع ہونے کے باوجود تنگ ہو گئی۔ (تفصیل البدایہ والنہایہ ۱۲۲/۳ تا ۱۲۶/۳)

صدمہ پر صدمہ

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دولت اور خاندانی اعتبار سے اہل مکہ کے درمیان بڑی عزت و شرف کی حیثیت رکھتی تھیں۔ تعاون میں دیکھ دو وہیں تسلی دینے میں سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ایک تجربہ کار وزیر کی حیثیت رکھتی تھیں۔ آپ کو ان سے بڑا تعاون ملتا تھا۔ بروایت بیہقی ابھی خواجہ ابوطالب کے انتقال کو تین روز نہیں گزر پائے تھے۔ اچانک حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بھی وفات ہو گئی۔ یہ آپ کیلئے اتنا بڑا حادثہ تھا جیسا کہ آپ کے اوپر بہت بڑا پہاڑ لوٹ پڑا۔ آزمائشوں کی ایک ایسی زنجیر بن گئی تھی جس کا سلسلہ کسی طرح لوٹ ہی نہیں رہا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ۱۲۷/۳)

اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا۔

مشقتوں پر صبر کی تلقین

اور بیشک ہم تم کو آزمائشیں گے کچھ ڈر و خوف میں مبتلا کر کے اور کچھ بھوک میں مبتلا کر کے اور کچھ مالوں میں نقصان کر کے اور کچھ جانی نقصان کے ذریعہ سے اور کچھ پھلوں اور کھیتوں کے نقصان کے ذریعہ سے اور اے نبی آپ صبر کرنے والوں کو

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ

وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

(سورۃ بقرہ ۱۵۵ تا ۱۵۶)

خوشخبری پیش کیجئے جب ان کو کچھ مصیبت پہنچ جائے تو کہیں کہ ہم تو اللہ ہی کی ملک میں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

ان آیتوں سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ بلند و بالا مرتبہ حاصل کرنا آسان نہیں ہے۔ اور تمہیں مرتبہ کمال کے بام عروج پر پہنچانا ہے اور اس کیلئے ہم تمہیں طرح طرح کی آزمائشوں اور تکلیفوں میں مبتلا کریں گے۔ تمہیں خوف و ہراس میں مبتلا کیا جائیگا۔ اور بھوک و پیاس فقر و فاقہ اور تنگدستی کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اور مالی نقصان و جانی نقصان کا سامنا بھی کرنا پڑیگا۔ تمہارے کھیتوں اور تیار شدہ پھلوں کے نقصان کا بھی تمہیں سامنا کرنا پڑیگا۔ اور اگر تم ان تمام آزمائشوں میں صبر و ضبط سے کام لو گے اور کوئی بھی تکلیف اور ایذا پہنچ جائے تو اُسے اللہ کی طرف محول کرتے رہو گے۔ اور مصیبت کے موقعہ پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ کا ورد کرو گے تو ہم تمہیں مرتبہ کمال کے بام عروج پر پہنچائیں گے جتنی صحابہؓ نے مکی زندگی میں جو مشکل ترین مراحل طے فرمائے ہیں اور جس قسم کی تکلیفیں اور ایذاں برداشت کر کے اپنے ایمان پر راسخ آنے نہیں دی ہے۔ اس سے انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے صحابہؓ کی مقدس اور پاکباز جماعت کو عزت و شرف کا ایسا بلند و بالا مقام عطا فرمایا ہے کہ قیامت تک انہیں والا کوئی بھی انسان چاہے کتنا بڑے سے بڑا ولی کامل کیوں نہ ہو ایک ادنیٰ صحابیؓ کے مرتبہ کمال کے قریب تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ جتنی صحابہ کرام کی مشقتوں کو بطور مثال ہم یہاں پیش کرتے ہیں شاید اللہ کے کسی بندے کو فائدہ پہنچ جائے۔

کمزور مسلمانوں کے ساتھ مکہ والوں کا ظلم و ستم

حضرت بلال بن رباح جو بعد میں آقا نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادم خاص اور مؤذن تھے۔ وہ اُمیہ بن خلف کے غلام تھے اور اُمیہ حضرت بلال کو صرف ان کے ایمان و اسلام کی وجہ سے شدید گرمی کے زمانہ میں شدت بھوک کے وقت میں گرم ریت اور گرم پتھر پر لٹا کر عذاب دیا کرتا تھا۔ بعد میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس طرح تکلیف اور عذاب کو دیکھ کر حضرت بلالؓ کو اُمیہ سے خرید لیا اس کے بعد آزاد فرما دیا۔ (البدایہ والنہایہ ۵/۳، الاصابہ ۱/۲۵۶، الاستیعاب ۱/۲۵۹، طبقات الکبریٰ ۱/۱۸۱)

حضرت خباب بن الارتؓ چھٹے نمبر کے مسلمان ہیں اور مسلمانوں میں سب سے پہلے انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر فرمایا تھا جس کے نتیجہ میں مکہ والوں نے ان کو شدید ترین عذاب اور تکلیف میں مبتلا کیا۔

(الاصابہ ۲/۲۲۱، الاستیعاب ۲/۲۱، اسد الغابہ ۱/۵۹۱)

حضرت عمار بن یاسرؓ یہ بھی قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ ان کے خاندان کے اسلام لانے کے بعد ان کے پورے خاندان کو طرح طرح کی اذیت میں مبتلا کیا گیا۔ اُن کو کس قدر تکلیفیں دی گئیں ہیں۔ اس سلسلہ میں حدیث اور سیرت کی کتابوں کو پڑھنے جنکو دیکھنا ہو وہ ذیل کے حوالوں کو دیکھ سکتا ہے۔ (الاستیعاب ۳/۶۲)

تا ۲۲۸/۳ الروض الانف ۳/۲۰۱ البدایہ والنہایہ ۳/۶۲۷

حضرت عمار بن یاسرؓ کی والدہ حضرت سُمیہ رضی اللہ عنہا بھی قدیم الاسلام صحابیہ ہیں ان کے ساتھ ابو جہل نے جو بدتمیزیاں کی ہیں وہ بیان سے باہر ہیں۔ اس نے اُن کی شرمگاہ پر برچھا مار کر ان کو شہید کر دیا تھا۔

اسلام کے شہدائے میں حضرت سُمیہؓ سب سے پہلے نمبر کی شہید ہیں۔ مدارِ صولتہ

کی طرف جاتے وقت راستہ میں وہ قبرستان ہے جس میں زمانہ جاہلیت میں مکہ والے اپنی معصوم بچیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ اسی قبرستان میں حضرت سیمہؓ کا مزار شریف ہے۔ آج بھی اُن کی قبر کا نشان موجود ہے۔

(البدایہ والنہایہ ۵۹/۳ - اسد الغابہ ۱۵۲/۶)

حضرت صہیب رومی بھی قدیم الاسلام صحابی ہیں ان کے ساتھ بھی مکہ والوں نے ناقابل برداشت ظلم و ستم کا معاملہ کیا۔ (الاصابہ ۳۶۵/۳)

اجلہ صحابہؓ کے درمیان مواخات اور بھائی چارگی

مواخات اور بھائی چارگی کا مطلب یہ ہے کہ ایک کا دوسرے کے ساتھ اس طریقہ سے تعلق قائم کر دینا کہ جس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے ساتھ دُکھ درد غمی و خوشی اور جان و مال کی حفاظت میں اپنے ماں باپ شریک بھائی سے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

آقاؐ نامدار سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو مرتبہ صحابہؓ کے درمیان مواخات اور بھائی چارگی قائم فرمائی۔

پہلی مرتبہ مواخات | مکی دور میں قدیم الاسلام صحابہؓ کے درمیان مواخات فرمائی۔ اور یہ مواخات دارِ ارقم

میں قیام کے بعد قائم فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے درمیان اور حضرت حمزہؓ اور زید بن حارثہؓ کے درمیان اور حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ ابن عوفؓ کے درمیان اور حضرت زبیرؓ و عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان اور حضرت عبیدہ ابن الحارثؓ و بلال حبشیؓ کے درمیان اور مُصعب بن عمیرؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ کے درمیان اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ و حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ کے

درمیان اور حضرت سعید ابن زیدؓ اور طلحہ بن عبید اللہؓ کے درمیان مواخات فرمائی ہے۔ اور آقاؐ نامدار علیہ السلام نے اپنے اور حضرت علیؓ کے درمیان مواخات فرمائی اور صحابہؓ کی یہ مواخات حق اور ایمان پر قائم رہنے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کی پابندی پر قائم ہوتی تھی۔

(قسطلانی شرح بخاری ۸/۴۶۷، حاشیہ بخاری ۱/۵۶۱)

کسی کو یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ بخاری شریف
۵۷۰/۲ حدیث ۳۸۵۶ اور ۷۶۲/۲

ایک ضروری تنبیہ

حدیث ۴۸۹۷، میں حضرت سالم مولیٰ ابو خذیفہ کا ایک عجیب واقعہ منقول ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابو خذیفہ کی دو بیویاں تھیں۔ ① حضرت سہلہ بنت سہیل قرشیہ ② ایک انصاریہ عورت، اور جو بیوی انصاریہ تھی درحقیقت حضرت سالم اسی بیوی کے غلام تھے اور اسی بیوی نے حضرت سالم کو آزاد کیا۔ اور حضرت ابو خذیفہ ابن عتبہ نے ان کو متبنیٰ بنالیا، یعنی اپنا لے پا لک بیٹا بنالیا۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو اپنا بیٹا بنالیا تھا جب حضرت سالم بالغ ہو گئے تو حضرت ابو خذیفہ کی بیوی سہلہ بنت سہیل نے حضور سے شکایت کی کہ سالم بالغ ہو گئے اور میرے پاس آتے رہتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے آنے جانے کی وجہ سے میرے شوہر ابو خذیفہ کے دل میں کوئی شبہ کی بات پیدا ہو جائے تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنا دودھ کسی برتن میں نکال کر سالم کو پلا دو پھر ابو خذیفہ کو کسی قسم کا شبہ پیدا نہ ہوگا۔ اب اس حدیث شریف کی وجہ سے دو باتوں میں تردد پیدا ہو گیا۔

۱۔ اس واقعہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سالمؓ مدینہ کی ایک انصاریہ عورت کے نابالغ غلام تھے۔ تو پھر قدیم الاسلام صحابی حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ

کے ساتھ مکہ مکرمہ میں سَالم کی مَوَاحِات کس طریقہ سے ہو گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت حضرت ابو حذیفہؓ نے انصاریہ عورت کیساتھ ہجرت سے بہت پہلے شادی کر رکھی تھی اور حضرت سَالمؓ بھی قدیم الاسلام صحابی ہیں اور دارالرقم کے زمانہ میں صحابہؓ کے ساتھ مَوَاحِات کرانے سے پہلے حضرت سَالمؓ بالغ ہو گئے تھے اسکے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے ساتھ مَوَاحِات عمل میں آئی ہے۔ لہذا اب کسی قسم کے شبہ و تردید کی بات باقی نہیں رہی۔

۲۔ دوسرا تردد اور شبہ یہ ہے کہ حضرت سہلہ بنت سہیل نے ایک بالغ لڑکے کو دودھ کیسے پلایا۔ نیز شریعت میں بالغ لڑکے کو دودھ پلانے سے رشتہ رضاعت اور حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، لیکن بخاری شریف کی ان دونوں روایتوں سے بظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بالغ لڑکے کو بھی دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دودھ پلانے کا واقعہ مکی زندگی کا ہے مدنی زندگی کا نہیں ہے۔ اور مکی زندگی میں احکام شریعی کی تکمیل نہیں ہوتی تھی اسلئے حضورؐ نے دودھ پلانے کی ترغیب دی تو اس سے حضرت ابو حذیفہؓ نے ثبوت حرمت کو سمجھ لیا۔ اور ان کا شبہ اور تردد باقی نہیں رہا۔ حالانکہ اس دودھ پلانے کی وجہ سے حرمت کا ثبوت نہیں ہوا تھا۔ اور قرآن کریم میں دو سال یا ڈھائی سال کے بچے کے دودھ پینے پر ثبوت حرمت کی جو آیت نازل ہوئی وہ مدینہ کی ہے۔ اور یہ واقعہ مکہ مکرمہ کا ہے۔ اس لئے کوئی شک اور تردد باقی نہیں رہا۔

دوسری مرتبہ مَوَاحِات

مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات مہاجرین اور

انصار کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔ چنانچہ حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے درمیان اور حضرت سلمان فارسیؓ و حضرت ابوذر واریؓ انصاریؓ کے درمیان مواخات فرمائی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ سٹو مہاجرین اور انصار کے درمیان آپؐ نے مواخات قائم فرمائی تھی۔

(تسطانی شرح بناری ۸/۴۶۷)

مواخات کا کیا اثر تھا؟

اس مواخات اور بھائی چارگی کا اتنا بڑا اثر تھا کہ یہ ایک دوسرے کے ساتھ اتنا زیادہ تعلق اور قربت سمجھتے تھے جتنا حقیقی بھائی بھائی کے درمیان نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ عمرہ القضاء کے موقع پر جب حضرت حمزہؓ کی بیٹی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے یا چپا یا چپا کر بھاگتی ہوئی آنے لگی تو حضرت علیؓ نے ان کو لیکر حضرت فاطمہؓ کے حوالہ کر دیا پھر اس پر عین آدمی دعوے دار بن گئے۔ ۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود یہ فرمانے لگے کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور میں نے ہی اپنی تحویل میں لیا اس لئے ان کو رکھنے کا حقدار میں ہی ہوں۔ ۲۔ حضرت جعفرؓ وہ یہ فرمانے لگے کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور ان کی خالہ اسماء بنت عمیس میرے ماتحت ہیں۔

۳۔ حضرت زید بن حارثہؓ وہ فرمانے لگے کہ ان کو لینے کا حقدار میں ہی ہوں۔ اس لئے کہ یہ میرے بھائی حمزہؓ کی بیٹی ہے۔ اور میں حمزہؓ کا ایسا بھائی ہوں کہ میرے اور حمزہؓ کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارگی قائم فرمائی تھی۔ تو دیکھئے حضرت زید بن حارثہؓ نے حقیقی بھائی اور حقیقی بیٹے کے مقابلہ میں بھی اپنے آپ کو حضرت حمزہؓ سے زیادہ قریب سمجھا۔ یہ صرف مواخات کی بنا پر تھا۔

لیکن حضورؐ نے حضرت جعفرؓ کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس لئے کہ حضرت جعفرؓ کے ماتحت میں اُن کی خالہ اسماء بنت عمیس تھیں اور خالہ کو پرورش میں ماں کا درجہ حاصل ہے۔ اور حضرت زید بن حارثہؓ کو اس طرح تسلی دئی کہ تم ہمارے بھائی ہو۔ اور ہمارے مولیٰ ہو۔ اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا کہ تم میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہو۔ اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں یعنی تم میرے گھر کے آدمی ہو۔ (بخاری شریف ۶۱۰/۲ حدیث نمبر ۶۰۹)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۖ عَلٰى جَبِيَّتِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہجرت کیسی اور کیوں؟

ہجرت سے متعلق اولاً دو آیت کریمہ نقل کریں گے۔ اس کے بعد ہجرت سے متعلق
دس باتیں علی الترتیب عرض کریں گے۔

- ① ہجرت کسے کہتے ہیں ② ہجرت کب لازم ہوتی ہے؟ ③ حبشہ کی ہجرت اولیٰ۔
- ④ حبشہ کی ہجرت ثانیہ ⑤ طائف کی ہجرت ⑥ ہجرت مدینہ منورہ ⑦ ہجرت کی
- تمیزی اور انصار کی بیعت ⑧ دارالندوة میں قریش کے اتحادی قبائل کی
- ہنگامی میٹنگ ⑨ ہجرت کیلئے روانگی ⑩ مدینہ کی ہرشی میں نور۔

وہ لوگ جن کو اپنے وطن اور گھروں
سے بغیر کسی جرم کے مظلومانہ طور پر نکال
دیا گیا۔ اگر ان کا جرم تھا تو سوائے اسکے
کچھ نہیں تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا
رب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ہٹایا
نہ کرتا (ایک کو دوسرے سے دفع نہ کرتا)
تو عیسائی راہبوں کے صوامع (چرچ اور
عبادت خانے) اور یہود کے عبادت خانے
اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا
نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے

۱۔ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ
دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ
يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا
دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لَّهَدَّ مَتَّ صَوَامِعُ
وَبِيعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسْجِدٌ
يُذَكَّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ
كَثِيرًا، وَلَيَنْصُرَنَّ
اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ، إِنَّ
اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ

(سُورَةُ حَجِّ آيَت ۲۰)

ہوتے، اور یقیناً اللہ تعالیٰ اسکی مدد کرے گا
جو اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے۔ بیشک
اللہ تعالیٰ زبردست قوت والا اور غالب
رہنے والا ہے۔

جو لوگ ایمان لائے اور گھروں کو چھوڑ کر
ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں اپنے
جان و مال کے ساتھ جہاد کرتے رہے۔
اللہ کے یہاں ان کا بہت بڑا درجہ اور
بلند مرتبہ ہے اور وہی لوگ کامیاب
و کامراں ہو کر مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

۲۰ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا
وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ، أَعْظَمُ
دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ، وَأُولَئِكَ
هُمْ الْفَائِزُونَ ۝

(سُورَةُ تَوْبَةِ آيَت ۲۰)

مذکورہ آیتوں میں آقا پر نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرات صحابہ کرام کے
مظلومانہ حالات اور ہجرت کا پس منظر بیان کیا گیا ہے اسکا کوئی قصور نہیں تھا۔
بس صرف ایک خدا کی عبادت اور ایک اللہ کی وحدانیت کا عقیدہ اور اس پر قائم
رہنا ان کا جرم تھا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے "إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبَّنَا اللَّهُ" کے الفاظ
سے واضح فرمایا ہے۔ بالآخر جب مکہ والوں کا ظلم و ستم حد سے تجاوز کر چکا اور انکی
تکلیفیں اور ایذاؤں برداشت سے باہر ہو گئیں اور سرزمین مکہ آنحضرت اور آپ
کے مقدس صحابہ کے حق میں تنگ ہو گئی۔ نہ ایک خدا کی بندگی کر سکتے اور نہ ہی اس
کی دعوت دے سکتے، آخر کار مجبور ہو کر سرزمین مکہ چھوڑ کر کسی ایسی جگہ ہجرت
کر نیکا ارادہ فرمایا جہاں رہ کر اللہ کی عبادت آزادانہ طور پر کی جاسکے،

ہجرت کا مطلب اور اسکی حقیقت یہ ہے
کہ جب مسلمان اپنی جگہ رہ کر آزادی کیساتھ

۱۔ ہجرت کسے کہتے ہیں؟

اللہ کی عبادت اور بندگی نہ کر سکے اور ان پر پابندیاں اور سختیاں عائد ہونے لگیں اور اسلام کی دعوت و تبلیغ پر رُکاوٹیں جائیں ہونے لگیں تو اس علاقہ کو چھوڑ کر ایسے علاقہ میں چلے جائیں جہاں پر آزادانہ طور پر عزت کے ساتھ اللہ کی بندگی اور اس کے دین کی اشاعت کی سہولتیں فراہم ہوں۔ چنانچہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ کی عبادت اور اسلام کی دعوت مکہ میں رہ کر دُشوار کن ہو گئی اور سر زمین مکہ ایک خدا کی بندگی کرنے والوں اور اسلام کی دعوت دینے والوں پر تنگ ہو گئی تو مکہ چھوڑ کر ہجرت کا ارادہ فرمالیا۔ آگے ہم انشاء اللہ اس کی پوری وضاحت کریں گے کہ آپ نے کس طرح ہجرت فرمائی تھی۔ بعض ایسے لوگ جو اپنے آپ کو بڑے دانشور اور دانشمند ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اللہ کے رسولؐ کی سیرت اور اس کی تاریخ اور قرآن و حدیث سے ان کو کوئی مناسبت نہیں ہے اور علوم شرعیہ سے ناواقف ہیں وہ لوگ شریعت اور رسولؐ کی سیرت میں بلا وجہ دخل اندازی کر کے یہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے قریش کے ڈر کے مارے بھاگ گئے تھے۔ اسی کو ہجرت کہتے ہیں۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ دیکھئے ان دانشوروں کی دانشمندی کو کہ یہ لوگ ہجرت کس کو سمجھ رہے ہیں۔ عقل میں جو بات آگئی اسی کو شریعت کی بات سمجھ لیا اور دوسرے لوگوں میں بھی اپنی عقل کی باتوں کا پرچار کرتے ہیں۔ جو حقیقت اور واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ اور حقیقت میں ہجرت کسے کہا جاتا ہے، اس کو اللہ نے خود بیان فرمایا ہے کہ اپنی جگہ رہ کر سکون و اطمینان کے ساتھ آزادانہ طور پر اللہ کی عبادت نہ کر سکیں۔ اور دین و ایمان اور تبلیغ کے کاموں پر پابندیاں عائد ہو جائیں تو مجبور ہو کر اس مقام کو ترک کر کے ایسی جگہ منتقل ہو جائیں کا نام ہجرت ہے جہاں پر رہ کر سکون و اطمینان کیساتھ آزادانہ

طور پر ایک خدا کی عبادت کر سکیں۔ یہی اوپر کی آیتوں میں واضح کیا گیا ہے۔

۲۔ ہجرت کب لازم ہوتی ہے؟ | یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہجرت کن حالات میں اور کب لازم

ہوتی ہے۔ ہجرت کا اصل مقصد اللہ کی عبادت اور ایک خدا کی وحدانیت اور اسی کی دعوت و تبلیغ آزادانہ طور پر بلا کسی رکاوٹ اور جور و ظلم کے کرنا ہے۔ لہذا جس مقام میں رہ کر اللہ کی عبادت اور اس کی دعوت و تبلیغ میں رکاوٹیں حائل ہو جائیں اور اس پر پابندیاں عائد ہونے لگیں تو اس جگہ کو چھوڑ کر ایسی جگہ منتقل ہونیکا حکم ہے جہاں پر رہ کر چین اور سکون کے ساتھ آزادانہ طور پر اللہ کی عبادت اور اس کی دعوت و تبلیغ کر سکیں۔ ایسی ڈوشکیں ہمارے سامنے ہیں جنہیں ہجرت لازم ہو جاتی ہے۔ اور ایک شکل ایسی ہے جس میں ہجرت لازم تو نہیں ہے۔ مگر وہاں سے ہجرت کر جانا حسب استطاعت افضل اور بہتر ہے۔ اب ہجرت کی کل تین شکلیں ہو جائیں گی۔ جو علی الترتیب پیش خدمت ہیں۔

۱۔ دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت کر جانا یعنی جس جگہ اللہ کی عبادت اور دعوت و تبلیغ کے معاملہ میں ہر طرف سے خوف و خطر اور ظلم و ستم رونما ہونے لگے تو وہاں سے ترک وطن کر کے ایسی جگہ ہجرت کر جائیں جہاں امن و سکون کے ساتھ ایک خدا کی عبادت کا کام کر سکیں۔ اور جس جگہ ہجرت کر جائیں اُسکا دارالاسلام یا مسلم ملک ہونا لازم نہیں ہے چاہے ملک غیر مسلموں کے زیر اقتدار کیوں نہ ہو۔ مگر وہاں پر ایک خدا کی عبادت میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو۔ جیسا کہ مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت ہوئی تھی کہ اُس وقت مکہ المکرمہ دارالخوف تھا۔ اور حبشہ اگرچہ مسلم ملک نہیں تھا مگر دارالامن تھا۔ اسی کو حضراتِ محدثین نے ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا۔

ہجرت اسلام میں دو طرح سے واقع ہوئی ہے
۱۔ خوف و خطر کی جگہ سے سکون و امن کی
جگہ کی طرف منتقل ہو جانا جیسا کہ حبشہ کی
دونوں ہجرتیں اسی طرح کی ہیں اور مکہ
مکرمہ سے مدینہ منورہ کی ابتدائی ہجرت
کا مرحلہ بھی اسی طرح کا ہے۔

الهجرة قد وقعت في الاسلام
على وجهين الاول الانتقال من
دار الخوف الى دار الامن كما في
هجرة الحبشة وابتداء الهجرة
من مكة الى المدينة۔

(فتح الباری ۲/۲۳۱ مکتبہ دار الریان)

۲۔ کفر و شرک کے علاقہ سے ایمان و اسلام کے علاقہ کی طرف ہجرت کر جانا اور
کفر و شرک کا علاقہ ایسا ہے کہ وہاں پر مسلمان چین و سکون کے ساتھ اللہ کی عبادت
نہیں کر سکتا تو ایسی صورت میں دارالاسلام اور ایسے مسلم ملک میں منتقل ہو جانا
جہاں چین و سکون کے ساتھ رہ کر اللہ کی عبادت کر سکیں اور کسی قسم کی رکاوٹ نہ
ہو جیسا کہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدینہ منورہ کے ہجرت کر جانے کے بعد
جب مدینہ میں امن و امان قائم ہو گیا اور اہل ایمان مسلمانوں کے ہاتھوں میں
آیا تو اسکے بعد جو لوگ مکہ مکرمہ اور دیگر علاقوں سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ منتقل
ہو گئے تو ان کی ہجرت اسی طرح کی ہجرت ہے جس کا سلسلہ فتح مکہ کے بعد ختم ہو گیا تھا۔
اسی کو حضرات محدثین نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے۔

۳۔ دار الکفر سے دارالایمان کی طرف ہجرت
یعنی جہاں کفر و شرک کی وجہ سے امن و امان
کے ساتھ اللہ کی عبادت نہ کی جا سکے وہاں سے
ایسی جگہ ہجرت کر جائیں جہاں اہل ایمان کا
اقتدار ہو اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہونے کے بعد

الثانی : الهجرة من دار
الكفر الى دار الإيمان
وذلك بعد ان استقر النبي
صلى الله عليه وسلم بالمدينة
وهاجر اليه من امكنه
ذلك من المسلمين۔

(فتح الباری ۲۳/۱)
(مکتبہ دارالریان)

ہوا ہے۔ اور مسلمانوں میں سے جن لوگوں کو
ہجرت کی امکانی شکل حاصل ہوئی وہ آپ
کی طرف ہجرت کر گئے۔

۳۔ ایک تیسری قسم کی ہجرت : جو قیامت تک کیلئے جاری رہنے
والی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اگر مسلمان دارالکفر میں ہیں جس ملک میں پورا
اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے اور مسلمانوں کا کوئی اختیار نہیں، اور نہ ہی
مسلمانوں کو اپنے مذہبی معاملات اور پرسنل لاء کے بار میں عملاً مکمل آزادی
حاصل ہے، بلکہ بات بات پر رکاوٹیں ہوتی ہیں اور عملی طور پر آزادی نہ ہونے کا
مطلب یہ ہے کہ سرکاری قانون کے اعتبار سے اگرچہ آزادی ہو لیکن عملی طور پر
بات بات پر رکاوٹیں اور روک ٹوک کا سلسلہ ہو، نہ آزادانہ طور پر مسلمان
جہاں چاہیں مسجدیں بنا سکتے ہوں اور نہ ہی عبادت گاہیں اور دینی ادارے
بنا سکتے ہوں۔ قدم قدم پر رکاوٹیں ہوں تو ایسے علاقہ سے ہجرت کر کے دوسری
ایسی جگہ منتقل ہونے کی اجازت ہے جہاں پر کسی قسم کی رکاوٹ اور روک
ٹوک نہ ہو یہ ہجرت واجب تو نہیں ہے لیکن حسب قدرت اور حسب گنجائش
افضلیت کا درجہ رکھتی ہے اس کو حضرات علمائے اہل سنت نے اس قسم کے الفاظ سے
ذکر فرمایا ہے۔

اور دارالکفر سے منتقل ہو کر ہجرت کرنے
کی عمومیت کا حکم ان لوگوں کیلئے ہمیشہ
باقی رہے گا جو ہجرت کر جانے پر قدرت
رکھے۔

و بقی عموم الانتقال من دار
الکفر لمن قدر علیہ باقی الخ
(فتح الباری ۲۲/۱ مطبع دارالریان)

لیکن اگر مستقل ہوئی قدرت نہیں ہے تو جہاں رہتے ہیں وہاں پر تنگی اور سختیاں برداشت کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہیں گے تو اللہ کی ذات سے اُمید ہے کہ عبادت کا ڈبل ثواب ملتا رہیگا۔ جیسا کہ وہ مسلمان جو مدینہ منورہ ہجرت نہیں کر سکتے تھے۔ اور وہیں مکہ والوں کے ظلم و ستم برداشت کرتے تھے ایسے لوگوں کے بار میں قرآن کریم میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیے۔

إِلَّا الْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ الرِّجَالِ
وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ
حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۝

(سورۃ نساء آیت ۹۸)

وَإِذْ كُنتُمْ إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ
مُّسْتَضْعِفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ
أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ
فَإُولَئِكَمُ وَإِيْدَكُمُ بِنَصْرِهِ
وَمَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

(سورۃ انفال آیت ۲۶)

مگر وہ لوگ جو بے بس اور کمزور ہیں مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو کسی حیلے اور تبدیلی کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی کہیں جانے کیلئے ان کو راستہ ملتا ہے۔ اور یاد کرو تم اس وقت کو جبکہ تم کھوڑے تھے اور ملک و علاقہ میں مغلوب اور کمزور پڑے ہوئے تھے۔ تمہیں اس بات کا ڈر ہوتا تھا کہ کہیں لوگ تمہیں اچک کر یجائیں گے پھر اللہ نے تم کو ٹھکانا دیا اور تم کو اپنی مدد سے قوت دی اور پاک صاف حلال روزی تم کو عطا فرمائی تاکہ تم شکر کرتے رہو۔

۳۔ حبشہ کی ہجرتِ اولیٰ

جب مکہ والوں کا ظلم و ستم برداشت سے باہر ہو گیا اور مسلمانوں کو مکہ کی سرزمین

میں جینا مشکل ہو گیا تو سید الکونین نے مظلوم صحابہ کو نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینہ میں حبشہ ہجرت کر جانے کی اجازت دیدی تو مسلمانوں کی ایک جماعت جس میں حضرت عثمانؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عوفؓ، حضرت مصعبؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عبدالرحمنؓ بن عوفؓ، حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسعدؓ، حضرت عثمانؓ بن مظعونؓ، حضرت عامرؓ بن ربیعہؓ، حضرت ابوسبرہؓ بن ابی رہمؓ، حضرت حاطبؓ بن عمروؓ، حضرت سہیلؓ بن بیضارؓ، حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنی فیملی اور بیوی بچوں کیساتھ ہجرت کیلئے روانہ ہو گئے۔ لیکن حبشہ پہنچنے کے لئے درمیان میں بہت بڑا سمندر حائل ہے جسکو بحر قلزم کہا جاتا ہے اور اس زمانہ میں اس کو بحر احمر کہا جاتا ہے۔ مگر اللہ نے ان بے سہارا مسلمانوں کیلئے یہ فضل فرمایا کہ دو تجارتی کشتیوں کا ان کے سامنے سے گذر ہوا ان سے بات چیت کی گئی ان لوگوں نے نصف نصف دینار پر سمندر پار کرنے پر معاملہ طے کر لیا، ان کشتیوں پر سوار ہو کر وسیع ترین سمندر پار ہو کر یہ مقدس جماعت حبشہ پہنچ گئی۔ (طبقات ابن سعد ۱/ ۱۵۹)

حبشہ کی ہجرت اولیٰ میں شرکت کرنے والوں کا جو نام لیا گیا ہے انہیں صرف یہی لوگ نہیں ہیں بلکہ ایک بڑی جماعت ہے۔ کچھ اہم اہم لوگوں کا نام ہم نے ذکر کیا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ۲/ ۲۰۳ اور زرقانی ۱/ ۵۰۳) ورنہ ایک لمبی فہرست پہلی بار حبشہ ہجرت کرنے والوں کی تعداد سے متعلق موجود ہے۔

۲۔ حبشہ کی ہجرتِ ثانیہ

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرتِ اولیٰ کے بعد ہجرتِ ثانیہ سے پہلے حبشہ میں یہ افواہ اڑ گئی تھی کہ مکہ والے سب تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے

اس افواہ پر چند حضرات کو چھوڑ کر اکثر مہاجرین حبشہ سے مکہ واپس آ گئے تو معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔ اور بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ والوں کے اسلام لانے کی جو افواہ پھیلی ہے وہ ہجرت ثانیہ کے بعد پھیلی ہے اور مہاجرین کا ایک بڑا قافلہ مکہ مکرمہ واپس آ گیا تھا اور حضرت جعفرؓ کے ساتھ چند گئے جنہ حضرات رہ گئے تھے جو اصحاب سفینہ کے ساتھ غزوہ خیبر کے موقع پر حبشہ سے مدینہ تشریف لائے تھے۔ اور ان حضرات کے علاوہ باقی تمام مہاجرین حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس آ گئے تھے پھر ان کے بعد جب مدینہ ہجرت کا حکم ہوا تو یہ سب حضرات مدینہ ہجرت کر کے تشریف لے گئے۔ ہم نے اس کو وضاحت کیساتھ حضرت عبداللہ بن حبشؓ کے حالات کے تحت لکھ دیا ہے یہاں ہم یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ حبشہ کی ہجرت دو مرتبہ ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ حبشہ میں ہوئی جس کا ذکر ماقبل میں گذر چکا۔ اور دوسری مرتبہ حبشہ کی صراحت تو نہیں ملی۔ مگر تھوڑے دنوں کے بعد دوسری ہجرت ہوئی تھی۔ جب مشرکین کا ظلم و ستم بہت زیادہ حد سے تجاوز ہونے لگا تو صحابہ میں سے تراشٹی مرد اور بارہ عورتیں دوبارہ حبشہ کی ہجرت کیلئے روانہ ہو گئے، روایات میں آتا ہے کہ دوسری مرتبہ جو ہجرت کرنی پڑی وہ نہایت شدید ترین ایذا اور ظلم کی بنا پر کرنی پڑی اور اسی قافلہ میں حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ بھی اپنے شوہر عبید اللہ بن حبش کے ساتھ حبشہ پہنچ گئی تھیں۔ اور بد قسمتی سے وہاں جا کر عبید اللہ بن حبش نصرانی ہو کر مر گیا۔ اور حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوا۔ اسکی تفصیل بھی حضرت عبداللہ ابن حبش کے حالات کے عنوان کے تحت ہم نے لکھ دی ہے۔

پوری تفصیل (طبقات ابن سعد ۱/۱۶۲، شرح زرقانی ۲/۳۱) میں موجود ہے۔

اسی ہجرت کے موقع پر حضرت صدیق اکبرؓ بھی حبشہ کی ہجرت کرنے

کیلئے روانہ ہو چکے تھے۔ لیکن جب راستہ میں قبیلہ قارہ کے سردار ابن الدغنه سے ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ ابو بکرؓ آپ اپنے بال بچوں کے ساتھ کہاں جا رہے ہیں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ مکہ والوں کی تکلیفیں برداشت سے باہر ہو گئی ہیں، اس وجہ سے مکہ المکرمہ چھوڑ کر حبشہ کو ہجرت کیلئے جا رہا ہوں تو اس سے پہلے ابن الدغنه نے کہا کہ اے ابو بکرؓ آپ جیسا شخص مظلوم بن کر مکہ سے ترک وطن کر کے جا نہیں سکتا۔ میں آپ کو اپنی پٹاہ میں لیتا ہوں، اور ابن الدغنه کا قریش سے حلیفانہ تعلق تھا اس لئے ابو بکرؓ کو اپنی پٹاہ میں لیکر مکہ واپس لے آیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کے ان حالات سے متعلق طویل واقعہ ہے جو سیرت کی کتابوں میں پھیلا ہوا ہے۔ (زرکانی ۲/۳۳، البدایہ والنہایہ ۲/۹۴)

اہل مکہ کا وفد

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام کو حبشہ ہجرت کر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی، اور یکے بعد دیگرے حضرات صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت ہجرت کر کے حبشہ پہنچ گئی تو مکہ والوں کو مسلمانوں کا حبشہ جا کر چین و سکون سے رہنا پسند نہیں آیا۔ چنانچہ مکہ والوں نے شاہ حبشہ نجاشی کو دھوکہ و فریب میں رکھ کر ان مظلوم مسلمانوں کو واماں سے واپس لانے کیلئے عمرو بن العاص کی قیادت میں مکہ مکرمہ سے ایک وفد روانہ کیا اور اس وفد نے جا کر حضرت نجاشی سے ان مظلوم مسلمانوں کی جھوٹی شکایتیں پیش کیں، جواز اول تا آخر جھوٹ اور مکر و فریب پر مبنی تھیں مگر شاہ حبشہ حضرت نجاشی نہایت

ہو شیار اور صاحب فراست شخص نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ صرف اس وفد کی بات پر اعتماد کر لیا جائے۔ بلکہ مہاجرین سے بھی بیانات لئے جائیں۔ جب مہاجرین کا بیان سنا تو قریش کے وفد کا بیان بالکل جھوٹا ثابت ہوا۔ نیز مہاجرین کے قائد حضرت جعفر طیارؓ نے نجاشی کے دربار میں خطاب فرمایا اور اس میں جب سورہ مریم کی آیتیں پڑھ کر سنانے لگے تو حضرت نجاشی کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ پڑے اور یہ کہنے لگے کہ یہ کلام تو بالکل اسی مبداء کا ہے جہاں سے حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اس طریقہ سے اللہ نے مہاجرین حبشہ کو مکہ والوں کے پنجے سے نجات دلائی اور انکا داؤں نجاشی کے سامنے چل نہیں پایا۔ (البدایہ والنہایہ ۶۶/۳ تا ۸۲/۳)

۵ طائف کی ہجرت

مکہ والوں کی تکلیفیں جب دن بدن بڑھتی چلی گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوچا کہ اہل طائف کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرح کی رشتہ داری ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ آپ کی رضاعی ماں ہیں۔ اس رشتہ کی وجہ سے یہ اُمید کی گئی کہ شاید طائف والے رشتہ رضاعت کی وجہ سے اللہ کے پیغمبر کو کچھ قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ چنانچہ حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین ماہ کے بعد سلمہ نبوت میں حضرت زید بن حارثہ کو ساتھ میں لیکر سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام طائف تشریف لے گئے۔ اور طائف والوں کے سامنے ایمان کی دعوت پیش فرمائی۔ اور اپنے آپ کو طائف والوں کے حوالہ کر بیگی گفتگو شروع کی لیکن طائف والوں نے اللہ کے رسولؐ کے

ساتھ جس قدر بد تمیزی اور ظلم و ستم کا معاملہ کیا ہے۔ اسلامی تاریخ اسکو فراموش نہیں کر سکتی۔ ان بد بختوں نے آپ کے پیچھے غنڈوں اور اوباشوں کو لگا دیا۔ جنہوں نے آپ کو پتھروں سے مار مار کر لہو لہان کر دیا تھا۔ (شرح زرقانی ۵/۲) آخر کار طائف سے نہایت ناامید اور کبیدہ خاطر ہو کر واپس لوٹنا پڑا۔ اور مسلم شریف ۱۰۹/۲ کی ایک لمبی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ طائف سے واپسی میں جب آپ قرن المنازل تک پہنچے تو حضرت جبریل امینؑ نے تشریف لاکر فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے اس کام کے لئے بھیجا ہے کہ اگر آپ جاہیں تو پہاڑوں کے فرشتوں سے کہہ دیا جائے کہ ان نالائقوں کو دو پہاڑوں کے درمیان دبا کر تباہ کر دیا جائے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں میں سے ایسے لوگ پیدا کریگا جو اسلام کے کلمہ گو بن جائیں اور کفر و شرک کی گندگیوں کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کریں۔ جن دو پہاڑوں کو ملا کر تباہ کرنیکی بات ہے۔ نووی ۱۰۹/۲ میں لکھا ہے اس سے مکہ کے دو پہاڑ مراد ہیں۔ اسلئے کہ اصل ایذا مرکہ والوں کی طرف سے پہنچی ہے۔ ہجرت طائف سے متعلق جن کو تفصیل دیکھنی ہو ذیل کے حوالوں کو دیکھ سکتا ہے۔

(الطبقات البکری ۱/۱۶۵، البدایہ والنہایہ ۳/۱۳۵، الروض الانف ۴/۳۲، مجمع الزوائد ۶/۳۵)

آپ کو سب سے زیادہ ایذا کب پہنچی

حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا یا رسول اللہؐ عز و ہ احد کے دن جو آپ کو تکلیف پہنچی ہے اور وہ دن جس قدر آپ کیلئے ایذا اور تکلیف کا دن تھا کیا کبھی آپ کو اس سے بھی زیادہ تکلیف پہنچی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے اس سے بھی زیادہ تکلیف اس دن

یہ ہونچی ہے جس دن میں طائف والوں سے اُمید لیکر مکہ چھوڑ کر طائف پہنچا تھا۔
 اور اہل طائف کے سردار ابن عبد یالیل کے سامنے میں نے اپنے آپ کو پیش کیا
 تھا اور پھر انہوں نے نہایت تکلیف وہ انداز سے مجھ کو مسترد کر دیا تھا اُس وقت
 میرے اوپر رنج و غم کا جو پہاڑ ٹوٹ چکا تھا ایسا رنج مجھے کبھی نہیں پہنچا تھا۔
 اس مضمون کی روایت بخاری شریف ۴۵۸/۱ حدیث ۳۱۲۱ اور مسلم شریف
 ۱۰۹/۲ میں مفصل موجود ہے عربی عبارت کافی لمبی ہونے کی وجہ سے نہیں لکھی ہے
 صرف اسکا خلاصہ لکھ دیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی خاطر کس کس قسم کی تکلیفیں اور ایذاؤں
 جھیلنی پڑیں اُن کو لکھنے سے قلم شرمسار ہا ہے۔ اور کس قدر تکلیفیں پہنچی ہیں
 بیان سے باہر ہیں۔

ۛ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۝ عَلٰی حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
 اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ
 بکرة واصیلا



۶۔ ہجرتِ مدینۃ المنورہ

جن لوگوں کو ترک وطن کر کے ہجرت کر جانے پر مجبور ہونا پڑا، اور اللہ کے راستہ میں ایذا اور مشقتیں جھیلنی پڑیں اُن کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملائکہ علیٰ میں عیش و عشرت کی عمدہ ترین نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔ جن کی خوبیاں خود اللہ تعالیٰ اپنی شانِ عالی کے شایانِ شان انداز سے بیان کر رہا ہے۔ آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیے۔

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُوا
مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي
سَبِيلِي وَقُتِلُوا وَقُتِلُوا
لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ
وَلَا دُخْلَهُمْ جَنَّتٍ تَجْزِي
مِنْ نَحْتِهَا إِلَّا نَهْرٌ شَوَّابٌ
مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ
حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

(سورۃ آل عمران آیت ۱۹۵)

پھر وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور ان کو اپنے وطن اور اپنے گھروں سے نکال دیا گیا۔ اور انہیں میری راہ میں ستایا گیا، اور ان لوگوں نے جہاد کیا اور جہاد میں شہید بھی ہو گئے تو یقیناً میں دُور کرونگا اُن سے انکے گناہوں کو۔ یعنی انکو معاف کر دوں گا۔ اور یقیناً میں انکو ایسے باغِ جنت میں داخل کروں گا جنکے نیچے سے نہریں بہتی ہیں یہ اللہ کی طرف سے ان کی مشقتوں کا بدلہ ہے اور اللہ کے یہاں عمدہ ترین اجر و ثواب ہے۔

اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ظلم و ستم سے دوچار ہو کر ہجرت کرنے والوں اور اللہ کے راستہ میں تکلیفیں برداشت کرنے والوں کا اجر و ثواب بیان فرمایا۔

مکہ والوں نے آپ اور مسلمانوں کو ستانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ اور آپ کی دعوت و تبلیغ پر روک لگانے اور اللہ کی عبادت پر پابندی عائد کرنے

پر ہر طرح کا پلان اور اسکیمیں چلائیں، اور آپ کو ذہنی اذیتوں کے ساتھ ساتھ جسمانی اذیتوں میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑ رکھی تھی۔ جب آپ نماز پڑھتے تو فقرہ بازی کا سلسلہ شروع کرتے۔ اور آپ کے سر مبارک پر سجدہ کی حالت میں اونٹنی کی اوجھڑی اور بچہ دانی لا کر ڈال دی گئی۔ کبھی آپ کو نماز کی حالت میں گلے میں پھندا ڈال کر زور سے کھینچا گیا۔ کبھی آپ کو بازاری زبان میں گالیاں دی گئیں۔ غرض کہ آپ کو ستانے میں ہر طرح کا حیلہ اختیار کیا گیا۔ اور ہم نے ایذا اور تکلیف سے متعلق ماقبل میں ”اتحادی سرغناؤں کی شرمناک حرکت“ کے عنوان کے ذیل میں اس قسم کی ایذاؤں کی تفصیل لکھ دی ہے آپ وہاں دیکھ سکتے ہیں بالآخر آپ کو بھی وطن عزیز ترک کر دینے کا عزم کر لینا پڑا۔

۷۔ ہجرت کی تیاری اور انصار کی بیعت

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

(سورہ بقرہ آیت ۲۱۸)

مکہ والوں کے اس طرح کے بدترین ظلم و ستم جب حد سے تجاوز کر چکے۔ اور مکہ میں رہ کر اللہ کی عبادت کرنا اور اسلام کی دعوت پیش کرنا ممکن نہیں رہا تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ کسی دوسری جگہ ہجرت کر کے جانا ہے، تاکہ وہاں جا کر صحیح طور پر ایک خدا کی عبادت کی جاسکے جس نے کائنات کو پیدا فرمایا ہے۔

اور دوسرے انسانوں کو بھی آسانی کے ساتھ اس ایک خدا کی عبادت کی دعوت دی جا سکے۔ چنانچہ آپؐ نے موسم حج میں دُور دراز قبائل سے آنے والے لوگوں کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کرنا شروع فرمایا۔ انصارِ مدینہ کی خوش قسمتی تھی کہ اللہ کے پیارے حبیب، انبیاء کے سردار خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فیضِ صحبت اور آپؐ کی خدمت ان ہی کے مقدر میں لکھ دی گئی۔ چنانچہ سالِ نبوی میں مدینہ منورہ سے حج کو آنے والے کچھ افراد نے آپؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ ان میں سے دُو آدمی قبیلہ اوس کے تھے اور چار آدمی قبیلہ خزرج کے تھے۔ ساتھ میں ان لوگوں نے آپؐ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ مدینہ منورہ جا کر آپؐ کے دین کی تبلیغ کریں گے۔ (شرح زرقانی ۲/۷۵، الطبقات الکبریٰ ۱/۱۷۰)

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد دو سو سالِ نبوت میں مدینہ منورہ سے آکر بارہ افراد نے قبولِ اسلام پر آپؐ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ اور ساتھ میں ان لوگوں نے یہ بھی وعدہ فرمایا کہ مدینہ میں جا کر آپؐ کے دین کی تبلیغ فرمائیں گے۔ اور اس میں بھی اوس اور خزرج دونوں قبیلے کی ذمہ دار شخصیات تھیں، اور ساتھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین سکھانے کے لئے حضرت مصعب بن عمیرؓ، عبداللہ بن امّ مکتومؓ اور عثمان بن مظعونؓ وغیرہ کو مدینہ روانہ فرمایا۔

(الطبقات الکبریٰ ۱/۱۷۱) اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تیس سالِ نبوت میں مدینہ کے شتر یا تہتر یا پچھتر خوش نصیب نفوسِ قدسیہ نے موسم حج میں آپؐ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔

(شرح زرقانی ۲/۸۵ و ۸۶، الروض الاصفیٰ ۲/۱۳۵)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شتر افراد میں سے بارہ افراد کو نقیب منتخب فرمایا۔ نو قبیلہ خزرج میں سے اور تین قبیلہ اوس میں سے۔ اس کے بعد آپؐ نے

فرمایا کہ آپ اپنے اپنے قبیلے کے دینی ذمہ دار ثابت ہوں گے۔ اور اپنی قوم کے معاملات کے کفیل ہوں گے۔ (عمدة القاری ۱/۱۵۶، البدایہ والنہایہ ۳/۱۶۱)

الطبقات الکبریٰ ۱/۱۷۲) اور ساتھ میں مدینہ والوں نے آقاؐ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں والہانہ طور پر دعوت پیش فرمائی کہ آپؐ کی قوم نے آپؐ کی قدر نہیں فرمائی۔ آپؐ ہمارے یہاں ہجرت کر کے تشریف لے آئے! اللہ ہمارے یہاں آپؐ کو اپنے رب کی عبادت اور اپنے دین کی دعوت و تبلیغ کی ہر سہولت فراہم ہوگی۔ اور آپؐ کے لئے ہم اپنی جان و مال سب کچھ قربان کر دیں گے۔ ادھر سے انصار کی یہ پیش کش تھی، ادھر سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؐ کے صحابہ مکہ والوں کی ایذا اور تکلیف کی وجہ سے تنگ آکر زبردست کس میرسی کی حالت میں تھے۔ نہ اللہ کی عبادت کر سکتے تھے۔ نہ ہی اسلام کی دعوت و تبلیغ کی آواز اٹھا سکتے تھے۔ اور نہ ہی مکہ مکرمہ کی سرزمین میں آزادانہ طور پر چلنا پھرنا آسان تھا، اسلئے آپؐ نے ایک خدا کی عبادت اور اس کی دعوت کی سہولت کے لئے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ دن بدن مہاجرین کا قافلہ مدینہ منورہ پہنچنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور آہستہ آہستہ مسلمانوں کی ایک بھاری تعداد مدینہ منورہ پہنچ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ بھی ہجرت کا بن چکا تھا، لیکن اللہ کی طرف سے ابھی اجازت نہیں ملی تھی۔ اسلئے ابھی حضورؐ مکہ میں مقیم رہے، اور آپؐ کی وجہ سے صدیق اکبرؓ بھی مکہ ہی میں رہے۔ (مستفاد الطبقات الکبریٰ ۱/۱۷۵)

۵ دارالندوہ میں قریش کی ہنگامی میٹنگ

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا
لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ
يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ
اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِيْنَ ۝

(سورۃ انفال آیت ۳۰)

اور جب آپ کے ساتھ وہ لوگ دھوکہ اور
فریب کرنے لگے تاکہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو
مار ڈالیں یا آپ کو نکال باہر کر دیں، اور وہ
لوگ اپنے داؤں اور فریب اور حیلہ کر رہے تھے
اور اللہ بھی اپنے داؤں چلا رہا تھا۔ اور

اللہ کا داؤں اور حیلہ سب سے بہتر ہے۔

مسلمانوں کے چند افراد کو چھوڑ کر باقی سب کے سب رفتہ رفتہ مدینہ منورہ ہجرت
کر کے جا چکے اور وہ حضرات جو ابھی تک نہیں جاسکے ان میں سے اکثر حضرات یا تو
مکہ کے کسی سرمایہ دار کے غلام یا باندی تھے، اور یا خاندان کے طاقتور لوگوں کے
پھندے میں پھنسے ہوئے تھے جس کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے جب مکہ والوں نے
یہ مآجرا دیکھا کہ اب تو یہ لوگ یثرب کے لوگوں کو ساتھ لیکر ہمارے محاذ میں
کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اور ابھی محمد ہمارے درمیان مکہ میں موجود ہیں۔ خدا نخواستہ
اگر محمد بھی یثرب پہنچ گئے تو ہمارے محاذ آرائی اور مقابلہ میں ضرور کھڑے ہو سکتے
ہیں۔ اسلئے محمد کے بارے میں آخری فیصلہ کیا کرنا ہے؟ اس سلسلہ میں دارالندوہ
میں پارلیمنٹ کی میٹنگ بلانی گئی جس میں مکہ والوں کے ہر قبیلہ کے ہائی مکیان
افراد تھے۔ اور ان افراد کی مقدار کیا تھی۔ اس سلسلہ میں علامہ عبدالرحمن سیہیلی
نے الروض الائف ۴/۱۷۶ میں چودہ افراد کا نامزد ذکر فرمایا ہے جن کے نام ہم بھی
یہاں درج کر دیتے ہیں ① عتبہ بن ربیعہ ② شیبہ بن ربیعہ ③ ابوسفیان
ابن حرب ④ طعیمہ بن عدی ⑤ جیسر بن مطعم ⑥ حارث بن عامر بن نوفل

④ نصر بن حارث ⑧ ابوالبحری بن ہشام ⑨ زمعه بن اسود ⑩ حکیم
ابن حزام ⑪ ابوجہل بن ہشام ⑫ ثبیہ بن حجاج ⑬ منبہ بن حجاج ⑭ امیر
ابن خلف — (الروض الالف ۴/۱۷۶ تا ۳/۱۷۷)

جب دارالندوہ میں قریش کے ان ہائی کمان افراد کی میٹنگ ہونے لگی
تو شیطان نے اپنی شیخوخت کا لباس پہن کر قریش کے ان سرداروں کے
سامنے اپنے آپ کو صوبہ نجد کا ایک تجربہ کار شیخ ظاہر کیا۔ جب دارالندوہ میں
مختلف لوگوں کی مختلف آراء سامنے آئیں تو ہر ایک رائے پر شیطان نے
کمزوری کا نقطہ لگایا۔ جب آخر میں ابوجہل نے یہ رائے پیش کی کہ مکہ کے ہر قبیلہ
کے ایک ایک نوجوان تلوار لیکر یکبارگی محمد پر حملہ کر دیں، تاکہ محمد کا خون مکہ کے
ہر قبیلے میں بٹ جائے، اور بنی ہاشم تمام قبیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔
مجبور ہو کر دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے۔ ہم آسانی سے دیت ادا کر دیں گے۔
اس رائے پر شیطان نے شاباشی دیکر توثیق کی کہ یہی سب سے مناسب پلان
ہے۔ چنانچہ یہی طے ہوا کہ آج ہی کی رات میں یہ بدترین کارنامہ انجام دینا ہے۔
(الطبقات الکبریٰ ۱/۷۶، الروض الالف ۴/۱۷۷، شرح زرقانی ۲/۹۵)

۹ ہجرت کے لئے روانگی

پھر قوت دی ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان
لائے تھے ان کے دشمنوں پر بھروسہ
ایمان والے دشمنوں پر غالب رہے۔

فَاَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا
عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَاصْبَحُوا
ظَاهِرِينَ ۝

(سورہ صف آیت ۱۲)

ادھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہجرت کا حکم دیدیا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ایک تفصیلی روایت ہے کہ اسی دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر تشریف لائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کا حکم دیدیا ہے۔ چنانچہ اسی رات میں ہجرت کی تیاری فرمائی۔ (بخاری شریف ۵۸۶/۲، ۸۶۴/۲) اور حضرت جبرئیل امین نے آپ سے یہ فرمادیا تھا کہ آج کی رات آپ اپنے بستر پر خود آرام نہ فرمائیے کسی اور کو اپنے بستر پر لٹا دیجئے۔ چنانچہ حضرت علی کریم اللہ وجہہ کو بستر پر لیٹنے کی ذمہ داری سونپی اور فرش کے نوجوان اوباشوں نے آپ کی رہائش گاہ کو گھیر لیا۔ اور رات کی تاریکی کا جو وقت قرار داد میں طے پایا تھا بڑے غرور اور فخر کے ساتھ اس وقت کا انتظار کر رہے تھے آپ نے ایک منٹھی سنگریزے لیکر ان سب کے سروں پر بکھیر دیئے، اور سورہ لیس کی آیت کریمہ پڑھتے ہوئے سب کے سروں پر مٹی پھینکتے ہوئے درمیان میں سے نکل گئے۔

اور ہم نے ان کے آگے بھی رکاوٹ کھڑی کر دی اور ان کے پیچھے بھی رکاوٹ کھڑی کر دی، پس ہم نے ان کو ڈھانپ لیا، وہ دیکھنے پر قادر نہیں رہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ
سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا
فَأَعْيَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يَبْصُرُونَ
(سورہ لیس آیت ۷)

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مجمع کو چیرتے ہوئے نکل کر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیکر جبل ثور تشریف لے گئے۔ اور جبل ثور مکہ مکرمہ سے مدینہ کے راستہ پر نہیں ہے، بلکہ الٹی سمت پر ہے۔ اور ادھر حیب گھراؤ کرنے والوں کو آپ کے ان کے بیچ سے نکل کر جانیکا علم ہوا تو مکہ مکرمہ کے ہر طرف تلاش کرنے کے لئے پھیل گئے۔ جب آپ غار ثور

میں تشریف فرما ہو گئے تو یہ لوگ غار کے منہ تک پہنچ گئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں ان لوگوں کو اندھا کر دیا تھا، کسی طرح آپ پر کامیاب نہ ہو سکے۔

(الطبقات الکبریٰ ۱/۱۷۹)

بخاری شریف میں ایک لمبی روایت ہے اس میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو پہلے ہی سے اندازہ تھا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اچانک کسی بھی وقت ہجرت کا ارادہ فرما سکتے ہیں۔ اسلئے عمدہ ترین دواؤں کو کئی مہینے تک کھلا پلا کر طاقتور بنالیا تھا اور جب آثارِ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غارِ ثور میں تین دن تک قیام فرمایا۔ اس اثنائے میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ جو حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلام اور قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ جو حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کے ماں باپ شریک حقیقی بھائی تھے، دونوں حضرات بکریوں کو چرانے کیلئے جبلِ ثور کے دامن پر لجا یا کرتے تھے اسی کے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء اور بکریوں کا دودھ آفتِ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں پہنچا دیا کرتے تھے۔ اور شام ہونے سے پہلے مکہ واپس آجاتے، اور حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ میں پھر پہنچ جاتے، اور لوگوں کے حالات سے حضور کو آگاہ فرماتے اور پھر صبح ہونے سے قبل گھر واپس آجاتے۔ اسی طرح جبلِ ثور میں تین روز گزار دیئے۔ اور تین دن کے بعد پیر کے روز سید الکونین علیہ السلام رفیقِ غار حضرت صدیقِ اکبرؓ کو لیسکر مدینۃ المنورہ کیلئے روانہ ہو گئے۔ اور حضرت عامر بن فہیرہؓ بھی خادمِ خاص کی حیثیت سے ساتھ میں روانہ ہو گئے۔

(بخاری شریف ۵۸۷/۲، ۸۶۲/۲) شرح زرقانی ۱۲۷/۲

حضرت ام المومنین عائشہؓ کی والدہ حضرت ام رومانؓ کے پہلے

عامر بن فہیرہ کا مختصر تعارف

شوہر عبداللہ بن حارث بن سخرہ تھے ان سے ام رُمان کے بطن سے طفیل بن عبداللہ پیدا ہوئے۔ اور حضرت عامر بن فہیرہ عبداللہ بن حارث کے غلام تھے۔ اور عبداللہ بن حارث اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان حلیفانہ دوستی ہو گئی۔ پھر عبداللہ ابن حارث کا انتقال ہو گیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے ام رُمان سے نکاح کر لیا۔ اور عامر بن فہیرہ کو عبداللہ بن حارث یا ان کا بیٹا طفیل بن عبداللہ سے خرید کر آزاد کر دیا اور آپ کے دارِ ارقم میں قیام سے قبل اسلام لے آئے، پھر ہجرت میں ساتھ رہے۔ پھر بنی معونہ میں ستر صحابہؓ کے ساتھ شہید ہو گئے اُن کی لاش کو فرشتوں نے آسمانوں کی طرف اٹھا لیا یہ ماجرہ خود قاتلوں نے بعد میں بیان کیا۔ بخاری شریف میں متعدد مقامات میں ان کا ذکر موجود ہے۔ بہر حال ہماری اصل بات سفرِ ہجرت سے چل رہی تھی لہذا گفتگو کو پھر اسی طرف موڑتے ہیں۔

ادھر عبداللہ بن اریقط جو ابھی تک اسلام نہیں لایا تھا اور کفار کے دین پر تھا، مگر نہایت امانت دار اور وعدہ کا پابند شخص تھا اور مکہ سے مدینہ کے خفیہ راستوں پر خوب واقف تھا مکہ سے غارِ ثور کے لئے نکلنے سے پہلے اُن سے ہجرت کے ساتھ معاملہ طے ہو چکا تھا کہ خفیہ راستوں سے مدینہ تک پہنچانے کی ذمہ داری اُن پر ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے سفر کیلئے جن دو اونٹوں کو تیار کر رکھا تھا ان کو عبداللہ ابن اریقط کے حوالہ کر دیا اور ساتھ میں یہ کہہ دیا کہ تین دن کے بعد پیر کے دن دونوں اونٹوں کو لیکر جبلِ ثور پہنچ جانا اور وہاں سے ہمارا سفر شروع ہو گا۔ چنانچہ وعدہ کے مطابق ربیع الاول کی پہلی تاریخ پیر کے دن دونوں اونٹوں کو لیکر جبلِ ثور پہنچ گئے اور پھر وہاں سے اللہ کے حبیب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے مقدس ساتھیوں کے ہمراہ ہجرت کا سفر شروع ہوا اور اثنائے سفر مختلف صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے ایک ہفتہ کے بعد پیر کے دن

مدینۃ المنورہ کی مبارک سربسز شاداب باغات کی ہوائیں لگنے لگیں۔ مدینہ کی آبادی کی مبارک دیواریں نظر آنے لگیں۔ اور قبا میں پہنچ کر قیام فرمایا۔ شرح زرقانی ۱۲۸/۲، سے بیسوں صفحات تک تفصیل ہے۔

مدینہ کی ہرشی میں نور

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے کہ جس دن سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینۃ المنورہ میں تشریف لائے ہوئے تھے، اس دن مدینۃ المنورہ کی درو دیوار اور ہرشی میں ایک عجیب و غریب نوری نور چمکتا ہوا دکھائی دے رہا تھا اور جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اُس دن مدینہ کی ہرشی میں ظلمت ہی ظلمت اور تاریکی ہی تاریکی نظر آنے لگی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اُس دن مدینہ کی ہرشی میں چمکتا ہوا نور دکھائی دیا۔ پھر جب وہ دن آیا جس میں آپ کی وفات ہوئی تو مدینہ کی ہرشی میں ظلمت ہی ظلمت دکھائی دی۔

عن انس بن مالک قال لما كان اليوم الذي دخل فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة اضاء منها كل شيء فلما كان اليوم الذي مات فيه اظلم منها كل شيء۔

(ترمذی شریف ۲/۲۰۳، ابن ماجہ ۱/۱۱۷،

مسند امام احمد بن حنبل ۳/۲۲۱، ۳/۲۶۸)

یوم الاثنین یعنی پیر کے دن کی خصوصیت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ یوم الاثنین یعنی پیر کے دن کو آقارب نامدار علیہ السلام کی سیرت کے ساتھ ایک خاص خصوصیت اور مناسبت ہے وہ فرماتے ہیں کہ پیر کے دن آپؐ کی ولادت باسعادت ہوئی اور پیر ہی کے دن آپؐ کو نبوت ملی اور پیر کے دن حجرِ اسود کو اپنی جگہ رکھا گیا۔ اور پیر کے دن آپؐ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ المنورہ ہجرت کیلئے غارِ ثور سے سفر کی ابتداء فرمائی۔ اور پیر کے دن آپؐ مدینہ المنورہ پہنچے اور پیر ہی کے دن آپؐ کی وفات کا سانحہ پیش آیا۔ (تاریخ الطبری ۵/۲ - شرح زرقانی ۲۵۰/۱ حاشیہ سیرت بن ہشام ۵۷۸/۴ -

البدایہ والنہایہ ۲/۲۶۰) - حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابن عباسٍ قَالَ وَلِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَاسْتُنْبِئَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَتُوفِيَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَخَرَجَ مُهَاجِرًا مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَقَدِمَ الْمَدِينَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَرَفَعَ الْحَجَرَ الْأَسْوَدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ (مسند احمد بن حنبل ۱/۲۷۷، مسند احمد مرقم حدیث ۲۵۰۶)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت پیر کے دن ہوئی اور پیر ہی کے دن آپؐ کو نبوت ملی اور پیر ہی کے دن آپؐ کی وفات ہوئی۔ اور پیر ہی کے دن آپؐ نے مکہ سے مدینہ کیلئے ہجرت کا سفر شروع فرمایا۔ اور پیر ہی کے دن آپؐ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ اور پیر کے دن حجرِ اسود کو تعمیرِ کعبہ کے موقع پر اپنی جگہ رکھا گیا۔

اہلِ مدینہ کی قسمت کی بہار

انصارِ مدینہ اوس اور خزرج کی اصلیت یہ ہے کہ مُلکِ یمن میں بادشاہ ابرہہ کی دارالسلطنت شہر صنعاء سے تین منزل — کے فاصلہ پر سبا کی دارالسلطنت شہر مآرب واقع تھا۔ یہ بلقیس کی دارالسلطنت تھی۔ انصارِ مدینہ یعنی اوس و خزرج کے باپ دادا درحقیقت یمن کے اس خوشحال شہر کے رہنے والے تھے جہاں قوم سبا آباد تھی۔ شہر مآرب دو طرفہ پہاڑوں کے درمیان وادی میں واقع تھا۔ دونوں پہاڑوں کے درمیان سے بارش کا سیلاب آتا تھا۔ یہ شہر ہمیشہ سیلاب کی زد میں رہتا تھا۔ بلقیس کے دورِ سلطنت میں نہایت مستحکم اور مضبوط انداز سے پانی کا سیلاب روکنے کے لئے ایک بند (ڈیم) تعمیر کی گئی جس کو سدِ مآرب سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اور اس ڈیم کو ایک مضبوط انتظام کے تحت اس شان کے ساتھ بنایا گیا تھا کہ یہ ڈیم ایک سو چھاس فٹ اونچی اور چھاس فٹ چوڑی ایک مضبوط دیوار ہے۔ اس کے اوپر نیچے پانی نکالنے کے لئے تین دروازے رکھے گئے تاکہ پانی کا یہ ذخیرہ انتظام کے ساتھ شہر کے لوگوں اور ان کی زمین و باغات کی آب پاشی کے کام آتا رہے۔ اور بقدر ضرورت پانی کے لئے دروازہ کھول دیا کرے۔ چنانچہ اس ڈیم کے قائم ہونے کے بعد عرب کا یہ رنگستانی علاقہ نہایت سرسبز و شاداب اور عمدہ ترین پھلوں کی پیداوار کے ساتھ شہرت یافتہ ہو گیا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ سبا میں ایک عجیب شان کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے، کہ ڈیم کے دونوں جانب دو طرفہ پہاڑوں کے

دامن پر عجیب خوشنما انداز کے باغات تیار ہو گئے، اور ابھی عمدہ عمدہ پھل پیدا ہوتے رہے۔ جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ سبا آیت ۱۵-۱۶ میں نہایت شاندار الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

(مستفاد فوائد عثمانیہ / ۵۷۲، معارف القرآن ۴/ ۲۸۱)

جب قوم سبا میں عیش و عشرت کے تمام اسباب فراہم ہو گئے تو خدا کی نافرمانی شروع کر دی جس کے نتیجہ میں اس کے اوپر سیلاب کا عذاب مسلط کر دیا گیا۔ اور عذاب آنے سے پہلے اس زمانہ کے کاهنوں اور نجومیوں نے اس کی پیشین گوئی کر دی تھی کہ تم یہ علاقہ چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو جاؤ، ورنہ سیلاب کے عذاب کی زد میں آ جاؤ گے۔ چنانچہ وہاں کے قبائل نے دوسری جگہ منتقل ہونا شروع کر دیا۔

ترمذی شریف میں حضرت فروہ بن مسیک المرادی سے ایک مفصل روایت مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سبا کس چیز کا نام ہے، کسی علاقہ یا کسی عورت کا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ کسی علاقہ کا نام ہے اور نہ ہی کسی عورت کا، بلکہ ایک مرد کا نام ہے۔ اور اس کے دس لڑکے تھے۔ اور دس سے دس قبیلے بن گئے۔ ان میں سے چھ قبیلے یمن کے مختلف علاقہ میں منتشر ہو گئے۔ ان قبائل کے نام حسب ذیل ہیں۔

- | | |
|--------------|---------------|
| ① قبیلہ ازد | ② قبیلہ اشعر |
| ③ قبیلہ حمیر | ④ قبیلہ کنده |
| ⑤ قبیلہ مذحج | ⑥ قبیلہ انمار |
- اور چار قبیلے ملک شام کی طرف منتقل ہو گئے۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔
- | | | | |
|-------------|--------------|--------------|--------------|
| ⑦ قبیلہ لخم | ⑧ قبیلہ جذام | ⑨ قبیلہ غسان | ⑩ قبیلہ آملہ |
|-------------|--------------|--------------|--------------|
- (ترمذی شریف ۲/ ۱۵۸)

انصار کا نسب

اب انصار کا اصل نسب یہ ہے کہ جو چار قبیلے ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے تھے انکی شاخوں میں دو خاندان اوس اور خزرج بھی تھے جن کو بنو قیلہ بھی کہا جاتا ہے۔ وہ لوگ بجائے ملک شام جانے کے مدینہ میں مقیم ہو گئے۔ یہ حضور کی تشریف آوری سے ایک ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے۔ اور اس وقت مدینہ پر یہود کا تسلط تھا۔ جب قبیلہ اوس و خزرج مدینہ پہنچے تو یہودیوں نے اس شرط پر مدینہ میں اقامت کی اجازت دی کہ جب بھی تمہارے یہاں کسی کی شادی ہوگی تو پہلی رات دلہن کو ہمارے یہاں بھیجنا پڑے گا۔ ان لوگوں نے مجبوری میں اس شرط کو قبول کر لیا۔ لیکن واقعہ یہ پیش آیا کہ جب شادی ہوئی تو شادی کے دن (دلہن) چہرہ کھول کر بالکل بے حجاب مجمع کے سامنے آگئی۔ مجمع میں اس کے سب رشتہ دار موجود تھے، انہوں نے اس کو اس بے حیائی پر عار دلائی۔ دلہن نے کہا کہ تمہیں ڈوب مرنے چاہیے کہ مجھے غیر شوہر کے پاس بھینے پر راضی ہو گئے۔ تمہیں اس پر کوئی شرم و غیرت نہیں آئی۔ یہ بات تیر کی طرح لگی۔ اور غیرت و حمیت کو جوشش آیا اور ان لوگوں نے تہمت کر لیا کہ اس ذلت کو ہرگز گوارا نہیں کریں گے۔ اگر جنگ کی نوبت آئی تو ہمت ابل کر دیں گے۔ چنانچہ جنگ ہوئی اور خداوند قدوس نے ان کو یہودیوں پر غالب کر دیا۔ اس کے بعد مدینہ کے یہود اوس و خزرج سے کہا کرتے تھے کہ ہمیں نبی آخر الزماں کا انتظار ہے۔ (نضر الباری ۱/۲۳۸)

جب ان کا ظہور ہوگا تو ہم ان کی اتباع کر کے اور ان پر ایمان لا کر تمکو نصیب و نالود کر دیں گے۔ یہودی حج نہیں کرتے تھے۔ اوس و خزرج کے لوگ عرب

کی طرح بیت اللہ شریف کا حج کرتے تھے۔ چنانچہ موسم حج میں اوس و خزرج کے کچھ لوگ حج کو آئے ہوئے تھے۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعوتِ اسلام دے رہے ہیں تو ان لوگوں نے آپس میں گفتگو کی کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہود جس نبی کے بارے میں ہم سے کہا کرتے تھے یہ وہی نبی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہم لوگوں کو یہود سے سبقت کرنی چاہئے، اور ان پر ایمان لانا چاہئے۔ منیٰ میں ایک گھاٹی ہے جس میں اس وقت حجرہ عقبہ قائم ہے۔ پھر وہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان لوگوں سے ملاقات ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے دعوتِ ایمان پیش کی تو چھ آدمی ایمان لائے، پھر مدینہ واپس جا کر انہوں نے تبلیغِ اسلام شروع کی، گھر گھر اسلام کا پرچہ ہونے لگا۔ آئندہ سال حج کے لئے وہ لوگ پھر آئے تو بارہ آدمی بیعت ہوئے۔ اس کے بعد نبی کریم علیہ السلام نے مصعب بن عمیرؓ اور عبداللہ بن امّ مکتومؓ کو مدینہ منورہ روانہ کیا تاکہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور اللہ کی طرف بلائیں۔ ان لوگوں کے ہاتھ پر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے پھر اگلے سال حضرت مصعب بن عمیرؓ مسلمانوں کے ایک گروہ کو اپنے ہمراہ لیکر اداہ حج کے لئے مکہ مکرمہ شریف لائے جن میں مسلمانوں کے علاوہ اوس و خزرج کے مشرکین بھی تھے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، بلکہ زیادہ تعداد انہی لوگوں کی تھی، مشہور قول کے مطابق ستر مرد اور دو عورتیں تھیں جنہوں نے آپ کے دستِ مبارک پر اس گھاٹی میں بیعت کی۔ اسی موقع پر نبی کریم علیہ السلام نے بارہ نقیب مقرر فرمائے۔ اس کے بعد مسلمان ہجرت کر کے مدینہ جانے لگے۔ اور بعد میں نبی علیہ السلام نے ہجرت فرمائی۔ انصاری نے سارے عرب کو اپنا دشمن بنا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور مومنین کی مدد کی۔ اور ان کی نصرت و حمایت وعدہ سے بھی زیادہ کی۔

(عمدة القاری ۱/۱۵۶، درس بخاری ۱/۱۹۵، ۱/۱۹۶)

سید الکونین کی آمد سے اوس و خزرج کی عداوت دوستی میں تبدیل

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ المنورہ ہجرت کر کے تشریف لانے سے پہلے انصارِ مدینہ جو یمن سے آئے ہوئے بنو قیلہ کے بڑے بڑے دو خاندان تھے جن کو قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان دونوں قبیلوں کے درمیان صدیوں سے عداوت و کینہ اور دشمنی کا خطرناک سلسلہ جاری تھا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف آوری سے (راج قول کے مطابق) پانچ سال قبل اور ایک دوسری روایت کے مطابق چار سال قبل مدینہ کی آبادی سے دو میل کے فاصلہ پر بنو قریظہ کے علاقہ میں ایک مقام ہے جس کا نام مقام بُعات ہے، اس میں دونوں کے درمیان ایک خونریز جنگ ہوئی۔ یہ جنگ ان تمام جنگوں میں نہایت خطرناک اور اعصابی جنگ تھی۔ جو صدیوں سے متعدد مرتبہ پیش آئی تھی، اور یہ جنگ یوم بُعات کے نام سے موسوم ہے۔ جب دونوں قبیلوں کے سامنے یوم بُعات کا نام آجاتا تو دونوں طرف سے آگ بھڑکنا شروع ہو جاتی۔ اور جنگ میں قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج دونوں کے بڑے بڑے اکابر اور سرداران مارے گئے۔ قبیلہ اوس کا سب سے بڑا سردار حُضیر جو حضرت اُسید بن حضیر کے والد تھے اور قبیلہ خزرج کا

سردار عمرو بن نعمان بیاضی اور دیگر بڑے بڑے سرداران مارے گئے۔ اور ان کے بڑے بڑے اکابر زخم خوردہ بھی ہو گئے۔ جس کے نتیجہ میں دونوں طرف کے لوگوں میں عداوت و دشمنی کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اسی اشار میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قبیلوں کے ساتھ ایسا عظیم ترین فضل فرمایا کہ دو عالم کے سردار خاتم الانبیاء علیہ السلام کو مکہ مکرمہ سے مدینہ المنورہ ان کے درمیان بھیج دیا۔

(فتح الباری مطبع دار الریان ۱۳۸/۷، فوائد عثمانیہ/۸۱)

اس مضمون سے متعلق بخاری شریف میں متعدد روایات موجود ہیں۔ ایک مختصر روایت یہاں درج کر دیتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یُعَاث کا دن وہ دن تھا جس کو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر سے پہلے لایا (اس میں بڑی مصلحت تھی) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو انصاری کا یہ حال تھا کہ ان میں بڑی پھوٹ پڑی ہوئی تھی۔ ان کے کچھ سردار لوگ مارے گئے۔ اور کچھ زخمی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے کیا۔ اپنے پیغمبر کی شان کے لئے، تاکہ وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لاتے وقت بسہولت اسلام میں داخل ہو جائیں۔

عن عائشۃ قالت کان یوم یُعَاث یوماً قدّامہ اللہ لِرَسُولہ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَدِمَ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المَدینۃ وقد اِفْتَرَقَ مَلُوئُہُمْ وَقَتِلَتْ سَرَوَاتُہُمْ وَجُرِحُوا فَقَدِمَ اللہُ لِرَسُولہ فی دُخُولِہُمْ فی الْاِسْلَامِ۔ الْحَدِیث

(بخاری شریف ۵۳۲/۱ حدیث نمبر ۳۶۴۰)

۵۴۳/۱ حدیث نمبر ۲۷۰۸ ،

۵۵۹/۱ حدیث نمبر ۳۷۹۰)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آقارِ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے انصار کے دونوں قبیلوں کے درمیان صدیوں سے جو عداوت و دشمنی تھی اسکو ختم کر دیا، اور دونوں کے درمیان نہایت خوبصورت انداز سے محبت و مودت کا سلسلہ جاری فرمایا اور دونوں قبیلوں کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کے لئے بھائی بھائی بن گئے۔ اور دونوں کے درمیان ایسی ساکھ قائم ہو گئی کہ دوسرے قبائل کے لوگ اور ان کے دشمنان ان کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے، اور یہ برادرانہ اتحاد اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے جو روئے زمین کا خزانہ خرچ کر کے بھی میسر نہیں آسکتی تھی۔ مگر اللہ کے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے انصار کو یہ نعمت حاصل ہو گئی اس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔

وَإِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُم مِّنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

{ سورۃ آل عمران
آیت ۱۰۳ }

اور تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تمہارے اوپر مبذول فرمائی ہے جبکہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی، لہذا اب اللہ کے فضل و نعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے بحالانکہ تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ گئے تھے۔ پھر تم کو اس نے اس خطرہ سے نجات دی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی آیتوں اور نشانوں کو اسی طرح واضح کر کے کھول دیتا ہے تاکہ تم راہِ حق پاؤ۔

قیام سے شہر مدینہ کے لئے روانگی

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینۃ المنورہ ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو سیدھے شہر مدینہ میں تشریف نہیں لے گئے بلکہ آپ پہلے مدینۃ المنورہ کے عوالی میں جہاں بنو عمرو بن عوف آباد تھے وہاں قیام پذیر رہے اور اس کو قبار کا علاقہ کہا جاتا ہے۔ اور اسی قیام کے درمیان آپ نے مسجد قبار تعمیر فرمائی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ بعد میں ہر ہفتہ مسجد قبار تشریف لیجا یا کرتے تھے۔ اور آپ نے قبار کے علاقہ میں چوبیس برس روز اور بخاری کی بعض روایات کے مطابق چودہ دن قیام فرمایا ہے۔ اور جس دن آپ نے قبار میں نزول فرمایا، راتح قول کے مطابق پیر کا دن تھا۔ اور ربیع الاول کی آٹھ تاریخ تھی۔ اور چودہ دن قیام فرمانے کے بعد جمعہ کے دن آپ قبار سے شہر مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہو گئے۔ اور راستہ میں بنو سالم کا محلہ پڑتا ہے۔ اسیں جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔ اور یہ اسلام کا سب سے پہلا جمعہ ہے۔ اور جس جگہ آپ نے جمعہ کی نماز ادا فرمائی ہے وہاں پر جو مسجد بنائی گئی تھی اس کو مسجد جمعہ کہا جاتا تھا۔ اور آپ نے قبار سے روانہ ہونے سے پہلے بنو نجار کے پاس جو آپ کے تنہالی رشتہ دار تھے اطلاع بھیجی کہ ہم مدینہ منورہ آرہے ہیں۔

بنو نجار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کیلئے اس شان سے حاضر ہوئے کہ تلواریں حائل کئے ہوئے تھے، قبائل کے سرداروں اور بڑے لوگوں کی پذیرائی کی صورت یہی ہوتی تھی کہ تلواروں اور نیزوں کے ساتھ استقبال کیا جائے۔ آپ نے صدیق اکبر کو ان کی عزت افزائی کے لئے اپنے پیچھے بیٹھا رکھا تھا حالانکہ حضرت صدیق اکبر کے پاس سواری الگ موجود تھی آپ اس شان سے روانہ

ہوئے کہ صدیق اکبرؓ ہم رکاب ہیں اور قبیلہ بنو نجار کے سردار آپ کے ارد گرد
جل رہے ہیں۔

حضرت ابوالیوب انصاریؓ کی قسمت کی سبقت اور ان کے گھر کی تاریخی اہمیت

راستے میں جتنے قبائل آتے رہے ان میں سے ہر ایک نے یہ خواہش ظاہر کی کہ
آپ ہمارے یہاں تشریف فرما ہوں اور خدمت کا موقع دیں مگر آپ ان حضرات
کو دعا دیتے اور فرماتے کہ ناقہ یعنی آپ کی سواری منجانب اللہ مامور ہے، جہاں
اس کو حکم ہوگا وہیں یہ بیٹھ گئی۔ یہاں تک کہ ناقہ حضرت ابوالیوبؓ انصاری کے مکان کے
سامنے بیٹھ گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ناقہ پھر کھڑی ہوئی اور مسجد کی تعمیر کے پاس گئی۔
مگر پھر لوٹی اور آکر وہیں بیٹھ گئی۔ آپ نے وہاں سامان اُتر وادیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کے مکان میں چھ مہینے قیام فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ ۱۹۸/۳ تا ۲۰۱/۳)
تاریخ و سیر کی کتابوں میں یہ ہے کہ حضرت ابوالیوب انصاریؓ کا یہ مکان جس
میں آپ نے قیام فرمایا، یمن کے بادشاہ تبع اول نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے
تام سے تعمیر کرایا تھا جس کو ایک ہزار سال گزر چکے تھے۔ تبع اول نے ایک ہزار سال
پہلے ادھر کا سفر کیا تھا، مکہ معظمہ میں اس نے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا۔ جب وہ
مدینہ پہنچا تو اس کے ساتھ چار سو علمائے تھے۔ جب یہ علماء مدینہ پہنچے تو انہوں نے
تبع سے درخواست کی کہ انہیں یہیں قیام کی اجازت دی جائے۔ اس نے وجہ
دریافت کی تو ان علماء نے بتلایا کہ ہم انبیاء علیہم السلام کے صحیفوں میں یہ لکھا
ہوا پاتے ہیں کہ نبی آخر الزماں جس کا نام محمدؐ ہوگا یہ سرزمین ان کی دارالہجرت ہوگی۔

ہم یہاں قیام کر کے ان کا انتظار کرنا چاہتے ہیں اگر ہماری زندگی میں ایسا ہو گیا تو زہے قسمت ورنہ ہم آپ کے بار میں اپنی اولاد کو وصیت کر دیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ علمائے اوس و خزرج کے آباؤ اجداد تھے۔ تو اس روایت کے مطابق معلوم ہوا کہ سدمائے رب ٹوٹ کر آنے والے سیلاب سے بچ کر آنے والوں میں وہاں کا بادشاہ تبع اول بھی اپنے علمائے کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ پھر اثنائے سفر مدینہ میں یہ موقع پیش آیا تھا۔ تبع نے نہ صرف یہ کہ ان علمائے کو یہاں قیام کی اجازت دی بلکہ وہ خود بھی یہاں کچھ دنوں کیلئے قیام پذیر رہا اور اس نے ہر عالم کے لئے مستقل ایک مکان تعمیر کرایا ان کے نکاح کا انتظام کیا اور ان کو بیش قیمت اموال عطا کئے۔ علمائے کے مکانات کے علاوہ ایک مکان خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تیار کرایا کہ جب نبی آخر الزماں مدینہ میں منتقل ہوں تو وہ اس مکان میں قیام فرمائیں۔ اور آپ کے نام اس نے ایک تحریر لکھی جس میں اپنے اسلام اور ملاقات کے اشتیاق کا اظہار تھا۔ یہ تحریر اس نے ان علمائے میں سے ایک بڑے عالم کے سپرد کی کہ اگر آپ نبی آخر الزماں کا زمانہ پائیں تو میری یہ تحریر آپ کی خدمت میں پیش کر دینا، ورنہ میری یہ تحریر اپنی اولاد کے سپرد کر کے انہیں یہی وصیت کرنا جو میں تم کو کر رہا ہوں، کہتے ہیں کہ حضرت ابوالیوب انصاریؓ اسی بڑے عالم کی اولاد میں تھے اور انہوں نے تبع کی وہ تحریر آپ کی خدمت میں پیش کی تھی، جو ان کے پاس نسلاً بعد نسل وصیت کے طور پر منتقل ہوتی ہوئی پہنچی تھی (ایضاح البخاری ۱۴۲/۳ - از حضرت مولانا سید فخر الدین احمد) یہ تفصیلی بحث شرح زرقانی ۱۶۴/۲ میں موجود ہے۔ احقر کو یہ واقعہ صرف سیرت کی کتابوں میں ملا ہے حدیث کی کتابوں میں نہیں مل سکا۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۞ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
 اللَّهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ
 بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

باسمہ تعالیٰ

اسلامی سال کی تاریخی ابتداء

اسلام سے پہلے صرف عیسوی سال اور مہینوں سے تاریخ لکھی جاتی تھی اور مسلمانوں میں تاریخ لکھنے کا دستور نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس خط لکھا کہ آپ کی طرف سے حکومت کے مختلف علاقوں میں خطوط جاری ہوتے ہیں مگر آپ کے ان خطوط میں تاریخ لکھی ہوئی نہیں ہوتی۔ اور تاریخ لکھنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے کہ کس دن آپ کی طرف سے حکم جاری ہوا، اور کب پہنچا، اور کب اس پر عمل ہوا۔ ان سب باتوں کے سمجھنے کا مدار تاریخ لکھنے پر ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو نہایت معقول بات سمجھا۔ اور فوری طور پر اکابر صحابہؓ کی ایک میٹنگ بلوائی۔ اس میں مشورہ دینے والے اکابر صحابہؓ کی طرف سے چار قسم کی رائے سامنے آئیں۔

۱۔ اکابر صحابہؓ کی ایک جماعت کی یہ رائے ہوئی کہ آپؐ کی ولادت کے سال سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔

۲۔ دوسری جماعت کی رائے یہ ہوئی کہ نبوت کے سال سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔

۳۔ تیسری جماعت کی رائے یہ ہوئی کہ ہجرت سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔

۴۔ چوتھی جماعت کی رائے یہ ہوئی کہ آپؐ کی وفات سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔

ان چاروں قسم کی رائے سامنے آنے کے بعد ان پر باضابطہ بحث ہوئی تو حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ سنایا کہ ولادت یا نبوت سے اسلامی سال کی ابتداء کرنے میں اختلاف

سامنے آسکتا ہے۔ اسلئے کہ آپؐ کی ولادت کا دن اسی طرح آپؐ کی بعثت کا دن قطعی طور پر اسوقت متعین نہیں ہے بلکہ اختلاف ہے۔ اور وفات سے شروع کرنا اسلئے مناسب نہیں ہے کہ وفات کا سال اسلام اور مسلمانوں کے غم اور صدمہ کا سال ہے۔ اسلئے مناسب یہ ہوگا کہ ہجرت سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے اسیں چار خوبیاں ہیں۔

۱۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہجرت نے حق و باطل کے درمیان میں واضح امتیاز پیدا کر دیا۔

۲۔ یہی وہ سال ہے جس میں اسلام کو عزت اور قوت ملی۔

۳۔ یہی وہ سال ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان امن و سکون کیساتھ بغیر خوف و خطر کے اللہ کی عبادت کرنے لگے۔

۴۔ اسی سال مسجد نبویؐ کی بنیاد رکھی گئی۔

ان تمام خوبیوں کی بنا پر تمام صحابہ کرام کا اتفاق اور اجماع اس بات پر ہوا کہ ہجرت کے سال سے ہی اسلامی سال کی ابتداء ہوگی۔ یہ پورے تفصیل بخاری شریف ۵۶۰/۱ حدیث ۳۷۹۴ کے تحت شرح میں فتح الباری مطبع دارالریان ۳۱۵/۴ مطبع اشرفیہ دیوبند ۳۴۱/۴۔ عمدۃ القاری نسخہ قدیم ۶۶/۱۷ الروض الانف ۲۵۶/۲ میں موجود ہے۔

اسلامی مہینے کی ابتداء

پھر اسی مجلس میں ایک دوسرا مسئلہ اٹھا کہ سال میں بارہ مہینے ہیں، ان میں چار مہینے شہر حرام ہیں۔ ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ (بخاری شریف ۶۳۲/۲ حدیث ۴۲۲۸)

سال کے مہینے کی ابتداء میں بھی اکابر صحابہؓ کی مختلف آراء سامنے آئیں کہ سال کے مہینے کی ابتداء کس مہینے سے کی جائے۔

چنانچہ اس سلسلے میں اکابر صحابہؓ کی طرف سے چار قسم کی رائے سامنے آئیں۔
 ۱: ایک جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ رجب کے مہینے سے سال کے مہینہ کی ابتداء کی جائے۔ اسلئے کہ رجب سے ذی الحجہ تک چھ مہینے ہوتے ہیں پھر محرم سے رجب کی ابتداء تک چھ مہینے ہوتے ہیں۔

۲: دوسری جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ رمضان کے مہینے سے سال کے مہینے کی ابتداء کی جائے۔ اس لئے کہ رمضان سب سے افضل ترین مہینہ ہے جس میں پورا قرآن کریم نازل ہوا ہے۔

۳: تیسری جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ محرم کے مہینے سے سال کے مہینے کی ابتداء کی جائے۔ اسلئے کہ ماہ محرم میں حجاج کرام حج کر کے واپس آتے ہیں۔

۴: چوتھی جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ ربیع الاول سے سال کے مہینے کی ابتداء کی جائے۔ اس لئے اسی مہینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی کہ شروع ربیع الاول میں مکہ مکرمہ سے سفر شروع فرمایا اور ۸ ربیع الاول کو مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کی رائے نہایت احترام کے ساتھ سنی پھر آخر میں یہ فیصلہ دیا کہ محرم کے مہینے سے سال کے مہینے کی ابتداء ہوئی چاہیئے، اس کی دو خوبیاں سامنے آئیں۔

۱: حضرات انصار نے بیعت عقبہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ المنورہ ہجرت کر کے تشریف لانے کی دعوت پیش فرمائی تھی اور آپ نے انصار کی دعوت قبول فرمائی اور یہ ذی الحجہ کے مہینے میں حج کے بعد پیش آیا تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کے شروع سے صحابہ رضی اللہ عنہ کو ہجرت کیلئے

روانہ کرنا شروع فرما دیا تھا۔ لہذا ہجرت کی ابتداء محرم کے مہینے سے ہوئی۔ اور اس کی تکمیل ربیع الاول میں آپ کی ہجرت سے ہوئی۔

۲: حج اسلام کی ایک تاریخی عبادت ہے جو سال میں صرف ایک مرتبہ ہوتی ہے۔ اور حج سے فراغت کے بعد محرم کے مہینہ میں حاجی لوگ اپنے گھر واپس آتے ہیں۔ ان خوبیوں کی بنا پر سال کے مہینے کی ابتداء محرم سے مناسب ہے۔ اس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق اور اجماع ہوا کہ سال کے مہینے کی ابتداء محرم سے ہوگی۔

لہذا اسلامی سال کی ابتداء ہجرت سے اور اسلامی مہینے کی ابتداء محرم الحرام سے مان لی گئی اور اسی پر امت کا عمل جاری ہے۔

(بخاری شریف ۵۶۰/۱ حدیث ۳۷۹۲، فتح الباری مطبع دارالریان ۳۱۵/۷، مطبع اشرفیہ

دیوبند ۳۴۱/۷، الروض الانف ۲/۲۵۶، عمدۃ القاری نسخہ قدیم ۶۶/۱۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہجرت کے بعد دشمنوں کیساتھ حسن سلوک

آپ سہرا پارحمت

آفتابِ عالم رسولِ عربی، خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ

والسلام سارے جہان کے لئے سہرا پارحمت بنا کر

بھیجے گئے ہیں۔ اور آفتاب و ماہتاب سے گرمی و روشنی کا فیض ہر طرف

پہنچتا ہے۔ اگر کوئی بد بخت اس رحمتِ عامہ سے خودی فائدہ اور نفع نہ اٹھائے

تو قصور اسی کا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے اوپر روشنی کے تمام دروازے اور سوراخ

بند کر لے تو یہ اسی کی دیوانگی ہوگی۔ آفتاب کی روشنی کے فیضان میں کوئی کمی

نہیں ہوتی۔ اور یہاں تو رحمت اللعالمین کا حلقہ فیض اس قدر وسیع ہے کہ جو

محروم القسمت اس فیض سے مستفیض ہونا نہ چاہے اس کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں

بے اختیار رحمت کا حصہ پہنچ جاتا ہے۔ خواجہ ابوطالب نے اس عمومی فیض

سے اپنے آپ کو خود ہی محروم کر دیا تھا، لیکن اس فیضانِ رحمت کا کچھ نہ کچھ حصہ

ان کو بھی ملے گا۔ چنانچہ بخاری شریف میں واضح روایت موجود ہے کہ آپ سے

پوچھا گیا کہ ابوطالب نے آپ کا بہت تعاون کیا ہے تو کیا آپ کی طرف سے

ان کو کچھ فائدہ پہنچے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! —

اگر میں نہ ہوتا تو ابوطالب درکِ اسفل یعنی جہنم کے بالکل نیچے کے طبقہ میں

ہوتے۔ لیکن میری وجہ سے ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی۔ صرف ٹخنوں

تک آگ میں ہوں گے، جس کی ہیٹ اور گرمی کی وجہ سے ان کا دماغ تک اُبلنا

رہے گا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عباس بن عبد المطلبؓ نے نبی کریم ﷺ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کی طرف سے آپ کے چچا ابو طالب کو کیا فائدہ پہونچے گا۔ بیشک وہ دشمنوں سے آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لئے دوسروں پر غصہ ہوتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ ٹخنوں تک آگ میں ہونگے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ درکِ اسفل یعنی جہنم کے بالکل نچلے طبقہ میں ہوتے۔

عن العباس بن عبد المطلب قال للنبي صلى الله عليه وسلم ما اغنيت عن عمك فإنه كان يحوطك ويغضب لك قال هو في ضحضاح من نار ولولا أنا لكان في الدرك الأسفل من النار۔ (بخاری شریف ۵۴۸/۱)
حدیث ۲۷۲۵، ۲/۹۱۴ حدیث ۵۹۶۷

جب غزوہ اُحد میں مسلمانوں کے ایک ہزار کے لشکر میں سے میدانِ جنگ میں عین محاذ کے وقت رئیسِ منافقین عبداللہ بن ابی بن سلول تین سو سپاہیوں کو بہکا کر واپس لے گیا، دُنیا میں اس سے بڑا جُرم اور کُتیا ہو سکتا ہے؟ لیکن پھر بھی رحمتِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو کسی قسم کی سزا نہیں دی۔ مگر پھر بھی محسوسِ القسمت رہا۔ اسی طرح دُنیا میں علومِ نبوت اور تہذیب و انسانیت کے اصول کی عام اشاعت سے ہر مسلمان و کافر اپنے اپنے شوق کے مطابق فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ اس چشمہ فیضِ رحمت کا اثر ہے جس سے کسی کو روکا نہیں جاسکتا۔ اور بہت سے اندھے جو آنکھیں بنوانے سے بھاگتے ہیں اس سلسلے میں ان کی آنکھوں میں بھی خواہ مخواہ ایمان کی روشنی پہونچ جاتی تھی، اس لئے کہ پورے عالمِ انسانی کے لئے آپ کو رحمت اور ہدایت کا ذریعہ بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔ (تغیر عثمان ۱۲۱/۱)

ایسی کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ انبیاء میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ (سورۃ انبیاء آیت ۱۰۷)

ہم نے آپ کو سارے عالم کے لوگوں کے لیے صرف
سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اور اس کو حدیث پاک کے ذخیرہ میں متعدد جگہ اس طرح سے ذکر فرمایا
ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہی فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ
نے مجھ کو پورے عالم کے انسانوں کے لئے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو
پورے عالم کے انسانوں کے لئے سراپا
رحمت اور ہدایت بنا کر مبعوث
فرمایا ہے۔

عن ابی امامۃ قال قال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عز و
جل بعثنی رحمۃ للعالمین وھدنی
للعالمین۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۹۷
حدیث ۷۸۰۳، مسند احمد بن حنبل
۵/۲۵۷، ۵/۲۶۵، نسخہ رقم ۲۲۵۷)

آپ کی نرم دلی

یہ بھی اللہ کی ایک بڑی رحمت اور فضل ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے
آقا پر نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نرم دل بنایا ہے
اور اگر سنگ دل اور تند خو ہوتے تو لوگ آپ کے قریب بھی نہ آتے، لیکن
اللہ نے آپ کو ایسا بلند اخلاق اور انسانی طبیعتوں کے لئے پرکشش بنایا ہے
کہ آپ کے بڑے سے بڑے دشمن بغض و عناد اور عداوت کی آگ بھڑکنے

کی حالت میں بھی آپ کی مجلس میں آکر بیٹھتے تو منٹوں میں ان کی کایا پلٹ جایا کرتی تھی۔ اور عداوت کی بھڑکتی ہوئی آگ محبت کے آنسوؤں سے ماند پڑ جاتی تھی۔ یہ کچھ اللہ ہی کی مہربانی تھی کہ آپ جیسا شفیق، نرم دل پیغمبر اس امت کو مل گیا۔ اگر خدا نخواستہ آپ کا دل سخت ہوتا اور مزاج میں شدت ہوتی تو یہ قوم آپ کے گرد کہاں جمع رہ سکتی تھی۔ ان سے کوئی غلطی ہوتی پھر آپ سخت گیری کے ساتھ گرفت کرتے تو شرم اور دہشت کے مارے پاس بھی نہ آ سکتے تھے۔ اس طرح یہ لوگ بڑی خیر و سعادت سے محروم رہ جاتے۔ اور اسلامی جمعیت کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا نرم دل اور نرم خو بنایا کہ آپ ان کی اصلاح کے ساتھ ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرماتے۔ اور مزید ان کی دل جوئی اور تسلی کی بات پیش فرماتے تھے، اور پچھلے تمام قصوٰ اور غلطیوں کو درگزر فرماتے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

سو اللہ ہی کی ایسی رحمت ہے جس سے آپ ان کے لئے نرم دل بن گئے، اور اگر آپ تند خو، سنگ دل ہوتے تو آپ کے ارد گرد سے وہ لوگ متفرق ہو کر دور بھاگتے۔ لہذا آپ ان کو معاف فرمادیں، اور ان کے لئے مغفرت اور بخشش کی دُعا کریں، اور دینی امور میں ان سے مشورہ کریں پھر جب آپ اس کام کا پختہ قصد کریں تو پھر اللہ پر بھروسہ کر کے اس کام کو کر گزریں بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ
لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا
غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا
مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ
وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ
فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ
عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الْمُتَوَكِّلِينَ

(سورہ آل عمران آیت ۱۵۹)

یہ آیتِ کریمہ اگرچہ غزوہٴ اُحد میں غلطی کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی لیکن اسکا حکم تمام مسلمانوں کے لئے یکساں ہے۔

ہجرت کے بعد دشمنوں کیساتھ ہمدردی کا معاملہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سہرا پنا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عفو و درگزر کا سمندر تھے، جن لوگوں نے آپ کو قتل کرنے کا تہمتہ کر لیا تھا اور آپ کے قتل کو اپنے لئے باعثِ سعادت اور ترقی کا زینہ سمجھ رکھا تھا، مگر جب ہجرت کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو فتوحات کا شرف عطا فرمایا تو ایسے لوگ جب آپ کے قبضہ میں آجاتے تو ان کو اس طرح معاف فرمادیتے کہ جیسے آپ کے اور ان کے درمیان کبھی کوئی بات ہی پیش نہ آئی ہو۔ اور معاف کر دینے کے ساتھ ساتھ ایسا برتاؤ فرماتے تھے جس سے دنیا حیرت زدہ ہو جاتی تھی۔ جو لوگ پہلے ہی سے آپ کے جانثار اور آپ کے لئے ہر طرح سے قربانی دینے کے لئے تیار تھے ان سے بھی اچھا معاملہ دشمنوں کے ساتھ کرتے تھے، جو بعد میں آپ کی ماتحتی میں تائب ہو کر داخل ہوتے تھے۔ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی میں ایسے بے شمار واقعات دنیا نے دیکھ کر عبرت حاصل کی، اور دشمنوں کی عداوت دوستی میں پلٹ گئی۔

یہ رحمت اور ہدایت درحقیقت صرف ان ہی لوگوں کے لئے ہے جو کفر و شرک کی گندگیوں سے پاک ہو کر ایمان کی کسوٹی میں اتر چکے ہیں۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَهْدَىٰ وَرَاحِمَةً لِّقَوْمٍ
يُؤْمِنُونَ ۝ (سُورَةُ يُسُفِ آيَت ۱۱)

اور یہ ہدایت اور رحمت صرف ان لوگوں
کے لئے ہے جو ایمان لاتے ہیں۔

ہم یہاں عبرت کے لئے پندرہ واقعات نقل کرتے ہیں۔ شاید ان
سے اللہ کے کسی بندہ کو عبرت حاصل ہو۔

۱۔ فتح مکہ میں عام معافی کا اعلان

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دعوتِ اسلام اور مسلمانوں کو عزت و
شرف کے ساتھ مکہ مکرمہ کے ان خوں خوار دشمنوں پر فتاحانہ غلبہ عطا فرمایا
جنہوں نے ایذا اور تکلیف کا کوئی شوشہ باقی نہیں چھوڑ رکھا تھا، ان تمام
دشمنوں کے بارے میں عام معافی اور سب کو سپناہ دینے کا اعلان فرما دیا۔
یہ رحمتِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذات تھی جس کی رحمت و مہربانی کا دریا
دوست و دشمن میں برابری کیساتھ بہتا رہا۔ آج نہ کوئی بدلہ ہے اور نہ ہی کوئی انتقام
کا معاملہ ہے۔ ہر طرف مہربانی اور ہمدردی اور محبت کا چشمہ اُبلتا ہوا نظر
آ رہا تھا۔ حتیٰ کہ عکرمہ بن ابی جہل اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور صفوان بن
امیہ جیسے زہریلے دشمن جن کے بارے میں حد و جرم کے اندر یا باہر جہاں کہیں
مل جائیں قتل کا اعلان کر دیا تھا مگر بعد میں انہیں بھی معاف فرما دیا۔
یہی حاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شایانِ شان شفقت تھی،
اسلام پوری امت کو اسی کی تعلیم دیتا ہے۔

(مستفاد ابوداؤد ۱/۳۶۵، مجمع الزوائد ۶/۱۶۸، ۶/۱۷۵)

۱۔ آپ کو زہر دینے کا واقعہ

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے خیر فستح فرما دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو خیر سے جلا وطنی کا حکم فرمایا تو اہل خیر نے آپ سے گزارش کی کہ کھیتی باڑی کے کام میں ہم کو تجربہ ہے، آپ ہم کو یہاں رہنے کی اجازت دیدیں، اور کھیتی میں ہم محنت کریں گے، پیداوار کا نصف حصہ آپ کو دیدیں گے۔ تو آپ نے فوری طور پر ان کو خیر سے جلا وطن نہیں فرمایا، ان کو وہیں رہنے دیا، اور خیر کی زمین بٹائی کے طور پر ان کے حوالہ کر دی اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ ہم جب چاہیں گے تم کو یہاں سے نکال دیں گے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ان کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال دیا گیا تھا۔ بہر حال جب یہودیوں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ یہودیوں کی طرف سے مطمئن ہو چکے ہیں اب عنقریب مدینہ واپس ہونے والے ہیں، تو یہ مکر و فریب کی چال چلی کہ آپ کے پاس تحفہ بھیجنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چنانچہ ایک یہودیہ عورت زینب بنت حارث جو سلام بن مشکم کی بیوی تھی اس کو ترسایا کہ ایک بکرا زہر میں بھون کر آپ کے پاس بطور تحفہ بھیج دے۔ چنانچہ زہر میں بھونا ہوا بکرا آپ کے پاس تحفہ کے طور پر پیش کر دیا، اور آپ نے اور آپ کے ساتھ بعض صحابہ نے ایک ایک لقمہ کھا بھی لیا جس کے زہر سے حضرت براء بن معرور شہید ہو گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کی اوپر کی تالو زہر سے اتنی متاثر ہو گئی کہ آپ کی وفات تک اس کا اثر باقی رہا۔ اور پورے بدن میں وفات کے وقت اس زہر کا اثر پھیل گیا۔ جب یہودیوں سے اس سلسلہ میں باز پرس ہوئی تو انہوں نے اقرار بھی کر لیا تھا لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوئی بدلہ نہیں لیا۔

بلکہ اپنی ذات کے بارے میں معاف کر دیا۔
 اس موضوع سے متعلق بخاری شریف میں پانچ مقامات میں روایا موجود
 ہیں۔ بخاری شریف ۳۵۶/۱ حدیث ۲۵۴۳، ۴۴۹/۱ حدیث ۳۰۶۶، ۶۱۰/۲
 حدیث ۴۰۸۸، ۶۳۴/۲ حدیث ۴۲۵، ۸۵۹/۲ حدیث ۵۵۴۹۔
 زیادہ تفصیلی روایت ۸۵۹/۲ حدیث ۵۵۴۹ میں ہے۔ اور سب سے مختصر
 روایت ۳۵۶/۱ حدیث ۲۵۴۳ میں ہے۔ اختصار کے لئے اسی حدیث کو نقل
 کرتے ہیں۔

عن انس بن مالك ان
 يهودية انت النبي صلى الله
 عليه وسلم لبشاة مسمومة
 فاكل منها فجيء بها
 فقيل الا تقتلها قال لا
 قال فما زلت اعرفها في لهوات
 رسول الله صلى الله عليه
 وسلم۔ (بخاری شریف ۳۵۶/۱
 حدیث ۲۵۴۳)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ
 عورت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے پاس زہر آلود بکری لاکر پیش کر دی
 تو حضورؐ نے اس میں سے تناول فرمایا
 پھر اس عورت کو حضورؐ کی خدمت میں
 پیش کیا گیا اور حضورؐ سے کہا گیا کہ اس
 عورت کو قتل کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا
 کہ نہیں قتل کریں گے (آپؐ نے صاف
 فرمادیا) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ
 کی وفات تک آپؐ کے تالو میں اس کا اثر
 مسلسل باقی تھا جس کو میں دیکھ کر پہچانتا
 تھا۔

۳۔ سخت ترین دشمنوں کو معاف کرنا

سخت ترین جن دشمنوں کو معاف کر دینے کے حیرت انگیز واقعات ہیں ان میں سے خطرناک قسم کے دو دشمنوں کے واقعے یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن ابی اُمیہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمنوں

میں حضورؐ کا پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن ابی اُمیہؓ تھا۔ اس کے اندر حضورؐ کے بارے میں کس قدر بغض و عناد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس کی اس بات سے دنیا کا ہر انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس نے سید الکونین خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ اگر آسمان سے زمین تک ایک زینہ اور سیڑھی قائم ہو جائے اور آپؐ اس پر سے آسمانوں میں چڑھ جائیں اور پھر آپؐ وہاں سے رسالت کی دستاویز لیکر اتر آئیں، اور آپؐ کے ساتھ وہاں سے ملائکہ اترتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھوں، اور چار فرشتے آ کر میرے سامنے آپؐ کی رسالت کی دستاویز رکھ دیں تب بھی میں آپؐ پر ایمان نہیں لا سکتا۔ کس قدر دشمنی بھری ہوئی تھی، اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس کا جملہ ملاحظہ فرمائیے۔

وَاللّٰهِ لَا اَمَنْتُ بِكَ حَتّٰی
تَتَّخِذَ سُلْمًا اِلَى السَّمَاءِ فَتَعْرُجُ
فِيْهِ وَاَنَا اَنْظُرُ ثُمَّ تَاْتِي
بَصِيْكَ وَاَرْبَعَةٌ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ

عبداللہ بن ابی اُمیہؓ نے کہا اللہ کی قسم میں آپؐ پر ایمان نہیں لاؤں گا حتیٰ کہ آپؐ زمین سے آسمان تک ایک سیڑھی لگا کر اس میں سے ہو کر آسمانوں میں چڑھ جائیں اور میں اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتا رہوں پھر آپؐ آسمان سے ایک

أَرْسَلَكَ - الخ

(البدایہ والنہایہ ۳/ ۲۸۷، الروض الالاف ۸۹/ ۷)

مکمل تفصیل البدایہ والنہایہ ۳/ ۵۱) میں ہے۔

دستاویز اور چار فرشتوں کو ساتھ لیکر آئیں اور وہ فرشتے اس بات کی گواہی دیں کہ بیشک اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے پھر بھی میں آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ مگر جب فتح مکہ کے سفر میں مکہ المکرمہ سے پیش قدمی کر کے راستہ میں آکر اسلام لانے کی خواہش ظاہر کی، آپ نے پچھلی ساری باتوں کو بھلا دیا اور ان کی ہر غلطی معاف کر دی۔ یہی ہمارے پیغمبر نے ہم کو سکھایا ہے۔ اور یہی ہمارے اسلام کی شان ہے۔

۲ ابوسفیان بن حارث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا زاد بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب

جونہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رضاعی بھائی اور مکہ مکرمہ کا مشہور ترین شاعر تھا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا دشمن تھا کہ نئے نئے انداز سے آپ کی شان میں گستاخانہ اور طنزیہ اشعار کہتا تھا، اور آپ کی شان میں ہجو کرنے میں بڑا فخر کرتا تھا، اس کی وجہ سے آپ کو جو ذہنی کوفت اور اذیت پہنچتی تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ دنیا میں باعزت اور شریف لوگوں کے یہاں سب سے بڑی تکلیف وہ چیز ان کی شان میں طنزیہ اشعار ہوتے ہیں۔ آپ نے اس کی اذیت کی وجہ سے فتح مکہ کے سفر میں صحابہ میں اعلان فرما دیا کہ ابوسفیان بن حارث جس کو بھی مل جائے فوراً قتل کر دے۔ لیکن فتح مکہ کے سفر میں عبداللہ بن ابی اُمیہ کی طرح انہیں کے ساتھ میں مکہ مکرمہ سے پہلے ہی نکل کر مدینہ منورہ کے راستہ میں جا کر ملاقات کر لی اور اسلام لانے کی خواہش ظاہر کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ ابوسفیان اور عبداللہ بن ابی اُمیہ یہاں آچکے ہیں تو ان دونوں کی پچھلی ایذا میں سب یاد آ گئیں۔ مگر جب ان لوگوں نے اسلام کی خواہش ظاہر کی

تو آپ نے پچھلی تمام تکلیفیں اور ان کی طرف سے پہونچنے والی ایذائیں سب بھلا دیں اور دریا رحمت کا مظاہرہ فرما کر ان کو معاف فرما دیا۔

(الاستیعاب ۲/۲۳۷، اسد الغابہ ۵/۱۲۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کے ذریعہ سے اپنے اس ارشاد پر خود عمل پیرا ہو کر دکھایا ہے۔ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبلؓ کو یمن کے دو مختلف علاقے کے گورنر بن کر روانہ کرتے وقت بطور نصیحت اور وصیت کے ارشاد فرمایا تھا ————— آپ نے ان دونوں حضرات کو نہایت والہانہ انداز سے یہ نصیحت فرمائی کہ تم جس قوم کے پاس جا رہے ہو ان کے ساتھ نرمی اور سہولت کا معاملہ کرنا، اور ان کے ساتھ تسکین اور سختی کا معاملہ نہ کرنا۔ اور ان کو خیر اور بھلائی کی بشارت اور خوشخبری دیتے رہنا، اور ان کے درمیان نفرت کا ماحول پیدا نہ کرنا، اور دونوں آپس میں کسی معاملہ کو فیصلہ کی حد تک پہونچانے میں ایک دوسرے کی موافقت کرتے رہنا۔ اختلاف نہ کرنا۔

یہ صرف ان دونوں کے لئے نہیں بلکہ پوری امت کے لئے نبی رحمت کی وصیت ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن روانہ فرمایا تو اس وقت آپ نے ان سے فرمایا کہ آپ دونوں، لوگوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتے رہو، اور تسکین اور سختی نہ کیجئے اور خوشخبری دیتے رہو اور نفرت نہ پھیلاؤ اور آپس میں متفق رہو، اور اختلاف نہ کیجئے۔

بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَبَا مُوسَى وَمُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ
فَقَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا
وَلَا تُنْفِرَا وَتَطَاوَعَا۔

الحديث

(بخاری شریف ۲/۶۲۲)

۴ جادو کرنے والے کو معاف

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ایسے خطرناک قسم کے دشمنوں کو بھی معاف فرمادیا جنہوں نے آپ کی جان اور آپ کی زندگی کو کھسکواڑ بنا رکھا تھا۔ بخاری شریف میں ایک حدیث سٹات مقامات میں مذکور ہے۔ اس کا مختصر خلاصہ یہاں لکھ دیتے ہیں۔ لبید بن الاعصم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے خطرناک انداز سے جادو کیا تھا جس سے بچ کر کلنا انسان کے امکان سے باہر تھا، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے ساتھ فضل فرمایا کہ وحی کے ذریعہ سے آپ کو بتلا دیا۔ لبید بن الاعصم زرقی جو یہودیوں کا حلیف اور منافق تھا اس کو یہودیوں نے بھاری دولت اور انعام دیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنے کے لئے آمادہ کیا تو اس نے کھجور کے باغات میں ایسے کنویں میں جادو کی چیزیں ڈال رکھی تھیں کہ اس میں سانپ، بچھو کے علاوہ انسان کی آمد و رفت نہیں تھی۔ اس جادو کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیغمبر ہونے کے باوجود اس قدر تھا کہ آپ کو اپنا کیا ہوا کام بھی یاد نہ رہتا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل سے جادو سے نجات دلائی، اور لبید بن الاعصم پکڑا گیا تو اقارب نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مسلمانوں نے بار بار گزارش کی جب یہ شخص سید الکونین علیہ السلام کا جان لیوا بن سکتا ہے تو جادو کے ذریعہ سے نہ جانے کتنوں کو نقصان پہنچا تیرگا، اسلئے ضرور قتل کر دیا جائے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بدلہ نہیں لیا، بلکہ اسے معاف کر دیا۔ حدیث شریف کافی لمبی ہونے کی وجہ سے عربی عبارت نہیں لکھی جا رہی ہے۔ صرف حوالوں پر اکتفا کر کیا جا رہا ہے۔

(بخاری شریف ۱/۲۵۰، حدیث ۳۰۴۲، ۱/۲۶۲ حدیث ۳۱۶۲، ۲/۸۵۴ حدیث ۵۵۴۱، ۲/۸۵۸، حدیث ۵۵۴۲، ۵۵۴۱، ۲/۸۹۵ حدیث ۵۸۲۸، ۲/۵۴۵ حدیث ۶۱۴۴)

فتح الباری اور عمدۃ القاری وغیرہ میں اس واقعہ کی کافی وضاحت موجود ہے۔ (فتح الباری مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱۰/۲۸۳ مطبع ریان قاہرہ ۱۰/۲۳۶،

عمدۃ القاری ۲۲/۱۳۵، المعجم الکبیر ۵/۱۴۹)

دعوت و تبلیغ کی راہ میں اگر تم کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچائی جائیں تو قدرت حاصل ہونے کے وقت اس کی اجازت ہے کہ برابر کا بدلہ لے لو، لیکن صبر کا مقام اس سے بلند تر ہے۔ اگر صبر کرو گے تو اس کا نتیجہ تمہارے حق میں اور دیکھنے والوں کے حق میں نیز خود ظلم و ستم کرنے والوں میں نتیجہ خیر فائدہ ہوگا۔ نیز مظالم اور شداہد پر صبر کرنا سہل کام نہیں، خدا ہی مدد فرمائے تو ہو سکتا ہے کہ آدمی ظلم سہتا رہے اور اُف نہ کرے، آدمی جس قدر صبر کرے گا اسی قدر خدا کی امداد و اعانت اس کے ساتھ ہوگی۔ دشمنوں کے مکر و فریب سے تنگ دل اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے سورہ نحل میں ان الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔

اور اگر تم بدلہ لو تو اس قدر لو کہ جس قدر تم کو تکلیف پہنچائی جائے، اور اگر تم صبر کرو گے تو یہی صبر کر نیوالوں کے لئے بہتر ہے۔ اور آپ اتنا صبر کیجئے جتنا اللہ کی مدد سے آپ سے ہو سکے۔ اور آپ ان پر غم نہ کریں، اور ان کے مکر و فریب سے تنگی محسوس نہ کریں

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ
مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ
صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ
وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ
وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ
فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا
وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۝

(سورہ نحل آیت ۱۲۶ تا ۱۲۸)

بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو
تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور
انکے ساتھ ہے جو نیکی کرتے ہیں۔

۵۔ پتھر مار کر خسار مبارک زخمی کر نیوالے کیسا تھ معاملہ

غزوہ اُحُد میں مشرکین کے مین افراد نے سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام
پر براہِ راست حملہ کیا تھا۔

۱۔ عبداللہ بن قیسؓ اس نے تلوار سے سر مبارک پر ایسا زور سے یکے بعد
دیگرے بار بار وار کیا جس سے لوہے کی خود کٹ کر سر مبارک تک تلوار کا نشان
پہنچ گیا، اور اس کی کڑی پیشانی مبارک کی ہڈی میں گھس گئی۔

۲۔ عتبہ بن ابی وقاص: اس نے پتھر مار کر دندان مبارک شہید کر دیا۔ اللہ
تبارک و تعالیٰ کا کرنا یہ تھا کہ عبداللہ بن قیسؓ کو اسی سفر میں پہاڑی بکروں
نے اپنے سینگوں سے مار مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

(فتح الباری ۴/۴۳۲ مطبع دارالربان، مطبع اشرفی دیوبند ۴/۴۷۴)

اور عتبہ بن ابی وقاص کو میدانِ کارزار ہی میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے
موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ (شرح زرقانی ۲/۴۲۲) ان بد بختوں کی دنیا اور
آخرت دونوں میں رسوائی ہوئی ہے۔ دنیا میں بھی کچھ نہ ملا اور آخرت میں دردناک
عذاب چکھائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ملاحظہ فرمائیے۔

لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو بغیر علم
کے یونہی اللہ کی بات میں جھگڑتے اور مقابلہ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ
فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى

وَلَا كَيْبُ مُنِيرٍ ۝ ثَانِي
عِظْفِهِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ
اللَّهِ لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَ
نَذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَذَابَ
الْحَرِيقِ ۝

(سورۃ حج آیت ۸ تا ۹)

آرائی کرتے ہیں، اور محض بغیر دلیل اور بدوین
روشن کتاب کے کبر و تکبر سے اپنی کروٹ
موڑ کر اعراض کرتے ہیں۔ تاکہ اللہ کی راہ سے
لوگوں کو گمراہ کر دیں۔ ایسے شخص کیلئے دنیا میں
رُسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو
جلن کا عذاب چکھائیں گے۔

۳۔ عبداللہ بن شہاب : اس نے پتھر مار کر رُخسار مبارک اور حبسین مبارک
کو زخمی کر دیا تھا۔ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح قاتلانہ حملہ کیا
کہ وہ قطعاً معافی اور بخشش کے لائق نہیں ہے۔ لیکن بعد میں جب وہ
مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا۔
بلکہ اُسے معاف فرما دیا، پھر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اور حالتِ اسلام
میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ (اسد الغابہ ۳/۱۷۳)

یہ ہے پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دریائے رحمت کہ کبھی اپنے جانی
دشمنوں سے بدلہ نہیں لیا، بلکہ ان پر معافی کا دریا بہایا۔ پھر ان کے ساتھ تمام
مسلمانوں کی طرح برابری کا معاملہ فرمایا۔ اللہ کے یہاں کا یہ فتانوں ہے کہ اگر
کوئی شخص کتنے ہی معاصی اور خطائیں کر کے آیا ہو۔ اور پھپھلی بُرائی اور
گستاہوں سے متعلق دل سے توبہ کر کے اپنی روش درست کر لے، اور نیکیاں
کر کے بُرائی کا اثر مٹا دے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرما دیتا
ہے۔ اور اسی قبیل سے عبداللہ بن شہاب کی قسمت روشن ہو گئی تھی کہ
کفر کی ظلمت سے ایمان کے نور میں داخل ہو گئے اور اللہ نے معاف فرما دیا۔

اسی کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے:

الَّذِينَ ظَلَمُوا ثُمَّ بَدَّلُوا حَسَنًا بَعْدَ سُوِّ فَإِنِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (سورہ نمل آیت ۱۷)	مگر جس نے ظلم و زیادتی کی پھر بُرائی کے بدلہ نیکی کی تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔
---	---

۱۔ قاتل حمزہ وحشی بن حرب کیساتھ معاملہ

وحشی بن حرب مطعم بن عدی بن خیار کا زر خرید غلام تھا۔ اور مطعم بن عدی کی موت کے بعد اس کا بیٹا جبیر بن مطعم وراثت میں وحشی کا مالک بن گیا۔ غزوہ بدر میں حضرت حمزہؓ نے جبیر بن مطعم کا چچا طعیمہ بن عدی کو قتل کر دیا تھا۔ اور جبیر بن مطعم کے اندر حضرت حمزہؓ سے اپنے چچا کا بدلہ لینے کیلئے جذبہ انتقام شباب پر تھا۔ چنانچہ غزوہ احد کے موقع پر جبیر بن مطعم نے وحشی کو لایح دیکر کہا کہ تم نے اگر میرے چچا کے بدلہ میں حمزہ کو قتل کر دیا تو اس کے بدلہ میں تم کو آزاد کر دیا جائیگا۔ حضرت وحشی بن حرب کا خود اپنا بیان ہے کہ میں نے غزوہ احد میں مشرکین کی طرف سے شرکت کی اور میرا مقصد صرف حمزہ کو قتل کرنا تھا۔ چنانچہ جس وقت حضرت حمزہؓ نے میدان کارزار میں سباع بن عبد العزیٰ خزاعی سے مبارزہ فرماتے ہوئے کہا کہ او عورتوں کے ختنہ کرنے والی کے بچے تو اللہ کے رسولؐ کا مقابلہ کرنے آیا ہے یہ کہہ کر ایک ہی وار میں اسکو ختم کر دیا۔ اسوقت میں پتھر کی ایک چٹان کی آڑ میں حمزہؓ کی تاک میں چھپا ہوا تھا مقابلہ کی ہمت نہیں کھتی بلکہ دھوکہ دیکر حمزہؓ کو مارنا مقصد تھا۔ جب حمزہؓ اس پتھر کے پاس سے گزرنے لگے تو میں پیچھے سے آکر ان کی کمر کے نیچے اس زور سے نیزہ مارا کہ ادھر سے ادھر پار ہو گیا۔ اور اسی وقت حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا صدمہ پہونچا کہ اسطرح کا صدمہ نہ اس سے پہلے آپ کو پہونچا تھا اور نہ ہی اس کے بعد۔ چنانچہ مجھے ایسا لگتا تھا کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کبھی نہیں معاف کریں گے۔ اس کے بعد جب فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا تو میں مکہ مکرمہ سے بھاگ کر طائف پہونچ گیا۔ پھر طائف والوں کے ساتھ مدینہ حاضر ہو کر اسلام لانے کی پیش کش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے بدلہ لینے کے

معافی کی خلعت پہنائی اور پھر میرے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمایا جیسا کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ معاملہ کیا جاتا تھا۔ اور آپ نے میرے بار میں بلند اخلاق سے غصہ کو پی لیا اور میری غلطیوں کو بالکل معاف فرمادیا۔ پھر احسان اور نیکی سے پیش آئے۔ یہ آپ کے مکارم اخلاق ہیں جن کے بار میں بدعوار کی نوبت آتی تھی ان کے بار میں غصہ کو دبا یا۔ اور عفو و درگزر سے کام لیا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا پورا نمونہ پیش فرمایا۔

اور دباتے ہیں غصہ کو اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

وَالْكَافِرِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ
عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِينَ ۝

(سورۃ آل عمران آیت ۱۳۴)

یہی ہمارے پیغمبر کی تعلیم ہے اسلام نے ہم کو یہی سکھایا ہے کہ جانی دشمنوں کو بھی معاف کر دیا کریں۔ بخاری شریف ۵۸۲/۲ حدیث ۳۹۲۵ میں تقریباً پون صفحہ پر قتلِ حمزہ کا دردناک واقعہ موجود ہے۔ عربی عبارت لمبی ہونے کی وجہ سے اس کا مختصر خلاصہ لکھ دیا ہے۔

۷۔ تلوار سے حملہ کرنیوالے اعرابی کے ساتھ معاملہ

غزوۃ ذات الرقاع جس کو غزوۃ نجد بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے واپسی کے موقع پر دوپہر کے وقت اقرار نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرات صحابہ کرام کے ساتھ ایک ایسی وادی میں قیلوہ کیلئے قیام فرمایا جس میں کینکر کے درخت بہت تھے۔ تمام لوگ درختوں کے سایہ حاصل کرنے کیلئے ہر طرف منتشر ہو گئے۔ اور اقرار نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہا ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے لگے۔ اور

آپ کی تلوار درخت کی شاخ میں لٹکی ہوئی تھی اسی اشار میں ایک اڑیلُ قسَم کا دیہانی موقع کو غنیمت سمجھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار لیکر آپ پر وار کرنے کیلئے کھڑا ہو گیا۔ بخاری شریف ۵۹۳/۲ میں اس دیہانی کا نام غوث بن الحارث لکھا ہے۔ اسی حالت میں آپ کی آنکھ کھل گئی۔ اور اس دیہانی نے آپ کے اوپر پوری طرح قابو حاصل کر لیا۔ اور آپ سے کہا کہ اب آپ کو کون بچا سکتا ہے تو اقرار نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ بچائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اتنے میں تلوار اُس کے ہاتھ سے نیچے گری تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی۔ بعض دوسری روایات میں ہے کہ آپ نے اس سے کہا کہ اب تم کو کون بچائے گا؟ تو اس نے کہا کہ آپ، اتنے میں صحابہ کرامؓ بھی تشریف لے آئے اور مسلمانوں نے اس کو ہر طرف سے گھراؤ میں لے لیا۔ اور اس کو کچھ زجر و توبیخ کرنے لگے آپ نے اُسے کچھ کہنے سے منع فرما دیا۔ اور آپ نے اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا اور نہ ہی اُسے کوئی سزا دی اور نہ ہی کسی طرح کی دھمکی دی بلکہ آپ نے اُسے مکمل طور پر معاف فرما دیا۔ اور کسی طرح کی دار و گیر کا معاملہ نہیں فرمایا اور اس فرمان پر خود عمل کر کے دکھایا، آپ کا ارشاد ہے کہ جو تمہارے ساتھ ظلم کرے تم اس کے ساتھ ظلم مت کرو۔ بلکہ اس کو معاف کر دیا کرو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند اخلاق کو دیکھ کر وہ دیہاتی متاثر ہوا اور اس سلام قبول کر لیا اسی طرح کے بے شمار واقعات پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں پیش آچکے ہیں۔ ہر دشمن کے ساتھ آپ نے معافی و ہمدردی کا معاملہ فرمایا۔ یہ حدیث شریف بھی بخاری شریف میں پانچ مقامات میں موجود ہے۔ عربی عبارت لمبی ہونے کی وجہ سے نقل نہیں کی جا رہی ہے صرف اُس کے حوالے پیش کئے جا رہے ہیں۔ بخاری شریف ۴۰۷/۱ ملاحظہ فرمائیے۔ یہاں پر پانچوں مقامات کے حدیث نمبر لکھ دیئے گئے ہیں۔ حدیث ۲۸۲۲-۲۸۲۵-۳۹۸۶-۳۹۸۷-۳۹۹۰۔

۵۔ خالد بن ولید اور عمرو بن العاص کے ساتھ معاملہ

خالد بن ولید اور عمرو بن العاص یہ دونوں آقا پر نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسلام و مسلمانوں کے خطرناک قسم کے دشمن تھے جب مسلمان تنگ آ کر ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تو عمرو بن العاص مشرکین کی طرف سے ان مظلوم مسلمانوں کو نجاشی کی حفاظت سے اپنے پنجہ میں لینے کیلئے بدترین ارادوں کے ساتھ حبشہ پہنچے۔ وہاں نجاشی کے سامنے سچ اور جھوٹ، غلط اور صحیح باتیں پیش کر کے نجاشی کو دھوکے میں رکھ کر مسلمانوں کو واپس لانے کیلئے زبردست فریب اختیار کیا تھا لیکن خدا کا فضل یہ ہوا کہ نجاشی ایک نہایت دانشمند منصف مزاج بادشاہ تھا اس لئے انہوں نے صرف قریش کے وفد کی بات سن کر کوئی فیصلہ نہیں کیا بلکہ مظلوم مہاجرین کو بھی دربار میں بلایا تاکہ ان کی باتیں بھی سنی جائیں چنانچہ دربار شاہی میں مہاجرین بھی حاضر ہو گئے اور مہاجرین کے میر قافلہ حضرت جعفر طیارؓ نے ایسی تقریر فرمائی کہ جس سے مشرکین کے وفد کی ساری باتیں جھوٹ ثابت ہوئیں۔ اور سورہ مریم کی چند آیتیں پڑھ کر سنائیں تو نجاشی کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ اور حضرت جعفر طیارؓ کی تقریر سے نجاشی ایسے متاثر ہو گئے کہ ان مہاجرین کو عمرو بن العاص کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔

تین چیزیں ماقبل کی لغزشیں مٹا دیتی ہیں

خالد بن ولید کا حال بھی تمام مسلمانوں کو معلوم ہے کہ غزوہ اُحد میں شتر صحابہؓ کی شہادت، اور آقا پر نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دندانِ مبارک کی شہادت، سرِ مبارک اور رخسارِ مبارک کے لہو لہان ہونیکا سبب اور باعث خالد بن ولید

ہی تھے۔ لیکن جب یہ دونوں حضرات آقا پر نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سے بدلہ نہیں لیا بلکہ ان دونوں حضرات کی ہمت افزائی فرمائی، اور ان دونوں نے اپنے ماقبل کی لغزشوں سے ندامت کا اظہار فرمایا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے ماقبل کی ساری خطائیں اور لغزشیں معاف ہو جاتی ہیں۔

۱۔ اسلام: جب کفر و شرک کی ظلمت اور گندگیوں سے پاک ہو کر ایمان کی طہارت میں داخل ہو جائے تو پیچھے کی تمام خطائیں اور لغزشیں معاف ہو جاتی ہیں۔
۲۔ ہجرت: جب دارالخوف یا دارالکفر سے اسلئے ہجرت کرتا ہے تاکہ دارالامان اور دارالایمان میں جا کر آزادانہ طور پر چین و سکون کے ساتھ اللہ کی عبادت کی جائے تو اس سے بھی ماقبل کی تمام خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔

۳۔ حاج مبرور: جس شخص کو اللہ تعالیٰ ایسا حج کر نیکی توفیق عطا فرمائے جس میں کسی قسم کی لڑائی تھکڑے، بدگوئی اور آداب حج کی خلاف ورزی نہ کی گئی ہو تو ایسے حج کے ذریعہ سے بھی ماقبل کی تمام خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔
آپ نے ان حضرات کو ایسی تسلی دی کہ ان کے دلوں پر بھاری پہاڑوں جیسا جو بوجھ تھا وہ اتر گیا۔ اور آپ نے فرمایا: «الْإِسْلَامُ يَهْدِيكُمْ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَهُ» اسلام ایسی شے ہے کہ اس کے بعد ماقبل کی تمام خطائیں اور لغزشیں معاف ہو جاتی ہیں۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

<p>بیشک اسلام ماقبل کی تمام لغزشوں کو کالعدم کر دیتا ہے اور بیشک ہجرت ماقبل کی تمام بُرائیوں کو ختم کر دیتی ہے۔ اور بیشک حج مقبول ماقبل کے تمام</p>	<p>إِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِيكُمْ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَهُ وَإِنَّ الْهَجْرَةَ تَهْدِيكُمْ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَهَا وَإِنَّ الْحَجَّ يَهْدِيكُمْ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَهُ۔</p>
---	--

(مسلم شریف ۱/۷۶، مشکوٰۃ شریف ۱/۱۲) | گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔

یہی اسلامی تعلیمات اور ہمارے پیغمبر کی تربیت ہے کہ دشمنوں کے ساتھ بھی ایسی ہمدردی کی جائے کہ دنیا کے ہر مقصد و پلان کو قربان کر کے اسلام میں داخل ہو جائیں۔

۹ دشمنوں کا سرغنہ ابوسفیان کے ساتھ معاملہ

امیہ بن عبد شمس کا پوتا ابوسفیان بن حرب ابن امیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا سردار اور سرغنہ رہا ہے، غزوہ اُحد میں دشمنوں کا سرغنہ ہی ابوسفیان تھا جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو جڑ سے ختم کرنے کیلئے ہر طرح سے پلان بنا رکھا تھا۔ اور اسی جنگ میں اسکی فوج کے ہاتھوں سے شہر پاکباز صحابہ شہید ہو گئے۔ اور سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام زخمی ہو گئے۔ دندان مبارک شہید ہو گئے۔

اور پھر غزوہ خندق کے موقع پر یہی وہ ابوسفیان ہے جس نے عرب کے تمام قبائل کو متحد کر کے سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اتحادی محاذ بنایا تھا اور وہ مکہ مکرمہ سے چار ہزار کا لشکر جرار لیکر آیا اور عرب کے قبائلی اتحادیوں کو عیینہ بن حصن فراری کے زیرِ تحت مدینہ منورہ کی دوسری جانب سے تھپہ ہزار مسلح افواج کے ساتھ حملہ کرایا۔ ایک طرف تھپہ ہزار اور دوسری طرف سے تھپہ ہزار، اور سب کا سرغنہ یہی ابوسفیان تھا۔ اور مزید اوپر سے یہ چالاکی کی کہ مسلمانوں کے پیچھے کی جانب سے بنو قریظہ جو آپ کے عہد و پیمان میں تھا عہد شکنی کر کے حملہ کرنے پر آمادہ کر لیا تاکہ وہ پیچھے کی جانب سے حملہ کرے جس سے مسلمان

ہر طرف سے گھراؤ میں ہو کر مشرکین کے ترغہ میں آگئے تھے جب کہ مسلمانوں کی تعداد ان کے مقابلہ میں بہت معمولی تھی پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آندھی اور ایسی تیسرے ہوائیں چلائیں جو ان کے حق میں طوفان کی شکل میں تھی۔ اور اوپر سے سخت سردی تھی جس سے ناکام اور مراد واپس ہو گئے۔ اور فتح مکہ کے موقع پر یہی دشمنوں کا سرغنہ اسلامی فوج کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے ایک دن پہلے مقرر تھا ان میں اسلامی فوج کا معائنہ کرنے کیلئے چھپ چھپا کر آیا ہوا تھا۔ اور اسی اثنا میں مسلمانوں نے اسے گرفتار کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بارگاہ میں پیش کیا اور بہت سے مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ یا رسول اللہ جس قوم کے مقابلہ میں ہم جارہے ہیں اسکا سرغنہ ہمارے ہاتھ آ گیا ہے۔ اس کا کام یہیں تمام کر دیا جائے لیکن آپ نے اسے موقع دیا اور حضرت عباسؓ کے ساتھ اسکا دوستانہ تعلق تھا صبح تک حضرت عباسؓ کے پاس رہنے کی اجازت دی۔ اور حضرت عباسؓ کے بار بار کہنے پر دوسرے دن صبح کو ابوسفیان نے طوعاً و کرہاً اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے اس کے ساتھ ایسی رواداری اور عزت افزائی کا معاملہ فرمایا کہ عقل حیران رہ جاتی ہے چنانچہ اعلان فرما دیا کہ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہوگا اس کو پناہ دی جائے گی۔ اور جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اسے بھی پناہ ملیگی۔ اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرے گا اسے بھی پناہ دی جائے گی۔ یہ ابوسفیان کے ساتھ ایسی عزت افزائی اور ہمدردی تھی کہ ابوسفیان کیلئے اس وقت کے انسانوں کے سامنے اس سے بڑھ کر عزت کی چیز کوئی اور نہیں تھی۔ یہی سید الکونین علیہ السلام کا اپنے سخت ترین دشمنوں کے ساتھ معاملہ ہے جنہوں نے پوری زندگی آپ کی جان و مال اور عزت و آبرو کو خاک میں ملانے کیلئے خرچ کر دی تھی۔ حدیث شریف ملا حظہ فرمائیے۔

عن ابی ہریرۃ ————— الی قولہ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ دَخَلَ دَارَ ابِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ،
وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ،
وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ،

المحدث۔

(مسلم شریف ۲/۱۰۴)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی عزت
افزائی کیلئے فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے
گھر میں داخل ہوگا اس کو پناہ دی جائے گی
اور جو شخص ہتھیار ڈال دیگا اس کو پناہ اور
امان ملے گا۔ اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ
بند کر دیگا اس کو امن اور پناہ ملے گی۔

یہی وہ ابوسفیان ہے جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اور آج ہم ان کو
حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اس لئے کہ وہ بعد میں اسلام قبول فرما کر
صحیح العقیدہ مسلمان بن گئے تھے۔ اور ایمان کی حالت میں دنیا سے گزر گئے تھے۔

نہا حنین کے مال غنیمت تقسیم کرنے کا منظر اور دشمنوں کی سیار

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے غزوہ حنین میں مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی
غنیمت میں بہت بھاری تعدادیں مال ہاتھ آیا، چھ ہزار افراد گرفتار ہو کر قیدی
ہو گئے۔ چوبیس ہزار اونٹ، اور چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں اور چار ہزار اوقہ
چاندی، ایک اوقہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ لہذا ایک لاکھ نساٹھ ہزار درہم
کی چاندی ہو گئی۔ جن جانباز مسلمانوں نے دلیری کے ساتھ جنگ کی جس کے نتیجہ
میں اتنا سارا مال غنیمت ہاتھ آیا تھا آپ نے ان کو مال غنیمت میں سے
کوئی نمایاں انداز میں عطا نہیں فرمایا بلکہ ان نو مسلموں کو بھاری تعدادیں مال
غنیمت عطا فرمایا جنہوں نے اسی سفر میں اسلام قبول کیا تھا۔ اور پوری زندگی

اسلام کی مخالفت اور دشمنی میں گزار دی تھی۔ اور حنین کے میدانِ کارزار میں بھی دشمنوں کے مقابلہ پر ان نو مسلموں کا کوئی نمایاں کارنامہ نہیں تھا۔ چنانچہ ابوسفیان کو سٹواؤنٹ اور چالیس اوقیہ یعنی ایک ہزار چھ سو درہم چاندی، اور ابوسفیان کے بیٹے یزید بن ابوسفیان کو بھی سٹواؤنٹ اور ایک ہزار چھ سو درہم چاندی، ان کے بیٹے معاویہ کو بھی سٹواؤنٹ اور ایک ہزار چھ سو درہم چاندی، گویا تنہا ابوسفیان کے گھر والوں کو تین سٹواؤنٹ اور چار ہزار آٹھ سو درہم چاندی عطا کی گئی۔ اور حکیم بن حزام کو سٹواؤنٹ عطا فرمائے۔ انہوں نے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا تو دو سٹواؤنٹ حکیم بن حزام کو عطا فرمائے، اسی طریقہ سے حارث بن کلدہ عبد ربی کو سٹواؤنٹ، اور سہیل بن عمرو کو سٹواؤنٹ، اور سہیل بن عمرو وہی شخص ہے جس نے صلح حدیبیہ میں صلح نامہ میں مسلمانوں کے خلاف سخت ترین دفعات لکھوائی تھیں۔ حضرت ابوجندلؓ کو زبردستی مسلمانوں کے درمیان سے واپس لے گیا تھا۔ اور حویطب بن عبد العزیٰ کو سٹواؤنٹ اور علی بن جاریہ ثقفی کو سٹواؤنٹ، اور عیینہ بن حصن کو سٹواؤنٹ، اقرع بن حابس کو سٹواؤنٹ، مالک بن عوف حضرمی کو سٹواؤنٹ اور صفوان بن امیہ کو سٹواؤنٹ، یہ رحمتِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان دشمنوں کے ساتھ معاملہ ہے، جو ابھی ابھی دشمنی سے باز آئے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو ان سے ایذاؤں اور تکلیفوں کا جو زخم پہنچا تھا وہ زخم ابھی تازہ ہے۔ اس کے باوجود ان کے ساتھ اس قدر فیاضی اور سخاوت اور ہمدردی کا معاملہ فرمایا ہے۔ کیا دنیا کا کوئی سردار، کوئی لیڈر، کوئی سربراہ اپنے تازہ ترین دشمنوں کے ساتھ ایسا ایشارہ کر سکتا ہے۔ شاید دنیا نے کسی سے بھی ایسا ایشارہ دیکھا ہو گا جسکو تفصیل دیکھنی ہو وہ حسبِ ذیل حوالوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ، محمد بن سعد ۲/۱۱۶۔

الروض الالف ۴/۲۴۶۔ بخاری شریف ۲/۶۲۰-۲/۶۲۱۔ میں یہ واقعہ محلِ طور پر موجود ہے۔

۱۔ آپ نے اس کو دیا جس نے آپ کو محروم کیا

جس نے آپ کو گالی دی آپ نے اس سے نرم گفتگو فرمائی، جس نے آپ کی عزت کو پامال کیا آپ نے اس کو عزت دی، جس نے آپ کو مٹانے کی ناپاک کوشش کی آپ نے اسکو بڑھایا، جس نے آپ کا خون بہایا آپ نے اس کو معاف کر دیا، جس نے آپ سے قطع تعلق کیا آپ نے اس کے ساتھ صلہ رحمی فرمائی، جس نے آپ پر ظلم کیا، آپ نے اس کو انعام دیا، نہ کوئی انتقام نہ کوئی بدلہ، نہ کوئی بے رحمی، بلکہ سب کو سینہ سے لگایا۔

ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو چھ چیزوں کی وصیت فرمائی جو آپ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔
۱۔ جو تم سے قطع تعلق اختیار کرے تم اس کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرو۔
۲۔ جو تم کو محروم کرے تم اس کو خوب عطا کرتے رہو۔

جب جعرانہ میں حنین کی غنیمت تقسیم ہونے لگی تو آپ نے ان لوگوں کو خوب دیا، جو ہمیشہ آپ کو محروم کرنے اور آپ کو مٹانے میں لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ نے سب سے بڑا سرغنہ ابوسفیان کو سٹواونٹ، اور اس کے بیٹے یزید کو سٹواونٹ، اور اس کے بیٹے معاویہ کو سٹواونٹ، کل تین سٹواونٹ صرف ابوسفیان کے گھرانے کو عطا فرمائے۔ حکیم بن حزام کو دو سٹواونٹ، اور صفوان بن امیہ کو سٹواونٹ عطا فرمائے، یہ سب آپ کے خطرناک دشمن تھے۔

۳۔ جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کر دو، عفو و درگزر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظلم کرنے والوں اور آپ کو مٹانے والوں کو کس طرح سے معاف فرمایا انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔

۴۔ تم اپنی زبان کو قابو میں رکھا کرو، فتنوں سے محفوظ رہو گے،
 ۵۔ تم اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے رو، رو کر معافی مانگو۔
 ۶۔ تمہارا گھر تمہاری گنجائش کے مطابق ہو کہ گھر اتنا بڑا بھی نہ ہو کہ ضرورت سے
 فاضل اور زائد ہو، اور اتنا تنگ بھی نہ ہو کہ گھر کے لوگوں کو سکون سے رہنے میں
 دشواری اور ضیق و تنگی اٹھانی پڑے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ نے فرمایا کہ میں نے
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات
 کی تو مجھ سے آپؐ نے فرمایا کہ اے عقبہؓ
 ابن عامر اس شخص کے ساتھ صلہ رحمی کرو
 جس نے تمہارے ساتھ قطع تعلق کیا ہو۔
 اور اس شخص کو عطا کرو جس نے تمکو حرام
 کر رکھا ہو، اور اس شخص کو معاف کرو جس
 نے تمہارے ساتھ ظلم و زیادتی کی ہو۔
 حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
 ہوا تو مجھ سے فرمایا کہ اے عقبہ بن عامرؓ
 اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ اور اپنے
 گناہوں پر نادم ہو کر رو یا کرو۔ اور
 چاہیے کہ تمہارا گھر تمہاری ضرورت کے
 مطابق گنجائش رکھے۔

عن عقبہ بن عامر قال لَقِيتُ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَ لِي: يَا عَقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ
 صَلِّ مَنْ قَطَعَكَ وَاعْطِ مَنْ
 حَرَمَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ،
 قَالَ ثُمَّ اتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي:
 يَا عَقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ: أَمْلِكْ لِسَانَكَ
 وَأَبْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ، وَ
 لِيَسَعَكَ بَيْتُكَ -

(مسند امام احمد بن حنبل ۴/۱۸۵، ۴/۱۴۸)

نسخہ مرتبہ حدیث ۱۴۳۶۷ -

(۱۴۵۸۹ — ۱۴۵۹۰)

۱۲۔ نجد کے اڑیل سرداروں کے ساتھ معاملہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے ساتھ کس قدر ہمدردی کا معاملہ فرمایا کرتے تھے اسکی متعدد مثالیں ہم نے اس مکتوب کے اندر نقل کر دی ہیں۔ اب لگے ہاتھ ایک واقعہ اور نقل کر دیتے ہیں۔ شاید اس سے اللہ کے کسی بندے کو اس واقعہ کی شایانِ شان عبرت حاصل ہو۔ بخاری شریف میں اس واقعہ کے متعلق حدیث شریف بارہ مقامات میں آئی ہے۔ اسکا خلاصہ اور پچوڑ ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس نجد کے بڑے بڑے چار قبائل کے اڑیل اور ضدی قسم کے سرداران حاضر ہو گئے۔

۱۔ عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر فرزاری جو نبی فرارہ کا سردار تھا۔ اور یہی وہ شخص ہے جو غزوہ احزاب کے موقع پر نجد کے کئی ہزار نوجوان فوجیوں کو لیکر اتحادیوں کے ساتھ مل کر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھائی کی تھی اور اس شخص کی جہالت تھی کہ ایمان لانے کے بعد مُرتد ہو گیا تھا۔ لیکن اللہ نے پھر ہدایت فرمائی تو صدیق اکبر کے زمانہ میں دوبارہ مشرف بہ اسلام ہوا۔ (اسد الغابہ ۳۱/۴)

۲۔ اقرع بن حابس، اقرع بن حابس تمیمی جو بنو تمیم کا سردار تھا۔ اس نے بھی غزوہ خندق کے موقع پر نجد سے بنو تمیم کے نوجوان فوجیوں کو لیکر اتحادیوں کے ساتھ ملکر حضور پر چڑھائی کی تھی اُن میں اپنی قبائلی بڑائی اور فخر حد سے زیادہ تھا۔ چنانچہ اپنے قبیلہ کے بڑے بڑے سردار کو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لا کر فخریہ اشعار سنایا کرتا تھا۔ بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

(اسد الغابہ ۱۲۸/۱ - حاشیہ بخاری ۱۱۰۵/۲)

۳۔ علقمہ بن علاثہ بن عوف الکلابی العامری: یہ قبیلہ بنو کلاب و بنو عامر کا

سردار تھا یہ شخص بھی اسلام لانے کے بعد مُرتد ہو گیا تھا پھر حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں دوبارہ اسلام قبول کر لیا تھا۔ (حاشیہ بخاری ۱۱۰۵/۲)

الاصحاب فی تمیز الصحابہ ۴/۲۵۰

مک زید بن مہلہل الطائی۔ ان کو زید الخلیل بھی کہا جاتا تھا۔ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زید الخلیل کے بجائے زید الخیر کے ساتھ موسوم فرمایا یہ قبیلہ بنو طے کا سردار تھا۔ (حاشیہ بخاری ۱۱۰۵/۲، الاستیعاب ۱۲۴/۲، اسد الغابہ ۱۲۹/۲)

یہ چاروں نجد کے بڑے بڑے سردار کہلائے جاتے تھے۔ ان لوگوں کی عناد و دشمنی مسلمانوں میں سب سے زیادہ مشہور تھی جب یہ چاروں افراد اتفاق سے ایک ساتھ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بارگاہ میں موجود تھے۔ اور ان لوگوں کی دشمنی کا زخم ہر مسلمان کے دل میں ابھی تک تازہ تھا۔ زخم ابھی مندمل ہوتے نہیں پایا تھا۔ اسی آتش میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یمن سے خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بارگاہ میں ایک قیمتی خالص قسم کے سونے کا ڈالا بھیج دیا اور اس کی مقدار بھی بہت زیادہ تھی۔ آقا زینا مدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتنا بڑا خطرہ مال انہیں چاروں سرداروں کے درمیان تقسیم کر دیا اور مسلمان اس ماجرے کو دیکھتے رہے۔ باقی مسلمانوں میں سے کسی کو اس میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔ حتیٰ کہ بعض کمزور ایمان والے جو ابھی جلدی ایمان لائے تھے انکو تردد بھی پیدا ہوا۔ مگر قربان جائے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رواداری اور ہمدردی پر جس نے آپ کے ساتھ ظلم و ستم کا معاملہ کیا آپ نے اس کے ساتھ ہمدردی و رواداری کا معاملہ فرمایا۔ آپ کے اخلاق اور ہمدردی سے متاثر ہو کر بڑے بڑے اکابرِ قسم کے دشمنانِ اسلام کی بھی کایا ملٹ جاتی تھی۔ بخاری شریف کے بارہ مقامات جنہیں سے بعض مقامات میں کافی تفصیلی بھی ہے۔ ان میں سے ایک مختصر ٹکڑا نقل کر دیتے ہیں۔ بقیہ روایات

کے صرف حوالہ پیش کر دیتے ہیں۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُهِبِيَّةٍ
فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةِ الْأَقْرَعِ
ابْنِ حَابِسٍ الْخَنْظَلِيِّ ثُمَّ الْمَجَاشِعِيِّ
وَعُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ
وَزَيْدَ الطَّائِيِّ ثُمَّ أَحَدَ بَنِي نُبَهَانَ
وَعَلْقَمَةَ بْنَ عَلَاثَةَ الْعَامِرِيَّ
ثُمَّ أَحَدَ بَنِي كَلَابٍ فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ
وَالْأَنْصَارُ فَقَالُوا يُعْطِي صَنَادِيدَ
أَهْلِ نَجْدٍ وَيَدْعُنَا قَالَ انْتَمَا
اتَّالَفَهُمْ۔

(بخاری شریف ۴/۱ حدیث ۳۲۳۴،

۵۰۹/۱ حدیث ۲۲۸۳، ۲۲۳/۲

حدیث ۳۱۴۸، ۲۴۲/۲ حدیث ۴۳۸،

۴۵۶/۲ حدیث ۴۸۶۷، ۹۱۰/۲

حدیث ۵۹۲۴، ۱۰۲۴/۲ حدیث ۶۶۶۲، ۶۶۶۳، ۶۶۶۵، ۶۶۶۶،

۱۱۰۵/۲ حدیث ۷۱۳۲، ۱۱۲۸/۲ حدیث ۷۲۶۱)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ
حضرت علیؓ نے یمن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں تازہ ترین سونے کا ایک
بڑا ڈولا بھیجا تو آپؐ نے اس کو صرف چار
افراد کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اقرع بن
حابس منظلی مجاشعی تمیمی اور عیینہ بن حصن
ابن بدر الفزاری اور زید بن مہملہ الطائی
النہہانی اور علقمہ بن علاثہ العامری الکلابی
صرف ان چاروں کے درمیان تقسیم کر دیا
جس سے بعض قریش اور بعض انصار
ناراض ہو کر کہنے لگے کہ نجد کے سرداروں
کو دیدیا اور ہم کو چھوڑ دیا۔ راوی فرماتے
ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی تالیف
قلوب کیلئے اور دل جوئی کیلئے دیا تھا۔

دشمنی۔ دوستی میں اور بغض و عناد محبت میں تبدیل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق اور حیرت انگیز اور بے مثال ایشار و قربانی روئے زمین میں کسی انسان میں پائی جانے کی بات تو بہت دور ہے بلکہ اسکا امکان بھی نہیں ہے۔ ایسے ایسے خطرناک دشمن جنکے دل آپ کے بارے میں بغض و عناد سے بھرے ہوئے تھے۔ اور آپ کی ترقی اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کے دن بدن جم غفیر کی تعداد میں جوڑنے کا منظر دیکھ دیکھ کر ان کے دل جل بھن کر خاک ہو جاتے تھے لیکن آپ کے مکارم اخلاق پر قربان جائے کہ ایسے دشمن بھی منٹوں میں آپ کے ایسے جاں نثار دوست بن گئے کہ جن آنکھوں کا آپ کو دیکھنا کانٹے کا خار سمجھا جاتا تھا۔ اب آپ کو دیکھ کر ان آنکھوں کو ٹھنڈک مل رہی ہے۔ اور آپ کی باتیں سن کر جن کے دلوں میں آگ بھڑکتی تھی آج آپ کے نام سے انکے دلوں کو سکون مل گیا اور آپ کے نام سے جن میں مرض لاحق ہو جاتا تھا اب آپ کے نام سے ان میں شفا ہو گئی، جنکے نزدیک آپ کی ذات آپ کے خاندان اور آپ کا گھر اور آپ کا شہر نہایت بدترین تھا آج ان کے نزدیک آپ کی ذات آپ کے خاندان آپ کا گھر آپ کا شہر دنیا کی ہر چیز سے محبوب ترین بن گیا۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں سرخیوں کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

۱۳ ہندہ کیا کہتی ہے

ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ جو ابوسفیان کی بیوی تھی یہ آقا نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں زبردست گستاخ اور بہت بڑی معاند تھی یہی وہ عورت تھی جس نے معرکہ احد میں حضرت حمزہ کا کلیجہ چبا لیا تھا۔ اسکو اس قدر خلیں اور بغض تھا کہ

حضرت حمزہ کا کلیجہ چبا کر اپنے دل کی آگ بجھاتی تھی۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ہندہ نے حضرت حمزہ کے پیٹ کو چاک کر کے ان کا کلیجہ نکال لیا پھر اس کو چبا کر نگلنے کی کوشش کی مگر نگل نہ سکی تو پھینک دیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ہندہ کے پیٹ میں حمزہ کا کلیجہ پہنچ گیا ہوتا تو ہندہ کو جہنم کی آگ نہیں پکڑا سکتی تھی اس لئے کہ حضرت حمزہ کا جزا اس کے پیٹ میں پہنچ چکا ہوتا لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔

بَقَدَّتْ هِنْدُ بَطْنَ حَمْزَةَ فَأَخْرَجَتْ
كَبِدَهُ فَجَعَلَتْ تَلْوُكَهَا فَلَمْ تَسْغَهَا
فَلَفِظَتْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دَخَلَ بَطْنُهَا لَمْ تَسْغَهَا
النَّارُ - (اسد الغابہ ۱/۵۳۰،

مجمع الزوائد ۶/۱۱۰،

الطبقات الکبریٰ ۳/۶)

بخاری شریف میں اسکے متعلق ایک حدیث شریف تین مقامات میں موجود ہے۔ وہ اسلام لانے کے بعد آقاِ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا کہتی ہے وہ خود کہتی تھی کہ اسلام لانے سے پہلے میرے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ کے خاندان اور آپ کے گھر والوں سے زیادہ روئے زمین میں مبغوض ترین کوئی شخص، کوئی خاندان اور کوئی گھر نہیں تھا۔ مجھ کو سب سے زیادہ نفرت آپ ہی کی ذات اور آپ کے گھر والوں سے تھی لیکن جب میں اسلام لے آئی اور آپ کی خدمت بارگاہ میں میری حاضری ہونے لگی تو میں نے آپ سے ایسے اخلاق اور ایسی ہمدردی اور ایسی محبت دیکھی ہے جو میں نے دنیا کے کسی انسان میں کبھی تصور نہیں کیا تھا۔ اس لئے اب میری حالت ایسی ہو گئی کہ روئے زمین پر اور آسمان کے نیچے آپ کی ذات اور آپ کے خاندان اور آپ کے گھر والوں سے زیادہ محبوب ترین میرے نزدیک نہ کسی کی ذات ہے اور نہ کسی کا خاندان ہے اور نہ ہی کسی کے گھر والے ہیں۔

یہی سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اخلاق اور بے پناہ ہمدردی ہے کہ

جنہوں نے زندگی بھر ظلم و ستم کی کوئی حد باقی نہیں رکھی تھی اُن کے ساتھ بھی ایسا بلند اخلاق کا معاملہ اور ہمدردی اور نرمی کا رویہ تھا کہ منٹوں میں بڑے سے بڑے دشمن کی بھی کایا پلٹ جایا کرتی تھی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہندہ بنت عتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگی کہ یا رسول اللہ! روئے زمین میں میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ترین چیز کوئی نہیں تھی کہ میں آپ اور آپ کے خاندان کو ذلیل ہوتے ہوئے دیکھتی رہوں اور پھر آج میرا حال یہ ہوا کہ روئے زمین پر میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب تر اور پسندیدہ بات کوئی نہیں ہے کہ میں آپ اور آپ کے خاندان کی عزت و شرف کو دیکھتی رہوں۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدَةُ بِنْتُ عُبَيْةٍ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَانَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ مِنْ أَهْلِ خَبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَذَلُّوا مِنْ أَهْلِ خَبَائِكَ ثُمَّ مَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَهْلٍ خَبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ يَعِزُّوا مِنْ أَهْلِ خَبَائِكَ۔ (بخاری شریف ۵۳۹/۱)

حدیث ۳۶۸۸، ۹۸۲/۲، حدیث ۶۳۸۶، ۱۰۶۰/۲، حدیث ۶۸۴۴

۱۴ حضرت شامہؓ کیا کہتے ہیں؟

بخاری شریف میں قبیلہ بنو حنیفہ کے ایک سردار کا واقعہ ایک طویل حدیث شریف میں موجود ہے۔ حدیث شریف کا خلاصہ ہم یہاں پیش کر دیتے ہیں۔ شاید اللہ کے کسی بندے کو فائدہ پہنچ جائے۔ کہ صحابہؓ کا ایک گھوڑا سوار قافلہ صوبہ نجد کی طرف روانہ کیا گیا۔ اور مسلمانوں کا یہ قافلہ قبیلہ بنو حنیفہ کے علاقہ میں پہنچا۔ اور بنو حنیفہ کے ایک سردار شامہ بن اٹال کو گرفتار کر کے لایا اور مسجد نبویؐ کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کیلئے تشریف لائے تو اس کے پاس

سے ہو کر گزرتے آپ اُس سے معلوم کرتے یا تمامہ کیا حال ہے؟ تو وہ جواب دیتے کہ اے محمد مجھے خیر کی امید ہے اگر آپ مجھے قتل کر دیں گے تو ایک صاحبِ خون کو قتل کر ڈالیں گے کہ میرا پورا قبیلہ خون کا بدلہ لینے کیلئے آپ کے مقابل میں آسکتا ہے۔ اور اگر آپ میرے ساتھ انعام کا معاملہ کریں گے تو ایک وفادار شکر کرنے والے شخص پر انعام کریں گے۔ حضرت تمامہ تین دن تک بندھے رہے اور حضور روزانہ اُن سے اسی طرح پوچھتے اور وہ یہی جواب دیتے رہے۔ پھر تین دن کے بعد آپ نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ تمامہ کو چھوڑ دو۔

جب حضرت تمامہ کو چھوڑ دیا گیا تو وہ بجائے اپنے وطن لوٹنے کے مسجد نبوی کے سامنے حضرت ابو طلحہ انصاری کا باغ تھا جس کو باغِ بیرحہ سے موسوم کیا جاتا تھا۔ اسیں جا کر غسل فرمایا پھر مسجد نبوی میں داخل ہو کر کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول فرمایا۔ اس کے بعد آقا بنامدارہ سے مخاطب ہو کر فرمایا — کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم روئے زمین میں میرے نزدیک آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض اور کریہہ اور بدترین چہرہ کوئی نہیں تھا۔ لیکن آج منٹوں میں میرے نزدیک آپ کی صورت دُنیا کے تمام انسانوں کے چہروں میں سب سے زیادہ محبوب ترین چہرہ ہے۔ اور اللہ کی قسم میرے نزدیک آپ کے دین سے بدترین دین کوئی نہیں تھا۔ اور آج آپ کا دین میرے نزدیک دُنیا کے تمام ادیان میں سب سے محبوب ترین دین ہے۔ اور اللہ کی قسم دُنیا کے علاقوں اور شہروں میں آپ کا شہر میرے نزدیک سب سے زیادہ بدترین اور مبغوض ترین شہر تھا اور آج آپ کا شہر میرے نزدیک دُنیا کے تمام شہروں میں سب سے محبوب ترین شہر ہے۔ اس کے بعد حضرت تمامہ نے آپ سے ایک مسئلہ معلوم کیا۔ فرمایا کہ میں نے عمرہ کر نیکا ارادہ کر لیا تھا اور ابھی میں عمرہ کیلئے جا نہیں پایا تھا کہ آپ کے قافلہ نے مجھے گرفتار کر لیا۔ تو مجھے اب

کیا کرنا چاہیے؟ تو حضورؐ نے بڑی خوشی کے ساتھ اُس کو بشارت دی اور عمرہ کرنا کا حکم فرمایا۔ جب حضرت ثمامہؓ مکہ پہنچے تو بعض اہل مکہ نے کہا کہ ثمامہ تم بد دین ہو چکے ہو، اپنے دین سے پھر چکے ہو تو حضرت ثمامہؓ نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ لیکن میں اسلام قبول کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گیا ہوں۔ اور اللہ کی قسم اب تمہارے پاس مُملکِ یمامہ سے گہیوں کا ایک دانہ اس وقت تک نہیں آسکتا جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں گے۔ یہ حدیث شریف کا مختصر ترجمہ ہے۔ عسری عبارت لمبی ہوئی کی وجہ سے نہیں لکھی گئی جسکو دیکھنا ہو بخاری شریف ۲/۴۲۷۔ حدیث ۴۱۹۸ میں دیکھ لیں۔

قریش کے پاس بنو حنیفہ کے علاقہ یمامہ سے غلہ آیا کرتا تھا اب جب وہاں کے سردار اسلام میں داخل ہو گئے تو وہاں کا نظام بھی اسلام کے ماتحت چلے گا۔ اسلئے حضرت ثمامہؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر اب تمہارے پاس غلہ کا ایک حبہ تک نہیں آسکتا۔ جو کل صورت دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا، وہ آج آپؐ پر سٹو بار قربان ہونے کیلئے تیار ہے۔

۱۵۔ عمر قتل کرنے گئے تھے ایمان لیکر آئے

یہی پیغمبر اسلام محمد عربیؐ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بلند اخلاق ہے کہ ستم گروں اور ظلم میں حد سے تجاوز کر جانے والوں کے ساتھ کیسا مقدس معاملہ ہے؟ جو کل صورت دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا اور نام سننا گوارا نہیں کرتا تھا آج وہ سچا عاشق، سچا جاں نثار اور آپ کے سامنے جان و مال سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔ ابھی آپؐ دارِ ارقم ہی

میں مقیم تھے کہ مگہ کے نامور بہادر عمر بن الخطاب جیسا جری اور دلیر شخص
 سنگی تلوار لے کر غیظ و غضب اور جنون کی حالت میں قتل کرنے کے لئے
 جا رہا تھا، مگر وہاں جا کر کچھ اور ہی دیکھتا ہے تو بجائے قتل کے پیروں میں گر جاتا
 ہے اور جان لینے کے بجائے ایمان کی خلعت پہن کر سٹو بار جان قربان کر نیا والا
 بن کر لوٹتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کا پورا واقعہ سیرت ابن ہشام مع
 الروض ۲/۲۶۴، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۳/۲۰۳ میں ملاحظہ کریں۔
 آپؐ کو ہماری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ ہے۔ آپؐ کی آرزو
 اور کوشش یہی ہے کہ خدا کے بندے اصلی بھلائی اور حقیقی کامیابی سے
 ہمکنار ہوں۔

اگر آپؐ کی عظیم الشان شفقت اور خیر خواہی اور دلسوزی کی لوگ قدر نہ کریں تو
 کچھ پرواہ نہیں۔ تنہا خدا کی ذات آپؐ کو کافی ہے، جس کے سوا نہ کسی کی بندگی ہے
 اور نہ ہی کسی پر بھروسہ ہو سکتا ہے۔ اسی بلند اخلاق اور پیکر محبت کیلئے اللہ نے
 اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔

۵ یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا : عَلٰی حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
 اللَّهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ
 بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ بروز جمعرات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سید الکونین علیہ السلام کے جانباز سپاہی حضرت عبداللہ بن محسن رضی

اللہ کا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جو مقدس صحابہ آپ کے ساتھ ہیں سب زور آور ہیں۔ کافروں پر اور آپس میں نرم دل ہیں آپ ان کو رکوع اور سجدہ کی حالت میں اللہ کا فضل و کرم اور اس کی خوشنودی ڈھونڈتے ہوئے دیکھتے ہیں اور سجدے کے آثار سے ان کے چہروں پر نور کی چمک اور شمعیں ہیں انکی مثالی شان تو ریت و انجیل میں مذکور ہے۔

مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِمَّنْ آتَاهُ السُّجُودَ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ - (سورہ فتح ۲۹)

دیکھئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے عرش معلیٰ سے کس شان و عظمت سے حضرات صحابہ کرامؓ کے تقدس اور عظمت شان کا اعلان فرمایا۔ اور حضرات اکابر صحابہ میں سے جو صفِ اول کے صحابہ کہلائے جاتے تھے اور سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے قوت بازو اور مشیر خاص کی حیثیت رکھتے تھے، ان میں حضرت عبداللہ بن محسنؓ کا نام نامی بھی سرِ فہرست

ہے۔ اسلام میں سب سے پہلے جو مالِ غنیمت حاصل ہوا وہ انہیں کے ہاتھ سے حاصل ہوا تھا۔ اس کی تفصیل ہم انشا اللہ تعالیٰ آگے بیان کریں گے۔ یہاں پر ہم حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے مختصر حالات پیش کرنے جا رہے ہیں۔ شاید کسی مسلمان کو ان کے حالات کے مطالعہ کے بعد کچھ دینی فائدہ پہونچے گا۔ اور بعض مؤرخین اور سیرت نگار حضرات سے سیرتِ صحابہ اور تاریخِ صحابہ کے لکھتے وقت ان کے حالات لکھنے میں جو مسامحت ہوئی اور ان کی طرف خلافِ واقعہ جو باتیں منسوب کی گئی ہیں ان پر بھی بصیرت ہو جائے گی۔ وہ نہ نابینا تھے اور نہ ہی حضرت اُمّ حبیبہؓ کے شوہر تھے، اور نہ ہی انہوں نے دین اسلام چھوڑ کر نصرانیت اختیار کی تھی۔ ان سب باتوں کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ کا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبِ تعلق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کل بارہ بھائی تھے۔
 ۱۔ حضرت عباسؓ ۲۔ حضرت حمزہؓ ۳۔ حضرت عبداللہؓ۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ہیں۔
 ۴۔ خواجہ ابوطالب۔ جن کا نام عبد مناف ہے۔
 ۵۔ زبیرؓ ۶۔ حارثؓ ۷۔ حنظلؓ ۸۔ مقومؓ ۹۔ صرار۔
 ۱۰۔ ابولہب۔ جن کا نام عبد العزیٰ ہے۔ ۱۱۔ وشم۔
 ۱۲۔ عبد الکعبہ۔ ان میں سے دس کا نام البدایہ والنہایہ ۲/۲۱۰ میں ہے۔ اور طبقات ابن سعد ۱/۷۷ میں ان بارہ کے نام موجود ہیں، اور ایک اور نام کا بھی اضافہ ہے، وہاں کل تیرہ نام ہیں۔ جن کی تفصیل ہم نے

”عبدال مطلب کی اولاد“ کے عنوان کے تحت نقل کر دی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی چھ پھوپھیاں تھیں۔

۱۔ حضرت صفیہؓ ۲۔ حضرت ام حکیم البیضار ۳۔ حضرت عاتکہؓ۔

۴۔ حضرت امیمہؓ ۵۔ حضرت اروی بنت عبدال مطلب ۶۔ برہ بنت

عبدال مطلب۔ حضور اکرم ﷺ کی یہ کل چھ پھوپھیاں تھیں۔

ان میں سے حضرت امیمہ بنت عبدال مطلب کا نکاح حبش بن ربیع بن عمر

اسدی کے ساتھ ہوا۔ اور حضرت امیمہ بنت عبدال مطلب کے بطن سے حبش بن ربیع

کی تین اولاد نرینہ پیدا ہوئیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن حبشؓ ۲۔ حضرت عبد بن حبشؓ ۳۔ عبید اللہ بن حبشؓ۔

اور تین اولاد اُنات پیدا ہوئیں۔

۱۔ حضرت ام المؤمنین زینب بنت حبشؓ ۲۔ حضرت حمزہ بنت حبشؓ۔

۳۔ حضرت ام حبیبہ بنت حبشؓ۔

یہ کل چھ اولادیں حضور اکرم ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدال مطلب

کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ اور سب کے سب اسلام کے شروع زمانہ میں

حضور اکرم ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ہی مشرف

بِاسلام ہو گئے تھے۔ اور تین لڑکوں میں سے حضرت عبداللہ بن حبشؓ اسلام

کی ان مائے ناز شخصیات میں سے تھے کہ جن کے ذریعہ سے دین اسلام کو حیرت

انگیز قوت ملی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت

زید بن حارثہؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت علیؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے ملی ہے۔

یہ وہ سب جانباز صحابہ ہیں جن کو آفتِ نامدار ﷺ نے بڑے

حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی اپنے خاندان کے ساتھ حبشہ سے واپسی

جب شروع اسلام میں کفار مکہ نے مسلمانوں کو ایذا پہنچانے اور ستانے کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑ رکھا تھا تو آقاؐ و اہل بیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مظلوم صحابہؓ کو حبشہ ہجرت کر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی، تو اس موقع پر حضرت عبداللہ بن جحشؓ بھی اپنے سب بھائی اور بہنوں کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے۔

(سیرت ابن ہشام ۲۰۶/۳)

پھر وہاں کچھ عرصہ گزرنے کے بعد حبشہ میں یہ افواہ اڑ گئی کہ مکہ والے سب کے سب مشرف باسلام ہو گئے تو اس خبر پر مہاجرین حبشہ میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ساتھ چند حضرات کو چھوڑ کر بڑے بڑے اکابر صحابہؓ اپنے پورے پورے خاندان کو لیکر مکہ مکرمہ واپس آ گئے، اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ بھی اپنی تینوں بہنوں اور ایک بھائی ابوالاحمد یعنی عبد بن جحشؓ جو نابینا تھے ان کو بھی ساتھ لیکر مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔ اور حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ کے شوہر عبداللہ بن جحشؓ حبشہ میں رہ گئے اور حضرت ام حبیبہؓ بھی اپنے شوہر کے ساتھ وہیں رہ گئیں جب مسلمانوں کا یہ بڑا قافلہ مکہ مکرمہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ مکہ والوں کے اسلام لانے کی جو خبر اڑی تھی وہ غلط تھی، لہذا مہاجرین حبشہ کا یہ عظیم الشان قافلہ مکہ مکرمہ میں آزادانہ طور پر داخل نہ ہو سکا بلکہ ان کے داخل ہونے کی یہ شکل ہوئی کہ یا تو کفار مکہ میں سے کسی کی پناہ اور کفالت لیکر داخل ہوئے یا خفیہ طور پر داخل ہو گئے۔ پھر مکہ مکرمہ میں رہ کر پریشانی کی زندگی گزاری جب مدینہ ہجرت کی اجازت مل گئی تو سب پہلے مہاجرین حبشہ نے ہجرت کا سلسلہ شروع کر دیا۔

(سیرت ابن ہشام مع الروض الانف ۳۳۰/۳)

جلسہ سے واپس آنے والے بڑے بڑے اکابر صحابہ

جلسہ سے واپس آنے والے بڑے بڑے اکابر صحابہ میں سے چند حضرات کے نام نامی یہاں درج کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو دیکھ کر عبرت حاصل ہو۔

۱۔ حضرت عثمان بن عفانؓ اپنی فیملی کے ساتھ۔
۲۔ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہؓ اپنی فیملی کے ساتھ۔ یہ حضرات بنو عبد شمس کے افراد تھے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ اپنے خاندان کے ساتھ۔
۴۔ حضرت عتبہ ابن غزوہؓ یہ بنو نوفل میں سے تھے۔
۵۔ بنو اسد میں سے حضرت زبیر ابن عوامؓ۔

۶۔ بنو عبد الدار میں سے حضرت مصعب ابن عمیرؓ۔
۷۔ بنو عبد ابن قصی میں سے طلحہ ابن عمیرؓ۔
۸۔ بنو زہرہ میں سے حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ۔

۹۔ حضرت مقداد ابن عمروؓ۔
۱۰۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ۔

۱۱۔ بنو مخزوم میں سے حضرت ابوسلمہ ابن عبدالاسد جو حضرت اُم المؤمنین اُم سلمہؓ کے شوہر تھے۔

۱۲۔ حضرت شماس ابن عثمانؓ۔

۱۳۔ حضرت سلمہ ابن ہشامؓ۔

۱۴۔ حضرت عیاش ابن ربیعہؓ۔

۱۵۔ حضرت حارث ابن ہشامؓ۔

- ۱۶ حضرت عمار ابن یاسر رضی -
 ۱۷ حضرت معتب ابن عوف رضی -
 یہ سب کے سب بنو مخزوم اور ان کے حلیف کے لوگ تھے -
 اور بنی تمیم میں سے -
 ۱۸ حضرت عثمان بن مظعون رضی -
 ۱۹ حضرت قدامہ ابن مظعون رضی -
 ۲۰ حضرت عبداللہ ابن مظعون رضی -
 اور بنو سہم میں سے -
 ۲۱ حضرت خنیس ابن حذافہ رضی -
 اور بنو عدی میں سے -
 ۲۲ حضرت عامر ابن ربیعہ رضی -
 اور بنو عکامہ میں سے
 ۲۳ عبد اللہ ابن محرمہ رضی -
 ۲۴ حضرت ابوسبرہ ابن ابی رہمہ رضی -
 ۲۵ حضرت سکران ابن عمرو رضی -
 ۲۶ حضرت سعد ابن خولہ رضی -
 بنو حارث میں سے
 ۲۷ حضرت ابو عبیدہ ابن جبراح رضی -
 ۲۸ حضرت عمرو ابن حارث رضی -
 ۲۹ حضرت سہیل ابن بیضار رضی -
 ۳۰ حضرت عمرو ابن ابی سرح رضی -
 ۳۱ حضرت عبد اللہ ابن سہیل ابن عمرو رضی -

یہ تمام اکابر صحابہ اپنے خاندان اور بیوی بچوں کے ساتھ حبشہ سے واپس تشریف لائے ہوئے تھے، اور جب مدینہ ہجرت کرنے کا وقت آیا تو ان تمام مہاجرین نے مدینہ کی ہجرت میں بھی سبقت فرمائی۔ لیکن چند حضرات وہ ہیں جو کسی کی کفالت میں مکہ میں داخل ہوئے تھے۔ اور ان پر غلاموں کی طرح پابندیاں لگا رکھی تھیں، وہ حضرات غزوہ بدر سے پہلے ہجرت نہیں کر پائے۔ بعد میں بڑی مشکلات اور تکلیفیں جھیلنے کے بعد ان حضرات نے بھی ہجرت فرمائی تھی۔ یہ پوری تفصیل سیرت ابن ہشام ۳/۳۳۰ سے ۳/۳۳۳ تک میں موجود ہے۔

حضرت ام حبیبہؓ کا سید الکونین کے ساتھ نکاح

حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا نام نامی رملہ بنت ابی سفیان ہے۔ ان کی پہلی اولاد میں ایک لڑکی ہے جن کا نام حبیبہ ہے۔ انہی کے نام کے ساتھ حضرت ام حبیبہ کی کنیت پڑ گئی۔ اور حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ میں قیام کے دوران ایک خواب دیکھا۔ اور خواب میں اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کو نہایت بُری شکل میں مسخ ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس خواب کے دیکھنے کے بعد حضرت ام حبیبہؓ نہایت پریشان اور سرگرداں حالت میں اپنے شوہر کو یہ خواب سنایا تو عبید اللہ بن جحش نے کہا کہ میں دُنیا کے تمام ادیان میں دین عیسویت اور دین نصرانیت سے بہترین دین کسی کو نہیں پاتا، اسلئے میں نے اسلام چھوڑ کر دین نصرانیت قبول کر لیا۔ حضرت ام حبیبہؓ خواب دیکھنے کے بعد یونہی زیادہ

پریشان تھیں، اب جب شوہر کے مُرتد ہو جانے کی بات سامنے آئی تو حضرت ام حبیبہؓ پر پریشانیوں کا جو پہاڑ ٹوٹا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ معلوم ہے۔ اسی دین اسلام کی بقا اور حفاظت کے لئے خاندان سے دشمنی مول لی۔ اور پورے خاندان سے کٹ گئیں۔ اور اپنے وطن عزیز مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر غریب الوطنی کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اور یہاں بھی صرف شوہر ہی ایک سہارا تھا۔ وہ بھی دین سے بے دین ہو کر نصرانی بن گیا۔ اور شوہر کا پورا خاندان حضرت عبداللہ بن محسنؓ کے ساتھ مکہ واپس جا چکا تھا۔ اب یہاں تنہا شوہر بھٹتا، اس کا سہارا بھی ختم ہو گیا تو نہایت کس میرسی کی حالت میں وہاں وقت گزر رہا تھا۔ اور عبداللہ بن محسن بھی بدقسمتی سے نصرانی ہو جانے کے کچھ دنوں کے بعد دُنیا سے رخصت ہو گیا۔ اب حضرت ام حبیبہؓ کے لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی انسان کا سہارا نہیں رہا، اور عرب کا دستور تھا کہ جب بھی کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہو جاتا یا عورت کو طلاق دی جاتی تو وہ عدت گزرنے کے بعد بلا تاخیر دوسرے مرد سے شادی کر لیتی، تو حضرت ام حبیبہؓ نے عدت گزرنے کے بعد حضرت عثمان غنیؓ سے نکاح کے لئے اپنے خاندان کا معزز آدمی حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ کو وکیل بنایا، لیکن ابھی حضرت عثمانؓ کے متعلق گفت گو شروع ہونے نہیں پائی تھی کہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے شاہِ حبشہ نجاشی کے پاس حضرت ام حبیبہؓ سے نکاح کا پیغام پہنچا، اور پیغام لیکر جانے والے صحابی کا نام حضرت عمرو بن امیہؓ تھیں۔ (طبقات ابن سعد ۸/۷۸)

حضرت نجاشی کے پاس ایک باندی تھی جس کا نام ابرہہ تھا، اس کو حضرت ام حبیبہؓ کے پاس پیغام رسانی کے لئے بھیجا کہ سید الکونین

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے آپ کے پاس نکاح کا پیغام آیا ہے۔ اور حضرت ام حبیبہؓ کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے۔ اور انگلیوں میں سونے کے دو چھلے تھے۔ یہ خبر سننے ہی ہاتھوں سے دونوں کنگن اور انگلیوں سے چھلے نکال کر خوشی اور فرط مسرت میں اس باندی کو دیدیئے۔ اور دربار شاہی میں مسلمانوں کے ایک بڑے مجمع میں حضرت نجاشیؓ نے نکاح کا خطبہ پڑھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت نجاشیؓ نے نکاح کا ایجاب فرمایا اور چار ہزار درہم مہر مقرر فرمایا، اور حضرت ام المؤمنین ام حبیبہؓ کے خاندان کے لوگوں میں سے حضرت خالد بن سعیدؓ بھی موجود تھے۔ پھر انہوں نے خطبہ پڑھ کر حضرت ام حبیبہؓ کی طرف سے قبول فرمایا، اور حضرت نجاشیؓ نے مہر کے چار ہزار درہم حضرت خالد بن سعیدؓ کے حوالہ کر کے ذمہ دار بنا دیا۔ پھر حضرت نجاشیؓ نے تمام حاضرین کو یہ کہہ کر کھانا کھلایا کہ انبیاء کی سنت یہ ہے کہ نکاح کے بعد کھانا کھلایا جائے۔ چنانچہ حضرت نجاشیؓ نے سب کو کھانا کھلایا۔ پھر حضرت شمر حبیل بن حسنہؓ کے ساتھ حضرت ام حبیبہؓ کو ام المؤمنین کی حیثیت سے مدینۃ المنورہ روانہ فرما دیا۔ اور مدینہ منورہ تشریف لا کر تمام مؤمنین کی ماں بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہیں۔

(طبقات ابن سعد ۸/۷۷، اسد الغابہ ۶/۳۱۵، البدایہ والنہایہ ۴/۱۴۴،

بیرونی ۴/۵۲۹)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حضرت عبداللہ بن محبشؓ نہ نابینا تھے، نہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے شوہر تھے، بلکہ اسلام کے ایک نامور سپہ سالار اور لشکر اسلام کے علمبردار تھے۔ بعض مصنفین کو سیرت نگاری اور حالات و واقعات کے نقل کرنے میں بڑی مسامحت ہو گئی ہے۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن محبشؓ کو نابینا لکھ دیا ہے۔ بعض حدیث کی کتابوں میں بھی نقل کرنے میں مسامحت اور بھول ہو گئی ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں بھی سورۃ نسا کی تفسیر کے تحت ۱۳۲ میں حضرت عبداللہ بن محبشؓ کو نابینا لکھا ہے۔ حالانکہ وہ نابینا نہیں تھے۔ البتہ نابینا ان کے بھائی عبد بن محبش تھے۔ جو ابو احمد بن محبش کی کنیت سے مشہور تھے۔ فتح الباری مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۳۳۲/۸ مطبع دارالریان التراث ۱۱۱/۸، عمدۃ القاری قدیم ۱۸۴/۱۸، جدید ۵۵۱/۱۲ میں صحیح بات واضح کر دی گئی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ کتابوں نے عبد بن محبش کے بجائے عبداللہ بن محبش لکھ دیا ہو۔ اور بعد کے بڑے بڑے مصنفین اور سیرت نگار اصحابِ قلم نے بھی جوں کا توں ان کو نابینا لکھ دیا ہو، جو کہ صحیح نہیں ہے۔ نیز بعض مصنفین نے حضرت عبداللہ بن محبشؓ کو حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا شوہر قرار دیا ہے، اور العیاذ باللہ ان کو ام حبیبہ کا شوہر قرار دیکر ان کی طرف ارتداد اور نصرانیت کی نسبت کر دی ہے۔ جو نہایت غیر ذمہ دارانہ بات اور ایک عظیم الشان صحابی رسول کی طرف خطرناک نسبت ہے۔ حالانکہ حضرت ام حبیبہؓ کا شوہر ان کا دوسرا بھائی عبید اللہ بن محبش تھا۔ جس نے سرزمین حبشہ میں اسلام سے مرتد ہو کر نصرانیت اختیار کر لی تھی۔ پھر نصرانیت

ہی پر بہت جلد اس کی موت واقع ہو گئی تھی۔

(طبقات ابن سعد ۸/۱۰۷، اسد الغابہ ۶/۳۱۵، البدایہ والنہایہ ۴/۱۴۴، بیرونی ۲/۵۱۹)

حضرت عبداللہ بن جحشؓ وادی نخلہ میں اور اسلام کی پہلی غنیمت

حضرت عبداللہ بن جحشؓ ایک قدیم الاسلام بجانب سپاہی رسول تھے۔ اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک صحابہ میں حضرت عمرؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ وغیرہ کا مرتبہ اور مقام رکھتے تھے، اور ہجرت حبشہ کے بعد جب وہاں یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ مکہ والے سب تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے ہیں تو وہ اپنے خاندان کو ساتھ لیکر مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔ اس کے بعد جب مدینۃ المنورہ کی ہجرت کا موقع آیا تو پورے خاندان کو لیکر مدینۃ المنورہ ہجرت کر گئے۔ اور سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت کے بعد چند ہی دن گزریاں تھیں کہ آپؐ نے ایک تجربہ کار سپہ سالار کی طرح جنگی تیاریاں شروع فرمادیں، اور اطراف و اکناف میں چھوٹے بڑے اسلامی لشکروں کو روانہ کرنا شروع فرما دیا۔ چنانچہ سلسلہ رمضان المبارک میں حضرت حمزہ ابن مطلبؓ کی امارت میں تینتیس مہاجرین کو سیف البحر کی طرف روانہ فرمایا۔ جو سریہ سیف البحر سے موسوم ہے۔ اور اسی سال شوال میں حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کی امارت میں ساٹھ مہاجرین کو مقام رابغ کی طرف روانہ فرمایا۔ اسی کو سریہ رابغ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور اس سریہ کا قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ اور اسی درمیان میں حضرت مقداد بن عمروؓ، اور حضرت

عتبہ بن غزوہ قریش کے قافلہ سے کٹ کر اس سریت میں شامل ہو کر مدینہ آگئے تھے۔ اور اسی سال ذیقعدہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی امارت میں بیسٹ صحابہ کو مقام خرار کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ اس کے بعد ۲۳ ماہ صفر میں غزوہ ابوار اور غزوہ بواط اور غزوہ ذی العشیرہ وغیرہ پیش آئے۔ پھر ۳۷ ماہ رجب میں سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مایہ ناز سپہ سالار حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی امارت میں صرف بارہ آدمیوں کا دستہ چھ اونٹوں کے ساتھ مکہ اور طائف کے درمیان وادی نخلہ کی طرف روانہ فرمایا۔ ہر ایک اونٹ پر دو آدمی سوار تھے۔ اور حضورؐ نے ایک حظ بند کر کے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ہاتھ میں یہ کہہ کر دیا کہ تم اس خطا کو نہ کھولنا، جب دو دن کا سفر طے ہو جائے تب اس خطا کو کھول کر پڑھنا۔ چنانچہ جب دو دن کا سفر طے ہوا، تو حضورؐ کی ہدایت کے مطابق خط کھول کر دیکھا تو اس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

کہ جب تم میری یہ تحریر دیکھو تو آگے بڑھتے جاؤ اور سفر کا سلسلہ مسلسل جاری رکھو۔ یہاں تک کہ مکہ اور طائف کے درمیان نخلستان میں جا کر اتر جاؤ پھر وہاں قریش کے قافلہ کی گھات میں لگ جاؤ۔ اور ہمارے لئے اسکی خبروں کا پتہ لگاؤ۔ اس خط کے پڑھنے کے بعد حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جس کو شہادت محبوب ہو وہ اٹھ کھڑے ہوں، اور جس کو موت ناگوار ہو وہ واپس چلا جائے۔ اس پر سارے رفقاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق قافلے کے امیر حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی پیروی میں منزل مقصود کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور طویل مسافت طے کرنے کے بعد وادی نخلہ میں جا پہنچے۔ اور بارہ افراد میں سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عتبہ ابن ابی غزوہ ان دونوں ایک اونٹ میں شریک تھے۔ اثنائے سفر ان دونوں

کا اونٹ کھو گیا۔ وہ دونوں اپنے اونٹ کی تلاش میں پیچھے رہ گئے جس کی وجہ سے یہ دونوں حضرات قافلے سے پیچھے رہ گئے اور جنگ نخلہ میں شرکت نہ کر سکے۔ اور باقی دستِ رفقاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق وادیِ نخلہ میں قریش کے قافلے کا انتظار کرتے رہے پھر قافلہ کا سامنا ہوا۔ اور جس وقت قافلے کا سامنا ہوا تھا وہ رجب کی آخری تاریخ تھی۔ تو صحابہ میں تشویش پیدا ہو گئی کہ ماہِ رجب شہرِ حرام میں داخل ہے جس میں قتال و لڑائی ممنوع ہے۔ لیکن پھر مشورہ ہوا کہ ہینہ ختم ہو چکا ہے۔ مقابلہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ مسلمان سپاہیوں میں سے حضرت واعد بن عبد اللہ کے تیرے قریش کے قافلے کا ایک آدمی عمرو بن حضرمی کی موت واقع ہو گئی۔ اور عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن کيسان کو گرفتار کر لیا، اور قافلے کے دو سکر لوگ سب مال و اسباب چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ (المعجم الکبیر ۲/۱۶۲ حدیث ۱۶۷، مجمع الزوائد ۶/۱۹۸ میں بسند صحیح روایت موجود ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن جحش تمام مالِ غنیمت اور دونوں قیدیوں کو لیکر مدینہ واپس ہو گئے۔ یہ اسلام کا سب سے پہلا مالِ غنیمت ہے، اور ہجرت کے بعد مسلمان سپاہیوں کے ہاتھوں سے سب سے پہلی بار قریش کا آدمی مارا گیا تھا۔ اور سب سے پہلی بار قریش کے افراد کو قیدی بن کر لایا گیا تھا، اور اسلام میں سب سے پہلی مرتبہ اس قافلہ کے حامل شدہ مال کو مالِ غنیمت کے طور پر تقسیم کیا گیا تھا۔ اور سب سے پہلی بار اسی غنیمت میں سے خمس نکالا گیا تھا۔ یہ پوری تفصیل البدایہ والنہایہ ۲/۲۴۹، طبقات ابن سعد ۲/۷، سیرت ابن ہشام مع الروض الانف ۵/۶۲ تا ۵/۶۷ میں موجود ہے۔

شہر حرام میں قتال

اسلام کے اس پاکباز قافلے نے وادی نخلہ میں قریش کے قافلے پر رجب کا مہینہ پورا ہونے کے بعد آخری تاریخ میں دن چھپنے کے بعد رات کے وقت میں حملہ کیا تھا۔ اور دن چھپنے کے بعد، بعد والی رات آنے والے دن سے متعلق ہوتی ہے۔ گزشتہ دن سے متعلق نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ قتال شہر حرام گزرنے کے بعد ہوا ہے۔

اور شہر حرام چار ہیں۔ جن میں حضرت ابراہیمؑ کی شریعت میں قتل و قتال کو حرام قرار دیا گیا تھا۔ ان چار مہینوں میں ایک مہینہ ماہِ رجب ہے۔ اور دوسرا مہینہ ماہِ ذیقعدہ ہے۔ اور تیسرا ماہِ ذی الحجہ اور چوتھا ماہِ محرم۔ ان مہینوں میں قتل و قتال جائز نہیں ہے۔ اس جنگ کے بعد مشرکین نے مسلمانوں پر طرح طرح کی الزام تراشی کی، کہ مسلمانوں نے شہر حرام کا احترام بھی باقی نہیں رکھا۔ حالانکہ شہر حرام ختم ہونے کے بعد رات میں یہ قتال ہوا تھا، تو اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ بقرہ آیت ۱۹۱ نازل فرمائی، کہ ان کا قتال اتنا بڑا نہیں ہے جتنا بڑا اللہ کے راستے سے روکنے اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے اور مسجد حرام سے روکنے اور اس کے باشندوں کو وہاں سے نکال کر باہر کر دینے میں ہے۔ اور اللہ کے نزدیک یہ امور شہر حرام میں قتال کرنے سے زیادہ بڑے گناہ کا باعث ہیں۔

(سیرت ابن ہشام ۵/ ۶۵)

حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی نمایاں خصوصیات

عبداللہ بن جحشؓ کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی طرح سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وزیر کی حیثیت رکھتے تھے اور اہم ترین امور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان حضرات سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ بدر میں عظیم الشان تاریخ ساز کامیابی سے ہمکنار فرمایا تھا اور مشرکین میں سے بڑے بڑے شتر سرداران قتل کر دیئے گئے اور ان کے نامور دیو طاقت شتر سرداروں اور پہلوانوں کو گرفتار کر کے مدینہ لایا گیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کے بارے میں حضرات صحابہ کرام سے مشورہ لیا، اور مشورہ میں ایسے تین صحابہ کو مخصوص فرمایا کہ جو صحابہ میں سب سے بڑے اور عظیم الشان سمجھے جاتے تھے۔

① حضرت ابوبکرؓ ② حضرت عمرؓ ③ حضرت عبداللہ بن جحشؓ۔

یہ تینوں مقدس اور پاکباز شخصیات سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر کی حیثیت رکھتے تھے، اس لئے مشورہ میں ان تین حضرات کو آقا نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم اور مخصوص فرمایا تھا۔ (الاصابہ فی تیز الصحابہ ۴/۳۲)

اور مسند امام احمد بن حنبل میں ایک لمبی روایت ہے اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ اُسارنی بدر کے بارے میں مشورہ میں حضرت علیؓ کو بھی شامل فرمایا۔

(مسند امام احمد بن حنبل ۱/۳۰، ۱/۳۲)

۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلا امیر جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منتخب فرمایا تھا وہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ۴/۲۵۱)

۳۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمہارے لئے ایسے شخص کو امیر منتخب کرتا ہوں جو تم میں سب سے زیادہ بھوک اور پیاس پر صبر کر سکتا ہے۔ یہ فرما کر حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو امیر منتخب فرمایا۔
(الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۴/۲۱)

۳۳ اسلام میں سب سے پہلا جھنڈا جو لہرایا گیا تھا وہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ہاتھ سے لہرایا گیا۔ (الاصابہ ۴/۳۲)

۳۴ اسلام میں سب سے پہلا مالِ غنیمت حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ہاتھ سے حاصل ہوا۔ (البدایہ والنہایہ ۴/۲۵۰)

۳۵ اسلام میں سب سے پہلے کفار کو گرفتار کر کے لانے والا حضرت عبداللہ بن جحشؓ کا قافلہ ہے۔

(البدایہ والنہایہ ۴/۲۵۰)

حضرت عبداللہ بن محسنؓ کی شہادت کا سانحہ

جب غزوہ بدر میں مشرکین کو زبردست اور سخت ترین فیصلہ کن شکست سے دوچار ہونا پڑا تو ان کا جذبہ انتقام ان کے بچے، بوڑھے، مرد و عورت ہر گھر میں ہر شخص میں گشت کر رہا تھا۔ اور ان کا جو نقصان ہوا تھا اس کا واحد سبب ملکِ شام سے بھاری دولت لیکر آنے والے ابوسفیان کے قافلے کی حفاظت تھا۔ اس لئے ملکِ شام سے آیا ہوا سارا مال مقتولین بدر کے انتقامی جنگ میں خرچ کرنے پر سب نے اتفاق کر لیا۔ چنانچہ سلسلہ میں ابوسفیان کی قیادت میں مشرکین کے تین ہزار لشکر جرار نے مدینہ المنورہ میں آکر دھاوا بول دیا۔ اور مدینہ المنورہ کے شمال کی جانب سرِ رومہ کے پاس جبلِ احد کے دامن پر پڑاؤ ڈال دیا۔ اور ادھر حضور ﷺ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا آخر کار ایک ہزار کے لشکر کو ساتھ لیکر جبلِ احد کے دامن پر تشریف لے گئے۔ دونوں لشکر بالکل آمنے سامنے ہو چکے۔ اسی اثنائے میں رئیسُ المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول ایک ہزار میں سے تین سو سپاہیوں کو دھوکہ دیکر واپس لے گیا صرف سات سو مسلمان آقا و نامدار علیہ السلام کے ساتھ باقی رہ گئے۔ (البدایہ والنہایہ ۱۳/۲ طبقات ابن سعد ۲/۳۰)

آپ نے اپنے لشکر کا خیمہ دو طرفہ پہاڑی کے درمیان گھاٹی کے اندر لگوا دیا۔ اس کے بعد ایک تجربہ کار سپہ سالار کی طرح دشمنانِ اسلام کے سامنے لشکر کی صفوں کی ترتیب دی اور پچاس تیر اندازوں کو جبلِ عینین کے اوپر متعین کر دیا۔ جو جبلِ احد سے شوقِ قدم کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے۔ اور اس پہاڑی اور جبلِ احد کے درمیان ایک وادی تھی جو اس زمانہ میں باقی نہیں ہے بلکہ ہموار میدان کی شکل میں ہے اور وہیں پر شہداءِ احد کے مزارات ہیں۔ اور

چپاس تیر اندازوں کو وہاں پر تعینات کر دیا تھا۔ (بخاری ۴۲۶/۱) میں اس سے
 متعلق ایک واضح روایت ہے کہ سید الکونین علیہ السلام نے ان تیر اندازوں کو یہ
 ہدایت کر دی تھی کہ تمہیں اپنی جگہ سے ہرگز نہیں ہٹنا چاہیے تم یہ دیکھ لو کہ اللہ نے
 ہم کو کامیاب بنا دیا ہے یا یہ دیکھ لو کہ ہم کو شہید کر دیا گیا۔ اور ہماری لاشوں کو
 ورنہ دے فوج رہے ہیں۔ تب بھی ہماری مدد کے لئے نہ آنا بلکہ ہم خود آدمی بھیج کر
 بلا لیں گے۔ جب جنگ شروع ہوئی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو نمایاں
 کامیابی سے ہمکنار فرمایا یہ سات سو مسلمانوں کا چھوٹا سا لشکر تین ہزار کے مقابلہ
 میں ایسا ثابت ہوا گویا کہ تین ہزار کے مقابلہ میں مسلمانوں کا تیس ہزار کا لشکر ہے
 اور قیچھے کی جانب سے خالد بن ولید کے رسالہ نے یکے بعد دیگرے مسلسل تین
 مرتبہ حملہ کیا مگر تیر اندازوں نے انہیں تیروں سے پھلنی کر دیا۔ اور قریب آنے نہیں
 دیا۔ اور ہر طرف سے زبردست مار دھاڑ کا سلسلہ شروع ہوا حتیٰ کہ مسلمانوں کی
 فوج مشرکین کے کیمپ سے آگے تک پہنچ گئی اور پورے میدان کارزار کے اندر
 مشرکین کے لشکر کے درمیان زبردست کھل بلی پڑ گئی اور مشرکین بھاگنے لگے
 کوئی پہاڑ کی جانب کوئی دوسری جانب پورا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ اور پورا میدان
 جنگ مشرکین سے خالی ہو گیا اب مسلمانوں نے یہ سمجھ کر کہ اعلیٰ کامیابی کیساتھ جنگ
 ختم ہو گئی مال غنیمت سمیٹنا شروع کر دیا۔ جب تیر اندازوں نے یہ منظر دیکھا تو
 ان کے چپاس میں سے چالیس آدمی نیچے مال غنیمت کیلئے اتر آئے اور اوپر
 صرف دس باقی رہ گئے۔ حالانکہ ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر نے بہت
 سمجھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یاد دلائی مگر وہ نہ مانے اور نیچے اتر گئے۔
 (بخاری ۸۷۹/۲) تو خالد بن ولید نے اس موقع کو غنیمت لگا کر دو سو گھڑ سواروں
 کو لیکر ایک اسی جانب سے حملہ کر دیا جسکی وجہ سے جنگ کا پانسہ بالکل پلٹ گیا۔

اور مسلمانوں کے لشکر میں زبردست اضطراب اور ہمای پیدا ہو گئی کچھ لوگ مدینہ فرار ہو گئے اور کچھ لوگ پہاڑوں پر بھاگنے لگے اور کچھ لوگ پامردی سے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ اور اس وقت اقرار نامہ دار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس صرف نو صحابہ موجود تھے دو مہاجر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور طلحہ بن عبید اللہؓ اور سات انصار بیہقی کے حوالہ سے البدایہ والنہایہ ۲۶/۴ میں نقل فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیارہ انصار تھے۔ اسی صورت میں آپ کے پاس دو مہاجر کو لیکر تیرہ افراد تھے۔ اور اسی اثنا میں عبداللہ بن قثمیہ نے تیغیں گھڑ سواروں کو لیکر یکایک آپ پر دھاوا بول دیا۔ عبداللہ بن قثمیہ نے تلوار سے وار کیا اور عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مار کر دندان مبارک شہید کیا اور عبداللہ بن شہاب نے پتھر مار کر رخسار مبارک زخمی کر دیا اور صحابہ کی ایک جماعت کو ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر لگی ہوئی تھی جب خالد بن ولید کے رسالہ نے پیچھے سے حملہ کر دیا اس وقت بڑے بڑے اکابر صحابہ میدان جنگ کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کافی فاصلہ پر تھے جب یہ افراتفری اس جماعت نے محسوس کی تو اڑتی ہوئی یہ جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑی ان میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت مصعب بن عمیرؓ حضرت عبداللہ بن جحشؓ حضرت علیؓ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ حضرت ابوطلیح انصاریؓ حضرت مالک بن سنانؓ وغیرہ کے نام نامی سرفہرست ہیں۔ جب یہ حضرات آپ کے پاس پہنچنے لگے اس سے پہلے ہی نو صحابہ میں سے سات انصاری صحابہ کی شہادت واقع ہو چکی تھی اور آپ زخم خوردہ ہو چکے تھے۔ صرف حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ آپ کی حفاظت میں لگے ہوئے تھے۔ ان حضرات کے آنے کے بعد زبردست مقابلہ ہوا اور اسی میں حضرت مصعب بن عمیرؓ حضرت عبداللہ بن جحشؓ بھی شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ نے حضرت حاطب بن

ابی بلتعہ کے ہاتھ سے عتبہ بن ابی وقاص کو وہیں پر ختم کر دیا۔ اور عبداللہ بن قتیہ کو پہاڑی بکروں نے مار مار کر ختم کر دیا اور عبداللہ بن شہاب کے مقدر میں ایمان تھا۔ اسلئے بعد میں مشرق باسلام ہو گئے۔ اور غزوہ اُحد کے اس افراتفری کے موقع پر ستر صحابہ شہید ہو گئے۔ ان میں چھٹا سٹھ انصاری تھے اور چار مہاجر تھے۔ (۱) سید الشہداء حضرت حمزہ کو وحشی بن حرب نے دھوکہ دیکر شہید کیا۔ کہ چٹان کی آڑ میں چھپ کر کے ان کے پیچھے سے نیزہ مار دیا تھا۔ (۲) حضرت عبداللہ بن جحشؓ (۳) حضرت مصعب بن عمیرؓ جنکے ہاتھ میں اسلامی لشکر کا جھنڈا تھا۔ یہ دونوں حضرات اس وقت شہید ہوئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے والے لشکر کا مقابلہ فرما رہے تھے۔ (۴) حضرت شماس بن عثمان۔ (عمدة القاری ۱۲/۱۱۹)۔

اور بعض روایات میں چھ مہاجرین کا ذکر ملتا ہے۔ (۵) حضرت ثقیف بن عمروؓ۔ (۶) حضرت خنیس بن حذافہ جو ام المومنین حضرت حفصہؓ کے شوہر تھے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہؓ حضرت عبداللہ بن جحشؓ، اور حضرت مصعب بن عمیرؓ ان تینوں کی شہادت سے جو صدمہ پہنچا تھا اتنا بڑا صدمہ آپؐ کی زندگی میں کبھی نہیں پہنچا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت حمزہؓ اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ جب اسلامی لشکر مدینہ پہنچنے لگا تو عورت، مرد، بچے، بوڑھے سب مدینہ کی آبادی سے باہر نکل کر اس فکر میں انتظار کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں کہ نہیں؟ ان انتظار کرنے والوں میں سے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی بہن حضرت حمزہ بنت جحش بھی تھیں جو حضرت حمزہؓ کی بھانجی اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کی بیوی تھیں۔ جب ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت معلوم ہوئی تو بہت خوش ہوئیں اور ان سے کہا گیا کہ تمہارے ماموں حضرت حمزہؓ شہید کر دیئے گئے

تو اِنَّا اللّٰہُ پڑھا اور صبر کیا۔ اور پھر اُن سے کہا گیا کہ تمہارے بھائی حضرت
 عبداللہ بن جحش بھی شہید کر دیئے گئے تو بھی اِنَّا اللّٰہُ پڑھا اور صبر کیا۔ اللہ سے
 اجر و ثواب کی امید کی۔ پھر جب اُن سے کہا گیا کہ تمہارے شوہر حضرت مصعب بن
 عمیرؓ بھی شہید کر دیئے گئے تو یہ سن کر بے اختیار سڑپ کر بیٹھ اُنٹھیں۔ اور دھار
 مار کر رونے لگیں۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کا
 شوہر اس کیلئے خصوصاً درد برداشت ہے۔ یہی حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی زندگی
 شروع اسلام سے موت تک اسلام کی قوت اور شوکت کیلئے قربانیوں سے ایک
 شاندار عبارت ہے۔ ۷

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا = عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ مُحَمَّدٍ
 اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسُبْحَانَ اللہ بکرة وَاَصْلٰہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت خاتم الانبیاءؐ کے معجزات کے انوار کیسے تھے؟

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۖ عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کی روشنی کو
بجھا دیں محض اپنے منہ کی پھونکوں کے ذریعہ
سے، حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی
روشنی کو مکمل کرنے والا ہے، اگرچہ منکر
کافروں کو ناگواری ہوتی ہو۔ وہ وہی ذات
ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کی روشنی
اور سچا دین دیکر بھیجا ہے تاکہ اس کو باقی
تمام دنیوں پر غالب کر دے، اگرچہ شرک
کرنے والوں کو ناگواری ہوتی ہو۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفَؤُا نُورُ اللَّهِ
بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ
وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝
هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ
الْمُشْرِكُونَ ۝

(سورہ صف آیت ۷)

توحید خالص اور اسلام کا آفتاب جب چمک اُٹھا تو مشرکانہ دعویٰ
اور بے مغز باتیں بنا کر اور فضول بحث کر کے نورِ حق کو مدھم کرنے کی کوشش
کہاں سے فروغ پا سکتی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی بیوقوف اپنے منہ سے پھونکیں
مار کر چاند یا سورج کی روشنی کو بجھانا اور ماند کرنا چاہے۔ یاد رکھو خواہ وہ

کتے ہی جلتے رہیں۔ جلیں بھینیں خاک ہو سکتے ہیں، مگر خدا نورِ اسلام کو پوری طرح پھیلانے کے لیے گارنٹی مٹا نہیں سکتا۔ اسلام کا غلبہ باقی اديان پر معنویت اور حجت کے اعتبار سے ہر زمانہ میں بحمد اللہ نمایاں رہا ہے۔ باقی حکومت اور سلطنت کے اعتبار سے اس وقت غلبہ حاصل ہوا ہے اور ہوگا جبکہ مسلمان اصولِ اسلام کے پوری طرح پابند اور ایمان و تقویٰ کی راہوں میں مضبوط اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم تھے یا آئندہ ہوں گے۔ جب مسلمانوں کے اعمال اور کردار، تہذیبِ اصولِ اسلام پر مضبوطی سے قائم نہ رہے تو حکومت و سلطنت کے اعتبار سے دنیا کے اندر اغیار پر نمایاں غلبہ حاصل ہونا مشکل ہے۔ آج دنیا یہی دیکھ رہی ہے کہ یہود و نصاریٰ اور امریکہ و برطانیہ کے سامنے دسیوں مسلم حکومتیں سر تسلیم خم کر کے منہ چھپائے بیٹھ جاتی ہیں، اس لئے کہ مسلم حکومتوں کو اصولِ اسلام اور ایمان و تقویٰ کی پابندی کا دور تک بھی واسطہ نہیں ہے۔ ورنہ پیغمبرِ اسلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو بشارتیں اور معجزات عطا فرمائے ہیں وہ آفتاب اور ماہتاب سے بھی زیادہ روشن ہیں اور آپ کا ایک ایک معجزہ دنیا کی بڑی سے بڑی سپر پاور طاقتوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی دلیل پیش کرتا ہے۔ امریکہ چاند پر جاسکتا ہے لیکن چاند کو دو ٹکڑے کر کے نہیں دکھا سکتا۔ یہ وہ معجزہ ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیغمبرِ انسانیت کو عطا فرمایا ہے۔ آپ کا ایک ایک معجزہ دیکھ کر بڑے سے بڑے دشمن اور بڑے سے بڑے گمراہ لوگوں کی کایا پلٹ ہو جاتی تھی۔ بطور مثال یہاں پر پیغمبرِ ثقلین کے چند معجزات پیش کئے جاتے ہیں۔ شاید ان سے کسی کو فائدہ ہو جائے۔

معجزہ شوقِ قمر - چاند کا دو ٹکڑے ہونا

ہجرت سے تقریباً پانچ سال قبل سردارانِ قریش کی ایک جماعت جس میں ولید بن مغیرہ، ابو جہل بن ہشام، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود بن عبد لغوث، اسود بن مطلب، زمعہ بن الاسود، نظربن الحارث، وغیرہ بڑے بڑے لیڈران شامل تھے حضرت خاتم الانبیاء، پیغمبرِ ثقلین سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آکر بڑے اتراتے ہوئے کہا کہ آج چودھویں رات کی چاندنی رات ہے اگر آپ پیغمبرِ برحق اور مجھے رسول ہیں تو ہمارے سامنے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھا دو، تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں تو تم ایمان لے آؤ گے۔ تو انہوں نے کہا، ہم ایمان لے آئیں گے۔ تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ سے دعا فرما کر چاند کی طرف اشارہ فرمایا تو چاند دو ٹکڑے ہو کر ایک ٹکڑا کوہِ صفا اور حبیل ابو قیس کی طرف چلا گیا اور دوسرا ٹکڑا کوہِ مروہ اور حبیلِ قحان کی طرف چلا گیا۔ وادی مکہ کے تمام لوگ اس منظر کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ مگر جن لوگوں کو بحث و مباحثہ اور بے حقیقت بات کرنی ہوتی ہے وہ کہاں سے مانتے۔ انہوں نے اپنی بات پلٹ کر یوں کہتے شروع کر دیا کہ محمد نے جادو دکھایا ہے۔ مگر کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ اگر جادو ہے تو صرف حدودِ مکہ تک محدود رہے گا۔ اور اگر جادو نہیں بلکہ حقیقت ہے تو پوری دنیا کے لوگوں کو اس منظر کے دیکھنے کا واسطہ ہوگا، اس لئے انتظار کرو کہ باہر سے آنے والے مسافروں سے معلوم کیا جائے کہ انہوں نے یہ منظر دیکھا تھا یا نہیں۔ فتح الباری

میں یہ بات بھی ہے کہ قریش نے دور دراز کے قبائل میں ایک وفد تصدیق کے لئے بھیجا تھا، چنانچہ ہر طرف سے اس کی تصدیق آئی کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر ایک اس کنارے پر دوسرا دوسرے کنارے پر چلا گیا۔ جب تواتر اور تسلسل کے ساتھ ہر طرف سے لوگوں نے یہ خبریں دیں، تو کافی تعداد میں لوگوں نے قبولِ اسلام کا شرف حاصل کر لیا۔ مگر جن کے دلوں کے اندر ایمان کا نور قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے وہ کہاں سے قبول کرتے۔ وہ اپنی جگہ قائم رہے۔ یہ پیغمبرِ اسلام کا ایسا معجزہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے سائنسداں بغیر پائلٹ کے دنیا کے ذرہ ذرہ کا پتہ کرنے کے لئے ہوائی جہاز تیار کر سکتے ہیں لیکن چاند کیسے دو ٹکڑے ہو سکتا ہے اس کے سمجھنے میں ان کو ہتھیار ڈالنے ہوں گے۔ اس لئے کہ یہ پیغمبرِ انسانیت کا ایسا معجزہ ہے جس میں خدا کی طاقت شامل ہے۔ اس کی تفصیلی بحث البدایہ والنہایہ ۳/ ۱۱۹ تا ۱۲۲ اور فتح الباری ۷/ ۲۲۳ حدیث ۳۸۷۱ کے ذیل میں دیکھی جاسکتی ہے۔

چونکہ اس موضوع میں بے شمار احادیث شریفہ وارد ہوئی ہیں جن کا نقل کرنا تفصیل طلب ہے اسلئے مختصر طور پر ایک دو حدیث نقل کر دیتے ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ	حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں
--	---

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى صَارَ
فِرْقَتَيْنِ عَلَى هَذَا الْجَبَلِ
وَعَلَى هَذَا الْجَبَلِ فَقَالُوا
سَحَرَنَا مُحَمَّدٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ
لَئِنْ كَانَ سَحَرَنَا فَمَا يَسْتَطِيعُ
أَنْ يَسُحَرَ النَّاسَ كُلُّهُمْ -

(ترمذی شریف ۱۶۴/۲ مسند احمد ۸۲/۴)

(حدیث ۱۳۸۷۱)

چاند دو ٹکڑے ہو گیا، حتیٰ کہ اس میں سے
ایک ٹکڑا ادھر کے پہاڑ کی طرف چلا اور
دوسرا ٹکڑا ادھر کے پہاڑ کی طرف، تو
اس پر لوگوں نے کہا کہ محمد نے ہم کو جادو
میں مبتلا کر دیا ہے۔ پھر کچھ لوگوں نے کہا
اگر ہم پر جادو کیا ہے کہ اس بات کی طاقت
نہیں رکھ سکتا کہ دنیا کے تمام لوگوں پر
جادو کر سکے۔ (لہذا باہر کے لوگوں سے
معلوم کیا جائے۔

ایک حدیث شریف اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ مروی ہے جس میں
ہر طرف سے سفر کر کے آنے جانے والے لوگوں سے بھی معلوم کیا گیا ہے۔ حدیث
شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِنَّمَا الْقَسَمُ
بِمَكَّةَ حَتَّى صَارَ فِرْقَتَيْنِ فَقَالَ
كُفَّارُ قُرَيْشٍ لِأَهْلِ مَكَّةَ هَذَا
سِحْرٌ سَحَرَكُمْ بِهِ ابْنُ أَبِي كَبْشَةَ
أَنْظَرُوا السُّفَارَ فَإِنْ كَانُوا
رَأَوْا مَا رَأَيْتُمْ فَقَدْ صَدَقَ
وَأِنْ كَانُوا لَمْ يَرَوْا مِثْلَ مَا رَأَيْتُمْ
فَهُوَ سِحْرٌ سَحَرَكُمْ بِهِ -

(البدایہ والنہایہ ۱۲۱/۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ
میں چاند پھٹ گیا یہاں تک کہ دو ٹکڑے
ہو کر ادھر ادھر ہو گیا۔ پھر کفار قریش
نے اہل مکہ سے کہا یہ ایک جادو ہے جو تم پر
ابن ابی کبشہ نے کیا ہے، تم آنے جانے والے
مسافروں سے معلوم کرو، اگر انہوں نے بھی
ایسا ہی دیکھا ہے جیسا تم نے دیکھا تو یقیناً
وہ سچا ہے۔ اور اگر انہوں نے ایسا نہیں دیکھا
جیسا تم نے دیکھا تو وہ جادو ہے جو اس نے تم پر کیا۔

درخت کا زمین پھاڑتا ہوا آکر شہادت دینا

ایک حدیث پاک حدیث کی متعدد کتابوں میں صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک سفر میں تھے۔ اثنائے سفر ایک دیہاتی آپ کے سامنے سے گذرا۔ آپ نے اسکو اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ اس دیہاتی نے کہا کہ میں اپنے گھر جا رہا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اپنے گھر جا رہے ہو تو ہمارے پاس سے ایک خبر کی بات لیکر جاؤ۔ تو اس دیہاتی نے کہا کہ وہ کونسی خبر کی بات ہے جو آپ پیش کرنا چاہتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ شہادت کے یہ الفاظ سنا دیئے۔

تم اس بات کی شہادت دیدو کہ اللہ کے سوا	تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ تمہا ہے کوئی اسکا	وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ
ہم سہ نہیں۔ اور محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔	مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

اس پر اس دیہاتی نے کہا کہ اس کی سچائی پر کون گواہی دیگا؟ تو وہاں سے کچھ دوری پر وادی کے کنارے ایک درخت تھا تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ درخت شہادت دیگا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو اپنے پاس بلا لیا تو وہ درخت زمین پھاڑتا ہوا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بارگاہ میں پہنچا کہ اس کلمہ شریف کی تین مرتبہ شہادت دی۔ اس کے بعد وہ درخت جیسے آیا تھا ویسے ہی اپنی جگہ واپس پہنچ گیا۔ حضرت خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ جب اس دیہاتی نے دیکھا تو بے ساختہ پکارا اٹھا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں میں آپ پر ایمان لے آیا ہوں۔

میں یہاں سے جا کر اپنے قبیلہ کے سامنے یہ کلمہ پیش کروں گا۔ اگر وہ لوگ اسکو قبول کریں گے تو میں انکو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اور اگر وہ لوگ قبول نہیں کریں گے تو میں اپنے قبیلہ کو چھوڑ کر اکیلے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ہی کے ساتھ رہوں گا۔

یہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حیرت انگیز معجزہ ہے کہ درخت کا زمین پھاڑتا ہوا آجانا پھر واپس چلا جانا انسانی عقل کو ایسی حیرت میں ڈالنے والا ہے کہ بڑے بڑے سائنس دان اور ایٹمی دماغ والے ایسے معجزہ کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اسلئے کہ معجزہ کا تعلق خدائی طاقت سے ہے۔ انسانی عقل سے نہیں ہے۔ ایک ایک معجزہ کو دیکھ کر پورے پورے قبیلے اور علاقے نور ایمانی کی دولت سے سرفراز ہو چکے ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ اسی اثناء میں ایک دیہاتی آیا، جب وہ قریب ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ تو اس نے کہا میں اپنے گھر جا رہا ہوں تو آپ نے فرمایا کیا تم اپنے لئے ایک خیر کی بات لیکر جا سکتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ وہ خیر بات کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم اس بات کی شہادت دیدو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ
فَاقْبَلَ أَعْرَابِيٌّ فَلَمَّا دَنَا
قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ تُرِيدُ؟
قَالَ إِلَى أَهْلِي، قَالَ هَلْ
لَكَ فِي خَيْرٍ؟ قَالَ مَا هُوَ؟
قَالَ تَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ

وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُهُ
 قَالَ مَنْ شَهِدَ عَلَيَّ مَا
 تَقُولُ؟ قَالَ هَذِهِ الشَّجَرَةُ
 فَدَعَاَهَا رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ
 بِشَارِطَى الْوَادِي فَأَقْبَلَتْ
 تَخُذًا الْأَرْضِ خَذًا حَتَّى
 قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ
 فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلَاثًا
 فَشَهِدَتْ أَنَّهُ كَمَا قَالَ
 ثُمَّ رَجَعَتْ إِلَى مَنْبِتِهَا
 وَرَجَعَ الْأَعْرَابِيُّ إِلَى قَوْمِهِ
 فَقَالَ إِنْ يَتَّبِعُونِي أُتِيكَ
 بِهِمْ وَإِلَّا رَجَعْتُ إِلَيْكَ
 فَكُنْتُ مَعَكَ.

وہ تنہا ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں اور بیشک محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بندے اور اسکے پیچھے رسول ہیں
 تو دیہاتی نے کہا کہ آپ کی بات پر کون شہادت
 دیگا تو آپ نے فرمایا کہ سامنے جو درخت نظر آ رہا
 ہے یہی شہادت دیگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے درخت کو اپنے پاس بلایا حالانکہ وہ درخت
 وادی کے کنارے پر تھا تو وہ درخت زمین کر
 پکھڑتا ہوا آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر
 تین مرتبہ مذکورہ کلمہ کی اسی طرح شہادت دی
 جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ پھر وہ درخت اپنی جگہ
 لوٹ گیا تو دیہاتی یہ کہتا ہوا اپنی قوم کی طرف
 لوٹا کہ اگر قوم نے میری اتباع کی تو میں سب
 کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔
 ورنہ میں تنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ
 آؤں گا۔ پھر آپ ہی کے پاس رہوں گا۔

(المعجم الکبیر ۱۲/۳۳۰ حدیث ۱۳۵۸۲، مسند ابویعلیٰ موصلی ۵/۱۲۴،

حدیث ۵۶۳۶، مجمع الزوائد ۸/۲۹۲)

ایک بدترین نصرانی انگریز کی لاش کو قبر نے نکال پھینکا

بخاری شریف میں ایک عجیب و غریب حدیث شریف مروی ہے کہ ایک نصرانی انگریز نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد اس نے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران بھی یاد کر لی تھی۔ وہ شخص لکھنا جانتا تھا اسلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ سے کچھ چیزیں لکھوائی بھی تھیں۔ پھر وہ کج بخت مرتد ہو کر دوبارہ نصرانی بن گیا۔ اور لوگوں میں یہ چرچا کرنے لگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف وہی معلوم ہے جو میں نے لکھ دیا ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی جانتے ہیں جو میں نے لکھ کر پیش کر دیا ہے۔ پھر اس مردود کی موت واقع ہو گئی تو اس کے لوگوں نے اُسے دفن کر دیارات گزرنے کے بعد جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ زمین نے اس کو قبر سے نکال کر باہر کر دیا ہے اس کی لاش دھوپ میں پڑی ہوئی ہے۔ تو نصرانی لوگ یہ کہنے لگے کہ شاید یہ محمد کے ساتھیوں کی سازش ہے کہ انہوں نے اس کو قبر سے نکال کر پھینک دیا ہوگا۔ تو اُسے لیجا کر دوبارہ کافی گہری قبر کھود کر دفن کر دیا پھر زمین نے اُسے اپنے اندر قبول نہیں کیا بلکہ زمین نے پھٹ کر اس کو باہر نکال دیا۔ پھر لوگوں نے اُسے تیسری مرتبہ اتنی گہری قبر کھود کر دفن کیا جہاں تک گہری قبر کھودنا ممکن تھا دیکھا کہ پھر زمین نے اُسے اُگل کر باہر پھینک دیا۔ اب تمام نصرانی لوگوں کو بھی یقین ہو گیا کہ یہ کسی انسان کا کام نہیں ہے یہ تو قدرت کا کام ہے کہ زمین اُسے قبول نہیں کر رہی ہے۔ اب انسان کی طاقت سے باہر ہے کہ اسے کہاں دفن کیا جائے آخر مجبور ہو کر لوگوں نے اُسے گتوں کی لاش کی طرح دور لیجا کر پھینک دیا۔ درندوں اور پرندوں کا خوراک بنا۔ اور مرنے کے بعد بھی اس کو

ذلت اٹھانی پڑی۔

یہ پیغمبر اسلام سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی سزا رہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انوارات کا مذاق اڑایا ہے اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی اُسے دنیا کے اندر ذلت و خواری سے ہمکنار کیا ہے۔ نیز یہ پیغمبر اسلام سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہے جسکو دیکھ کر بہت سوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نصرانی آدمی نے اسلام قبول کیا اور اس نے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران بھی یاد کر لی پھر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ لکھتا کرتا تھا۔ پھر وہ مردود مرتد ہو کر دوبارہ نصرانی بن گیا۔ اپنے لوگوں میں یہ چرچا کرتا تھا کہ محمدؐ کچھ نہیں جانتا ہے صرف وہی جانتا ہے جو میں نے انکو لکھ کر دیا ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُسے موت دیدی۔ تو اس کے لوگوں نے اس کو دفن کیا۔ پھر اس حال میں صبح ہوئی کہ یقیناً زمین نے اسکو باہر نکال کر پھینک دیا ہے

عَنْ أَنَسٍ كَانَ رَجُلٌ نَصْرَانِيٌّ
فَاسْلَمَ وَفَرَأَ الْبَقْرَةَ
وَالْإِمْرَانَ فَكَانَ يَكْتُبُ
لِنَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَعَادَ نَصْرَانِيًّا
فَكَانَ يَقُولُ مَا يَدْرِي
مُحَمَّدٌ إِلَّا مَا كَتَبْتُ لَهُ
فَأَمَاتَهُ اللَّهُ فَدَفَنُوهُ
فَاصْبَحَ وَلَقَدْ لَفَظَتْهُ
الْأَرْضُ فَتَالُوا هَذَا
فَعَدُّ مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِهِ
لِمَا هَرَبَ مِنْهُمْ
نَبَشُوا عَنْ صَاحِبِنَا
فَالْقَوَّةُ فَحَفَرُوا لَهُ

فَاعْمَقُوا لَهُ فِي الْأَرْضِ مَا
اسْتَطَاعُوا فَأَصْبَحَ وَقَدْ
لَفَظَتْهُ الْأَرْضُ فَقَالُوا هَذَا
فِعْدُ مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِهِ نَبَشُوا
عَنْ صَاحِبِنَا لِمَا هَرَبَ مِنْهُمْ
فَالْقَوَّةُ فَحَفَرُوا لَهُ فَاغْمَقُوا
لَهُ فِي الْأَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوا
فَأَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْأَرْضُ
فَعَلِمُوا أَنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ
فَالْقَوَّةُ.

(بخاری شریف ۵۱۱/۱ حدیث نمبر ۲۴۹)

تو اسکے لوگوں نے کہا کہ یہ محمد اور اسکے ساتھیوں
کا کام ہے اسلئے کہ یہ انکے یہاں سے بھاگ کر
آیا ہے جس سے انہوں نے ہماری لاش کو
قبر سے نکال کر پھینک دیا ہے۔ پھر ان لوگوں
نے اس کیلئے کافی گہری قبر کھودی۔ اتنی گہری
قبر کھودی جتنی ان کی طاقت میں تھی، اسکے بعد
پھر اس حالت میں صبح ہوئی کہ زمین نے اُسے
قبر سے نکال کر پھینک دیا ہے، تو اسکے لوگوں
نے پھر یہی کہا کہ یہ محمد اور اسکے ساتھیوں کا
کام ہے انکے یہاں سے بھاگ کر آنے کی وجہ سے
ہمارے آدمی کو قبر سے نکال کر باہر ڈال دیا ہے۔

پھر انہوں نے تیسری مرتبہ ایسی گہری قبر کھودی جہاں تک ان کو قدرت تھی، پھر اس حال میں صبح
ہوئی کہ زمین نے اُسے قبر سے باہر نکال کر ڈال رکھا تھا تو ان کو یقین ہوا کہ یہ کسی انسان کا
کام نہیں ہے۔ پھر اُسے مُردہ جانوروں کی طرح کوڑی پر لیجا کر پھینک دیا۔

معراج کی صبح کو حطیم کعبہ میں کھڑے ہو کر بیت المقدس کی چیزوں کی خبر

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج شریف سے واپس تشریف لائے اور
لوگوں کو اس کی اطلاع دی تو قریش کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کو جھٹلایا۔ پھر قریش کے شاطر قسم کے لوگوں میں سے کسی نے یہ سوال کیا

کہ اگر آپ بیت المقدس سے ہو کر معراج میں چلے گئے ہیں تو سنائیے کہ
 بیت المقدس میں کتنے ستون ہیں اس میں کیا کیا چیزیں ہیں۔ جس کے
 جی میں جو آ یا سوال کر بیٹھا تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام عظیم کعبہ
 میں تشریف فرما ہو گئے۔ آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ
 نے میرے لئے بیت المقدس کو اس طرح سامنے کر دیا تھا کہ میں نے ایک ایک
 چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ دیکھ کر کے لوگوں کو بتایا۔ مگر مکرّمہ سے بیت المقدس
 کئی ہزار کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے معجزہ کا شرف عطا فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اتنی دور کی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ دیکھ کے بیان فرمایا۔
 اور اس زمانہ میں آج کل کی طرح ایسے ذرائع کا تصور بھی نہیں
 تھا کہ انسان اتنی دور کی خبر ہاتھوں ہاتھ بتا سکے یہ ایسا معجزہ تھا
 کہ انسانی عقل حیران رہ گئی۔ اس معجزہ کو دیکھ کر بھی بہت سے
 لوگوں نے ایمان قبول کر لیا۔
 حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
 کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
 سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ جب قریش
 نے مجھ کو جھٹلایا تو میں عظیم کعبہ میں جا کر
 کھڑا ہو گیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ
 نے میرے لئے بیت المقدس کو ایسا

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
 سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يَقُولُ لَمَّا كَذَّبَنِي
 قُرَيْشٌ فَقُمْتُ فِي الْحَجَرِ
 فَجَلَّى اللَّهُ لِي بَيْتَ الْمُقَدَّسِ
 فَطَفِئْتُ أَخْبِرُهُمْ عَنْ

آيَاتِهِ وَآنَا أَنْظَرُ إِلَيْهِ -

(بخاری شریف ۱/۵۴۸)

حدیث ۲۴۴۸ ۲/۶۸۴ حدیث

۲۵۲۴، ترمذی شریف ۲/۱۴۵)

منکشف اور ایسا روشن کر دیا کہ میں ان
لوگوں کو بیت المقدس کے ایک ایک
نشانات گن گن کر بتلانے لگا، اس حال
میں کہ میں ان چیزوں کو اپنی آنکھوں سے
دیکھ رہا تھا۔

مُبَارَك اُنْگلیوں سے پانی کا چشْمہ

جزیرۃ العرب کی زمین سنگریلی اور رتیلی ہے اور خشک علاقہ ہے
کئی کئی سو کلومیٹر کی مسافت تک پانی کا نام و نشان نہیں اگر کہیں تالاب
اور تھبیل کی شکل ہے اور بارش کا پانی اس میں جمع ہو جاتا ہے تو اسکے
کنارے پر پانی کی وجہ سے لوگ آباد ہو جاتے تھے۔ اسلئے جب دور دراز
کا سفر کرنا پڑ جاتا تو ساتھ میں پینے کا پانی ضرور رکھا جاتا تھا۔ لیکن جو پانی
ساتھ میں لیا جاتا ہے وہ پورے سفر میں کافی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس
پانی کے ختم ہو جانیکے بعد دوبارہ کہیں پانی کا حاصل ہونا ناممکن تھا۔
اس لئے ایسے واقعات بے شمار پیش آچکے ہیں کہ آقائے نامدار
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت
دور دراز سفر کر رہی ہے۔ اور پانی ختم ہو چکا۔ ایسے موقع پر اگر کسی کے
پاس چند قطرہ پانی بھی ہوتا تو اسے کسی برتن میں رکھ دیا جاتا۔
پھر اس میں پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی مُبَارَك اُنْگلیاں رکھ دیتے تھے۔

پھر اس میں سے چشمہ اور فوارہ کی طرح پانی نکلتا تھا اور ہزاروں لوگ اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔ اور یہ منظر دیکھ کر انسانی عقل حیران ہو جاتی تھی۔

یہ حضرت پیغمبر اسلام سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ کے انوارات ہیں جو مقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نصیب ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں بیشتر حدیثیں وارد ہیں ہم صرف دو حدیثیں یہاں پیش کر دیتے ہیں شاید کسی کو فائدہ پہنچ جائے۔

۱۔ تین سو افراد کا سیراب ہونا | ایک دفعہ مدینۃ المنورہ کے مقام زورار میں ایک برتن میں معمولی پانی لایا گیا اس میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک انگلیوں کو رکھ دیا تو انگلیوں کے درمیان سے چشمہ اور فوارہ کی طرح پانی نکلنے لگا۔ تین سو افراد نے سیرابی حاصل کی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن لایا گیا اور اس وقت آپ مقام زورار میں تشریف فرما تھے۔ اس برتن میں آپ نے اپنا دست مبارک رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے فوارہ کی طرح پانی اُبلنے لگا تو تمام لوگوں نے اس سے وضو فرمایا۔ امام قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے انس سے پوچھا کہ آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی تو حضرت انس نے فرمایا کہ تین سو کی تعداد تھی۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَانَاءَ وَهُوَ بِالزُّورَاءِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبَعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ فَنَوَضَّاهُ الْقَوْمُ فَقَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لَا نَسِيَّكُمْ كُنْتُمْ قَالَ ثَلَاثِينَ

(بخاری شریف ۱/۵۰۴)

حدیث ۳۴۴۷

مسلم شریف ۲/۲۴۶

۲۔ پندرہ سو افراد کا سیراب ہونا

حدیبیہ کے موقع پر پانی بالکل ختم ہو چکا، صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برتن میں تھوڑا سا پانی تھا، لوگوں نے آپ سے گزارش کی کہ اتنا بڑا قافلہ ہے ان میں سے کسی کے پاس پانی نہیں ہے۔ پورے قافلہ میں وہی پانی ہے جو آپ کے برتن میں ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا دست مبارک رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں سے چشموں اور فواروں کی طرح پانی اُبلنے لگا۔ تمام لوگوں نے اس سے سیرابی حاصل کر لی۔ طہارت بھی حاصل کی اور اپنے توشہ دان میں بھر لیا۔ حضرت جابرؓ سے پوچھا گیا اس وقت آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی، تو حضرت جابرؓ نے فرمایا: ویسے تو ہماری تعداد پندرہ سو تھی، لیکن اگر ایک لاکھ افراد بھی ہوتے تو وہ بھی اپنی تمام ضروریات پوری کر سکتے تھے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے موقع پر ہم شدتِ پیاس کے شکار ہو گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چھوٹے برتن میں پانی رکھا ہوا تھا اس سے آپ وضو فرمانے لگے تو تمام لوگ آپ کی طرف دوڑ پڑے تو آپ نے فرمایا کیا بات ہے۔ تو لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس وضو کے لئے اور پینے کے لئے کوئی

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحَدِيبَةِ
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ
فَجَهِشَ النَّاسُ نَحْوَهُ قَالَ مَا لَكُمْ
وَقَالُوا لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ
نَتَوَضَّأُ وَلَا نَشْرَبُ
إِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْكَ فَوَضَّعَ

يَدَهُ فِي الزَّكَاةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ
يَتَوَرَّبُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ
الْعُيُونِ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا
قُلْتُ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا
مِائَةَ أَلْفٍ لَكُمْنَا كُنَّا
خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً:

(بخاری شریف ۱/۵۰۵)

حدیث ۳۲۵۱/۲ ۵۹۸

(حدیث ۲۰۰۳)

پانی نہیں ہے مگر صرف وہی پانی ہے جو آپ کے
سامنے ہے۔ تو آپ نے اس برتن میں اپنا دست
مبارک رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان
سے بڑے چٹھے اور بڑے خوارے کی طرح پانی
اُبلنے لگا۔ تو ہم نے اس میں سے پیا بھی اور
اس سے وضو بھی کیا۔ جابر کے شاگرد فرماتے ہیں
کہ میں نے کہا کہ آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی،
تو حضرت جابر نے فرمایا اگر ہم لوگوں کے
تعداد ایک لاکھ بھی ہوتی تب بھی کافی
ہو جاتا مگر اس وقت ہماری تعداد
پندرہ سو تھی۔

پیغمبر اسلام کی دعا سے سورج کا غروب ہو کر واپس لوٹ نہ

ایک دفعہ خیر کے سفر کے موقع پر آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے مقام ”صہبار“ میں صحابہ کے قافلہ کے ساتھ قیام فرمایا۔ ظہر کی نماز سے
فراغت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کسی ضرورت کے لئے بھیجا۔ اور
حضرت علیؓ کی واپسی سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ کیساتھ
اول وقت میں عصر کی نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ واپس
تشریف لائے، اور ان کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ عصر کی نماز قافلہ نے
پڑھ لی ہے، اس لئے واپس آتے ہی آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی خدمت بارگاہ میں حاضر ہو گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ

کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آگئی جسکی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذرہ برابر ادھر سے ادھر حرکت نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں پڑھی۔ تو اسی وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ تیرا بندہ علیؑ تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اپنے کو روک رکھا تھا جسکی وجہ سے عصر کی نماز وقت میں نہیں پڑھ سکا۔ لہذا تو اپنے فضل سے سورج کو واپس لوٹا دے۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے سورج کو غروب ہونے کے بعد طلوع ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ حتیٰ کہ سورج پہاڑوں اور زمین کے ٹیلوں کے اوپر سے دکھائی دینے لگا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو فرما کر عصر کی نماز پڑھ لی اسکے بعد دوبارہ سورج غروب ہو گیا۔ اور سورج کا غروب ہو کر لوٹ آنا سورج کی فطری رفتار اور انسانی عقل اور قیاس و اصول کے خلاف ہے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو معجزہ عطا فرمایا وہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ چاند کے ڈوٹ ٹکڑے ہو کر ایک ٹکڑا ادھر اور دوسرا ٹکڑا ادھر چلا جانا۔ اور کافی دیر اسی حالت میں گزر جانے کے بعد پھر لوٹ کر جڑ جانا چاند کی فطرت اور انسانی عقل اور قیاس و اصول کے خلاف ہے۔ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسے ہی حیرت انگیز معجزات حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے ہیں۔

اس میں کسی انسان کو اصول و قیاس کے خلاف کہنے یا وہ سرے نصہ ص کی مخالفت ثابت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

یہی واقعہ دوسری حدیث شریف میں کچھ اور انداز سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس تشریف لائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ دیا۔ اور اسی حالت میں وحی کا نزول شروع ہو گیا۔ اور نزول وحی کے موقع پر حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی تھی جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر غشی طاری ہو گئی ہو۔ حضرات صحابہ کرامؓ نزول وحی کا منظر جب دیکھتے تو سکتہ کی حالت میں ہو جاتے تھے۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخر تک ذرا بھی ادھر سے ادھر حرکت نہیں فرمائی۔ اور اسی حالت میں سورج غروب ہو گیا۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی۔ جب وحی نازل ہو گئی تو فراغت کے بعد آپ کے اوپر سے نزول وحی کی کیفیت ختم ہو گئی۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے علی! تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟ فرمایا کہ نہیں پڑھی۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا فرمائی، کہ اے اللہ علی تیرا بندہ ہے، تیرے اور تیرے رسول کی اطاعت میں اس نے اپنے آپ کو روک رکھا تھا لہذا تو سورج کو واپس لوٹا دے، تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے معجزہ کے طور پر سورج کو واپس لوٹا دیا۔ چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے

اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ سورج غروب ہو جانیکے بعد طلوع ہو گیا، اور عصر کی نماز پڑھ لینے کے بعد پھر غروب ہو گیا۔ دونوں قسم کی حدیثیں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت اسماء بنت عیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ”صہبار“ میں ظہر کی نماز ادا فرمائی پھر اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی ضرورت کیلئے بھیج دیا۔ پھر حضرت علیؓ اس حال میں لوٹے کہ ان کے لوٹنے سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز ادا فرمائی، پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک حضرت علیؓ کی گود میں رکھ دیا تو حضرت علیؓ نے ادھر ادھر ذرا سی حرکت نہیں فرمائی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ تیرے بندے علیؓ نے تیرے نبی کی اطاعت میں اپنے آپ کو روک رکھا تھا لہذا تو سورج کو اس پر لوٹا دے، حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ سورج واپس طلوع ہوا یہاں تک کہ پہاڑوں کے اوپر اور زمین کے نیلوں کے اوپر دکھائی دینے لگا۔ پھر حضرت علیؓ کھڑے ہو گئے، وضو کر کے

عَنْ أَسْمَاءِ ابْنَةِ عُمَيْسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالصَّهْبَاءِ ثُمَّ أَرْسَلَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي حَاجَةٍ فَرَجَعَ وَقَدْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَرٍ عَلِيًّا فَلَمْ يُحْرِكْهُ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ ارْتَبْ عَبْدَكَ عَلِيًّا احْتَبَسَ بِنَفْسِهِ عَلَى نَبِيِّكَ فَرَدَّ عَلَيْهِ شَرْقَهَا قَالَتْ أَسْمَاءُ فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ حَتَّى وَقَعَتْ عَلَى الْجِبَالِ وَعَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ تَامَ عَلَى فِتْوَضًا وَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ غَابَتْ وَذَلِكَ فِي الصَّهْبَاءِ -

(مشکل الآثار ۲/۷۷ حدیث ۱۲۰۸)

(۲۶۸/۴ حدیث ۳۸۵۱)

نماز عصر پڑھ لی، پھر سورج غروب ہو گیا
یہ واقعہ مقام صہبار میں پیش آیا۔

دوسری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے جس میں نزول وحی کا ذکر ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے
لگی اس حال میں کہ آپ کا سر مبارک حضرت
علیؑ کی گود میں تھا، پس علیؑ نے عصر کی نماز
نہیں پڑھی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ پھر
حضورؐ نے فرمایا: اے علی تم نے نماز پڑھ لی۔
عرض کیا نہیں پڑھی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس طرح دعا فرمائی کہ اے اللہ بیشک
یہ تیری اطاعت اور ترے رسول کی
اطاعت میں تھا لہذا سورج کو اوپر لوٹا دے۔
حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے سورج کو
غروب ہوتے ہوئے دیکھا ہے، پھر میں نے
سورج کو غروب ہونے کے بعد
طلوع ہوتے ہوئے بھی دیکھا

ہے۔

عَنْ أَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ
قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُوحَى إِلَيْهِ
وَرَأْسُهُ فِي حِجْرِ عَلِيٍّ، فَلَمَّا
يُصَلِّي الْعَصْرَ حَتَّى غَرَبَتِ
الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
صَلَّيْتُ يَا عَلِيُّ قَالَ لَا فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
آلِهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَ
فِي طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُولِكَ
فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ قَالَتْ
اَسْمَاءُ فَرَأَيْتُهَا غَرُبَتْ
ثُمَّ رَأَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَ
مَا غَرُبَتْ. (مشکل الآثار ۲/۷۷،

حدیث ۱۲۰۸/۴ حدیث ۳۸۵۱)

یہی حدیث شریف اس سے بھی وضاحت کے ساتھ طبرانی شریف میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ
قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ
الْوَحْيُ كَادَ يَغْشَى عَلَيْهِ فَأَنْزَلَ
عَلَيْهِ يَوْمًا وَهُوَ فِي حَجْرٍ عَلَى
فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّيْتَ الْعَصْرَ
يَا عَلِيٌّ؟ قَالَتْ لَا يَا
رَسُولَ اللَّهِ فَدَعَا اللَّهَ
فَرَدَّ عَلَيْهِ الشَّمْسُ حَتَّى
صَلَّى الْعَصْرَ قَالَتْ فَرَأَيْتُ
الشَّمْسَ طَلَعَتْ بَعْدَهَا
غَابَتْ حِينَ رُدَّتْ حَتَّى
صَلَّى الْعَصْرَ۔

(المعجم الکبیر ۲۴/۱۵۲ حدیث ۳۹۱،

۲۴/۱۵۰ حدیث ۳۹، مجمع الزوائد

۸/۲۹۴، فتح الباری ۶/۲۵۶

عمدة القاری ۱۵/۴۳،

خصائص الکبریٰ ۲/۱۳۲ زرقانی ۲۸۹/۶)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا
فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ پر غشی جیسی
حالت پیدا ہو جاتی تھی تو ایک دن آپ پر
وحی نازل ہونے لگی اس حال میں کہ آپ کا
سر مبارک حضرت علیؑ کی گود میں تھا۔
جب وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے پوچھا: اے علی
کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟ تو حضرت
علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ نہیں پڑھی
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک
و تعالیٰ سے سورج کے لوٹ آنے کی دعا
فرمائی، تو اللہ تبارک تعالیٰ نے غروب
ہونے کے بعد سورج کو واپس لوٹا دیا،
تو آنکہ عصر کی نماز پڑھ لی گئی حضرت اسماء
فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے
سورج کو غروب ہونے کے بعد طلوع ہوتے
ہوئے دیکھا ہے جس وقت سورج واپس
لوٹا اس وقت عصر کی نماز پڑھی گئی۔

ایک شبہ کا ازالہ | شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنہ میں ان حدیثوں کو کمزور قرار

دینے کیلئے قیاس اور اصول سے کافی زور لگایا ہے۔ اور ساتھ میں راویوں کو کمزور قرار دینے کی بھی کوشش فرماتی ہے۔ حالانکہ ان حدیثوں کی سند میں جو روایت کرنے والے افراد ہیں وہ ایسے کمزور نہیں ہیں جس کی وجہ سے ان روایتوں کو ناقابل اعتبار قرار دیا جاسکے۔

نیز شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن قیم جوزی نے اس مضمون کی روایت کو دارقطنی شریف سے موضوعات میں نقل کر کے موضوع قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ اور دارقطنی کی روایت کی سند میں احمد بن داؤد ہے ان کی بنا پر اس روایت کو موضوع قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ ناظرین اس سلسلے میں خبردار ہو جائیں کہ ہم نے اوپر جو تین حدیثیں نقل کی ہیں ان تینوں میں سے کسی کی سند میں احمد بن داؤد نہیں ہیں۔ اور جس روایت میں احمد بن داؤد ہیں۔ اس حدیث کے بار میں کچھ کہنا درست ہے اور وہ یہاں ہیں نہیں۔

نیز جمہور محدثین نے ان تینوں حدیثوں کے بار میں فرمایا ہے جسکو ہم نے نقل کیا ہے کہ یہ حدیثیں کم از کم حسن کے درجہ میں ہیں۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اوپر کی دونوں حدیثوں کو اپنی کتاب مشکل الآثار میں نقل فرمایا کہ ان حدیثوں کی توثیق فرماتی ہے۔ اور ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے کئی سو سال پہلے گزرے ہیں۔ اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کئی سو سال کے بعد شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب

منہاج السنۃ میں ان احادیث شریفہ پر جو اعتراضات کئے ہیں۔ اس قسم کے تمام اعتراضات کے جوابات شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے کئی سو سال پہلے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں نقل کر دیئے ہیں۔ کہ بعد میں آنے والے جو اعتراضات کر سکتے تھے ان تمام اعتراضات کے جوابات پہلے دیدیئے ہیں۔ اور یہ ثابت فرمایا ہے کہ سورج کا غروب ہونے کے بعد دوبارہ واپس لوٹ آنا یہ معجزہ اور نبوت کے علامات میں سے ہے جس کا انکار کرنا محسرومی کی بات ہے۔ مشکل الآثار جلد ۱۰ حدیث ۱۲۰۴ تا ۱۲۱۴ کا ملاحظہ فرمائیے۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بخاری کی شرح فتح الباری حدیث ۳۱۲۴ کے تحت بحث کرتے ہوئے شیخ ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم جوزیؒ کے اعتراضات پر سخت الفاظ کے ساتھ تردید فرمائی ہے اور یہ فرمایا کہ ان احادیث شریفہ کو کمزور قرار دے کر معجزہ کے واقعہ کو ناقابل اعتبار قرار دینا ان دونوں حضرات کے خیال اور گمان کی بات ہے جو درست نہیں ہے۔ بلکہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے اعلیٰ درجہ کا معجزہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ فتح الباری ۶/۲۵۶۔ نیز مشہور مفسر قرآن مفتی بغداد علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ نے تفسیر روح المعانی میں سورہ ص آیت ۳۲ اور ۳۳ کے تحت میں ان احادیث شریفہ پر تردید کرنے میں علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو تنہا قرار دیا ہے۔ اور ہم نے جو تین حدیثیں نقل کی ہیں ان میں سے پہلی دونوں حدیثوں کو امام طحاویؒ اور قساصنی عیاضؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور تیسری حدیث شریف کو امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے سند حسن کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن العراقی کی تائید بھی نقل فرمائی ہے۔

(تفسیر روح المعانی مطبوعہ دارالفکر ۱۳/۲۸۵)

اس لئے سورج لوٹ آنے سے متعلق جو تین حدیثیں ہم نے نقل کی ہیں۔ وہ حسن اور مقبول حدیثیں ہیں۔ ان کو کمزور قرار دینے کے لئے زور لگانا اور بلند درجہ کے معجزہ کے انوارات کا انکار اور تردید کسی طرح زیبائیں نہیں ہے۔

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کیلئے سورج کا رکنا رہنا

بخاری شریف اور مستدرک حاکم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک مفصل حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک شہر کے فتح کے واسطے جنگ کیلئے روانہ ہو گئے۔ اور لشکر میں سے ہر اس شخص کو واپس کر دیا جس نے نئی شادی کی ہو اور بیوی سے ملاقات کا ارادہ رکھتا ہو۔ اور ایسے شخص کو بھی واپس کر دیا۔ جو مکان تعمیر کر رہا ہو۔ اور ابھی مکان کی چھت نہ پڑی ہو۔ اور ایسے شخص کو بھی واپس کر دیا جس نے حاملہ جانور خریدا ہو یا اس نے پاس حاملہ جانور موجود ہو اور ولادت کا وقت قریب ہو۔ ایسے تمام لوگوں کو واپس کر دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے نام سے جنگ شروع ہو گئی۔ اور شہر فتح کر نیکی قریب ہو گئے اور ادھر سے سورج بھی غروب ہونیکے قریب ہو گیا تو حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورج کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تو بھی حکم خدا کا پابند ہے، اور ہم بھی پابند ہیں پھر اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ سورج کی رفتار کو روک کے رکھ۔ چنانچہ سورج اسی طرح اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ

نے شہر فتح فرما دیا۔ اور شہر کی فتح یابی کے بعد اسکے مالِ غنیمت کو اکٹھا کیا۔ اور اس زمانہ میں مالِ غنیمت حلال نہیں تھا بلکہ ایک جگہ اکٹھا کر دیا جاتا تھا پھر آسمانوں سے آگ آ کر اُسے جلا کر خاک کر دیتی تھی۔ اگر جل کر خاک ہو جاتا تو قبولیت کی علامت ہوتی تھی۔ اور اگر نہیں جلتا تو مالِ غنیمت میں خیانت کی وجہ سے قبولیت میں رکاوٹ سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ سارا مالِ غنیمت ایک جگہ اکٹھا کر دیا۔ پھر آسمانوں سے آگ آئی مگر مال میں آگ نہیں لگی۔ تو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام سمجھ گئے کہ اس مالِ غنیمت میں ضرور خیانت ہوئی ہے۔ چنانچہ اعلان فرما دیا کہ ہر ایک قبیلہ کا ایک ایک آدمی مجھ سے مصافحہ کرے۔ چنانچہ مصافحہ کا سلسلہ شروع ہوا تو دریں اثنا مصافحہ کرتے وقت دو یا تین آدمی کا ہاتھ حضرت یوشع بن نون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ کیسا تھ چپک گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے قبیلے کے لوگوں نے مالِ غنیمت میں چوری کی خیانت کی لہذا اُسے لا کر پیش کر دو چنانچہ بیل کے سر کے برابر سونے کا ڈالا کر پیش کر دیا گیا۔ اور جب اُسے بھی مالِ غنیمت میں شامل کر دیا گیا تو آگ لگ گئی اور جل کر خاک ہو گیا۔ مسند احمد بن حنبل میں روایت واضح اور صاف ہے کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کیلئے کئی دن تک سورج اپنی جگہ رکا رہا۔ اور اس میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ جس شہر کو فتح فرمایا ہے یہ وہ شہر ہے جس میں بیت المقدس واقع ہے۔

(مسند احمد بن حنبل ۲/۲۲۵ حدیث ۸۲۹۸ فتح الباری ۶/۲۵۸ حدیث ۳۱۲۴)

اس کے بعد سورج عزوب ہو گیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے پیغمبروں کو معجزہ کے انوار عطا فرمائے ہیں۔
یاور کھینے کو پھپلی اُمتوں کے لئے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا لیکن

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
یہ انعام عطا فرمایا ہے کہ ان کے لئے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا۔ بخاری کی
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے
ایک نبی جہاد کے لئے روانہ ہو گئے تو اپنی قوم
میں یہ اعلان فرمایا کہ ایسا شخص ہمارے
ساتھ جہاد میں شریک نہ ہو جو کسی عورت سے
شادی کر کے نیا نیا اسکے اعضاء کا مالک
ہوا ہو، اور وہ اس عورت کے ساتھ شب
باشی کا ارادہ رکھتا ہو حالانکہ ابھی اس نے
اسکے ساتھ شب باشی نہیں کی ہے، اور
ایسا آدمی بھی ہمارے ساتھ جہاد میں شامل
نہو جس نے گھر کی تعمیر کی ہو اور ابھی اس
کی چھت نہ پڑی ہو، اور ایسا آدمی بھی
ہمارے ساتھ شامل نہو جس نے حاملہ
بکری یا حاملہ اونٹنی خریدی ہو اور وہ
انکی ولادت کے انتظار میں ہو، یہ تین قسم
کے لوگ ہمارے ساتھ شریک نہ ہوں۔
اس اعلان کے بعد جہاد شروع فرما دیا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
غَزَا نَبِيٌّ مِنْ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ
لِقَوْمِهِ لَا يَتَّبِعُنِي رَجُلٌ
مَلَكَ بَضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيدُ
أَنْ يَبْنِي بِهَا وَلَمَّا بَنَى بِهَا
وَلَا أَحَدٌ بَنَى بَيُوتًا وَلَمْ
يَرْفَعْ سُقُوفَهَا وَلَا أَحَدٌ اشْتَرَى
عَنْمًا أَوْ خِلْفَاتٍ وَهُوَ يَنْتَظِرُ
وِلَادَهَا فَغَزَا فَدَنَا مِنَ
الْقَرْبِ صَلَوةَ الْعَصْرِ
أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ
لِلشَّمْسِ إِنَّكَ مَأْمُورَةٌ
وَأَنَا مَأْمُورٌ اللَّهُمَّ احْبِسْهَا
عَلَيْنَا فَحَبَسَتْ حَتَّى
فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ فَجَمَعَ
الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ يَعْنِي
النَّارَ لِبُتَاكُمَهَا فَلَمْ

تُطْعِمَهَا فَقَالَ إِنَّ فِيكُمْ غُلُولًا
فَلْيَبَايِعُنِي مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ
رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ
بِيَدِهِ فَقَالَ فِيكُمْ الْغُلُولُ
فَلْيَبَايِعُنِي قَبِيلَتُكَ
فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ
أَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهِ فَقَالَ
فِيكُمْ الْغُلُولُ فَجَاؤُا بِرَأْسٍ
مِثْلَ رَأْسٍ بِقَرَّةٍ مِنْ
الذَّهَبِ فَوَضَعُوهُمَا
فَجَاءَتِ النَّارُ فَآكَلَتْهُمَا
ثُمَّ أَحَدَ اللَّهُ لَنَا الْغَنَائِمَ

(بخاری شریف ۱/۲۴۰)

حدیث نمبر ۳۰۲۴، المستدرک

بلفظ یوشع بن نون -

مشکل الآثار ۲/۸ حدیث نمبر ۱۳۱۱)

پھر جہاد کرتے کرتے عصر کی نماز کے وقت شہر
کے قریب پہنچ گئے۔ یا سورج اس سے بھی
غروب کیلئے قریب ہو گیا تو حضرت یوشع بن
نون علیہ السلام نے سورج کو مخاطب کر کے
فرمایا کہ تو بھی حکم خدا کا پابند ہے اور ہم بھی
پابند ہیں۔ پھر اللہ سے دعا فرمائی کہ اپنے
فضل سے ہمارے لئے سورج کو روک دیجئے
چنانچہ سورج کو روک لیا گیا حتیٰ کہ اللہ
تعالیٰ نے اس شہر کو فتح فرمادیا۔ پھر ہر طرف
سے مال غنیمت کو ایک جگہ جمع کیا۔ پھر آسمان
سے مال غنیمت کو جلانے کے لئے ایک آگ
آئی مگر مال غنیمت میں نہیں لگی تو پیغمبر نے
فرمایا کہ بیشک تمہارے اندر خیانت ہوئی
ہے۔ لہذا ہر قبیلہ کا ایک آدمی میرے ہاتھ پر
بیعت کرے۔ تو ایک آدمی کا ہاتھ پیغمبر کے
ہاتھ کے ساتھ چپک گیا تو فرمایا کہ تمہارے قبیلہ
میں خیانت ہوئی ہے۔ لہذا تمہارے قبیلہ کے

لوگ ہمارے ہاتھ پر بیعت کریں، تو اس قبیلہ کے تمام افراد نے بیعت کی تو دو یا تین آدمی کے
ہاتھ پیغمبر کے ہاتھ کے ساتھ چپک گئے، تو فرمایا کہ انہیں لوگوں میں خیانت ہے۔ پھر ان لوگوں نے
جا کر گائے کے سر کے برابر سونے کا ڈالا کر پیش کر دیا، پھر جب اسکو مال غنیمت میں شامل کر دیا
گیا تو آگ اگر مال غنیمت کو لگ گئی، اور سبکو آگ نے کھا کر راکھ کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو
ہم امت محمدیہ کے لئے حلال کر دیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو اپنے فضل سے اس طرح معجزہ کے انوارات عطا فرمائے ہیں کہ حلیت سورج اپنی جگہ کئی روز کے لئے رُکا رہ جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورج رک جانے کا معجزہ بھلے انبیاء میں سے صرف یوشع بن نون علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا باقی کسی کو یہ معجزہ حاصل نہیں ہوا۔ اس کی صراحت مسند احمد بن حنبل ۲/۳۲۵ مشکل الآثار ۲/۸ میں موجود ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک سورج کسی انسان کیلئے رُکا نہیں رہا ہے مگر چند دنوں تک حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے رُکا رہا۔ اس درمیان میں حضرت یوشع علیہ السلام بیت المقدس تک پہنچ گئے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ لَمْ تَحْبَسْ عَلَى بَشَرٍ إِلَّا لِيُوشَعَ لِيَالِي سَكَاةٍ إِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ۔

(مسند احمد بن حنبل ۲/۳۲۵)

مشکل الآثار ۲/۸)

لیکن سورج غروب ہو کر واپس لوٹ آنے کے معجزہ کے انوار صرف آقائے نامدار سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوئے ہیں۔ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا معجزہ ہے جس سے بڑے بڑے سائنس دانوں اور دانشوروں اور برقی تجربات کے ماہروں کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ آج کل کے زمانہ میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کا سمجھنا پہلے کے مقابلہ میں زیادہ آسان ہے۔ اسی طرح انبیاء

علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جو وحی نازل ہوتی تھی اس کا سمجھنا بھی بہت آسان ہے، کہ جب ایشیا میں بیٹھ کر موبائل ٹیلی فون سے امریکہ سے بات کی جاتی ہے۔ اور ایشیا اور امریکہ کے درمیان ایسا کنکشن اور تعلق ہو جاتا ہے جیسا کہ آمنے سامنے بات ہو رہی ہے۔ تو اللہ اور رسول کے درمیان وحی کا کنکشن اور تعلق اس سے بھی کہیں زیادہ مضبوط ہو گا۔ اور جب امریکہ چاند پر جاسکتا ہے تو خدا کی طاقت کے ذریعہ سے اللہ کے رسول کا معراج کو پہنچ جانا کیا حیرت کی بات ہے۔؟ نیز اس سے بڑھ کر سائنسی تجربہ کرنے والوں کا چاند پر پہنچ جانا آسان ہے، لیکن چاند کیسے دو ٹکڑے ہو سکتا ہے ابھی ان کی عقل اس کے سمجھنے سے حیران ہے۔ اسی طرح چلتے سورج کا کئی روز کے لئے اپنی جگہ رُکا رہنا یا غروب شدہ سورج کا واپس لوٹ آنا ان کی عقل کو حیرانی میں ڈال دیتا ہے۔ یہ ایسے معجزات ہیں جو انسانی عقل اور سمجھ سے بلند اور بالاتر ہیں۔ انسانی عقل اسے سمجھنے سے قاصر ہے۔ یہ صرف خدا کی طاقت اور اس کی قدرت کا مظہر ہے۔ اور اللہ کے رسولوں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سچائی اور برحق ہونے پر حجت ہیں۔ لَآئِلَہٗ مِنْ اٰجَلِ عَلٰمَاتِ النَّبُوۃِ الْخٰشِکَلِ الْاٰثَارِ (۸)

ضروری گزارش | نور الانوار میں بادشاہ عالمگیر کے استاذ ملا جیون علیہ الرحمۃ نے نقل فرمایا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے لئے بھی سورج لوٹ آیا تھا، اور بعض مفسرین نے بھی سورۃ ص آیت ۳۲ رُدُّوْہَا عَلٰی سَیِّمِ رُدُّوْہَا کے مامور بہ سورج پر مقرر کردہ ملائکہ قرار دیکر ہا ضمیر کا مرجع سورج کو قرار دیکر یہ ثابت فرمایا ہے کہ

سلیمان علیہ السلام کے لئے بھی سورج لوٹ آنے کی بات ہے۔ لیکن جمہور مفسرین اور محدثین نے مٹا ضمیر کا مرجع سلیمان علیہ السلام کے عمدہ گھوڑوں کو قرار دیا ہے۔ اور رد وھا کے مامور بہ گھوڑوں کے خدمت کار عملہ کو قرار دیا ہے۔ اور یہی زیادہ صحیح بھی ہے۔ ایسی صورت میں آیت کریمہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے واسطے سورج کے لوٹ آنے کی بات ثابت نہیں ہوتی ہے۔ نیز فقیہ بغداد ملا آلوسی علیہ الرحمۃ نے اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر روح المعانی میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بخاری شریف حدیث ۲۱۲۲ کے تحت حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے سورج لوٹ آنے کی بات کی تردید فرمائی ہے۔ کہ آیت کریمہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے سورج کا لوٹ آنا ثابت نہیں ہوتا۔ نیز ایسی کوئی معتبر حدیث شریف بھی ثابت نہیں ہے جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے سورج کے لوٹ آنے کی بات ثابت ہو۔ اس لئے ہم نے جو یہ بات کہی ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد دوبارہ لوٹ آنے کا معجزہ صرف ہمارے آقا حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے۔ اس پر کسی بھائی کو اشکال اور شبہ نہ ہونا چاہئے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا : عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً
وَّاَصِيْلًا



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت سید الکونینؑ کے تبرکات کیسے حاصل کرتے تھے؟

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۞ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ
بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ
يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ
إِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ
مُّبِينٍ ۝

(سورۃ آل عمران آیت ۱۶۴)

بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں
پر بڑا احسان کیا جبکہ انہیں کی جنس سے ایک
عظیم الشان پیغمبر بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ
تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، اور ظاہری
و باطنی گندگیوں سے انکی صفائی کرتے ہیں اور
ان کو کتاب الہی اور سمجھ کی باتیں بتلاتے رہتے
ہیں۔ اور بالیقین یہ لوگ آپ کی بعثت سے
قبل صریح گمراہی یعنی کفر و شرک میں مبتلا تھے۔

اس آیت کریمہ کے ذریعہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا
ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے امت مسلمہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث
فرما کر عظیم ترین احسان فرمایا ہے۔ آپ کی بعثت سے پہلے یہ قوم سخت
ترین گمراہی میں مبتلا تھی۔ آپ کے ذریعہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے امت
میں حیرت انگیز بیداری پیدا فرمادی۔ آپ کے انوار و برکات اور آپ کے
احوال و اخلاق، آپ کی سوانح زندگی، امانت و دیانت، خدا ترسی اور پاکبازی

سے پوری قوم بخوبی واقف تھی۔

آپ کے مستعمل پانی سے تبرک حاصل کرنیکا منظر

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت سید الکونین خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس شان کے ساتھ پیدا فرمایا تھا کہ آپ کے کردار، آپ کے اخلاق، آپ کے احوال، آپ کے احسان پورے عالم میں ہمہ گیر حیثیت رکھتے ہیں۔ جس طرح آپ کی ذات سے تمام انسانوں کو روحانی اور ایمانی فیوض حاصل ہو رہے تھے اسی طرح عالم انسانیت کو آپ کے تبرکات کا فیض بھی حاصل ہوا ہے۔ اور جس طرح تزکیہ نفوس یعنی نفسانی آلائشوں اور تمام مراتب شرک و معصیت کے امراض سے شفا یاب ہو کر ایمان و اسلام کے روحانی انوارات کا فیض انسانوں کو حاصل ہوا ہے اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کے ذریعہ جسمانی امراض سے شفا یابی کا فیض بھی حاصل ہوا ہے۔ جن نفوس قدسیہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیغمبر اسلام کے فیض صحبت سے بہرہ ور ہونے کا سنہرا موقع عطا فرمایا تھا ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا ہی آپ پر جاں نثار اور آپ کیلئے گرویدہ بھی بنا دیا تھا۔ چنانچہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام وضو فرماتے تو آپ کے وضو کے مستعمل پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر نہیں سکتا تھا۔ ہر قطرہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر گرتا تھا۔ بسا اوقات آپ کا مستعمل پانی حاصل کرنے کیلئے جاں نثار صحابہ آپس میں لڑ پڑتے تھے۔ اس سلسلہ میں صحیح ترین چند حدیثیں ہم یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

ہو سکتا ہے کسی بندہ خدا کو فائدہ پہنچ جائے۔

۱۔ تبرک کے ساتھ بشارت | بخاری شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

ایک حدیث شریف مروی ہے جس میں حیرت انگیز واقعہ منقول ہے۔ اس واقعہ کا حاصل یہ ہے کہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ حنین اور طائف سے فارغ ہو کر مہتمم "جبرانہ" میں قیام فرمایا تھا اور اسی اثنائے میں مال غنیمت بھی تقسیم فرمایا۔ اس موقع پر ایک دیہاتی نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آکر کہا کہ آپ وعدہ پوریا کیجئے، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بشارت حاصل کرو، تو اس شخص نے ایسی حرکت کی کہ کہنے لگا کہ آپ بہت سی بشارتیں دیتے رہتے ہیں آپ تو ہم کو مال دیجئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکلیف ہوئی، تو آپ نے غصہ کی حالت میں اس سے ناراض ہو کر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور بلال حبشیؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس نے بشارت کو رد کر دیا ہے تم لوگ قبول کر لو۔ پھر آپ نے ایک برتن میں پانی منگوا یا اس میں دونوں ہاتھ اور چہرہ مبارک کو دھویا۔ اور اس میں نکلی کر کے کلی کا پانی بھی ڈالا، پھر آپ علیہ السلام نے ان دونوں سے فرمایا آپ لوگ اس میں سے پیو اور اپنے چہرے اور سینہ پر بہا دو، اور اس کی بشارت حاصل کرو۔ یہ منظر ام سلمہؓ نے پردہ کے اندر سے دیکھا تو حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت بلالؓ کو آواز دے کر فرمایا کہ میرے لئے کچھ بچالو، چنانچہ انہوں نے حضرت ام سلمہؓ کے لئے بھی کچھ بچا لیا۔ امت کے صفِ اول کے لوگوں نے اپنی خوش قسمتی سے خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضلات سے اور آپ کے متعمل پانی سے اس طریقہ سے تبرک حاصل فرمایا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعْرَةِ أَنَّهُ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَكَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ لَا تُجْزِلِي وَعُدَّتِي فَقَالَ لَهُ ابْشُرْ فَقَالَ قَدْ أَكْثَرْتُ عَلَى مَنْ ابْشُرُ فَأَقْبَلَ عَلَى أَبِي مُوسَى وَبِلَالٍ كَهَيْئَةِ الْغَضَبَانِ فَقَالَ رَدَّ الْبُشْرَى فَأَقْبَلَا أَنْتُمَا قَالَا قَبِلْنَا ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ ثُمَّ قَالَ اشْرَبَا مِنْهُ أَوْفَرَا عَلَى وَجْهِكُمَا وَخُورَا كَمَا وَابْشُرَا فَاخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا فَنَادَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَرَاءِ السَّارِثِ إِنْ أَفْضَلَا لِمَكِّمَا فَأَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً۔

(بخاری شریف ۲/۶۲۰، حدیث نمبر ۴۱۵۰)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس موجود تھا، جب حضور نے مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام جعرانہ میں قیام فرمایا تھا، اور ساتھ میں حضرت بلالؓ بھی موجود تھے، اچانک ایک دیہاتی نے آکر کہا کیا آپ وہ وعدہ پورا نہیں کرتے جو مجھ سے کیا ہے؟ تو آپ نے اس سے کہا بشارت حاصل کرو تو اس نے کہا، آپ کی بشارت ہمپر بہت ہوگئی۔ آپ تو ابشر کہتے رہتے ہیں، تو آپ نے حضرت ابو موسیٰ اور حضرت بلالؓ کی طرف غم و غصہ کی حالت میں متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس نے بشارت کو رد کر دیا ہے آپ دونوں قبول کر لو۔ ان دونوں نے کہا ہم ضرور قبول کریں گے۔ پھر ایک بڑے پیالہ میں پانی منگایا گیا اس میں آپ نے دونوں ہاتھ اور اپنے چہرہ کو دھویا اور اس میں اپنی کٹی کا پانی ڈالا، پھر فرمایا تم اس میں سے پی لو اور اپنے چہرہ اور سینے پر بہاتے جاؤ اور بشارت حاصل کرتے جاؤ۔

تو ان دونوں نے پیالہ لیکر ایسا ہی کیا، تو حضرت ام سلمہؓ نے پردہ کے پیچھے سے آواز دیکر فرمایا کہ تم اپنی ماں کے لئے کچھ بچا دو، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ کے لئے اس سے کچھ بچایا گیا۔

۲ وضو کے پانی کو بدن پر ملنے کا منظر

بخاری شریف میں ایک حدیث شریف وارد ہوئی ہے کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کے مستعمل پانی کو حاصل کر کے صحابہ کرام اپنے پورے بدن پر ملتے تھے، اور آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ تاکہ صحابہ کرام آپ کے تبرکات سے برکت اور بشارت حاصل کریں۔ جیسا کہ ماقبل میں لمبی حدیث شریف ناظرین کے سامنے آچکی ہے۔ یہاں ایک مختصر حدیث شریف پیش کی جاتی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ فَصَلَّى بِالْبُطْحَاءِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رُكْعَتَيْنِ وَنَصَبَ بَيْنَ يَدَيْهِ عِزَّةً وَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسَ يَتَمَسَّحُونَ بِوَضُوءِهِ۔

(بخاری شریف ۷/۷۲)

(حدیث ۲۹۵)

حضرت ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ہمارے سامنے تشریف لائے اور مکہ مکرمہ کے سنگلاخ میدان میں ظہر اور عصر کی نماز دو دو رکعتیں پڑھائیں (اسلئے کہ آپ اس وقت مسافر تھے) اور اپنے اپنے سامنے ایک چھوٹا سا نیزہ سترہ کے طور پر گڑوا دیا اور اپنے وضو فرمایا تو آپ کے وضو کے مستعمل پانی کو حضرات صحابہ کرام نے (تبرک کے طور پر) اپنے بدن پر ملنے لگے۔

ایک دوسری حدیث شریف میں اس سے بھی زیادہ وضاحت ہے کہ ایک دفعہ حضرت بلالؓ نے آپ کے وضو کے مستعمل پانی کو ایک برتن میں جمع کر لیا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ بلالؓ کے پاس آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کا مستعمل پانی ہے تو ہر طرف سے دوڑ دوڑ کر صحابہ نے حضرت بلالؓ

کو آکر گھیر لیا، پانی بہت تھوڑا سا تھا، اسلئے کسی کو مہلا کسی کو نہیں مہلا۔ اور جن لوگوں کو مہلا ان لوگوں نے جلدی جلدی اپنے اعضاء پر مل لیا، اور جن لوگوں کو نہیں مل پایا تھا انہوں نے اپنے اعضاء کو دوسروں کے تراعضاء سے ملکر تبرک حاصل کیا ہے۔ حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي جَحِيفَةَ قَالَ رَأَيْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي قُبَّةٍ تَحْمَرَاءَ مِنْ أَدَمَ وَرَأَيْتُ
بِلَالًا لَا أَخَذَ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَيْتُ النَّاسَ
يَبْتَذِرُونَ ذَلِكَ الْوَضُوءَ مِمَّنْ
أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ
وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا أَخَذَ
مِنْ بَلَدٍ يَدِ صَاحِبِهِ -

(بخاری شریف ۱/۵۴۲ حدیث ۲۷۷۲)

حضرت ابو جحیفہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چہرے کے سرخ خیمہ میں دیکھا اور حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ وہ وضو کے مستعمل پانی کو (ایک برتن میں) لئے ہوئے تھے اور لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس پانی کو حاصل کرنے کیلئے بلالؓ کے پاس دوڑ دوڑ کر جا رہے ہیں اور جس شخص کو اس پانی کا کچھ حصہ ملا وہ اسکو بدن میں مل لیتا ہے اور جسکو اس پانی میں سے کچھ نہیں ملا اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری میں سے حاصل کر لیا۔

ایک حدیث حضرت امام ابو بکر بیہقیؒ نے اس سے بھی زیادہ تفصیل سے نقل فرمائی ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرمانے لگے تو حضرات صحابہ ہر طرف سے وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے، اور ہر ایک نے پانی لیکر اپنے اعضاء بدن پر ملنا شروع کر دیا، اور جن کو پانی نہ مل سکا وہ دوسرے بھائیوں کے اعضاء سے اپنے اعضاء ملنے لگے۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مستعمل پانی سے تبرک حاصل کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

صحابہ کا یہ منظر دیکھا تو صحابہ سے فرمایا کہ تمہیں اس بات پر کس چیز نے ابھارا، تو صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے ابھارا۔ تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت رکھے یا اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرے تو اس کو تین کام کرنے لازم ہیں (۱) جب بھی بولے سچ بولا کرے، جھوٹ نہ بولے۔ (۲) جب تم میں سے کسی کے پاس کسی کا حق یا امانت ہو تو اس کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ کرے (۳) اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی کرے۔

جس شخص کے اندر یہ تین صفیتیں موجود ہوں صحیح معنی میں وہی اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اس حدیث شریف میں بھی آتے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کئے ہوئے پانی کے استعمال کا عجیب منظر پیش کیا گیا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی قراد سے مروی ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو سارے صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کو اپنے اعضا اور بدن پر ملنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کہا تمہیں اس بات پر کس چیز نے ابھارا ہے تو صحابہ نے جواباً عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت نے تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي قَرَادٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ يَوْمًا فَجَعَلَ أَصْحَابُهُ يَتَمَسَّحُونَ بِوَضُوئِهِ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحْمِلُكُمْ عَلَى هَذَا قَالُوا حُبُّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُحِبَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أَوْ يُحِبَّهُ اللَّهُ وَ

صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے یا اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت کریں تو چاہیے کہ جب بات کرے تو سچ بولے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو بلاتا خیر ادا کر دے اور اپنے ان پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا معیار مل کرے جو اس کے آس پاس رہتے ہیں۔

رَسُولُهُ فَلْيَصْدُقْ حَدِيثُهُ
إِذَا حَدَّثَ وَلْيُؤَدِّ أَمَانَتَهُ
إِذَا أُؤْتِيَ مِنْ وَلِيٍّ حَسَنٍ
جَوَارَ مَنْ حَبَا وَرَاةً۔

(شعب الایمان للبیہقی ۲/۲۰۱)

(حدیث ۱۵۳۲)

آپ کی ناک کی رینٹ سے برکت

جب صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کی طرف سے گفتگو کرنے کیلئے عسروہ ابن مسعود آیا اس نے آپ سے کہا اے محمدؐ آپ اپنے ساتھیوں کے چکر میں مت بڑیئے یہ کبھی آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے تو اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے جلال میں آکر عروہ ابن مسعود کو بہت سخت سست کہا کہ تو ایسی باتیں کرتا ہے کہ ہسم حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر چلے جائیں گے؟ پھر عروہ ابن مسعود کیا منظر دیکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوکتے ہیں تو آپ کا تھوک زمین پر نہیں گر پاتا بلکہ کسی نہ کسی جاں نثار صحابی کے ہاتھ میں گر جاتا ہے۔ اور دیکھا کہ جب آپ ناک جھاڑتے ہیں تو آپ کے ناک کی رینٹ زمین پر نہیں گر سکتی بلکہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں گر جاتی ہے جب اس نے صحابہ کی اس قدر جاں نثاری کا منظر دیکھا تو اس نے مشرکین سے آکر کہا کہ میں تمہارے لئے باپ کے درجہ میں ہوں، اور تم میری اولاد کے درجہ میں ہو، میں تمہیں کبھی غلط

مشورہ نہیں دے سکتا۔ اور تم کو یہ بات بھی معلوم ہے کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں حاضری دے چکا ہوں، اور دنیا کے بڑے بڑے شیر پاور قیصر و کسری کے دربار میں بھی حاضر ہو چکا ہوں۔ میں نے بڑے سے بڑے کسی بادشاہ کے درباریوں کو ایسا جاں نثار نہیں دیکھا ہے جو جان نثاری محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے میں نے دیکھی ہے۔ اور محمد کے ساتھیوں سے محمد کو جو عزت حاصل ہے وہ دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہ کو اپنے درباریوں سے حاصل نہیں ہے۔ درباریوں سے یہ تو دیکھنے میں آیا ہے کہ بادشاہ کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں، سر جھکاتے ہیں، لیکن یہ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا کہ بادشاہ کے تھوک اور رینٹ اپنے ہاتھ میں لیکر صاف کرتے ہوں لیکن یہاں تو کچھ اور دیکھنے میں آیا کہ محمد کے جان نثار ساتھی محمد کے تھوک اور رینٹ کو زمین پر گرنے نہیں دیتے، اور اس کو ہاتھوں ہاتھ لیکر اپنے بدن پر ملتے ہیں۔ محمد کے ایک ایک ساتھی ان کے لئے سو بار جان دینے کیلئے تیار ہیں۔ اسلئے بہتر یہ ہے کہ تم محمد کے ساتھ صلح کا معاملہ کر لو۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے —

حضرت مسور بن مخزوم اور مروان بن حکم سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے زمانہ میں جب روانہ ہو گئے اور حدیبیہ میں قیام فرمایا تو آپ ناک نہیں جھاڑتے تھے مگر ناک کی رینٹ صحابہ میں سے کسی نہ کسی کی تمھیلی میں گرتی تھی پھر اس کو اپنے چہرہ اور بدن پر ملتے تھے۔

عَنِ الْمُسَوْرِ وَالْمُرْوَانِ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحَدِيبِيَةِ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَتَنَخَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَلِكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ - (بخاری شریف ۲۸/۱ کتاب الوضوء باب عکس)

ایک حدیث شریف میں اس سے بھی وضاحت کے ساتھ مروی ہے۔ بخاری شریف کتاب الشروط میں صلح حدیبیہ سے متعلق ساڑھے تین صفحہ پر مشتمل ایک مفصل حدیث شریف مروی ہے اور اس میں صاف لفظوں میں حدیث شریف کے الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ آپ جب ناک بھاڑتے تھے تو ناک کی رینٹ زمین پر نہیں کر سکتی تھی، بلکہ صحابہ کرام میں سے کسی نہ کسی کی ہتھیلی میں گرتی تھی۔ اور اسکو اپنے چہرے اور بدن پر ملتے تھے۔ اور جب آپ کسی کام کے لئے حکم فرماتے تو آپ کے حکم کی تعمیل میں سب لوگ دوڑ پڑتے تھے اور جب آپ وضو فرماتے تو آپ کے پانی کو حاصل کرنے کیلئے آپس میں لڑ پڑتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آواز پست کر لیتے اور اسے دھیان سے سنتے۔ عروہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کو ایسا مقام ملتا ہوا نہیں دیکھا ہے جو مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اور ایسا اعزاز اور ایسی جاں نثاری کسی سے نہیں دیکھی ہے، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے دیکھی ہے۔ بلکہ حدیث شریف کا مختصر ذکر ملاحظہ فرمائیے۔

پھر عروہ بن مسعود حضور کے ساتھیوں صحابہ کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھنے لگا، کہتے ہیں اللہ کی قسم حضور نے کبھی ناک نہیں بھاڑی مگر آپ کی ناک کی رینٹ ان صحابہ میں سے کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر گری، پھر اس کو اپنے چہرہ اور اپنے بدن

ثُمَّ إِنَّ عُرْوَةَ يَرْمُقُ أَصْحَابَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِعَيْنَيْهِ قَالَ فَوَاللَّهِ مَا تَنَحَّيْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ
مِنْهُمْ فَذَلِكَ بِهَا وَجْهَهُ وَ

جَلَدَهُ وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوا
أَمْرَهُمْ وَإِذَا تَوَضَّأُوا
يَقْتَسِلُونَ عَلَى وَضُوءِهِ وَإِذَا
تَكَلَّمُوا خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ
وَمَا يُحَدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا
لَهُ فَدَرَجَ عُرْوَةً إِلَى أَصْحَابِهِ
فَقَالَ أَيُّ قَوْمٍ وَاللَّهِ لَقَدْ وَفَدْتُ
عَلَى الْمُلُوكِ وَوَفَدْتُ عَلَى
قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ
وَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعْظِمُهُ
أَصْحَابُهُ مَا يُعْظِمُهُ أَصْحَابُ
مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا - الْحَدِيثُ

(بخاری شریف کتاب الشروط

۱/ ۳۷۹ حدیث ۲۶۵۱)

پر ملا، اور جب آپ حکم فرماتے تو تعمیل
حکم میں سب دوڑ پڑتے تھے۔ اور جب آپ
وضو فرماتے ہیں تو آپ کے وضو کے مستعمل
پانی حاصل کرنے میں لڑ پڑتے تھے، اور جب
آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے سب کی
آواز پست ہو جاتی تھی، اور آپ کی طرف
تعظیم کیوجہ سے نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔
پھر عروہ ابن مسعود اپنے مشرک ساتھیوں
کے پاس جا کر کہنے لگا اے قوم اللہ کی قسم
یقیناً میں دنیا کے بادشاہوں کے پاس
حاضری دے چکا ہوں۔ اور قیصر و کسریٰ
نجاشی کے دربار میں بھی حاضر ہو چکا ہوں
میں نے کبھی کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا
ہے کہ اسکے ساتھ اور درباری اسکی اتنی
تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم محمد کے ساتھ
محمد کے ساتھ کرتے ہیں۔

سرمستعمل پانی حاصل کرنے میں لڑائی کا منظر

حضرت محمود ابن الربیعؓ اصغر صحابہ میں سے ہیں حضرت سید الکونین علیہ السلام نے
کلی کا پانی انکے چہرے پر بہایا تھا۔ اسلئے دوسرے لوگوں کی نگاہوں میں انکا بڑا

اعتراف رہا ہے۔ اور حضرت مسور ابن مخزمہؓ بھی صحابی رسول ہیں۔ یہ دونوں حضرات ایک ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام وضو فرماتے تو آپ کے وضو کا مستعمل پانی زمین پر نہیں گر سکتا تھا۔ حضرات صحابہ کرامؓ ہاتھوں ہاتھ لیکر اپنے بدن میں ملا کرتے تھے اور آپ کے وضو کے وقت صحابہ کے درمیان ایک عجیب کھلبلی مچ جاتی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو سے برک حاصل کرنے میں آپس میں لڑ پڑتے تھے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت امام ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو محمود ابن الربیع نے بتلایا اور وہ وہی صحابی رسول ہیں جن کے چہرے پر ان کے خاندان کے کنویں سے پانی لیکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کلی کا پانی ڈالا تھا، اور اس وقت وہ نابالغ لڑکے تھے۔ عروہ ابن زبیر، مسور ابن مخزمہؓ سے نقل فرماتے ہیں اور ساتھ میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت محمود ابن الربیع اور حضرت مسور بن مخزمہؓ ذیل کی حدیث بیان کرنے میں ایک دوسرے کی تصدیق

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ وَهُوَ الَّذِي
مَجَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ وَهُوَ غُلَامٌ
مِنْ بَنِي عُرْوَةَ عَنْ
الْمُسَوْرَةِ وَغَيْرَةٍ يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ
مِنْهُمَا صَاحِبِيهِ وَإِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادُوا
يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ۔

(بخاری شریف ۱/۳۱ حدیث ۱۸۹)

اور موافقت کرتے تھے۔ حدیث یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرمانے لگے تو صحابہ آپ کے وضو کے مستعمل پانی کے حاصل کرنے میں آپس میں لڑ پڑتے تھے۔

وضو کے مستعمل پانی سے شفا فرمائی

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں سخت مرض میں مبتلا تھا اور مرض کی شدت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ مجھ پر غشی طاری ہو گئی تھی تو آقائے نامدار علیہ السلام عیادت کیلئے تشریف لائے، ساتھ میں حضرت ابو بکر صدیق بھی تشریف لائے ہوئے تھے حضور کی تشریف آوری کا مجھے کوئی علم نہیں تھا حضور نے وضو فرمایا اور وضو کا استعمال کیا ہوا پانی ایک برتن میں جمع کر لیا گیا اور اس پانی کو میرے اوپر بہا دیا گیا، اس سے اللہ نے مجھے مکمل شفا عطا فرمائی حضرت جابر کے اس واقعہ سے متعلق حدیث شریف صحاح کی تمام کتابوں میں موجود ہے۔ ہم یہاں بخاری کی حدیث ذکر کرتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں سخت مرض میں مبتلا تھا جس سے مجھے غشی طاری ہوئی تھی وجہ سے ہوش و حواس باقی نہیں تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے کیلئے تشریف لائے تو آپ نے وضو فرما کر وضو کا استعمال پانی میرے اوپر بہا دیا اس سے میرے ہوش و حواس درست ہو گئے۔

عَنْ جَابِرٍ يَقُولُ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُنِي وَأَنَا مَرِيضٌ لَا أَغْقِلُ فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وُضُوئِهِ فَعَقَلْتُ۔

(بخاری شریف ۳۲/۱ حدیث ۱۹۴۷)

ایک اور حدیث شریف اس سے بھی واضح الفاظ کے ساتھ مروی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق پیدل چل کر میرے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ

فِي بَنِي سَلَمَةَ مَا شِيبَيْنَ فَوَجَدَنِي
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا أَتَعْقِلُ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ
مِنْهُ ثُمَّ رَشَّ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ -

(بخاری شریف ۲/۶۵۸ حدیث ۲۳۹۱)

۲/۸۴۲ حدیث ۵۴۳۲،

ترمذی شریف ۲/۲۹)

عیادت کیلئے تشریف لائے۔ اور میں
بنو سلمہ میں موجود تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے مجھے اس حالت میں پایا کہ شدہ
مرض کی وجہ سے میں ہوش میں نہیں تھا،
تو ایک برتن میں پانی منگایا گیا تو آپ نے
اس پانی سے وضو فرمایا پھر وضو کا مستعمل
میرے اوپر بہا دیا گیا تو اس سے مجھ کو افاقہ ہو گیا۔

ایک دوسری حدیث شریف حضرت سائب ابن یزیدؓ سے کچھ اور انداز سے
مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے سر میں بہت سخت درد تھا تو میری خالہ نے مجھے آقائے
نامدار علیہ السلام کی خدمت بارگاہ میں پیش کر دیا اور خالہ نے فرمایا کہ میرے بھانجے
کے سر میں سخت درد ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے
لئے برکت کی دُعا فرمائی۔ پھر آپ نے وضو فرمایا اور وضو کے مستعمل پانی کو میں
نے پی لیا۔ اس کے بعد میرے سر میں کبھی درد نہیں ہوا۔ اور چوں کہ میں
نابالغ بچہ تھا اس لئے آزاد تھا کسی بات کی پابندی میرے اوپر نہیں تھی۔
اس لئے جب سر کا درد ختم ہوا تو میں ادھر ادھر آپ کے چاروں طرف گھومنے لگا
پھر آپ کے پیچھے کی طرف جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک میں
دونوں مونڈھوں کے درمیان خاتم نبوت کو دیکھا۔ اس حدیث
شریف میں بھی آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کے
مستعمل پانی سے شفا یابی کی بات ثابت ہوتی ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ میری خالہ نے مجھ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بارگاہ میں پیش کرنے فرمایا اے اللہ کے رسول میرے بھانجے کے سر میں دروہے تو آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دُعا فرمائی پھر وضو فرمایا پھر میں نے آپ کے وضو کا پانی پی لیا (افاقہ پاکر) آپ کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا تو میں نے آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان خاتم نبوت کو دیکھا اور خاتم نبوت ایسا نظر آ رہا تھا جیسے چھپر کھٹ کی گھنٹی۔

عَنْ سَائِبِ بْنِ يَزِيدٍ يَقُولُ
ذَهَبْتُ بِي خَالَتِي إِلَى رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي
وَجَعَ فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي
بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ
مِنْ وَضُوئِهِ وَقُمْتُ خَلْفَ
ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النَّبُوَّةِ
بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زَيْلِ الْمَجَلَّةِ
(بخاری شریف ۸۴۷/۲ حدیث ۵۲۵۲)

(۱/۳۱ حدیث ۱۹۰)

حضرت قتادہ بن نعمان کی پھوٹی ہوئی آنکھ صحیح ہو گئی

ایک عجیب و غریب واقعہ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمانؓ اجلہ صحابہ میں سے ہیں۔ غزوہ احد سے کچھ پہلے ان کی شادی ہوئی تھی۔ نئی شادی کا زمانہ تھا اور بیوی سے بہت گہری محبت تھی۔ نئی شادی کے زمانہ میں نوجوانوں کا یہی حال ہوا بھی کرتا ہے۔ لیکن ان کو جو اپنی بیوی سے محبت تھی وہ کچھ جداگانہ تھی۔ اسی اشار میں غزوہ احد میں حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شرکت فرمائی۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمانؓ بھی انہیں پاس تیر اندازوں میں شامل تھے جن کو آپؐ نے

جبل رُمَاة پر تعینات کر دیا تھا جب خالد بن ولید کے جتھے نے نیچے کی جانب سے
 آ کر حملہ کر دیا تھا اس سے صحابہ کرام میں زبردست افراتفری پیدا ہو گئی تھی اسی
 گھم گھٹا میں حضرت قتادہ بن نعمان کی ایک آنکھ میں ایسا ضرب لگا کہ
 ان کی آنکھ اپنی جگہ سے نکل کر چہرے پر لٹک گئی انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم سے گزارش کی کہ یا رسول اللہ اگر میری یہ آنکھ چلی گئی تو میری بیوی کو
 نفرت پیدا ہو سکتی ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میری بیوی میں نفرت پیدا ہو جائے۔
 اور میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست
 مبارک سے ان کی آنکھ کو اپنی جگہ رکھ کر درست کر دیا۔ اس سے اللہ تبارک و تعالیٰ
 نے اس آنکھ کو پہلے سے زیادہ خوبصورت بنا دیا اور پہلے سے زیادہ مضبوط کر دیا۔
 اور دوسری کے مقابلہ میں اس آنکھ میں روشنی بھی زیادہ پیدا فرمادی۔ اور پھر کبھی
 زندگی بھر اس آنکھ میں کسی قسم کی بیماری لاحق نہیں ہوئی۔ یہ آقائے نامدار
 علیہ السلام کی برکات کا فیض ہے۔ یہ حدیث شریف حدیث کی مختلف کتابوں
 میں مختصر اور مفصل دونوں طرح موجود ہے۔ ہم یہاں پر مستدرک حاکم
 کی مفصل روایت کا ایک ٹکڑا نقل کر دیتے ہیں۔
 حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے ان
 ستر یا کبار نفوس قدسیہ میں شامل تھے جنہوں نے
 بیعت عقبہ میں شرکت فرمائی تھی اور آپ
 کے اصحاب میں غزوہ اُحد کے موقع پر جو
 ستر تیر اندازوں کو تعینات کیا گیا تھا۔
 انہیں میں یہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے

وَشَهِدَ قَتَادَةُ بْنُ نَعْمَانَ
 الْعُقْبَةَ مَعَ السَّبْعِينَ مِنْ
 الْأَنْصَارِ وَكَانَ مِنَ الرُّمَاءِ
 الْمَذْكُورِينَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهِدَ
 بَدْرًا وَاحِدًا وَرُمِيَتْ عَيْنُهُ

يَوْمَ أَحَدٍ فَسَالَتْ حَدَقَتُهُ
عَلَى وَجْنَتِهِ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ عِنْدِي امْرَأَةً
أَحَبُّ إِلَيَّ وَأَنَا هِيَ رَأَتْ عَيْنِي خَشِيتُ
تَقْدِيرُهَا فَفَرَدَّهَا رَسُولُ اللَّهِ
بِيَدِهِ فَاسْتَوَتْ وَرَجَعَتْ وَ
كَانَتْ أَقْوَى عَيْنِيهِ وَأَصَحُّهَا
بَعْدَ أَنْ كَبُرَ.

۵۲۸۱

(المستدرک للحاکم ۵/۱۹۶۲ حدیث

الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۳/۳۲۵)

غزوہ بدر میں بھی شرکت فرمائی اور غزوہ احد
میں بھی شرکت فرمائی اور جنگ احد کے دن
اُن کی آنکھ پر ایسا تیر لگا کہ آنکھ کی پتلی
نکل کر ان کے رخسار پر لٹک گئی اس سے خون
اور پانی بہنے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت بارگاہ میں آ کر فرمایا یا رسول اللہ
میرے پاس ایک ایسی بوی ہے جس سے میں
بہت محبت کرتا ہوں اگر اس نے میری آنکھ کو
اس حالت میں دیکھ لیا تو مجھے خطرہ ہے کہ
وہ نفرت کریگی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے دست مبارک سے اس آنکھ کو اپنی
جگہ لوٹا کر درست کر دیا اور آنکھ اپنی جگہ صحیح ہو کر لوٹ آئی اسکے بعد انکے بوڑھاپے تک انکی
دونوں آنکھوں میں سے یہی آنکھ زیادہ مضبوط اور زیادہ صحیح رہی ہے۔

ایک حدیث شریف کچھ مختصر ہے اس میں اس طرح کی وضاحت ہے کہ
حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ اپنی جگہ سے نکل کر رخسار پر گر گئی حضور
نے اس کو لیکر اپنی جگہ پر رکھ دیا تو وہ آنکھ پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو گئی۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عاصم ابن عمر ابن قتادہ فرماتے ہیں
کہ احد کے دن قتادہ ابن نعمان کی آنکھ
پر سخت ضرب لگا حتیٰ کہ آنکھ اپنی جگہ سے
نکل کر رخسار پر گر گئی تو حضور اکرم صلی اللہ

عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ
قَالَ أُصِيبَتْ عَيْنُ قَتَادَةَ يَوْمَ
أَحَدٍ حَتَّى وَقَعَتْ عَلَى وَجْنَتِهِ
فَرَدَّهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

علیہ وسلم نے اس کو اپنی جگہ لوٹا دی تو وہ آنکھ
دونوں آنکھوں میں زیادہ خوبصورت
ہو گئی۔

وَسَلَّمَ فَكَانَتْ أَحْسَنَ عَيْنَيْهِ۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ ۴/۹۰،

الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۳/۳۶۶

بالفاظ دیگر الاصابہ ۵/۳۱۸)

آقا کے لعابِ دہن سے شفا

جنگِ خیبر میں جو اہم ترین قلعہ تھا وہ کسی طرح فتح نہیں ہو پا رہا تھا ایک دن شام
کو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اعلان فرمایا کہ کل ایسے شخص کے ہاتھ میں
جھنڈا دیا جائیگا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ پر فتح یا باری عطا فرمائیگا وہ اللہ اور
اللہ کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اللہ کے رسول بھی اس سے محبت
رکھتے ہیں۔ جب شام کو آپ نے اعلان فرمایا تو تمام صحابہؓ نے اس فکر میں رات
گزاری کہ وہ شخص کون ہوگا جس کے بار میں اللہ اور اللہ کے رسول کے محبوب
ہونیکا اعلان کیا جا رہا ہے۔ اور اس محبوب کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کا میا باری عطا
فرمائیں گے تو صبح بڑے بڑے اکابر صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہو گئے اور سب کو یہ امید تھی کہ شاید جھنڈا ہمارے ہاتھ میں آئیگا لیکن
حاضر ہونے والوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں تھے تو حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے معلوم فرمایا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں تو لوگوں نے کہا
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بیمار ہیں ان کی آنکھوں میں سخت تکلیف
ہے۔ ان کی آنکھیں کھولی نہیں جا رہی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو
اسی حالت میں بلوایا اور اپنا لعابِ دہن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

آنکھ میں ڈالا۔ اور اللہ تعالیٰ سے ان کے واسطے دعا بھی فرمائی تو اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ ایسی صبح ہو گئی کہ تاحیات اس آنکھ میں کبھی درد تک نہیں ہوا۔ یہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک ہاتھوں کی برکت کی ایسی شفا ہے جو دائمی ہے۔ پھر اس میں کبھی زندگی بھر علاج کی ضرورت نہیں ہوئی۔

بہر حال پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا دیا گیا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسی دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے خیبر کی فتح یابی سے ہمکنار فرمایا۔ حدیث شریف کافی لمبی ہے۔ اس لئے حدیث شریف کا صرف وہ حصہ نقل کرتے ہیں جس کا تعلق آنکھوں کی شفا سے ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی ابن ابی طالب کہاں ہیں تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ انکی دونوں آنکھوں میں سخت تکلیف ہے تو حضور نے فرمایا کہ ان کو بلا کے لاؤ پھر ان کو لایا گیا تو حضور نے انکی دونوں آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور ان کیلئے کامیابی کی دعا فرمائی تو اس سے ایسے صحت یاب ہو گئے گویا کہ ان کو کوئی درد ہی نہیں تھا۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيِنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالُوا هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كِشْتَكِي عَيْنَيْهِ قَالَ فَارْسِلُوا إِلَيْهِ فَأَتِي بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ حَتَّى كَانَ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ - (بخاری شریف ۲/۶۰۵)

(حدیث ۴۰۵۷)

زخم پر دستِ مبارک پھیرنے سے شفا یابی

کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی صحابی کو سخت زخم لگا ہوا ہے یا ہڈی ٹوٹ گئی ہے تو حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پھیر دینے کی وجہ سے ایسی شفا یابی ہو گئی کہ جس سے ایسا لگتا تھا کہ نہ کبھی اس جگہ پر زخم ہوا ہے اور نہ کبھی ہڈی میں کوئی ضرب لگا ہے بلکہ دوسرے اعضاء سے بھی زیادہ مضبوط اور طاقتور عضوں جیسا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عتیک کو جب ابو رافع یہودی کی سرکوبی کیلئے روانہ کیا گیا تھا اور حضرت عبداللہ بن عتیک اسکے قلعہ کے اندر داخل ہو گئے اور اس کی قیامگاہ کئی منزل اونچائی پر تھی جب اسکا کام تمام کر کے زینہ سے نیچے اترنے لگے تو زینہ سے نیچے گر کر ان کے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی اسی حالت میں کسی طریقہ سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے اور آپ کی خدمت میں پیر کی ہڈی ٹوٹنے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنے پیر کو میری طرف پھیلا دو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے پیر پر اپنا دست مبارک پھیر دیا تو فرماتے ہیں کہ وہ پیر ایسا صحیح ہو گیا کہ کبھی اس پیر میں کسی قسم کی چوٹ ہی نہ لگی ہو۔ حدیث شریف کافی لمبی ہے اسلئے صرف وہ حصہ نقل کرتے ہیں جس میں ہڈی ٹوٹنے کا واقعہ ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عتیک فرماتے ہیں کہ پھر میں محل کا ایک ایک دروازہ کھولتا ہوا نیچے کو اترنے لگا یہاں تک کہ اسکی آخری منزل تک پہنچ گیا پھر میں نے اپنے پیر کو

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَتِيكَ قَالَ
فَجَعَلْتُ افْتَحَ الْأَبْوَابَ بَابًا
حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى دَرَجَةٍ لَهُ
فَوَضَعْتُ رِجْلِي وَأَنَا أَسَا

إِنِّي قَدْ انْتَهَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ
فَوَقَعْتُ فِي لَيْلَةٍ مُّقْمَرَةٍ
فَانْكَسَرَتْ سِنَانِي فَعَصَبْتُهَا
بِعِمَامَةٍ ثُمَّ انْطَلَقْتُ
حَتَّى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ
فَقُلْتُ لَا أَخْرُجُ اللَّيْلَةَ
حَتَّى أَعْلَمَ اقْتِلَتُهُ فَلَمَّا
صَاحَ الدِّيكُ قَامَ النَّاسُ
عَلَى السُّورِ فَقَالَ نَعْيُ أَبِي
رَافِعٍ تَاجِرُ أَهْلِ الْحِجَازِ
فَانْطَلَقْتُ إِلَى أَصْحَابِي
فَقُلْتُ النِّجَافُ قَدْ قَتَلَ اللَّهَ
أَبَا رَافِعٍ فَاِنْتَهَيْتُ إِلَى
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَخَدَّشْتُهُ فَقَالَ ابْسُطْ
رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِي
فَمَسَحَهَا فَكَانَ نَمًا لَمْ أَشْتِكْهَا
قَطُّ

(بخاری شریف ۲/ ۵۷۷،

حدیث ۳۸۹۳)

یہ سمجھ کر رکھا کہ میں زمین تک پہنچ گیا ہوں۔
چاندنی رات تھی جب میں نے اس ارادہ
سے اپنا پیر رکھا تو گر پڑا۔ تو اس سے میری
پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی تو میں نے اپنے
عمامہ سے اس پر پٹی باندھ لی پھر میں کسی
طرح چل کر دروازہ پر جا کر بیٹھ گیا پھر میں
نے کہا کہ میں آج رات اس وقت تک نہیں
نکلونگا جب تک کہ اس بات کا یقین نہ ہو جائے
کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے پھر جب صبح مرغ
نے اذان دی تو قلعہ کے فصیل پر موت کا اعلان
کر دیا لا ان الفاطمیں اعلان کر رہا تھا کہ
اہل حجاز کا تاجر ابو رافع ہلاک ہو گیا یہ سن کر
میں اپنے ساتھیوں کی طرف چل پڑا پھر میں
نے کہا بچو بچو بیشک اللہ تعالیٰ نے ابو رافع
کو قتل کر دیا ہے پھر میں نے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پورا واقعہ
بیان کر دیا تو آپ نے فرمایا تم اپنا پیر کھیلادو
تو میں نے اپنا پیر کھیلادیا تو آپ نے اس
کے اوپر اپنا دست مبارک پھیر دیا تو
ایسا لگا کہ گویا کہ اس پیر میں کبھی تکلیف
ہی نہیں ہوتی ہے۔

لعابِ دہن سے زخم کی شفا

حضرت سلمہ ابن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ خیبر میں ان کی پنڈلی میں سخت زخم لگا اور زخم اتنا بڑا تھا کہ اس کا نشان تاحیات باقی رہا وہ فرماتے ہیں کہ جب اتنا بڑا تلوار کا زخم جس کی تاب لانا مشکل تھا اور لوگوں کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ سلمہ ابن اکوع اسی زخم سے وفات پا جائیگا آقائے نامدار علیہ السلام نے اس زخم پر تین مرتبہ تھوکا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعابِ دہن اس زخم پر لگا تو ایسا معلوم ہوا کہ زخم ہوا ہی نہیں تھا۔ اور اس وقت سے پھر عمر بھر اس جگہ پر کسی قسم کی تکلیف یا درد یا شکایت محسوس نہیں ہوئی۔

یہ حضرت پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کا حیرت انگیز فیض ہے جس کی مثال دنیا نے کہیں نہیں دیکھی ہوگی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

یزید بن ابی عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ ابن الاکوعؓ کی پنڈلی میں تلوار کے زخم کا اثر دیکھ کر پوچھا کہ اے ابو مسلم (سلمہ ابن الاکوعؓ کی کنیت) یہ کیسا زخم ہے تو فرمایا کہ یہ وہ زخم ہے جو میری پنڈلی میں غزوہ خیبر کے موقع پر لگا تھا تو لوگوں میں شور ہوا کہ سلمہ اس زخم کی مصیبت سے فوت ہوئی والے ہیں۔

عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ
رَأَيْتُ اثْرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ سَلْمَةَ
فَقَالَ يَا أَبَا مُسْلِمٍ مَا هَذِهِ
الضَّرْبَةُ قَالَ هَذِهِ ضَرْبَةٌ
أَصَابَتْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ
النَّاسُ أُصِيبَ سَلْمَةُ فَأَنْتِ
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ
فَمَا اسْتَكْبَرَتْهَا حَتَّى السَّاعَةِ
(بخاری شریف ۶۰۵/۲ حدیث ۴۰۵۲)

پھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوا تو حضور نے اس میں تین بار تھوکا
اس وقت سے آج تک اس میں کوئی تکلیف
محسوس نہیں ہوئی۔

آپ کی برکت سے ایک صاع آٹا کی روٹی سے ایک ہزار افراد کی آسودگی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ایک صاع آٹا کی روٹی سے ایک ایک ہزار
آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھایا پھر کبھی کھانا جوں کا توں باقی رہا۔ چنانچہ غزوہ خندق
کے موقع پر جب خندق کی کھدائی ہو رہی تھی نہایت عسرت و تنگی کا زمانہ تھا لوگ
کئی کئی روز سے فاقہ کر رہے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بھوک اور فاقہ
کی وجہ سے ایسے کمزور ہو گئے کہ آپ کی آواز بھی کمزور پڑ گئی اور پیٹ کا حال
ایسا تھا کہ انتڑیاں خشک ہو گئیں۔ پیٹ خالی ہو گیا۔ مسلسل تین دن تک کسی
نے کوئی کھانے کی چیز نہیں چکھی اور پیٹ پر پتھر باندھ لئے تاکہ پتھر کے ذریعہ سے
کچھ سہارا مل جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ایک
بکری کا بچہ تھا اور ایک صاع جو کا آٹا تھا میں نے اپنی بیوی سے جا کر کہا تم
آٹا گوندھ لو اتنے میں میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کر کے ہانڈی چڑھا دی۔
پھر بارگاہ نبوت میں جا کر گزارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک
صاع آٹا ہے اور بکری کا ایک چھوٹا سا بچہ ہے یہ معمولی سا مختصر کھانا ہے
آپ خود تشریف لے آئے اور اپنے ساتھ دو ایک افراد کو لے لیجئے اس پر
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا بہت ہے۔ اور زور سے آواز دیکر
تمام اہل خندق میں اعلان فرمایا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے یہاں

بڑا اچھا کھانا تیار ہوا ہے۔ سب لوگ چلو۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا تو حضرت جابرؓ کے پیروں تلے زمین نیکل گئی۔ اور ادھر سے بیوی نے جاتے وقت کہا تھا کہ اس بات کا خیال رکھئے کہ کہیں زیادہ لوگ نہ آجائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہمیں ذلت اٹھانی پڑ جائے۔ یہاں معاملہ برعکس ہو گیا کہ ایک ہزار آدمیوں میں اعلان ہو گیا۔ اور سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑے۔ آپؐ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ تم ہانڈی کو چو لہے پر سے مت اتارنا۔ اور آٹا گوندھ کر رکھ لیتا۔ پکانے کا سلسلہ شروع نہ کرنا۔ چنانچہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ گوندھے ہوئے آٹے میں اپنا لعاب دہن ڈال کر برکت کی دُعا فرمائی۔ اور ہانڈی میں لعاب دہن ڈال کر برکت کی دُعا فرمائی۔ اس کے بعد ایک روٹی پکانے والی کو بلایا گیا۔ پھر اس کے بعد روٹی پکنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ لوگوں کے لئے دسترخوان بچھا دیا گیا۔ ہانڈی میں سے سالن نکالتے چلے گئے اور روٹی پکتی چلی گئیں۔ ایک ہزار ایسے بھوکے لوگوں نے کھا کر آسودگی حاصل کی، جنہوں نے تین دن تک کچھ کھا یا پیسا نہیں تھا۔ اب اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تین دن کے بھوکے لوگ کتنا کتنا کھائے ہوں گے۔ ایک ہزار آدمیوں میں سے ہر ایک نے کھانا کھا لیا۔ ہانڈی میں سالن جوں کا توں باقی۔ اور گوندھے ہوئے آٹے کی جو مقدار تھی وہ بھی جوں کی توں باقی کوئی کمی نہیں آئی۔

یہ پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال برکت کا فیض ہے۔ جس کو دنیا نے کہیں نہیں سنا ہوگا۔ حدیث شریف کافی لمبی ہے۔ اس میں سے ایک مختصر حصہ نقل کرتے ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَقُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَبَحْنَا بِهَيْمَةَ
لَنَا وَطَحْنَتْ صَاعًا مِّنْ
شَعِيرٍ كَانَ عِنْدَنَا فَتَعَالَ
أَنْتَ وَنَفَرٌ مَّعَكَ فَصَرَاحَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ
إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُورًا
فَحَيَّ هَلَا بِكُمْ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تُنْزِلَنَّ بِرُمَّتِكُمْ وَلَا
تُخْبِرُنَّ عَجِينَكُمْ حَتَّىٰ أَجِئَ
فَجِئْتُ وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدِمُ
النَّاسَ حَتَّىٰ جِئْتُ إِمْرَأَتِي
فَقَالَتْ بِكَ وَبِكَ فَقُلْتُ
قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتُ
فَاخْرَجَتْ لِي عَجِينًا فَبَسَقَ
فِيهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمِدَ إِلَى
بُرْمَتِنَا فَبَسَقَ فِيهِ وَبَارَكَ

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر
گزارش کی کہ ہم نے اپنا ایک بکری کا چھوٹا
بچہ ذبح کر دیا ہے اور ایک صاع جو کا آٹا
گوئہ لیا ہے یہی ہمارے پاس تھا لہذا
چند افراد کو اپنے ساتھ لیکر تشریف لائے یہ
سُکر حضور نے زور سے آواز دی۔ فرمایا
اے اہل خندق بیشک جابر کے یہاں بڑا
اچھا کھانا تیار ہوا ہے لہذا سب لوگ جلدی
چلو پھر حضور نے فرمایا کہ تم اپنی ہانڈی کو
نیچے نہ اتارو اور آٹے کی روٹی بھی نہ بنانا
یہاں تک کہ میں خود آ جاؤں حضرت جابر
فرماتے ہیں کہ میں پہنچ گیا اور حضور بھی لوگوں
کے آگے آگے تشریف لے آئے حتیٰ کہ جب
میں اپنی بیوی کے پاس پہنچ گیا تو اس نے مجھے
سخت سُست الفاظ میں کہا کہ تمہارا یہ ہو وہ ہو
راتنے لوگوں کا کیا ہوگا تو میں نے کہا میں
نے وہی کہا ہے جو تم نے کہا تھا پھر حضور
کی خدمت میں آٹا رکھا لکر پیش کیا اس میں
آپ نے لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دُعا

ثُمَّ قَالَ ادْعُ خَابِرَةَ فَلَتَخْبِرُ
مَعِيَ وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ
فَلَا تَنْزِلُوها وَهُمَا أَلْفٌ
فَأَقْسِمُ بِاللّٰهِ لَا كَلُوا حَتَّى
تَرْكُوهُ وَانْخَرَفُوا وَارِثٌ
بُرْمَتَنَا لَتَغِطَّ كَمَا هِيَ
وَإِنْ يَحْيَيْنَا لِيَخْبِرَكُمَا هُوَ

(بخاری شریف ۵۸۹/۲ حدیث

(۳۹۵۵)

فرمائی پھر ہانڈی کی طرف متوجہ ہوئے۔
اس میں بھی لعابِ دہن ڈالا اور برکت
کی دعا فرمائی۔ پھر فرمایا ایک روٹی پکانے
والی کو بلاؤ وہ میرے پاس بیٹھ کر روٹی
پکائے اور ہانڈی میں سے بڑا چمچہ یا
کٹورے سے سالن نکالتے جاؤ ہانڈی کو
نیچے نہ اتارو۔ اور کھانے والے افراد کی
تعداد ایک ہزار تھی۔ میں اللہ کی قسم کھا کر
کہتا ہوں کہ یقیناً سب لوگوں نے پیٹ بھر
بھر کر کھائے چھوڑ دیا اور کھانا کھا کر ایک

طرف ہو گئے اور بیشک اس حال میں ہماری ہانڈی اپنی جگہ بھری ہوئی اسی طرح ابل
رہی تھی جیسے پہلے تھی اور بیشک ہمارا گوندھا ہوا آٹا اسی مقدار میں اسی طرح باقی تھا
جس مقدار سے روٹی پکانا شروع کیا تھا۔

غلہ کے ڈھیر پر چکر لگا کر بیٹھنے کی برکت

ایسے حیرت انگیز واقعات بکثرت پیش آتے ہیں کہ معمولی سا غلہ کا
ڈھیر ہے اس سے منوں ٹنوں تول تول کر دیا گیا مگر غلہ کا ڈھیر حضرت سید الکونین
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے جوں کا توں باقی رہ گیا۔ چنانچہ بخاری شریف
میں ایک لمبی روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں
شہید ہو گئے اور ان کے اوپر یہودیوں کا کافی قرض تھا۔ اور چھ بیٹیاں

کنواری تھیں جسکی شادیوں کا انتظام سر پر تھا اور اس قرض کا بھار سر سے اُتارنے اور بہنوں کے اخراجات پورا کرنے کا سارا مدارِ باغ کی فصل تیار ہونے پر تھا۔ جب فصل تیار ہو گئی تو پیداوار بہت کم تھی اور ادھر سے قرض خواہوں کو جب معلوم ہوا کہ پیداوار بہت کم ہے اس سے قرض ادا نہیں ہو سکتا تو مجھے آکر پریشان کرنا شروع کر دیا۔ مجھے اس ذمہ داری کی وجہ سے ہر طرف سے اندھیرا ہی اندھیرا نظر آ رہا تھا، آخر میں پریشان ہو کر اس مقصد سے حاضر ہوا کہ میرے یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے۔ تو قرض خواہوں کی طرف سے مطالبہ کی شدت میں کمی آئے گی۔ اس لئے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر گزارش کی تو آپ بنفسِ نفیس باغ میں تشریف لے آئے جب قرض خواہوں نے آپ کو دیکھا تو ان کی طرف سے مطالبہ کی شدت کم ہونے کے بجائے اور زیادہ ہو گئی اور میں یہ چاہتا تھا کہ کسی طریقہ سے قرض خواہوں کو مطمئن کر دیا جائے اور مجھے اور میری بہنوں کے کھانے اور اخراجات کے لئے کچھ بھی باقی نہ رہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض خواہوں کی شدت اپنی آنکھ سے دیکھ لی تو آپ نے مجھ سے کہا کہ تم ہر قسم کی کھجور کا الگ الگ ڈھیر لگا دو۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ایک کنارے پر الگ الگ ڈھیر لگا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر پھل کے ایک ڈھیر کے چاروں طرف تین چکر لگا کر اس کے اوپر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ تم قرض خواہوں میں اعلان کر دو آ کر اپنا قرض وصول کر لیں چنانچہ سب لوگوں نے آکر بھیڑ لگائی اور ہر ایک کو ناپ تول کر پورا پورا حق ادا کر دیا گیا۔

تمام قرض خواہوں نے اسی ڈھیر سے اپنا قرض وصول کر لیا، مگر اس ڈھیر میں ذرا سی بھی کمی نہیں آئی۔ میں تو صرف اتنا چاہتا تھا کہ محض تیرہ ادا ہو جائے اور ہمارے گھر کے لئے بہنوں کے اخراجات کے لئے کچھ بھی باقی نہ رہے۔ لیکن آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قربان جائیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام قرضہ ادا فرما دیا اور غلہ کا ڈھیر جوں کا توں باقی رہا۔ یہ حدیث شریف بخاری شریف میں کافی لمبی ہے۔ اسلئے عربی عبارت نقل نہیں کی ہے۔ اور بخاری شریف میں یہ حدیث شریف ۱۱ مقامات میں موجود ہے جسکو دیکھنا ہو بخاری شریف ۱/ ۲۸۵ حدیث نمبر ۲۰۸۰ دیکھ لے وہیں سے سارے مقامات کا پتہ چل جائیگا اور ۲/ ۵۸۰ حدیث ۳۹۰۶ کا ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کے پسینہ اور مونے مبارک کے برکت اور خوشبو

حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جب اطہر سے جو پسینہ نکلتا تھا وہ مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہوتا تھا۔ جب صحابہ کرام آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو ہر شخص کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ مجلس عطر سے معطر ہے۔ خاص طور پر وہ زمانہ جس میں پسینہ نکلا کرتا ہے اس میں اسکا منظر زیادہ پیش آتا تھا۔ اس لئے حضرات صحابہ کرام کو شیش کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کا ایک قطرہ کسی طرح سے حاصل ہو جائے۔ اسی طرح آپ کے مونے مبارک (آپ کے سر یا بدن کا بال) حاصل کرنیکی

فکر میں رہتے تھے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی موئے مبارک (بال) کسی کو حاصل ہو جاتا تو اس کو شیشی میں محفوظ کر کے رکھ لیا جاتا۔ اور اسمیں پانی ڈالکر اس پانی کو عطر کی جگہ پر استعمال کیا جاتا۔ اس موضوع پر احادیث شریفہ کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ہم صرف مختصر انداز سے تین حدیثیں نقل کرتے ہیں۔

۱۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضائی خالہ کھینچ آپ کبھی ان کے یہاں تشریف لے جا کر قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ دوپہر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ایک چمڑے کا بستر بچھا دیا۔ آپ نے اس پر آرام فرمایا۔ گرمی کی وجہ سے آپ کا پسینہ بہہ کر اس کے ہونٹے چمڑے پر جمع ہو گیا۔ اور آپ کے موئے مبارک بھی اس چمڑے پر گرے ہوئے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیلولہ سے فارغ ہو کر اٹھے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ کے پسینہ اور آپ کے بالوں کو ایک شیشی میں جمع کر لیا۔ پھر اسے عطر کی شیشی میں منتقل کر لیا۔ پھر اس کو عطر کی جگہ استعمال کرنے لگیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو عطر کی شیشی میں محفوظ کر لیا تھا۔ پھر اپنی وفات کے وقت میں اس بات کی وصیت کی کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ پسینہ میری موت کے بعد خوشبو اور کافور کی جگہ میرے کفن میں لگا دیا جائے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کے کفن میں حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسینہ کی خوشبو لگائی

گئی صحابہ کرامؓ اس سے برکت بھی حاصل کرتے تھے۔ اور خوشبو بھی حاصل کرتے تھے۔ اور اس کی برکت سے شیطان کے مکر و فریب سے حفاظت بھی ہوتی تھی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أُمَّ سَلِيمٍ
كَانَتْ تَبْسُطُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِطْعًا فَيُقِيلُ
عِنْدَهَا عَلَى ذَلِكَ النِّطْعِ فَإِذَا
قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَخَذَتْ مِنْ عَرَقِهِ وَشَعْرِهِ
فَجَمَعَتْهُ فِي قَارُورَةٍ ثُمَّ جَمَعَتْهُ
فِي سِكِّ قَالَ: فَلَمَّا حَضَرَ
أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْوَفَاةُ أَوْصَى
إِلَى أَنْ يُجْعَلَ فِي حَنْوِطِهِ مِنْ
ذَلِكَ السِّكِّ فُجِعِلَ فِي حَنْوِطِهِ

(بخاری شریف ۲/۹۲۶)

(حدیث ۶۰۴۰)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چمڑے کا بستر بچھا دیا کرتی تھیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس چمڑے کے بستر پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے جب آپ قیلولہ سے فارغ ہو کر اٹھ جاتے تو حضرت ام سلیم آپ کے پسینہ اور آپ کے بالوں کو بیکرا ایک گلاس میں جمع کر لیتیں پھر اسکو عطر کی شیشی میں محفوظ کر لیتی تھیں حضرت انسؓ کے شاگرد و تمامہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت انسؓ کی وفات کا وقت آیا تو مجھے اس بات کی وصیت کی کہ اسی عطر کی شیشی سے لیکر ان کے کفن میں عطر کی جگہ لگا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت انسؓ کی وفات کے بعد آپ کے پسینہ کو ان کے کفن میں عطر کی جگہ لگا دیا گیا۔

۲۔ ایک حدیث شریف اس سے بھی واضح الفاظ کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کو جذب کر کے اکٹھا کر کے گلاس میں بھرنے لگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا

کہ تم یہ کیا کر رہی ہو؟ تو حضرت ام سلیمؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ میں آپ کے اس پسینہ مبارک کو عطر کے کام میں استعمال کروں گی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیمؓ کی بات سن کر خوب ہنسے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہنسی کو بھی مبارک فرمائے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چمڑے کے اوپر لیٹ کر آرام فرمانے لگے تو آپ کے جبد اطہر سے پسینہ بہنے لگا تو اسکو دیکھ کر حضرت ام سلیمؓ آپ کا پسینہ آپ کے بدن اور چمڑے سے صاف کر کے اکٹھا کرنے لگیں۔ پھر اس کو ایک گلاس میں بھرنے لگیں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا کہ اے ام سلیمؓ تم یہ کیا کر رہی ہو تو ام سلیمؓ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو خوشبو کی جگہ میں استعمال کروں گی۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اضْطَجَعَ عَلَى نِطْعٍ فَعَرِقَ فَقَامَتْ أُمُّ سَلِيمٍ إِلَى عَرَقِهِ فَتَشَفَّتْهُ فَجَعَلَتْهُ فِي قَادُورَةٍ فَرَأَاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا هَذَا الَّذِي تَصْنَعِينَ يَا أُمُّ سَلِيمٍ قَالَتْ أَجْعَلُ عَرَقَكَ فِي طِيبٍ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ —

(السنن الكبرى للنسائي ۵/۵۶۷ حدیث نمبر ۹۸۶)

۳۔ ایک اور حدیث شریف کچھ مختصر انداز سے مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیمؓ کے یہاں تشریف لیجایا کرتے تھے وہ آپ کے لئے ایک چمڑا بچھا دیا کرتی تھیں۔ اسی پر آپ قیلولہ فرماتے تھے پھر حضرت ام سلیمؓ آپ کا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ سَلِيمٍ فَتَبْسُطُ لَهُ نِطْعًا فَيُقِيلُ عَلَيْهِ فَتَأْخُذُ مِنْ عَرَقِهِ فَتَجْعَلُهُ فِي طِيبِهَا

وَتَبَسُّطُ لَهُ الْخُفَّاءَ فَيُصَلِّي

عَلَيْهَا۔ (مسند امام احمد بن حنبل ۱۰۲/۲)

(حدیث ۱۲۰۲۳)

پسینہ حاصل کر کے اس کو اپنی عطر کی
شیشی میں محفوظ کر لیا کرتی تھیں پھر آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک چٹائی بچھا دیتی
تھیں۔ آپ اس پر نماز پڑھ لیا کرتے
تھے۔

ایک پیالہ دودھ سے تمام اصحاب صفہ کی آسودگی

اہل صفہ کی تعداد ستر اور اسی کے درمیان میں تھی۔ ان کے پاس کوئی کاروبار
کوئی مکان نہیں تھا۔ سب مسجد نبوی سے متصل صفہ کے چوڑے پر پڑے رہتے
تھے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنا کرتے تھے۔ گویا کہ رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ کے طلباء تھے اور ساتھ میں حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کے یہاں کے مہمان تھے۔ اگر حضور کے یہاں کہیں سے کوئی تحفہ
تحائف یا کھانے کی چیز آجاتی تو وہاں سے جو کچھ آتا تھا اصحاب صفہ وہی کھاتے
تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ لوگ اپنے گھروں سے کچھ لپکا کر اصحاب صفہ کیلئے
بھیج دیا کرتے تھے۔ اس طرح جو آتا تھا کھالیا کرتے تھے۔ نہیں آتا تھا تو
بھوکے رہتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک دفعہ ایسا ہوا کہ کہیں سے کوئی کھانے
پینے کی چیز نہیں آئی اسی میں کئی وقت گزر گئے۔ اور بھوک کے مارے اصحاب
صفہ کی کمر جھبک گئی۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھوک کی وجہ
سے اپنے پیٹ کو زمین پر ٹیک لگا کر سہارا لیا۔ اور بھوک کی شدت کی وجہ سے
پیٹ پر پتھر باندھ کر لوگوں کے گزرنے کے راستہ پر بیٹھ گیا اور دل میں یہ بات
تھی کہ گزرنے والوں میں سے کوئی مجھے اپنے ساتھ گھر لے جا کر کھانا کھلا دے۔

تو میرے سامنے سے حضرت ابو بکرؓ گزرنے لگے تو میں نے اس ارادہ سے ایک آیت کریمہ پوچھ لی کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لیتے جائیں گے لیکن وہ آیت بتلا کر چلے گئے۔ پھر حضرت عمرؓ کا گزر ہوا۔ ان سے بھی آیت پوچھی وہ بھی آیت بتلا کر چلے گئے۔ پھر اس کے بعد آقائے نامدار علیہ السلام وہاں سے گزرنے لگے تو مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے۔ اور مجھ سے کہا ابو ہریرہؓ! تو میں نے کہا بے شک یا رسول اللہ! حضورؐ مجھ کو اپنے ساتھ لیکر گھر میں داخل ہو گئے۔ گھر میں ایک پیالہ دودھ کا آیا ہوا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ تو گھر والوں نے بتایا کہ فلاں نے ہدیہ بھیجا ہے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا اے ابو ہریرہؓ جاؤ تمام اہل صفہ کو بلا کر لے آؤ۔ میں سمجھ گیا کہ حضورؐ سب کو بلانے کیلئے بٹھائیں گے۔ اور مجھے ہی بلانے کا حکم فرمائیں گے۔ اور میرا نمبر بعد میں آئے گا۔ مجھے پہلے ہی سے فکر سوار ہو گئی۔ چنانچہ تمام اہل صفہ کو لائین سے بٹھا دیا گیا۔ اور مجھ سے کہا کہ ایک طرف سے بلاتے جاؤ میرے اوپر بہت گراں گزر رہا تھا کہ میرا نمبر بعد میں آئے گا۔ پتہ نہیں کچھ بچے گا بھی یا نہیں۔ لیکن واقعہ ایسا پیش آیا کہ تمام اہل صفہ نے پیٹ بھر کر سیرابی حاصل کر لی۔ اس کے بعد میں نے پیالہ لیجا کر حضورؐ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ حضور میری صورت کی طرف دیکھنے لگے۔ اور پیالہ کو اس طرح لیا کہ گویا کہ خود پینے والے ہیں۔ لیکن حضورؐ نے نہیں پیا اور میرے ہاتھ میں دیا۔ اور فرمایا کہ پیتے جاؤ۔ چنانچہ میں اس میں سے پیتے پیتے ایسا سیراب ہو گیا کہ میرے پیٹ میں کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور پیو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! اب کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ ہاتھ میں لیکر کے اللہ کی حمد و ثنا کی۔

اس کے بعد بِسْمِ اللہ پڑھ کر خوضِ ثانیٰ میں فرمایا۔ یہ آقائے نامدار صلوٰۃ والسلام کی حیرت انگیز برکت ہے کہ شترائی افراد نے ایک پیالہ دودھ سے پیٹ بھر کر سیرابی حاصل کر لی یہ آقا کی برکت بھی ہے اور آقا کا معجزہ بھی ہے۔
حدیث شریف کافی لمبی ہے اسلئے عربی عبارت نقل نہیں کی جا رہی ہے جسکو دیکھنا ہو بخاری شریف ۹۵۵/۲ حدیث ۶۲۰۳ ترمذی شریف ۷۴۲/۲ سے دیکھ سکتے ہیں۔

ایک پیالہ حریرہ سے تین شوا افراد کی آسودگی

ترمذی شریف میں ایک لمبی روایت ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت انس ابن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بارگاہ میں ایک پیالہ حبس یعنی حریرہ میرے ہاتھ روانہ فرمایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اُسے رکھو اور فلاں فلاں کو بلاؤ اور راستہ میں جو ملے اُسے بھی بلاؤ۔ چنانچہ ہوتے ہوتے تین شوا افراد ہو گئے تو اس معمولی سے حریرہ میں سے تین شوا افراد نے پیٹ بھر کر آسودگی حاصل کی۔ اور اس کی مقدار اپنی جگہ باقی رہ گئی۔ یہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات کے انوارات کا فیض ہے جو اس امت کو حاصل ہوا ہے۔ حدیث شریف کافی لمبی ہے اسلئے عربی عبارت چھوڑ دی ہے جسے دیکھنا ہو ترمذی شریف ۷۴۲/۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۖ عَلَىٰ حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ⑨

اُمّت کو بارہ باتوں کی نصیحت

عَلَىٰ حَبِيبِكَ خَيْرُ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ : يَا رِبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا :
 اے ایمان والو: کیا میں تم کو ایک ایسی
 تجارت بتلا دوں؟ جو تم کو دردناک
 عذاب سے بچائے۔ (سورہ صف آیت ۵۱)

انسان دنیا میں حصولِ منافع کیلئے سینکڑوں طرح کے ہوپار اور تجارتیں
 کرتے ہیں اور آئندہ منفعت حاصل ہونے کی غرض سے اپنا کل سرمایہ
 تجارت میں لگا دیتے ہیں اور اُن کو یہ اُمید ہوتی ہے کہ اس کے منافع کے ذریعہ
 سے بذاتِ خود اور اہل و عیال تنگدستی اور افلاس کی تلخیوں سے محفوظ رہیں گے۔
 مگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاص طور پر مومنین کو ایک دوسرے موڑ کی طرف
 توجہ دلائی کہ مومنین اپنے جان و مال کا سرمایہ اس اعلیٰ تجارت میں لگائیں
 جس کے ذریعہ سے صرف چند روز کے افلاس سے نہیں بلکہ آخرت کے دردناک
 اور تباہ کن خسارہ سے محفوظ اور مامون ہو جائیں گے۔ اگر مسلمان سمجھے تو یہ
 تجارت دنیا کی سب تجارتوں سے بہتر ہے جس کا نفع کامل مغفرت اور جنت کی
 دائمی نعمتوں کی صورت میں ملیگا۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو بطور شفقت بارہ باتوں کی نصیحت
 فرمائی۔ ان میں سے تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں۔ ان سے بچنے کی
 نصیحت — اور تین چیزیں ہلاکت سے نجات دینے والی —

اور تین چیزیں گناہوں کیلئے کفارہ — اور تین چیزیں درجات بلند ہونیکا ذریعہ ہیں، ان بارہ چیزوں کو پہلے اجمالاً پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد مکمل حدیث شریف مع ترجمہ کے نقل کریں گے پھر اس کے بعد ہر ایک نصیحت کو الگ الگ سرخیوں سے واضح کریں گے۔ ان شاء اللہ اُمید ہے کہ ان سے مسلمانوں کو فائدہ ہوگا۔

(۱) ثَلَاثٌ مُّهِلِكَاتٌ ،

تین چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو ہلاکت میں ڈالتی ہیں۔

تین چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو ہلاکت سے نکال کر نجات کے زینوں پر چڑھادیتی ہیں۔

تین چیزیں ایسی ہیں جو انسان کے گناہوں کیلئے کفارہ بنتی ہیں۔

تین چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

(۲) ثَلَاثٌ مُّنْجِيَّاتٌ ،

(۳) ثَلَاثٌ كَفَّارَاتٌ ،

(۴) ثَلَاثٌ دَرَجَاتٌ

مکمل حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں ہلاکت کی ہیں۔ اور تین چیزیں ہلاکت سے نجات دینے والی ہیں۔ اور تین چیزیں گناہوں کیلئے کفارہ ہیں۔ اور تین چیزوں سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ بہر حال وہ تین چیزیں جو ہلاکت میں ڈالتے والی ہیں (۱) ایسی خود غرضی جس کی پیروی کی جائے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مُّهِلِكَاتٌ وَثَلَاثٌ مُّنْجِيَّاتٌ وَثَلَاثٌ كَفَّارَاتٌ وَثَلَاثٌ دَرَجَاتٌ ، فَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَشَحٌّ مُّطَاعٌ وَهَوًى مُّتَّبَعٌ وَاعْتِجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ

وَأَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَالْعَدْلُ
فِي الْغَضَبِ وَالزَّصَاءِ
وَالْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى
وَحَشْيَةُ اللَّهِ فِي السِّرِّ
وَالْعَدَنِيَّةُ وَأَمَّا الْكَفَّارَاتُ
فَإِنِّي تَطَارُ الصَّلَاةُ بَعْدَ
الصَّلَاةِ وَإِسْبَاحُ الْوُضُوءِ
فِي السَّكَرَاتِ وَنَقْدُ
الْأَفْئِدَةِ إِلَى الْجَمَاعَاتِ
وَأَمَّا الدَّرَجَاتُ فَاطْعَامُ
الطَّعَامِ وَإِفْشَاءُ السَّلَامِ
وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَ
النَّاسُ نِيَامٌ۔

(المعجم الاوسط ۶/۳۵۱ حدیث ۵۷۵)

دا طرفہ فی شعب الایمان ۵/۲۵۲

حدیث ۲۵۲ شعب الایمان ۱/۲۷۱ حدیث ۷۲۵

(۲) ایسی خواہش نفس جس کا اتباع کیا جائے۔
(۳) آدمی کی خود پسندی و خود ستائی۔
بہر حال تین نجات کی چیزیں یہ ہیں را غصہ
اور خوشی دونوں حالتوں میں عدل و انصاف
کی بات کرنا ۲ تنگ دستی اور خوشحالی میں
خرج کرنے میں میانه روی اختیار کرنا۔
۳ خلوت اور جلوت میں اللہ سے ڈرنا۔ اور
بہر حال گناہوں سے کفارہ کی تین چیزیں یہ ہیں
۱ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار
کرنا ۲ سخت سر دیوں میں کامل وضو کرنا۔
۳ دُور سے چل کر مسجد کی جماعت میں شرکت
کرنا۔ اور درجات بلند ہونے کی تین چیزیں
یہ ہیں ۱ مہمانوں اور غریبوں کو کھانا کھلانا۔
۲ سلام کو عام کرنا رات میں اس وقت
نوافل میں لگ جانا جب سب لوگ
سو گئے ہوں۔

مذکورہ حدیث شریف میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ چیزوں کو بطور وصیت
بیگانہ فرمایا، ان میں سے تین چیزیں ہلاکت کی، اور تین چیزیں نجات کی،
اور تین چیزیں گناہوں سے کفارہ کی، اور تین چیزیں رفع درجات کی ہیں۔ ان
سب کو علی الترتیب الگ الگ سرخیوں سے واضح کیا جا رہا ہے تاکہ ناظرین کو
فائدہ اٹھانے میں آسانی ہو۔

ہلاکت کی تین چیزیں

ثَلَاثٌ مُّهْلِكَاتٌ: رَسُوْلُ اَكْرَمَ صَلٰی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں

انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہیں۔ اس لئے ان چیزوں سے دُور رہنا ہر انسان پر لازم ہے۔

۱۔ خود غرضی

جن تین چیزوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلاکت میں ڈالنے والی بتلائی ہیں اُن میں سے سب سے بڑی

خطرناک چیز شُخْ مُطَاعٌ ہے۔ ایسی حرص اور ایسی خود غرضی جس کی خاطر انسان ہر گناہ میں مبتلا ہونے کیلئے تیار ہو جاتا ہے، چنانچہ آثارِ نامدار علیہ السلام نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ تم اپنے آپ کو تین چیزوں سے ہمیشہ دُور رکھنے کی کوشش کرو۔ (۱) تم اپنے آپ کو ظلم سے دُور رکھو، اس لئے کہ قیامت کے دن ایک ظلم کی وجہ سے بہت ساری ظلمتوں اور تاریکیوں کا سامنا کرنا پڑیگا۔ (۲) تم اپنے آپ کو بد گوئی سے دُور رکھا کرو۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بالقصد یا بتکلف بد گوئی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ (۳) تم اپنے آپ کو حرص اور خود غرضی سے دُور رکھا کرو۔ اسلئے کہ خود غرضی اتنی خطرناک چیز ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کسی بھی قسم کی بُرائی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل (یہود و نصاریٰ) خود غرضی کی بنا پر تین قسم کی بُرائیوں میں مبتلا رہتے تھے۔

(۱) اپنے رشتہ داروں اور عزیز داروں سے رشتہ ناتا توڑ لیا کرتے تھے۔ اگر اُن کی غرض پوری ہوتی ہے تو تعلق باقی رہتا تھا اور اگر غرض پوری نہیں ہو پاتی تو ساہا سال کے خاندانی تعلق کو ختم کر دیتے تھے۔ (۲) خود غرضی کی بنا پر کمزوروں اور مظلوموں پر ظلم کیا کرتے تھے اگر انکی غرض پوری ہو گئی تو

چھوڑ دیا۔ اور اگر غرض پوری نہیں ہوتی تو ہر طرح کے ظلم پر آمادہ ہو جاتے۔
 (۳) خود غرضی کی بنا پر جھوٹ بولنا اور گالی بکنا آسان ہو جاتا تھا۔ اگر غرض
 پوری ہو گئی تو خیر ورنہ غرض پوری ہونے کیلئے جھوٹ بولنے کی ضرورت
 پیش آجائے تو جھوٹا الزام لگاتے اور اگر جھوٹی گواہی دینے کی ضرورت ہو جائے
 تو جھوٹی گواہی دیتے تھے۔ جس طریقہ سے بھی اپنی غرض پوری ہو جاتے اسکو اختیار
 کرنے کیلئے تیار ہو جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اہتمام کے ساتھ
 نصیحت فرمائی کہ خود غرضی ہر رائی کی جڑ ہے اُس سے پناہ مانگو۔ اور جہاں تک
 ہو سکے اُس سے اپنے آپ کو دور رکھو۔ — حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے
 مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا
 ارشاد ہے کہ تم اپنے آپ کو حرص اور خود
 غرضی سے دور رکھا کرو اس لئے کہ پھیلی
 امت خود غرضی کے مرض کی وجہ سے
 ہلاک ہو چکی ہے، اگر خود غرضی نے انہیں
 ظلم پر آمادہ کیا تو ظلم کر بیٹھے اور اگر ان کو
 رشتہ ناتا توڑنے پر آمادہ کیا تو رشتہ ناتا
 توڑ دیتے۔ اور اگر ان کو جھوٹ بولنے پر
 آمادہ کیا تو جھوٹ بول لیتے تھے اور آپ
 نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو ظلم سے دور رکھو
 اسلئے کہ قیامت کے دن ایک ظلم کی وجہ سے
 بہت سی ظلمتوں اور تاریکیوں کا سامنا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّكُمْ وَالشُّحُّ
 فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ
 قَبْلَكُمْ أَمَرَهُمْ بِالظُّلْمِ
 فَظَلَمُوا وَأَمَرَهُمْ بِالْقَطِيعَةِ
 فَقَطَعُوا وَأَمَرَهُمْ بِالْفُجُورِ
 فَفَجَرُوا وَإِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ
 فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِيَّاكُمْ
 وَالْفُحْشَ فَإِنَّ اللَّهَ لَا
 يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا
 التَّفَحُّشَ۔ (مسند احمد بن حنبل ۱۹۱)

کرنا پڑیگا اور تم اپنے آپ کو بدگوئی اور
بے حیائی سے دُور رکھو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ
بدکلامی کرنے والوں اور بے حیا لوگوں
کو پسند نہیں کرتا۔

بالفاظ دیگر ۱۹۵/۲ - ۱۵۹/۲ نسخہ مرتب
۵۱۴/۱ حدیث ۶۷۹۲ - حدیث ۶۸۳۷ =
حدیث ۶۳۸۷ بالفاظ دیگر شعب الایمان بیہقی
۴۶/۴ حدیث ۷۲۵۸۷

خود غرضی اور حرص ایسا
زہر بلا مرض ہے کہ اسکی وجہ

خود غرضی سے رشتہ نامتناہی ختم

سے عزتوں اور دوستوں اور خاندانی لوگوں سے تعلقات توڑ دیئے جاتے ہیں۔
حتیٰ کہ اسی خود غرضی کی بنا پر میاں بیوی کے تعلقات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ اللہ
تبارک و تعالیٰ نے اسی کو قرآن کریم میں فرمایا کہ لوگوں کے درمیان جوڑا اور تعلقات
پیدا کر نیکی چیز صلح اور صفائی ہے اور صلح کرنے میں خیر ہی خیر ہوتی ہے۔ مگر جب
خود غرضی غالب آجائے تو صلح کی بنا پر جو خیر و خوبی سامنے آتی ہے وہ سب ختم
ہو جاتی ہے۔ اللہ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ
الشُّحَّ۔ (سورۃ نسا آیت ۱۲۸) | اور صلح کرنے میں خیر ہی خیر ہے اور لوگوں
کے دلوں پر خود غرضی غالب آجاتی ہے۔
حرص اور خود غرضی دنیا کی ہر بُرائی کی جڑ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس مرض
سے ہم سب کی حفاظت فرماتے۔

خود غرضی کا علاج | خود غرضی ایک خطرناک قسم کا مرض ہے۔ اسکی وجہ
سے انسان ہر قسم کے نفسانی فتنے اور نفسانی

امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور اپنی غرض پوری کرنے کے لئے ہر بُرائی اور ہر غلط
کام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ دوسروں کے جانی، مالی نقصان کی کوئی پروا نہیں ہوتی
حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود غرضی کے مرض کا بھی علاج

بتلایا ہے، اور فرمایا کہ تین چیزیں خود غرضی کا علاج ہیں، جب انسان کی زندگی میں وہ تین چیزیں داخل ہو جائیں تو پھر انسان خود غرضی کے امراض کا شکار نہیں ہوگا۔
 ۱۔ مَنْ أَدَّى الزَّكَاةَ: جو شخص زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا ہے بلکہ فراخ دلی اختیار کرتا ہے تو اسکے اندر خود غرضی کا مرض باقی نہیں رہ سکتا۔
 ۲۔ وَقَرَى الضَّيْفَ: جو شخص فراخ دلی سے مہمان نوازی کریگا اس میں خود غرضی کا مرض داخل نہیں ہو سکتا۔

۳۔ وَأَعْطَى فِي النَّائِبَةِ: جو شخص راہِ حق میں مصیبت میں مبتلا ہونے والے لوگوں پر خرچ کرتا ہے وہ بھی خود غرضی کے مرض کا شکار نہیں ہو سکتا۔
 حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت خالد بن زید بن جاریہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں تین باتیں موجود ہوں گی اس کو اپنے نفس کی خود غرضی سے بچا لیا جاتا ہے ۱۔ جو شخص زکوٰۃ ادا کرتا ہے ۲۔ مہمان نوازی کرتا ہے ۳۔ مصیبت زدہ لوگوں پر خرچ کرتا ہے۔

عَنْ خَالِدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ جَارِيَةَ
 أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَفِيَ
 شُحِّ نَفْسِهِ مَنْ أَدَّى الزَّكَاةَ وَ
 قَرَى الضَّيْفَ وَأَعْطَى فِي النَّائِبَةِ
 (المعجم الكبير ۴/۱۸۸ حدیث ۴۰۹۷)

۱۔ ہلاکت کی دوسری چیز خواہش پرستی
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

جو چیزیں انسان کو ہلاکت اور بربادی میں ڈالتی ہیں ان میں سے دوسری چیز ہویٰ متبع ہے۔ یعنی ایسی خواہش نفس جسکا اتباع کیا جائے جسکو ہمارے محاورہ میں خواہش پرستی کہا جاتا ہے نفس جو چاہے بلا تردد وہی کیا جائے

اور انسان کا نفس کبھی انسان کو اچھے کام کی دعوت نہیں دیتا، ہمیشہ معصیت اور طغیانی اور سرکشی میں مبتلا کرتا ہے اور جو شخص خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے اُسے کبھی خدا کی اطاعت کی توفیق نہیں ہوتی۔ اس سے ہر طرف ظلمت ہی ظلمت اور تاریکی ہی تاریکی ہوتی ہے۔ اُسی میں گھرا رہتا ہے۔ اُسے کبھی نور کی روشنی نظر نہیں آتی، اسلئے ظلمت اور معصیت کا کام اس کیلئے آسان ہو جاتا ہے۔ سینما دیکھنا، ٹیلی ویژن، اور فحش فلمیں دیکھنا، شراب پینا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، غیر محرم عورتوں سے گھلے ملے رہنا، اس کیلئے آسان اور لطف کی چیز ہے۔ لیکن نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، سچ بولنا، اللہ کا ذکر کرنا، تلاوت کرنا اس کیلئے نہایت دشوار اور مشکل کام ہے۔ اسلئے کہ اُس کا نفس اُسے اللہ کی فرمانبرداری اور اللہ کی عبادت کا موقع نہیں دیتا، اس کا نفس اُس پر غالب ہے۔

عقلمند کون ہے؟ | ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ سے دو چیزوں کے بارے میں سوال کیا گیا۔

سب سے زیادہ سمجھدار اور عقلمند آدمی کون ہے۔ اُسے دنیا میں سب سے زیادہ کمزور اور ناتواں آدمی کون ہے۔ تو آپ نے دونوں سوالوں کا جواب بڑی عبرت ناک انداز سے دیا ہے۔ پہلے سوال کا جواب دیا کہ دنیا کے اندر سب سے زیادہ ہوشیار اور سمجھدار آدمی وہ شخص ہے جو اپنے اعمال کا جائزہ لیتا رہے کہ صبح سے شام تک کتنی نیکیاں ہوئی ہیں اور کتنی بُرائیاں ہوئیں، اگر نیکیاں ہوئی ہیں تو اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ اللہ نے نیکی کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اگر بُرائیاں ہوئی ہیں تو اُسے رات بھر نیند نہیں آتی ہے۔ آخر یہ بُرائی اور یہ گناہ مجھ سے کیسے صادر ہوا؟ جیسا کہ وہ تاجر جو صبح سے لیکر شام تک خرید و فروخت کرنے کے بعد شام کو حساب لگا کر دیکھتا ہے اگر اُس کو نفع ہوا ہے تو

خوش ہو کر سکون کی نیند سوتا ہے۔ اور اگر نقصان ہوا ہے تو اسے رات بھر نیند نہیں آتی ہے کہ آخر یہ نقصان کیسے ہوا؟ کہیں حساب میں تو غلطی نہیں ہوئی یا کسی نے لین دین میں دھوکہ تو نہیں دیا؟ یا چوری تو نہیں ہوئی؟ اسی بے چینی سے رات گزارتا ہے، ایسا ہی اس شخص کا حال ہے کہ اگر نیکیاں ہوئی ہیں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور سکون سے سوتا ہے۔ اور اگر گناہ ہوا ہے تو اس افسوس میں رات بھر نیند نہیں آتی ہے کہ آخر یہ گناہ مجھ سے کیسے ہوا؟ اور رات بھر اللہ کے دربار میں نادم ہو کر گریہ و زاری کرتا ہے اور بے چینی سے رات گزارتا ہے۔ اور آئندہ کیلئے توبہ کرتا ہے کہ کبھی ایسا گناہ نہیں کروں گا۔ اور آخرت کی تیاری اور نیکیوں میں اپنے آپ کو مشغول کر دیتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے اندر سمجھدار آدمی ایسا ہی ہوتا ہے۔

کمزور و بے عقل کون ہے؟ | دوسرے سوال کا جواب یہ دیا کہ

دنیا کے اندر سب سے زیادہ کمزور اور ناتواں اور غافل آدمی وہ شخص ہے جس نے اپنے آپ کو خواہشاتِ نفسانی کے تابع کر دیا اور پھر اوپر سے اللہ سے امیدیں بھی باندھتا رہتا ہے۔ تو اقرارِ مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کے اندر سب سے ناتواں اور کمزور اور بدترین انسان وہی ہے جس نے اپنے آپ کو خواہشاتِ نفسانی کے تابع کر دیا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت شداد بن اوس سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ عقلمند وہ شخص ہے جو قیامت کے حساب و کتاب سے پہلے اپنا حاسبہ خود کرتا ہے۔

عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ الْكَيْسُ مَنْ دَانَ
نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ

الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اتَّبَعَ
هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللَّهِ

(نزدی شریف ۲/۴۲)

اور مابعد الموت کیلئے تیاری اور غسل کرتا ہے
اور سب سے زیادہ بے عقل کمزور وہ شخص ہے
جس نے اپنے آپ کو نفس کے تابع کر دیا ہے۔ اور
اللہ تعالیٰ سے تمتا رکھتا ہے۔

فتنہ کے زمانہ میں خواہش نفس سے دور رہو

امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابو مالک اشعریؓ سے ایک حدیث نقل
فرمائی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آسمانوں سے
فتنہ اتارا جاتا ہے تو فتنہ کے ساتھ ساتھ انسان کی آزمائش کے لئے دو چیزیں
بھیجی جاتی ہیں۔

۱۔ اتباع نفس : فتنہ کے زمانہ میں جو اپنی خواہشات اور نفس کا اتباع کریگا
اور پھر فتنہ میں دہشت گردوں اور بلوائیوں کے ہاتھوں مارا جائے تو اس کی نعش
اللہ کے نزدیک سیاہ نعش ہوتی ہے جو مستحق جہنم ہوتی ہے۔

۲۔ صبر : فتنہ کے ساتھ ساتھ صبر بھی اُترتا ہے۔ لہذا جو شخص فتنہ کے زمانہ
میں صبر اور تحمل سے کام لیتا ہے اور اعتدال سے ہٹتا نہیں پھر بلوائیوں
اور دہشت گردوں کے ہاتھ مارا جاتا ہے تو اس کی لاش اللہ کے نزدیک سفید
لاش ہوگی یعنی وہ شہیدوں میں شمار ہوگا۔ معلوم ہوا کہ خواہش نفس کا
اتباع کرنا ایک مصیبت ہے کہ دنیا کی آرام و راحت بھی ہاتھ سے گئی اور آخرت
میں بھی ہلاکت اور بربادی کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اس سے اللہ تعالیٰ ہم سب کی
حفاظت فرمائے۔ — حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ | حضرت ابو مالک اشعریؓ فرماتے ہیں کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیشک فتنہ اس حالت میں بھیجا جاتا ہے کہ اُسکے ساتھ خواہش نفس اور صبر بھی بھیجے جاتے ہیں۔ لہذا جو شخص خواہش نفس کا اتباع کریگا تو اُسکی مقتول لاش سیاہ ہوگی اور جو شخص صبر اور بردباری کا اتباع کریگا تو اُسکی مقتول لاش سفید ہوگی۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْفِتْنَةَ تُرْسَلُ وَ يُرْسَلُ مَعَهَا الْهَوَى وَالصَّبْرُ فَمَنِ اتَّبَعَ الْهَوَى كَانَتْ قَتْلَتُهُ سُودَاءَ وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّبْرَ كَانَتْ قَتْلَتُهُ بَيْضَاءَ۔
(المعجم الکبیر ۲/۲۹۴ حدیث ۳۲۳۷)

۳۔ ہلاکت میں ڈالنے والی تمیزی چیز خود پسندی

اعجاب المرء بنفسه: آدمی کی خود پسندی اور خود ستانی جو انسان کو اتراہٹ اور غرور میں ڈال دیتی ہے۔ یہ انسان کیلئے ہلاکت اور بربادی کا سبب ہے۔ اسلئے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو آگاہ فرمایا کہ یہ چیز ہلاکت میں ڈالنے والی ہے اپنے آپ کو اس سے بچاؤ۔

خود پسندی نیکیوں کو جلا کر رکھ دیتی ہے

یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ خود پسندی کا مرض خود آدمی کیلئے ہلاکت کا باعث ہے اور انسان کی نیکیوں کو اس طریقہ سے جلا کر خاک میں ملا دیتی ہے جیسا کہ آگ ایندھن کی لکڑیوں کو جلا کر رکھ دیتی ہے۔ — ملاحظہ فرمائیے۔

یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ تم اپنے آپ کو خود پسندی اور اتراہٹ سے دور رکھا کرو اسلئے کہ خود پسندی خود اُس کیلئے باعث ہلاکت ہے۔

عَنْ يَحْيَى بْنِ مُعَاذٍ يَقُولُ
إِيَّاكُمْ وَالْعُجْبَ فَإِنَّ الْعُجْبَ
مُهْلِكٌ لِهَؤُلَاءِ

العُجْبُ لِيَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا
تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔
(شعب الایمان ۲۵۲ روایت ۷۲۳۸)

اور یقیناً خود پسندی نیکیوں کے اس طرح جلا کر ختم
کر دیتی ہے جیسا کہ آگ ایندھن کی لکڑیوں کو جلا کر
خاک کر دیتی ہے۔

گناہ سے نادم رحمت کا امیدوار اور خود پسند غضب الہی کا منتظر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے گناہوں اور کمزوریوں سے
نادم ہوتا ہے وہ اللہ کی رحمت کی امیدوار اور توقع رکھتا ہے۔ اور جو شخص خود پسندی
اور خود ستائی اور اتر اہٹ میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے غیظ و غضب کا انتظار
کرتا ہے۔ — حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
النَّادِمُ يَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ وَالْعُجْبُ
يَنْتَظِرُ الْمَقْتَ —
(شعب الایمان ۵/۲۵۳ حدیث ۷۲۵۴)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے گناہوں سے
نادم ہوتا ہے وہ اللہ کی رحمت کی توقع رکھتا ہے
اور جو شخص عجب اور خود پسندی میں مبتلا ہے وہ
اللہ کے غصہ اور بغض کا انتظار کرتا ہے۔

جب خود پسندی عام ہو جائے تو تم لوگوں سے الگ ہو جاؤ

ترمذی شریف اور ابوداؤد شریف میں حضرت ابو ثعلبہ خُشنیؓ سے ایک روایت
مروی ہے کہ سید الکونینؓ نے امت کو حکم فرمایا کہ تم امر بالمعروف، نہی عن المنکر
یعنی لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے رہو اور بُرائیوں پر نیکیر کرتے رہو اور یہ سلسلہ
ہمیشہ جاری رکھو۔ یہاں تک کہ ایسا زمانہ آجائے کہ جس زمانہ میں تم چار قسم کی
بُرائیوں کو دیکھ لو تو تم اپنے آپ کو لوگوں کے ماحول سے الگ کر لو، اور تنہائی

میں جا کر اللہ کی عبادت کرو، اور یہ زمانہ ایسا زمانہ ہوگا کہ اُس میں دین پر عمل کرنے والوں اور اللہ کی عبادت کرنے والوں کو ہر طرف سے ستایا جائیگا تاکہ اللہ کی عبادت اور اطاعت کو ترک کر کے انہیں کی طرح گمراہی میں مبتلا ہو جائیں۔ اس زمانہ میں اُمّ بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا معیوب سمجھا جائیگا، انکو حقیر اور بیوقوف سمجھا جائیگا: اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ میں لوگوں کی ایذا رسانی پر صبر کرنا ایسا تکلیف دہ اور مشکل ہوگا جیسا کہ گرم انگارہ کو ہاتھ سے پکڑنا مشکل ہوتا ہے۔ ایسے کچھن زمانہ میں جو لوگ دین پر عمل کریں گے ان کو ایک عمل کے بدلہ میں صحابہ کے زمانہ کے پچاس عمل کے برابر اجر دیا جائیگا۔ اور وہ چار بُرائیاں جو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ شَحْ مُطَاع: ایسی خود غرضی جس کی پیروی کی جائے گی۔ اور بخیلوں اور خود غرضوں کی حکومت ہوگی۔

۲۔ وَهْوَى مُتَّبِع: خواہشاتِ نفس کی پیروی کی جائے گی اور خواہش پرستی عام ہو جائے گی اور حکومت اور اقتدار خواہش پرستوں کے ہاتھوں میں آجائے گا۔

۳۔ وَدُنْيَا مُؤَثَّرَةٌ: ہر طرف سے یہی نظر آئے گا کہ لوگ دین کے کاموں پر دنیا کی مال و دولت اور عزت و جاہ کو ترجیح دیں گے۔

۴۔ وَاعْتَابُ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ: ہر صاحبِ رائے اپنی رائے اور سمجھ پر ناز اور تکبر کریں گے اور خود ستائی اور خود پسندی کا دور دورہ ہوگا۔ اور حکومت اور اقتدار ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں میں ہوگا۔ اور وہ اپنی اتراہٹ اور غرور میں ناز کریں گے۔

جب یہ چار قسم کی بُرائیاں امت میں عام ہو جائیں گی تو اُمّ بالمعروف

نہی عن المنکر کام آنے والا نہیں ہے۔ اُمربا المعروف نہی عن المنکر کرنے کیلئے کوئی موقع نہ ہوگا بلکہ ایسے لوگ جو اُمربا المعروف نہی عن المنکر کریں گے انکو بیوقوف اور احمق سمجھا جائیگا۔ جب ایسا دور آجائے پھر تم کو عام لوگوں کے ماحول میں زندگی گزارنے کی ضرورت نہیں۔ اپنے آپ کو اُن سے الگ کر لو۔ اور تنہائی میں رہ کر اللہ کی عبادت کرو۔ اور اُس زمانہ میں تمہاری ایک عبادت صحابہ اور خیر القرون کے زمانہ کی جیساں عبادتوں کے برابر ہوگی۔

دیکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پسندی اور اتراہٹ کو کتنی بڑی عظیم ترین بُرائی قرار دی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کی خود پسندی اور اتراہٹ سے حفاظت فرمائے۔ — حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو امیہ شعبانی فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ثعلبہ خشنیؓ سے پوچھا کہ آپ لوگ اس آیت کریمہ کے بار میں کیا طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قول اے ایمان والو: تم اپنے نفس کی حفاظت کرو۔ ان لوگوں سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہونچے گا جو گمراہی میں مبتلا ہیں جب تم ہدایت پر و تائم رہو گے تو حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ نے فرمایا کہ میں نے اس آیت کے متعلق بہت خبر رکھنے والی ذاتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں بلکہ تم بھلائی کا حکم کرتے رہو اور بُرائی پر نکیر کرتے رہو یہاں تک کہ وہ

عَنْ أَبِي أُمِيَّةٍ الشَّعْبَانِي قَالَ أَتَيْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخَشَنِي فَقُلْتُ لَهُ كَيْفَ تَصْنَعُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ قَالَ آيَةُ آيَةٍ قُلْتُ قَوْلُهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَصُرْكُمْ مَن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ قَالَ أَمَا وَاللَّهِ لَقَدْ سَأَلْتُ عَنْهَا خَبِيرًا سَأَلْتُ عَنْهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلِ اسْتَمَرُّوا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ

حَتَّىٰ إِذَا رَأَيْتَ شَحًّا مُّطَاعًا
وَهُوَ مُتَّبَعًا وَدُنْيَا مُؤْثِرَةً
وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ
فَعَلَيْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ
وَدَعِ الْعَوَامَ فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ
أَيَّامًا الصَّبْرُ فِيهِمْ مِثْلُ
الْقَبْضِ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ
فِيهِمْ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا
يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِكُمْ

(ترمذی شریف ۱۳۶/۲)

ابوداؤد شریف ۵۹۴/۲

زمانہ آجائے جس میں تم خود غرضی کی حکومت اور
پیروی دیکھ لو اور خواہش نفس کی پیروی دیکھ لو۔
اور دین پر دنیا کو ترجیح دینے کو دیکھ لو اور ہر
صاحب رائے کو اپنی رائے پر اترتے ہوئے دیکھ
لو۔ تو تم اپنے آپ کو تنہائی کیلئے خاص کر لو اور
عام لوگوں کے ماحول کو چھوڑ دو۔ اس لئے کہ
تمہارے بعد ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں
مصائب کو تھیل کر صبر کرنا ایسا مشکل کام ہوگا
جیسا کہ مٹھی میں چنگاری رکھی گئی ہو۔ اس زمانہ
میں نیک عمل کرنے والے کو پچاس عمل کے
برابر اجر و ثواب دیا جائیگا۔

سب سے بڑا جاہل کون؟ اور سب سے اچھا عالم کون؟

اللہ کے نزدیک سب سے بڑا جاہل کون ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود کا اثر ہے کہ
اللہ کے نزدیک سب سے بڑا جاہل وہ شخص ہے جو اپنی خود پسندی کی وجہ سے
اتراتا ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے اچھا عالم وہ شخص ہے جو اللہ سے ڈرتا
ہے۔ ایسا ہی امام مسروق کی ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آدمی کے عمدہ
اور اچھا عالم ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور آدمی کی
جہالت کیلئے اتنا کافی ہے کہ خود پسندی اور خود ستائی کا مریض ہو۔
روایت ملاحظہ فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ آدمی کے

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ كَفَى

بِخَشْيَةِ اللَّهِ عِلْمًا، وَكَفَى
بِالْإِغْتِرَارِ بِاللَّهِ جَهْلًا۔

(شعب الایمان ۱/ ۴۷۱)

(روایت ۷۴۶)

قَالَ مَسْرُوقٌ: كَفَى بِالْمَرْءِ عِلْمًا
أَنْ يَخْشَى اللَّهَ، وَكَفَى بِالْمَرْءِ
جَهْلًا أَنْ يُعْجِبَ بِنَفْسِهِ۔

(شعب الایمان ۱/ ۴۷۲)

(روایت ۷۴۸)

اچھا عالم ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ خدا کی
خشیت میں رہے۔ اور آدمی کے اللہ کے یہاں
جاہل ثابت ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ خود پسندی
اور اتراہٹ میں مبتلا ہو جائے۔

اور امام مسروق فرماتے ہیں کہ آدمی کے اچھا
عالم ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ خدا تعالیٰ سے
ڈرے اور آدمی کے جاہل ثابت ہونے کیلئے
اتنا کافی ہے کہ وہ خود پسندی اور اتراہٹ
میں مبتلا رہے۔

اللہ کے بندوں میں کچھ نڈر بھی ہیں اور کچھ اللہ سے ڈرنے والے بھی، اور اللہ سے
ڈرنے والے وہی ہوتے ہیں جو اللہ کی عظمت اور جلال اور آخرت کے بقا و
دوام اور دنیا کی بے ثباتی کو سمجھتے ہیں اور اپنے پروردگار کے احکام اور ہدایات
کا علم حاصل کر کے مستقبل کی فکر کرتے ہیں اور جس کے اندر یہ سمجھ اور علم جس درجہ
کا ہو گا۔ اسی درجہ میں وہ اللہ سے ڈریگا اور جس میں خوف خدا نہیں وہ چاہے
کتنی کتابیں پڑھ ڈالے عالم کہلانے کے لائق نہیں۔ اسلئے کہ عالم کی صفت یہی
ہے کہ وہ خدا ترس ہو اور ہر وقت خوف خدا اسکے دل میں ہو۔ اسی کو اللہ تعالیٰ
نے ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔

بیشک اللہ کے بندوں میں سے اللہ تبارک
و تعالیٰ سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو علماء
ہیں بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ زبردست ہے
اور بخشنے والا ہے۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ
الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ
غَفُورٌ۔

(سورہ فاطر آیت ۲۸)

نجات کی تین چیزیں

ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ: رَسُولُ اَكْرَمِ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ہلاکت سے نجات دلانے والی ہیں۔ اسلئے ان چیزوں کو اپنی زندگی کا جز بنا لینا چاہیئے۔

۱۔ نجات کی پہلی چیز غصہ اور خوشی میں انصاف و حق کی بات

الْعَدْلُ فِي الْغَضَبِ وَالرَّضَاءُ: غصہ اور خوشی اور راضی اور ناراضگی، دوستوں اور دشمنوں اور اپنوں اور غیروں کے درمیان، ہر حال میں انصاف اور حق کی بات کرنا، نجات کا ذریعہ ہے۔ شعب الایمان کی ایک روایت میں الْعَدْلُ فِي الْغَضَبِ وَالرَّضَاءِ کے بجائے کلمۃ الْحَقِّ فِي الْغَضَبِ وَالرَّضَاءِ کے الفاظ ہیں، غصہ کی حالت میں اور خوشی کی حالت میں اپنوں اور غیروں کے درمیان حق کی بات کرنا نجات کا ذریعہ ہے۔ (شعب الایمان ۴۷۱/۱ حدیث ۷۴۵)

اور شعب الایمان کی ایک روایت میں الْعَدْلُ کی جگہ پر الْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَاءِ وَالسَّخَطِ کے الفاظ آئے ہیں کہ خوشی کے ماحول اور ناراضگی کے ماحول میں دوستوں اور دشمنوں کے درمیان حق کی بات کرنا نجات کا ذریعہ ہے۔

(شعب الایمان ۴۵۳/۵ حدیث ۷۲۵۲)

انسان کو جب غصہ آتا ہے تو وہ حالت اعتدال پر باقی نہیں رہتا ہے۔ اور غصہ کی حالت میں انسان حد سے تجاوز کر کے کوئی بھی غلط کام کر بیٹھتا ہے۔ تو اب ایسی حالت میں انصاف اور حق کی بات کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں یہ وہی کر سکتا ہے جو اپنی تمام خواہشات اور اپنے اغراض اور جذبہ انتقام

سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ یہ انسان کیلئے بہت بڑی قربانی اور مجاہدہ ہے۔ اسلئے اللہ نے اس کو نجات کا ذریعہ بنا دیا ہے۔

غصہ کا نقصان

غصہ شیطان کی طرف سے ایک چنگاری اور حرارت ہوتی ہے جو بعض دفعہ انسان کی آنکھوں اور گردن کی شہ رگ سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ حدیث پاک کے اندر پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان تو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے لہذا جس شخص کو غصہ آئے وہ فوراً وضو کرے اور اگر ہونکے تو غسل کر لے۔ اور آگ کی صفت چونکہ اوپر کو جانا ہوتا ہے اس لئے غصہ کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ آدمی اگر کھڑے ہو نیکی حالت میں ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھنے کی حالت میں ہو تو لیٹ جائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غصہ انسان کے قلب میں ایک چنگاری ہوتی ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو غصہ والے آدمی کے شہ رگ کے پھول جانے کو؟ اور اسکی آنکھوں کی سرخی کو، یہ اُسی چنگاری کا اثر ہوتا ہے لہذا جو شخص اس طرح غصہ کا کچھ اثر محسوس کرے تو اگر وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْغَضَبَ حِمْرَةٌ فِي قَلْبِ ابْنِ آدَمَ أَلَمْ تَرَوْا إِلَى انْتِفَاحِ أَوْدَاجِهِ وَحِمْرَةِ عَيْنَيْهِ فَمَنْ حَسَّ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ قَائِمًا فَلْيَقْعُدْ وَإِنْ كَانَ قَائِمًا فَلْيَضْطَجِعْ۔

(شعب الایمان ۶/۳۱۰ حدیث نمبر ۸۲۹۰)

ایک دوسری روایت میں حضرت عطیہ سعدی سے اس طرح کے الفاظ مروی ہیں حضرت عطیہ سعدی فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

عَنْ عَطِيَّةِ السَّعْدِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرماتے ہوئے سنا ہے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے، اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے۔ لہذا تم میں سے جب کسی کو غصہ آئے تو چاہئے کہ وضو کر لیا کرے۔

يَقُولُ: الْغَضَبُ مِنَ الشَّيْطَانِ وَالشَّيْطَانُ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَ النَّارُ تُطْفَأُ بِالْمَاءِ فَإِذَا غَضِبَ أَحَدَاكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ۔

(شعب الایمان ۳۱۱/۶ حدیث ۸۲۹۱)

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں اس بات کا ذکر ہے کہ جب تم کو غصہ آجائے تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھ لیا کرو۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت سلیمان بن صرد فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں نے غصہ کی حالت میں ایک دوسرے کو سخت سُست کہا تو ان میں سے ایک کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں اور اس کی گردن کی شہ رگ پھول گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اس کے علاج کی ایک بات جانتا ہوں اگر وہ کلمہ کہے گا تو اس سے وہ غصہ دور ہو جائیگا جو اپنے اندر پارہا ہے وہ ہے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ میں شیطان مردود سے تیری پناہ میں آنا چاہتا ہوں۔

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ أَحَدُهُمَا تَحْمِرُ عَيْنَاهُ وَ تَنْتَفِخُ أَوْدَاجُهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَا عَرِفُ كَلِمَةً تَوْفَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ الَّذِي يُجِدُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ (مسلم ۳۲۶/۲ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ (ابوداؤد ۶۵۹/۲ بخاری ۹۰۳/۲)

مذکورہ روایات سے غصہ ختم کرنے کیلئے تین قسم کا علاج حدیث سے ثابت ہوا۔

غصہ کا علاج

۱۔ جب غصہ آجائے اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہے تو لیٹ جائے اس سے غصہ میں کمی آجاتی ہے۔
۲۔ غسل یا وضو کر لے۔

۳۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ يَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ہ پڑھ لے انشاء اللہ تعالیٰ ان امور کے اختیار کرنے سے غصہ جانا رہے گا۔

غصہ ایمان کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے | ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غصہ انسان کے ایمان کو اس طرح بگاڑ کر رکھ دیتا ہے جیسا کہ شہد میں ایلوا مل جائیگی وجہ سے شہد کا مزہ بگڑ جاتا ہے۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت بہز بن حکیم اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا غصہ انسان کے ایمان کو اس طرح بگاڑ کر رکھ دیتا ہے جیسا کہ شہد میں ایلوا مل جائیگی وجہ سے شہد کا مزہ بگڑ جاتا ہے۔

عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْإِيمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبْرُ الْعَسَلَ۔
(شعب الایمان ۶/۳۱۲ حدیث ۸۲۹۴)

سات چیزیں شیطان کی طرف سے

حضرت علیؑ سے ایک روایت مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ شیطان کی طرف سے انسان کے اوپر سات چیزوں کا غلبہ ہوتا ہے اگر ان چیزوں میں انسان کو شیطان پر کامیابی حاصل ہو جائے تو انسان کی خوش نصیبی ہے۔

ایسا سخت غصہ آجانا جس میں آدمی کا ہوش و حواس
باقی نہ رہے اور اعتدال سے ہٹ جائے۔

بار بار زور زور سے چھینک آنا شیطان کی طرف
سے ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کبھی کبھار چھینک
آنا شیطان کی طرف سے نہیں ہوتا ہے بلکہ اللہ
کی طرف سے ہوتا ہے۔

بار بار زور سے جمائی آنا۔

توے اور متلی آنا اس میں بھی شیطان کا دخل ہوتا ہے۔
ناک سے نکسیر کھوٹنا اور تسلسل کے ساتھ ناک سے
خون جاری ہونا اس میں بھی شیطان کا دخل
ہوتا ہے۔

یعنی دوسروں کے سامنے دُعاؤں کا آپس میں
سُرگوشی کرنا اس میں بھی شیطان کا دخل ہوتا ہے۔
اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر کہیں تین آدمی ہوں ان میں
سے دُعاؤں کی سُرگوشی اور کاناپھوسی کرنے لگیں تو
تیسرے آدمی کو شبہ اور تردید پیدا ہو سکتا ہے کہ
یہ لوگ مجھ سے چھپا کر کیوں بات کر رہے ہیں۔

اللہ کے ذکر کے وقت نیند آنا، اس میں بھی شیطان
کا دخل ہوتا ہے کہ آدابِ ذکر میں سے یہ کبھی ہے کہ
بوقتِ ذکر اللہ کی طرف دھیان رہے اور جب
نیند آنے لگے گی تو دھیان باقی نہیں رہیگا اور

۱ شِدَّةُ الْغَضَبِ۔

۲ شِدَّةُ الْعُطَاسِ۔

۳ شِدَّةُ التَّشَاوُبِ۔

۴ الْقَيْءُ۔

۵ الرُّعَافُ۔

۶ التَّجَوُّی۔

۷ النَّوْمُ عِنْدَ الذِّكْرِ۔

اللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الشَّيْطَانِ۔
شیطان یہی چاہتا ہے۔
اے اللہ ہم سب کی شیطانِ مردود سے حفاظت فرمائے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

قَالَ عَلِيٌّ سَبْعُ مِّنَ
الشَّيْطَانِ شِدَّةُ الْغَضَبِ وَ
شِدَّةُ الْعُطَّاسِ وَ شِدَّةُ
التَّثَاوُبِ وَالْقِي وَالرُّعَافِ
وَالْتَّجْوَى وَالنَّوْمُ عِنْدَ
الذِّكْرِ۔

(شعب الایمان ۶/۳۱۱)
حدیث ۸۲۹۳

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ شیطان کی طرف سے
۱۔ سخت چیزیں ہوتی ہیں۔
۲۔ سخت ترین غصہ۔
۳۔ سخت ترین چھینک آنا۔
۴۔ سخت ترین جمائی آنا۔
۵۔ قحی آنا۔
۶۔ ناک سے خون آنا۔
۷۔ دوسروں کے سامنے سرگوشی کرنا۔
۸۔ ذکر کے وقت نیند آنا۔

غصہ پی جانے کی فضیلت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے غصہ کو

پی جاتا ہے اور وہ اپنے غصہ کے مطابق عمل کرنے پر قادر ہے پھر بھی اللہ کے خوف
سے اُس نے اپنا غصہ نافذ نہیں کیا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق
کے سامنے اُس کو اس بات کا اختیار دیگا کہ جنت کی حوروں میں سے جو چاہے
اختیار کر لے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت سہیل بن معاذ اپنے والد سے
نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ سَهْلِ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے غصہ کو اس حالت میں پی جاتا ہے کہ وہ اس کو نافذ کرنے پر قادر ہے تو اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے اس کو اختیار دیگا کہ جنت کی حوروں میں سے جو چاہے اختیار کرے۔

قَالَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يَنْفِذَهُ دَعَاهُ اللَّهُ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ حَتَّى يُخَيَّرَهُ فِي أَمْرِ الْحَوَرِ شَاءَ.
(ابوداؤد ۲/۶۵۹، شعب الایمان ۳۱۲)

(حدیث ۸۳۰۲)

غصہ پر ضبط کر نیوالا اللہ کا سب سے بڑا محبوب

حدیث پاک میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک چار آدمی بہت زیادہ محبوب ہیں۔ اللہ کو ایسے لوگ زیادہ پسند ہیں۔
۱۔ وہ شخص جو غصہ کا گھونٹ پیتا ہے اور اس پر کنٹرول کر لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

۲۔ اللہ کے نزدیک وہ شخص زیادہ محبوب ہے جو مصیبت کے وقت صبر کا گھونٹ پی لیتا ہے اور اپنے آپ کو بے صبری سے کنٹرول کر لیتا ہے۔

۳۔ وہ شخص اللہ کا محبوب ہے جو اللہ کے خوف اور خشیت سے آنکھوں سے آنسوؤں گراتا ہے۔

۴۔ وہ شخص جو اللہ کی رضا کیلئے اللہ کے راستہ میں شہید ہو جاتا ہے وہ بھی اللہ کا محبوب ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بندہ نے ایسا کوئی گھونٹ نہیں پیا ہے جس کا اجر

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا جَرَعَ عَبْدٌ جُرْعَةً أَكْظَمَ

اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے۔ اُس غصہ کے گھونٹ سے جسکو آدمی اللہ کی رضا جوئی کے لئے پی لیتا ہے۔

اور حضرت حسنؑ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک اس غصہ کے گھونٹ سے زیادہ محبوب ترین کوئی گھونٹ نہیں ہے جسکو آدمی نے پی لیا ہے یا اُس صبر کے گھونٹ سے زیادہ کوئی گھونٹ محبوب نہیں ہے جو مصیبت کے وقت پیا ہے۔ اور اللہ کے نزدیک اس قطرہ سے زیادہ محبوب ترین کوئی قطرہ نہیں ہے جو اللہ کی خشیت کی وجہ سے آنسو کی شکل میں بہتا ہے یا اُس قطرہ سے زیادہ محبوب قطرہ کوئی نہیں ہے جو اللہ کے راستہ میں شہادت کے خون کی شکل میں بہتا ہے

مسلم شریف میں ایک روایت متعدد صحابہؓ سے متعدد الفاظ

سب سے بڑا پہلوان کون؟

کیسا تھ مروی ہے کہ آقاؐ نامدار علیہ السلام نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم پہلوان کسے سمجھتے ہو تو صحابہؓ نے کہا کہ ہم پہلوان اُسی کو سمجھتے ہیں جس کو لوگ پچھاڑ نہ سکیں تو آپؐ نے فرمایا حقیقت میں وہ پہلوان نہیں ہے بلکہ پہلوان وہی شخص ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے نفس پر کنٹرول کر لیتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

أَجْدَّ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ جُرْعَةٍ غَضِبَ كَظَمَهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ. (شعب الایمان ۳/۲۶۴ حدیث ۸۳۰۸)

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا جُرْعَةٌ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ جُرْعَةٍ غَضِبَ كَظَمَهَا رَجُلٌ أَوْ جُرْعَةٍ صَبَرَ عِنْدَ مُصِيبَةٍ وَمَا قَطْرَةٌ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ قَطْرَةٍ دَمَعَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ قَطْرَةٍ دَمَرَتْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.

(شعب الایمان ۳/۲۶۴ حدیث ۸۳۰۸)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَانَعْدُونَ الصَّرْعَةَ فَبِكُمْ قَالَ
قُلْنَا الَّذِي لَا يَصْرَعُهُ الرَّجَالُ
قَالَ لَيْسَ بِذَلِكَ وَلَكِنَّهُ الَّذِي
يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ -
(مسلم شریف ۳۲۶/۲)

تم اپنے میں پہلوان کس کو شمار کرتے ہو، تو
ہم نے کہا وہ شخص جس کو لوگ بچھاڑ نہ سکیں، تو
حضورؐ نے فرمایا کہ وہ نہیں ہے، لیکن پہلوان
وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو
میں کر لیتا ہے۔

اور یہ حدیث شریف حضرت ابو ہریرہؓ سے دوسرے الفاظ کیساتھ مروی ہے۔
ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ
الشَّدِيدُ بِالصَّارِعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ
الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ -
(مسلم شریف ۳۲۶/۲ بخاری حدیث ۵۸۴۶)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
پہلوان بچھاڑنے والا نہیں ہوتا ہے، بیشک
پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت
میں اپنے نفس کو قابو میں کر لیتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں انسان اعتدال پر نہیں رہتا ہے بلکہ
حد سے تجاوز کر کے جنون کی حالت میں زبان پر جو آیا کہہ دیا اور ہاتھ اور پیر
کو جدھر چاہا چھوڑ دیا، ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ اب اگر کوئی ایسے
حالات میں اپنے اوپر کنٹرول کر لیتا ہے۔ اور عدل و انصاف کی بات کرتا
ہے اور موافق اور مخالف کے ساتھ یکسانیت کا معاملہ کرتا ہے اور صحیح اور
حق بات کرتا ہے تو ایک عظیم ترین مجاہدہ ہے اور اپنی نفسانیت کو قربان
کرنا ہے۔ اسلئے آقاؐ نامدار علیہ السلام نے اس عمل کو ہلاکت سے نجات کا
ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور راضی اور خوشی کی حالت میں انصاف کی بات کرنا
اپنوں اور غیروں کے درمیان حق کی بات کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے مگر

غصہ کی حالت میں بڑا مشکل کام ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اعتدال اور حق پر قائم رکھے اور ایسے عمل کی توفیق نصیب فرمائے جو نجات کا ذریعہ بنے۔

۲۔ نجات کی دوسری چیز خوشحالی اور تنگی میں میانہ روی

الْقَصْدُ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى سَيِّدُ الْكُونِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ ہلاکت سے نجات پانے کی دوسری چیز یہ ہے کہ آدمی خوشحالی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرے، نہ عیش و عشرت اور خوشحالی کے زمانہ میں خدا کو بھولے، اور نہ ہی تنگی اور تکلیف کے وقت اللہ کو فراموش کرے۔ اور جس طریقہ سے خوشی کے زمانہ میں اللہ کی راہ میں اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرتا ہے اُسی طریقہ سے تنگدستی اور تکلیف کے زمانہ میں بھی جتنی گنجائش ہو خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ اور ایسے لوگوں کیلئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی کے دل میں اُس کی نوعیت و کیفیت کے بار میں گزرا ہوگا اور نہ کسی کان سے سنا ہوگا اور نہ ہی کسی آنکھ سے دیکھا ہوگا۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ کیساتھ ارشاد فرمایا ہے۔

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالصَّرَّاءِ۔

(سورہ آل عمران آیت ۱۳۲)

تم اپنے رب کی مغفرت حاصل کرنے کی طرف دوڑو، اور ایسی جنت کی طرف دوڑو، جس کا عرض اور چوڑائی آسمان اور زمین کے برابر ہے۔ یہ ایسے متقی اور پرہیزگار لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو خسر چرتے ہیں عیش و خوشی میں اور تنگی اور تکلیف میں۔

اُمّت کی تین قسمیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے بعد اپنی کتاب کیلئے اُمّتِ محمدیہ کو وارث بنایا ہے اور یہ اُمّت تمام اُمّتوں سے بہتر اور برتر ہے۔ البتہ اُمّت کے سب افراد یکساں نہیں ان میں وہ بھی ہیں جو باوجود صحیح ایمان کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ۔

کہ اُمّت میں سے کچھ لوگ اپنے اوپر زیادتی کے شکار ہوئے، اور اُمّت میں کچھ لوگ وہ ہیں جو میانہ روی سے رہتے ہیں نہ گناہوں میں منہمک اور نہ ہی بہت بڑے بزرگ اور ولی کامل ان کو اللہ تعالیٰ نے وَمِنْهُمْ مَّقْتَصِدٌ کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔ اور اُمّت میں کچھ لوگ وہ بھی ہیں جو اللہ کے کامل بندے ہیں اُس کے فضل و توفیق سے آگے بڑھ کر نیکیاں سمیٹتے اور تحصیلِ کمال میں مقتصدین سے بہت آگے پہنچ چکے ہیں، وہ مستحب چیزوں کو بھی نہیں چھوڑتے اور گناہ کے خوف سے مکروہ تنزیہی اور بعض مبہات سے بھی پرہیز کرتے ہیں، اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور فضیلت ان کو حاصل ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ نے "وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ" بِإِذْنِ اللَّهِ سے ارشاد فرمایا ہے۔ تو حاصل یہ نکلا کہ اُمّتِ محمدیہ تین قسموں پر ہے۔
۱۔ وہ لوگ جو صحیح ایمان کے باوجود گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۲۔ وہ لوگ جو میانہ روی اور اعتدال میں رہتے ہیں۔

۳۔ وہ لوگ جو نیکیاں حاصل کرنے میں آگے بڑھ کر حصہ لیتے ہیں جنکو ولایت اور بزرگی کا درجہ حاصل ہے۔ اور ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنا اور نیکیوں میں سبقت کرنا یہ دونوں چیزیں ہلاکت سے نجات دلانے والی ہیں۔ اسکو اللہ نے

اس طرح کے الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ
اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا
فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ
وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ
سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ
ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ
(سورۃ فاطر آیت ۳۱)

پھر ہم نے کتاب کا وارث ایسے لوگوں کو بنایا
ہے جنکو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن چن کر
اس امت کیلئے انتخاب کیا ہے، پھر ان میں
سے کوئی بُرا کام کر کے اپنے اوپر ظلم کرتا ہے
اور ان میں سے کوئی میانہ روی اختیار کرتا ہے
اور ان میں سے کوئی اللہ کے حکم سے نیکیاں حاصل
کرنے میں آگے بڑھ گیا ہے یہی اللہ کا بڑا فضل ہے۔

میانہ روی نبوت کا ایک جزو ہے
امام ابو داؤد اور امام
احمد بن حنبل نے ایک

حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ تین چیزیں انبیاء کی صفات میں سے ہیں۔
۱۔ الہْدَى الصَّالِحُ: ایسی سیرت اور ایسا طریقہ جو دنیا کے انسانوں میں سب سے
اچھا اور بہتر سمجھا جاتا ہے۔ اسلئے کہ حضرات انبیاء کی سیرت اور ان کا طرزِ زندگی
تمام انسانوں سے بہتر اور بلند و بالا ہوتا ہے۔

۲۔ السَّمْتُ الصَّالِحُ: ایسی عادت جو نہایت اچھی اور تمام انسانوں کی نگاہوں میں
قابلِ تعریف ہے۔ اسلئے کہ حضرات انبیاء کی عادت تمام انسانوں کی عادتوں سے
بہتر اور بلند و بالا ہوتی ہے۔

۳۔ الْإِقْتِصَادُ: ہر معاملہ اور ہر چیز میں افراط و تفریط سے بالاتر ہو کر اعتدال
اور میانہ روی سے کام لینا۔ اللہ کو میانہ روی بہت پسند ہے، خرچہ اخراجات
میں میانہ روی، اور گفتگو میں اعتدال، لین دین میں درمیانی راستہ اختیار
کرنا، دوستوں اور دشمنوں کے ماحول میں اعتدال میں رہنا اور خوشی اور غصہ

میں اعتدال میں رہنا، غرض کہ میانہ روی اور اعتدال انسان کو ہر ہلاکت سے نجات دلانے کا ذریعہ ہے۔ اسلئے آقا و نامدار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تنگی اور خوشی دونوں حالتوں میں میانہ روی اختیار کرنا نجات کا ذریعہ ہے۔ — حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیک ہیئت اور نیک سیرت اختیار کرنا اور اچھی عادت اور اچھی سیرت بنالینا اور میانہ روی اختیار کرنا نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْهُدَى الصَّالِحَ وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ وَالْاِقْتِصَادَ الصَّالِحَ جُزْءٌ مِنْ خَمْسَةِ وَعَشْرِينَ جُزْءًا مِنَ النَّبَوَّةِ.

(ابوداؤد شریف ۲/ ۶۵۹)

مسند احمد ۲۹۶/ ۲۹۸ نمبر مرقم ۲۹۸

ایک دوسری حدیث شریف الفاظ اور مضمون کے کچھ فرق کے ساتھ مروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں نبوت کے چوبیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

۱۔ السَّمْتُ الْحَسَنُ: اچھی عادت اور بلند اخلاق انبیاء کی صفات میں سے ہیں۔
۲۔ التَّوَدُّةُ: وقار اور سکون سے کام کرنا، کسی بھی کام میں عجلت نہ کرنا۔ یہ بھی انبیاء کی صفات میں سے ایک صفت ہے جو اللہ کو بہت پسند ہے۔

۳۔ الْاِقْتِصَادُ: ہر کام میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا، یہ بھی حضرات انبیاء کی صفات میں سے ایک اہم ترین صفت ہے۔ اللہ کو میانہ روی ہر جگہ پسند ہے۔ — حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجَسٍ الْمُرِّيِّ | حضرت عبداللہ بن سرجسؓ مرنی سے

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ: السَّمْتُ الْحَسَنُ وَالشُّوْذَةُ
وَالْإِقْتِصَادُ جُزْءٌ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَ
عِشْرِينَ جُزْءًا مِنَ النَّبُوَّةِ.

(ترمذی ۲۱/۲)

مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہے کہ اچھی عادت، اور مشکون
وقار اور اعتدال و میانہ روی، نبوت
کے چوبیس اجزاء میں سے ایک
جزء ہے۔

ان تمام روایات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ کے نزدیک اعتدال اور
میانہ روی نہایت پسندیدہ چیز ہے۔ اور جو آدمی میانہ رو اور معتدل ہوتا ہے
اس سے نہ کسی پر ظلم ہوتا ہے۔ اور نہ ہی کسی معاملہ میں حد سے تجاوز کر جاتا ہے۔
انصاف کے دائرہ میں رہ کر ہر کام کرتا ہے اس لئے اس کو نجات کا ذریعہ قرار
دیا گیا ہے۔ اور ہر ملنے والا انسان اسکو عظمت اور وقار کی نگاہ سے دیکھے گا،
اور عظمت اور وقار حضراتِ انبیاء کی صفت ہے۔ اسلئے ان صفات کو صفاتِ
نبوت کا جز قرار دیا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے اخلاقِ فاضلہ
کو نبوت کے اجزاء کہا گیا ہے اور اس
بار میں بے شمار روایات ہیں جنہیں انبیاء علیہم السلام کے عمدہ ترین صفات کی
تعداد و بیان کی گئی ہے، بعض روایات میں ۲۴، بعض میں ۲۵، بعض میں ۲۶،
اور بعض میں ۲۷، بعض میں ۲۸، بعض میں ۲۹، بعض میں ۳۰، اور بعض میں ۳۱
بعض میں ۳۲، بعض میں ۳۳، بعض میں ۳۴، اور بعض میں ۳۵۔ اب سوال پیدا
ہوتا ہے کہ حضراتِ انبیاء کے بلند و بالا اخلاقِ فاضلہ کی تعداد بیان کرنے میں
حدیث شریف کے الفاظ اس قدر مختلف کیوں ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ
ایک روایت میں بعض مخصوص پہلو کے اخلاق کو پیش نظر رکھ کر ۲۴، کہ دیا۔

اور دوسری روایت میں کچھ اور پہلو کے اخلاق کو مد نظر رکھ کر ۲۵ کہہ دیا۔ اور
تیسری روایت میں کسی اور پہلو کے اخلاق کو پیش نظر رکھ کر ۲۶ یا ۲۷ یا ۲۸ وغیرہ
کہہ دیا گیا۔ اسلئے اس تعداد کے اختلاف کو موضوع بحث بنانے کی ضرورت نہیں
(فتح الباری ۱۲/۳۶۲ تا ۳۶۸ مکتبۃ الریاض)

۳۔ نجات کی تیسری چیز خوفِ خدا

وَحَشْيَةُ اللَّهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ: سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ ہلاکت سے نجات دلانے والی تیسری چیز خلوت اور جلوت تنہائی اور جمع
میں اللہ سے ڈرنا، شعب الایمان میں بجائے خشية اللہ کے التَّقْوَى فِي السِّرِّ وَ
الْعَلَانِيَةِ کے الفاظ آئے ہیں یعنی خلوت اور جلوت میں تقویٰ اختیار کرنا کہ
اللہ نے جن چیزوں کو انسان پر حرام کر دیا ہے یا جو چیزیں مشتبہ ہیں اُن سے اپنے
آپ کو بچائے رکھنا اور ان میں سے کسی چیز کی طرف نفس متوجہ ہونے لگے تو خوفِ
خدا سے اُسے ترک کر دینا۔ (شعب الایمان ۵/۲۵۲ حدیث ۷۲۵۲)

کیا خدا کی یاد میں گڑ گڑانے کا وقت نہیں آیا

پچھلی امت کا حال یہ تھا کہ جب اُن کے پاس اللہ کے رسول اور نبی تشریف لاتے
اور کتاب و شریعت بھی ساتھ میں لاتے تو وہ لوگ نبی کی زندگی میں آسمانی
کتاب اور شریعت پر عمل کرتے تھے۔ اور نبی کے بعد جب کچھ عرصہ گزر جاتا تو دینِ
حق کے بار میں اُن کے دل سخت ہو جایا کرتے تھے۔ اور پھر کتاب و شریعت کو
پس پشت ڈال کر گمراہی میں مبتلا ہو جایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ آخر
میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب خاتم الانبیاء حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم

کو رسول بنا کر دنیا میں بھیجا، اب امت محمدیہ کی باری آئی ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کی صحبت میں رہ کر نرم دلی کے ساتھ اللہ اور رسول کے تابع و بند بن جائیں اور اللہ کے ذکر سے خشوع و خضوع اور اس کی خشیت کی صفات سے متصف ہوں اور اس بلند مقام پر پہنچنے جہاں کوئی امت نہ پہنچی تھی پھر اللہ تبارک و تعالیٰ امت کو مخاطب کر کے فرما رہا ہے تم پھلی امت کی طرح ہرگز مت ہونا بلکہ ایمان اور تابعداری میں قائم رہنا، تمہاری ایسی صفت ہونی چاہیے جو تم سے کبھی جدا نہ ہونے پائے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کو جھجھوڑ کر فرمایا کیا ایمان والوں کیلئے ابھی تک وہ وقت نہیں آیا ہے؟ کہ ان کے دل قرآن اور اللہ کی یاد اور اس کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں اور یاد خدا کی وجہ سے ان کے دلوں میں لرزہ پیدا ہو جائے۔ اور نرم دل ہو کر کے گڑا گڑانے لگے کیا مسلمان ابھی تک خواب غفلت میں مبتلا ہیں؟ اگر ایسا ہوگا تو یاد رکھو کہ پھلی امت کا کیا حال ہوا دیکھ لو، اسلئے خلوت اور جلوت ہر حال میں خوف خدا کی وجہ سے تمہارے اوپر گریہ طاری ہونا چاہیے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

الْمَيَّانِ لِلَّذِينَ آمَنُوا
أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ
وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا
كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ
قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ
فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ
مِّنْهُمْ فَسِقُونَ ۝ (سورہ حدید)

کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا ہے کہ جس میں اللہ کی یاد سے اور اس برحق قرآن سے جو اتر رہا ہے ان کے دل گڑا گڑائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوں جن کو اس سے پہلے کتابیں ملی تھیں پھر ان پر لمبا عرصہ گزرا تو ان کے دل کتاب و شریعت کے خلاف سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے لوگ فاسق اور نافرمان ہو گئے۔

خوف خدا کی وجہ سے جلا کر رکھ کر نیکی وصیت اور نجات

بخاری اور مسلم میں حضرت حذیفہ اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے ایک لمبی حدیث شریف مروی ہے۔ حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہے کہ پھلی امت میں ایک شخص ایسا تھا جس کو اللہ نے دولت بھی اور اولاد بھی دے رکھی تھی اس کو اپنی آخری عمر میں یہ احساس پیدا ہوا کہ میں نے تو بہت بڑے بڑے گناہ کر رکھے ہیں، اگر اللہ نے میرے اوپر قدرت پالی تو پھر میری خیر نہیں، پتہ نہیں کیا کیا اور کس کس طریقہ سے مجھے عذاب دیگا؟ جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنی اولاد کو جمع کر کے کہا کہ بتاؤ میں تمہارا کیسا باپ ہوں؟ تو سب نے کہا، بہت اچھے باپ ہیں۔ تو باپ نے اپنی اولاد کو اس بات کی وصیت کی کہ میری موت کے بعد تمہیں یہ کام کرنا ہے کہ لکڑیاں اکٹھا کر کے میری نعش کو جلا کر رکھ کر دینا، پھر اس میں سے کچھ حصہ بحر سمندر میں بکھیر دینا اور کچھ حصہ کو جب تیز ہوا چلے تو ہوا میں اڑا دینا تاکہ نہ میری لاش اور نہ میرا جسم باقی رہے گا اور نہ ہی میرے اوپر خدا کا عذاب ہو سکے گا۔ تو اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد نے وصیت کے مطابق اسی طرح عمل کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے تمام اجزاء کو جمع کر کے اس کو زندہ کرے گا پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ تو وہ کہے گا کہ اے اللہ مجھے زیادہ معلوم ہے کہ میں تیرے عذاب سے کس قدر ڈرتا ہوں، میں نے ایسا اس لئے کیا ہے کہ مجھے تیرے عذاب کا بہت زیادہ ڈر ہے۔ اور تیرا عذاب میری اس حرکت سے زیادہ سخت اور خطرناک ہو گا۔ اس لئے میں نے تیرے عذاب کے خوف سے بچنے کیلئے ایسی حرکت کی ہے، تو اللہ تبارک و تعالیٰ کہے گا کہ اگر میرے خوف

و خشیت کی وجہ سے تم نے ایسا کیا ہے تو میں تمہاری مغفرت کر دیتا ہوں اور یہی خشیت تمہارے لئے مغفرت کا ذریعہ ہے۔ یہ حدیث شریف بخاری شریف میں آٹھ مقامات میں اور مسلم شریف میں دو مقام پر موجود ہے اس میں سے ایک مختصر ٹکڑا یہاں نقل کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ إِذَا مَاتَ فَأَحْرَقُوهُ وَادْرَوْهُ نِصْفَهُ فِي الْبَرِّ وَنِصْفَهُ فِي الْبَحْرِ قَوْلَ اللَّهِ لِيَنْ قَدْ رَأَى اللَّهُ عَلَيْهِ لِيُعَذِّبَهُ عَذَابًا لَا يُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ فَأَمَرَ اللَّهُ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِيهِ وَأَمَرَ الْبَرَّ فَجَمَعَ مَا فِيهِ ثُمَّ قَالَ لِمُ فَعَلْتَ قَالَ مِنْ خَشْيَتِكَ وَأَنْتَ أَعْلَمُ فَغُفِرَ لَهُ۔

(بخاری شریف ۲/۱۱۱۷ حدیث ۷۲۰۵)

۲۹۵/۱ حدیث ۳۳۵۹ = ۳۹۵/۱

حدیث ۳۳۶۲ = ۳۹۵/۱ حدیث ۳۳۶۲

۲/۹۵۹ حدیث ۶۲۳۱ = ۱۰۵۶/۲

حضرت ابو ہریرہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ پھیلی امت میں ایک شخص نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا، جب وہ شخص مرا تو اس کی وصیت کے مطابق لوگوں نے اس کو جلا کر راکھ کر دیا اور نصف راکھ خشکی میں اڑا دی اور نصف حصہ سمندر میں بہا دیا تو اللہ کی قسم اگر اللہ اس پر قادر ہو جائے تو اسے ایسا عذاب دیگا کہ مخلوق میں سے کسی کو ایسا عذاب نہیں دیگا تو اللہ سمندر کو حکم کریگا تو وہ اپنے اندر کے تمام ذرات کو جمع کر دیگا اور خشکی کو حکم کریگا تو وہ بھی اپنے اندر کے تمام اجزاء کو جمع کر دیگی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو وہ کہے گا کہ اے اللہ صرف تیرے ڈر کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ اور تو زیادہ جانتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیگا۔

حدیث ۶۸۲۷ = ۱۱۸/۲ حدیث ۷۲۰۷ = مسلم شریف ۲/۳۵۶ ، ۲/۳۵۷

تین چیزیں گناہوں کے لئے کفارہ

ثَلَاثُ كَفَّارَاتٍ، سید الکونینؑ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں انسان کے گناہوں کیلئے کفارہ اور معافی کا ذریعہ ہیں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو عملی زندگی میں داخل کر نیکی ترغیب دی ہے اور ان میں سے ایک ایک کی بے شمار فضیلتیں مختلف مواقع میں بیان فرمائی ہیں۔

انتظار الصلوة بعد الصلوة
سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ گناہوں سے کفارہ کی پہلی چیز

نے تین چیزوں کو گناہوں کیلئے کفارہ اور معافی کا ذریعہ بتلایا ہے۔ ان میں سے پہلی چیز ایک نماز کے بعد دوسری نماز کیلئے انتظار کرنا ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو شخص مسجد میں با وضو بیٹھ کر نماز

نماز کے انتظار سے نماز کا ثواب

کا انتظار کرتا ہے تو اس کا یہ پورا وقت نماز میں شمار ہوگا۔ اور نماز کا پورا پورا ثواب اس کو حاصل ہوگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بندہ مومن کو اس وقت تک نماز میں شمار کیا جائیگا جب تک مسجد میں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرتا ہے بشرطیکہ اس کا وضو باقی رہے حدیث لاحقہ نہ ہو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَوةٍ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ مَا لَمْ يُحْدِثْ .

(بخاری شریف ۱/۳۰ حدیث ۱۷۶۷)

نماز کا انتظار کر نیوالے کیلئے ملائکہ رحمت کی مغفرت کی دُعا

بخاری شریف میں ایک حدیث شریف متعدد مقامات میں مذکور ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ رحمت بندہ مومن کے لئے اس وقت تک رحمت کی دعا کرتے ہیں جب تک وہ اپنے مصلے پر با وضو بیٹھا رہے۔ اور اس طرح دعا کرتے ہیں: اے اللہ اس بندہ کی مغفرت فرما، اے اللہ اس بندہ پر رحمت نازل فرما۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَصَلَاةٍ الَّتِي صَلَّى فِيهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ تَقُولُ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اَللّٰهُمَّ اَرْحَمْهُ. (بخاری شریف ۱/۶۲۰)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم کا ارشاد ہے کہ بیشک ملائکہ رحمت تم میں سے کسی کیلئے اُس وقت تک رحمت کی دعائیں کرتے ہیں جب تک کہ وہ اس مصلیٰ پر موجود رہے جس میں اُس نے نماز ادا کی ہے اور رحمت کی دعا کا سلسلہ اس وقت تک باقی رہیگا کہ جب تک اس کو حدث لاحق نہ ہو جائے۔ اور ان الفاظ سے دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحمت نازل فرما۔

حدیث ۴۴۰، ۱/۹۰ (حدیث ۶۵۰)

نماز کے انتظار کرنے والے کیلئے عرش کے سایہ کی بشارت

نیز بخاری شریف ۱/۹۱ حدیث ۶۵۱ میں ایک لمبی حدیث شریف ہے۔ جس میں سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن عرش کا سایہ حاصل ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ اس حدیث شریف کا مکمل خلاصہ حضرت عقبہ بن عامرؓ

کوسات باتوں کی وصیت کے عنوان کے ذیل میں نقل کیا ہے۔ اس میں ایک شخص وہ بھی ہے جو ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتا ہے۔ اور وہ کاروبار میں مشغول رہتا ہے اور اس کا دل نماز کے انتظار میں مسجد میں اٹکا رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو قیامت کی ہولناکی کی حالت میں غرش کا سایہ عطا فرمائے گا۔

۲ گناہوں سے کفارہ کی دوسری چیز ٹھنڈے پانی سے وضو

وَأَسْبَاغُ الْوُضُوءِ فِي السَّبَرَاتِ : سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ سخت ترین سردی کے زمانہ میں ٹھنڈے پانی سے کامل وضو کرنا گناہوں سے کفارہ کا ذریعہ ہے۔

تین چیزوں سے گناہ معاف اور درجات بلند

مسلم شریف اور ترمذی شریف میں ایک روایت مروی ہے، آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے اعمال سے اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور ان کے درجات بلند کرتا ہے، اور جنت کے اعلیٰ مقامات ان کو عطا فرماتا ہے۔

۱۔ اِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ : سخت ناگواری اور مشقت کی حالت میں کامل وضو کرنا، جیسا کہ سخت سردی کے زمانہ میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا بڑی محنت اور مشقت کا کام ہوتا ہے۔ اسلئے اللہ نے اس کا اجر بھی بہت بڑا معترف فرمایا ہے۔

۱۔ وَكَثْرَةُ الْخَطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ، مسجد میں دُور سے چل کر آنا۔ جتنی دُور سے چل کر آنا ہوگا اتنا ہی ثواب میں اضافہ ہوگا۔ ایک ایک قدم پہ ایک ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔ اور ایک ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے۔

۲۔ وَانتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ: ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ جب آدمی ایک نماز پڑھ کر اپنے کاروبار میں مشغول ہو جائے اور اس کا دل دوسری نماز کے انتظار میں مسجد میں اٹکا رہتا ہے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور اس کے درجات بلند کرتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں اور گناہوں کو مٹا دیگا اور درجات کو بلند کر دے گا۔ تو صحابہ نے کہا، کیوں نہیں یا رسول اللہ! ضرور ارشاد فرمائیے۔ تو حضورؐ نے فرمایا سخت سردی کی ناگواری میں کامل وضو کرنا اور مسجد میں دُور سے چل کر آنا، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، اس کی فضیلت کا وہ مقام ہے جو سرحدِ اسلام کی حفاظت کا ہوتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَلِكُمْ الرِّبَاطُ۔

{ مسلم شریف ۱/۱۲۷ }
{ ترمذی شریف ۱/۱۸۸ }

۳ گناہوں سے کفارہ کی تیسری چیز پیدل چلکر جماعت میں شرکت

وَنَقَدُ الْاَفْئِدَامَ اِلَى الْجَمَاعَةِ: سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ گناہوں سے کفارہ کی تیسری چیز یہ ہے کہ پیدل چلکر مسجد میں آکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے۔ بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے ایک لمبی روایت منقول ہے کہ قبیلہ بنو سلمہ مسجد نبوی سے کافی دور رہتا تھا، ان کا قبیلہ اسی جگہ آباد تھا جہاں پر اس وقت مسجد قبلتین قائم ہے۔ حجاج کرام جب مدینۃ المنورہ پہنچتے ہیں وہ مسجد قبلتین بھی جاتے ہیں۔ جہاں پر بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی جا رہی تھی اور اثنائے صلوٰۃ قبلہ بدلنے کا حکم نازل ہوا تو نماز ہی کے اندر کعبۃ اللہ کی طرف رخ پھیر لیا گیا۔ اس قبیلہ نے رسول اکرم ﷺ سے گزارش کی کہ یا رسول اللہ ہم لوگ مسجد نبوی سے کافی دور رہتے ہیں۔ ہر نماز وہاں سے آکر آپ کے پیچھے آسانی سے نہیں پڑھ سکتے۔ لہذا آپ ہم کو اجازت دیجئے تاکہ مسجد نبوی سے قریب آکر ہم لوگ آباد ہو جائیں۔ اور پانچوں نمازیں آپ کے پیچھے پابندی کے ساتھ پڑھ سکیں۔ تو اس پر آپ نے ارشاد فرمایا اے بنو سلمہ کے لوگو! تم اپنے علاقہ میں آباد رہو، اور وہاں سے چل کر آنے کا ثواب تم کو الگ سے ملا کریگا۔ اور تم کو ایک ایک قدم کا ثواب اللہ تعالیٰ الگ سے عطا فرمائے گا۔ (بخاری ۹۰/۱)

یہ حدیث شریف بخاری شریف میں کئی مقامات میں موجود ہے۔ یہاں صرف اردو ترجمہ اور مفہوم لکھ دیا ہے۔

جماعت کی فضیلت اور گناہوں کا کفارہ | ایک حدیث شریف بخاری شریف میں

متعدد مقامات میں ہے آقاؐ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جماعت کی ایک نماز کا ثواب اپنے گھر اور رہائش گاہ کی نماز سے ۲۵ درجہ بڑھا ہوا ہے۔ اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے تنہائی کی ۲۵ نمازوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ۲۴ نمازوں کے برابر ثواب اور فضیلت وارد ہوئی ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب آدمی اچھی طرح وضو کر کے جماعت کے ساتھ نماز کے ارادہ سے مسجد کے لئے روانہ ہو جائے تو ایک ایک قدم پر ایک ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک ایک گناہ معاف کر دیا جائیگا۔ پھر جب وہ نماز سے فراغت حاصل کر لیتا ہے تو ملائکہ رحمت اس کے لئے اس وقت تک رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے مصلے پر بیٹھا رہیگا۔ یا نماز کا انتظار کرتا رہے گا۔ اور اس طرح سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اپنے اس بندہ پر رحمت نازل فرما، اے اللہ اپنے اس بندہ کی مغفرت فرما۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی جماعت کی ایک نماز اس کے گھر اور اس کے بازار کی رہائش گاہ کی نماز پر ۲۵ درجہ بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور یہ اس طور پر ہے کہ جب اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد کی طرف صرف نماز کے لئے نکلے تو وہ کوئی قدم نہیں اٹھائے گا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ صَلَوةُ الرَّجُلِ فِي
الْجَمَاعَةِ تَضَعُ عَلَى صَلَوةِهِ
فِي بَيْتِهِ وَفِي سُوقِهِ خَمْسَةَ وَ
عِشْرِينَ ضِعْفًا وَذَلِكَ أَنَّهُ
إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ
ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ
إِلَّا الصَّلَوةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً

إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ
وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ فَإِذَا
صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي
عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ اللَّهُمَّ
صَلِّ عَلَيْهِ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا
يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ
مَا أَنْتَظَرَ الصَّلَاةَ -

(بخاری شریف ۸۹/۱ حدیث ۶۳۸،

۶۹/۱ حدیث ۴۷۲، ۸۹/۱ حدیث ۶۳۸

۲۸۴/۱ حدیث ۲۰۷۲، ۲۵۸/۱

حدیث ۳۱۲۵)

مگر اس کے ذریعہ سے ایک درجہ
بلند کیا جائے گا اور ایک گناہ مٹا دیا
جائے گا۔ پھر جب نماز پڑھ لیتا ہے
تو ملائکہ رحمت اس کے لئے اس وقت
تک مغفرت کی دعا کرتے ہیں جب تک
وہ اپنے مصلے پر باقی رہے کہ اے اللہ اس پر
کامل رحمت نازل فرما۔ اے اللہ اس پر
رحمت نازل فرما۔ اور تم میں سے ہر ایک اس
وقت تک نماز میں شمار ہوگا جب تک نماز
کا انتظار کرتا رہے گا۔

تین قسم کے اعمال سے درجات بلند ہوتے ہیں

ثَلَاثُ دَرَجَاتٍ : سَيِّدُ الْكُونِينَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نے ارشاد فرمایا
کہ تین قسم کے اعمال ایسے ہیں جن کے ذریعہ سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں
ان میں سے ایک غریبوں اور مہمانوں کو کھانا کھلانا اور دوسرا سلام کو عام
کرنا اور تیسرا رات میں نوافل پڑھنا۔ ہر ایک کی تفصیل ترتیب وار ملاحظہ فرمائیے

۱۔ درجات بلند ہونے کی پہلی چیز | فَأُطْعَمُ الطَّعَامِ !

سَيِّدُ الْكُونِينَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نے ارشاد فرمایا کہ غریبوں، مسکینوں

اور مہمانوں کو کھانا کھلانے سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اور کھانا کھلانے والے کو یہ سمجھنا چاہئے کہ میرا کوئی احسان ان لوگوں پر نہیں ہے جن کو کھانا کھلایا جا رہا ہے بلکہ اللہ کا فضل ہے، اور انہیں لوگوں کا احسان میرے اوپر ہے کہ ان کا رزق تو اللہ نے پہلے ہی پیدا کر رکھا ہے۔ اور اللہ نے مجھے ان کو کھلانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ یہ اس کا فضل ہے اور ان لوگوں کا احسان میرے اوپر یہ ہے کہ اللہ نے جو رزق ان کے لئے مقرر فرمایا تھا اس کو انہوں نے میرے یہاں سے حاصل کرنے کے لئے قدم رنجہ فرمایا۔ ان کا میرے یہاں آنا میرے اوپر احسان ہے۔ ورنہ یہ اپنا رزق کسی اور جگہ سے حاصل کر لیتے اور میں محروم ہو جاتا۔ جو لوگ اس طریقت سے لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بشارت دی ہے۔

مہمان نوازی کرنے والے کیلئے جنت کے بے نظیر مہلوں کی بشارت

مسند احمد بن حنبل اور ابوداؤد میں ابوسعید خدریؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگ بڑے خوش نصیب ہیں، اور اللہ کے یہاں ان کو بے مثال نعمتوں سے نوازا جائیگا۔
۱۔ جو بھی مومن کسی پیاسے مومن کو پانی پلا کر سیراب کریگا اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن ایسے عمدہ ترین مشروبات سے اس کا اعزاز کریگا جو کبھی کسی انسان کے دل پر گزرا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا، نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا۔ اور وہ مشروبات اتنے خالص ہوں گے کہ ان کا ہر گلاس سر بہر ہوگا۔

۱۔ وہ مومن جو کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلاتا ہے اس کو اللہ تبارک و تعالیٰ جنت کے بے نظیر اور بے مثال پھل کھلائے گا۔

۲۔ جو بھی مومن کسی ایسے مسلمان کو کپڑا پہناتا ہے جو لباس کا محتاج ہے اللہ تعالیٰ جنت کے سبز لباس سے اس کا اعزاز کرے گا۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو بھی مومن کسی مومن کو پیاس کی حالت میں پینے کی چیز پلا دیتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ایسے خالص اور عمدہ ترین مشروب پلائے گا جس کے ہر گلاس سر بہر ہوں گے۔ اور جو بھی مومن کسی مومن کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے بے مثال پھل کھلائے گا۔ اور جو بھی مومن کسی ننگے اور ضرورت مند مومن کو کپڑا پہناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا جنت کے سبز لباس سے اعزاز کرے گا۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ أَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَقَى مُؤْمِنًا
شَرْبَةً عَلَى ظَمَأٍ سَقَاهُ اللَّهُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الرَّحِيقِ
الْمَخْتُومِ وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ أَطْعَمَ
مُؤْمِنًا عَلَى جُوعٍ أَطْعَمَهُ اللَّهُ
مِنْ شِمَارِ الْجَنَّةِ وَأَيُّمَا
مُؤْمِنٍ كَسَا مُؤْمِنًا ثَوْبًا عَلَى
عُرَى كَسَاهُ اللَّهُ مِنْ خُصْرِ
الْجَنَّةِ۔

(مسند احمد بن حنبل ۳/ ۱۳، نسخہ رقم ۱۱۱۷)

ابوداؤد میں لفظ مومن کی جگہ مسلم کا لفظ

ہے (۲۳۶/۱)

چار قسم کے لوگوں کیلئے جنت کے اعلیٰ ترین بالائے کائنات کی بشارت

ترمذی شریف اور مسند امام احمد بن حنبل میں ایک تفصیلی حدیث شریف ہے کہ ایک دفعہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ سے فرمایا کہ جنت میں ایک بالاخانہ ہے۔ وہ عجیب و غریب عجائبات کا حامل ہے۔ اس کے اندر سے باہر کی سب چیزیں نظر آئیں گی، اور اس کے باہر سے اندر کی سب چیزیں نظر آئیں گی۔ ایسا شاندار اور دلفریب ہوگا کہ ہر دیکھنے والا اس کو دیکھنے کے بعد ہر چیز بھول جائیگا۔ جب آپؐ نے ایسے بالاخانہ کا تذکرہ فرمایا تو ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایسا عمدہ ترین بالاخانہ کس کے لئے ہوگا۔ وہ کونسے خوش نصیب لوگ ہیں جو اس کے مالک ہونے والے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار قسم کے لوگوں کو اس طرح کے بالاخانے نصیب ہوں گے۔

۱۔ مَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ: جو شخص عمدہ بات کرتا ہے اور اس کی گفتگو سے ہر ایک کو خوشی ہوتی ہے، اور ہر ایک کو فائدہ ہوتا ہے، کبھی دلخراشی کی بات نہیں کرتا۔

۲۔ مَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ: جو شخص لوگوں کی مہمان داری کرتا ہے اور غریبوں اور ڑوسیوں کا خیال کرتا ہے، کسی مہمان کے آنے پر کبیدہ خاطر نہیں ہوتا بلکہ خوش ہو جاتا ہے۔

۳۔ وَادَامَ الصِّيَامَ: اکثر و بیشتر نفل روزہ رکھنے کا عادی، مہینہ میں ایامِ بیض کے تین روزے۔ تیرہویں، چودھویں، پندرہویں تاریخ کو ایامِ بیض کہا جاتا ہے۔ اوپر اور جمعرات کا روزہ۔ ان ایام کے روزوں کی حدیث پاک میں

بے شمار فضیلت آئی ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ تسلسل کے ساتھ روزہ رکھا جائے۔ بلکہ اس کی مانعت آئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن ایام میں روزہ رکھنا حدیث سے ثابت ہے، پابندی کے ساتھ ہمیشہ ہر مہینہ کے ان ایام میں روزہ رکھتا رہے، جیسا کہ اوپر ان ایام کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

عَنْ وَصَلَى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسِ نِيَامٌ: جو شخص رات میں ایسے وقت اٹھ کر تہجد اور نوافل میں لگ جاتا ہے جس وقت سونے میں سب لوگ مشغول ہو جائیں اللہ تبارک و تعالیٰ کو اس طرح تنہائی کی عبادت بہت زیادہ پسند ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت علیؑ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیشک جنت میں ایک ایسا دلفریب بالاخانہ ہے کہ اس کے اندر سے باہر کی چیزیں دکھائی دیں گی، اور باہر سے اندر کی چیزیں دکھائی دیں گی، تو ایک دیہاتی کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسول یہ کس قسم کے لوگوں کے لئے ہے، تو آپؐ نے فرمایا اُن لوگوں کیلئے ہے جو اچھی باتیں کرتے ہیں، اور لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور اکثر روزہ رکھتے ہیں، اور رات میں اس حالت میں نماز پڑھتے ہیں جبکہ سب لوگ سو گئے ہوں۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا تَرَى ظُهُورَهَا مِنْ بَطُونِهَا وَبَطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا فَقَامَ اعْرَابِيٌّ فَقَالَ لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ وَأَدَامَ الصِّيَامَ وَصَلَّى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسِ نِيَامٌ۔

(مسند امام احمد بن حنبل ۱۹/۲)

مہمان، میزبان کی کھوج کرید نہ کرے

حدیث میں آیا ہے جب کوئی شخص کسی مسلمان بھائی کے یہاں بطور مہمان قیام کرے تو مہمان کے لئے یہ روا نہیں ہے کہ میزبان کی روزگار سے متعلق کھوج کرید کرے۔ جب مہمان کو یہ معلوم ہے کہ یہ مسلمان ہے اور اس کی کمائی کے بارے میں اندرونی کیا معاملات ہیں، تو ایسی صورت میں مہمان کے لئے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ مہمان، میزبان کے بارے میں کھوج کرید کرے۔ بلکہ جو بھی کھانے کی چیز سامنے پیش کرے اس کو حلال سمجھ کر خوشی سے کھالے۔ اور یہ کھوج نہ لگائیں کہ یہ کس کمائی کا کھانا ہے۔ کس قسم کی آمدنی سے حاصل ہوا ہے۔ اس طرح کی باتوں میں نہ پڑے۔ چپ چاپ کھالے۔ اور جب کچھ مشروبات پینے کے لئے پیش کئے جائیں تو اس کے بارے میں یہ نہ پوچھا جائے کہ کس قسم کے پیسے سے لایا اور کس قسم کی کمائی سے حاصل کیا ہے۔ اس طرح کی کھوج میں بڑنا مہمان کے لئے جائز نہیں ہے۔ بلکہ مہمان کے آداب میں سے یہ ہے کہ میزبان کی عزت رکھے، جس طرح میزبان، مہمان کی عزت کا خیال رکھتا ہے جو مشروبات سامنے آجائیں اُن کو بلا تردد پی لے۔ ہاں البتہ اگر مخصوص کھانا یا مخصوص مشروبات کا پرہیز ہے تو نہ کھانے اور نہ پینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو سُریرہؓ نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے یہاں بطور مہمان پہنچ جائے پھر وہ مسلمان

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ عَلَى أَخِيهِ الْمُسْلِمِ فَأَطْعَمَهُ

کھانا پیش کرے تو اس کے کھانے میں سے
چاہئے کہ ضرور کھالے، اور میزبان سے اس
کھانے کے متعلق یہ نہ پوچھے کہ کیا ہے اور کہا
سے آیا ہے۔ اور اگر کچھ پینے کے مشروبات
پیش کر دے تو اس میں سے ضرور پی لے اور
یہ نہ پوچھے کہ یہ کہاں سے آیا ہے۔

طَعَامًا فَلْيَاكُلْ مِنْ طَعَامِهِ
وَلَا يَسْأَلْهُ عَنْهُ فَإِنْ سَقَاهُ
شَرَابًا مِنْ شَرَابِهِ فَلْيَشْرَبْ
مِنْ شَرَابِهِ وَلَا يَسْأَلْهُ عَنْهُ۔

(مسند احمد بن حنبل ۲/۳۹۹)

(حدیث ۹۱۷۳)

تین دن کی مہمان داری اور یوم الجائزہ

حدیث پاک میں آیا ہے کہ مہمان داری کا سلسلہ تین دن تک رہنا چاہئے۔
یہ میزبان کا فریضہ ہے کہ تین دن تک ایک مہمان کی مہمان داری کرے۔ ہاں البتہ
مہمان خود ہی رہنا نہ چاہے، ایک دن یا دو دن کے بعد چلا جاتا ہے تو یہ مہمان
کو اختیار ہے۔ اور کسی کو اصرار کر کے اور دباؤ ڈال کر بطور مہمان روکے رکھنا بھی
مناسب نہیں ہے۔ کیا خبر ہے کہ اس کے پیچھے اس کی کیا ضروریات ہیں۔
اس لئے کوئی جلدی جانا چاہے اس کو اختیار دیدینا چاہئے۔ اور خوش اخلاقی
سے اس کو رخصت کر دینا چاہئے۔ اور اگر کوئی مہمان تین دن تک رہتا ہے تو
اس کی مہمان داری کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے دن کھلانے پلانے میں کچھ
پر تکلف انداز اختیار کیا جائے کہ میزبان کے یہاں روزانہ کے معمول کے
مطابق جو کھانا بنتا ہے اس سے عمدہ کھانا مہمان کو پہلے دن کھلایا جائے۔
اسلئے مہمان داری کے پہلے دن کو یوم الجائزہ کہا جاتا ہے (النعام اور تذرانہ کا
دن) پر تکلف کھانا کھلانا بھی انعام اور تذرانہ ہے۔ اور اگر میزبان مزید

کچھ کر سکتا ہے تو وہ اس کے اختیار میں ہے۔ اور اس کے بعد دوسرے اور تیسرے دن معمول کا کھانا کھلایا جائے جو روزانہ میزبان کے یہاں بنتا ہے۔ اسکے بعد جب مہمان رخصت ہونے لگے تو اثنائے سفر کھانے کے لئے ایک دن کا تو شرابانہ ہمارے اس کو دیدیا جائے۔ تاکہ راستہ میں کھانے پینے میں تسلی نہ ہو۔ اور اگر کوئی مہمان تین دن سے زائد رہتا ہے اور میزبان اس کو بخوشی کھلاتا پلاتا ہے تو وہ صدقہ کے درجہ میں ہے۔ مگر مہمان کو بھی یہ نہیں چاہئے کہ کسی کے یہاں پڑ جائے اور پھر جانے کا سوال نہ ہو، اور میزبان اور اسکے گھر والے مہمان کی وجہ سے تسلی میں مبتلا ہو جائیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو شریح عدوی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث اس حالت میں سُنی ہے کہ اس وقت میری آنکھوں نے آپ کو دیکھا ہے اور جس وقت آپ نے کہا تو میرے کانوں نے آپ کی بات سُنی آپ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔ آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو چاہیے کہ اپنے مہمان کا اعزاز کرے یوم الجائزہ کے ذریعہ سے، تو صحابہؓ نے پوچھا جائزہ کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ ایک دن اور ایک رات ممتاز مہمان داری، اور ضیافت تین دن کی ہوتی ہے۔ اور تین دن کے بعد جو کچھ کھلائے گا وہ صدقہ ہوگا۔

عن ابی شریح العدوی
انہ قال ابصرت عینای
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وسمعتہ اذ نای حین تکلم
بہ قال من کان یؤمن باللہ
والیوم الآخر فلیکرم
ضیفہ جائزۃ قالوا وما
جائزۃ قال یوم و لیلة
قال والضیافة ثلاثة
ایام وما کان بعد ذلک
فہو صدقۃ۔

۵۸۹۷

(ترمذی ۱۸/۲، بخاری ۹۰۶/۲ حدیث)

۹۵۹/۲ حدیث ۶۲۲۷

ایک دوسری روایت میں ہے کہ مہمان، میزبان کے یہاں پڑا نہ رہے جس سے میزبان کے گھروالے تنگی محسوس کرنے لگیں۔ روایت ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي شَرِيحٍ الْكَعْبِيِّ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ الصِّيَافَةُ ثَلَاثَةٌ
أَيَّامٌ وَجَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَكَلِيلَةٌ
وَمَا أَنْفَقَ عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ
فَهُوَ صَدَقَةٌ وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ
يَتَوَى عِنْدَهُ حَتَّى يَحْرَجَهُ.

(ترمذی ۲/۱۸)

حضرت ابو شریح فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صیافت تین دن ہے اور جائزہ یعنی پُر تکلف ممتاز مہمان داری ایک دن ایک رات ہے۔ اور تین دن کے بعد جو کچھ خرچ کریگا وہ صدقہ ہے اور مہمان کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ میزبان کے یہاں پڑ جائے یہاں تک کہ میزبان کو تکلیف پہنچنے لگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمانداری

هَذَا أَتُكَ حَدِيثُ صَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمَيْنِ. (سورۃ ذریت آیت ۲۱)
(کیا آپ کے پاس حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باعزت مہمانوں کی بات پہنچی ہے۔) — حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں حضرت ابراہیمؑ کی مہمانداری بہت زیادہ مشہور ہے۔ اور تفسیر کی کتابوں کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمانداری سے متعلق لمبے لمبے واقعات مذکور ہیں۔ تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سب سے پہلے وہ انسان ہیں جنہوں نے مہمانداری کی سنت کو رائج فرمایا ہے۔ اس لئے مہمانداری حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہم اور مشہور ترین سنتوں میں سے ہے۔ بغیر مہمان کے حضرت ابراہیمؑ

کھانا نہیں تناول فرماتے تھے۔ اور سورۃ ذاریات کی جس آیت کریمہ کا اُور حوالہ دیا گیا ہے اس میں ملائکہ کی ایک جماعت کی مہمانداری کا ایک عبرتناک واقعہ مذکور ہے جو سورۃ ذاریات کی متعدد آیتوں کو شامل ہے۔ (تفسیر قرطبی ۲۳/۹)

نیز حدیث پاک کے اندر جگہ جگہ مہمانداری اور مہمانوں کے اعزاز کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اعزاز کرے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو مہمان کا اعزاز کرنا چاہئے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ۔

(بخاری شریف ۲/۹۰۸)

(حدیث نمبر ۵۹۰)

مہمانداری کا عبرت انگیز واقعہ

بخاری شریف میں ایک حدیث متعدد مقامات میں مذکور ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا کہ بھوک اور پیاس کی شدت نے پکڑ رکھا ہے، تو آپ نے اپنی ازواج مطہرات کے پاس بھیجا کہ ان میں سے کسی کے یہاں کھانے کی کوئی چیز ہو تو اس غریب کو کھلا دے، مگر نو ازواج مطہرات میں سے کسی کے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جو اس مہمان کو کھلائی جاسکے، نہ کوئی پھل ملا، نہ کوئی کھجور ملی، نہ روٹی کا ٹکڑا اور نہ ہی کوئی ستو کا گلاس، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نو مکانات میں سے ایک میں

بھی کوئی چیز کھانے کی موجود نہ تھی۔ یہ بڑی عبرت کی بات ہے۔ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے درمیان اعلان فرمادیا کہ آپ میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو صرف آج کی رات اس ایک شخص کی مہمان داری کر سکے۔ اور جو شخص مہمان نوازی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کی بارش نازل کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان سے ایک انصاری کھڑے ہو کر کہنے لگے یا رسول اللہ اس کی مہمانداری میں کروں گا۔ چنانچہ اس کو اپنے گھر لیجا کر بیوی سے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں ان کا اعزاز کیجئے، اور ان سے بچا کر کوئی چیز جمع نہ کیجئے۔ تو بیوی نے کہا اللہ کی قسم صرف بچوں کے کھانے کے لئے تھوڑی سی چیز ہے، اسکے علاوہ گھر میں کچھ بھی نہیں ہے۔ تو بیوی سے کہا کہ جب بچے شام کو کھانا مانگنے لگیں تو ان کو بہلا پھسلا کر سلا دو، اور جو کچھ ہے اس کو مہمان کے سامنے رکھ دو، اور چراغ ٹھیک کرنے کے بہانہ سے چراغ بجھا دینا اور مہمان سے اندھیرے میں کھاتا جائے، اور ہم لوگ پیٹ میں کچھ کپڑا وغیرہ باندھ کر رات گزاریں گے۔ چنانچہ اسی طریقہ سے جو گھر میں تھا مہمان کو کھلا دیا، بچوں کو بھوکا سلا دیا، اور میاں بیوی دونوں نے اپنے پیٹ پر کچھ کپڑا وغیرہ باندھ کر رات گزاری۔ جب یہ انصاری صحابی صبح کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں مرد اور عورت سے اللہ بہت خوش ہے۔ اور انہیں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ حشر کی یہ آیت نازل فرمائی: **يُؤْتِيهِمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ** اپنی جان اور نفس پر دوسروں کے لئے ایسا کر رہے ہیں، اگرچہ خود وہ لوگ بھوک و پیاس سے ضرورت مند ہوں۔ یہ انصاری صحابی حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی حضرت ام سلیم تھیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَنِي
رَجُلٌ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلُ
اللهِ أَصَابَنِي الْجُحْدُ فَأَرْسَلْ
إِلَى نِسَائِهِ فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُنَّ
شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا رَجُلٌ
يُضَيِّفُ هَذَا اللَّيْلَةَ يَرْحَمُهُ
اللهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ
فَقَالَ أَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ
فَذَهَبَ إِلَى أَهْلِهِ فَقَالَ
لِامْرَأَتِهِ صَيِّفْ رَسُوْلَ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تَدْخِرِيْهِ شَيْئًا وَتَاَلَتْ
وَاللهُ مَا عِنْدِي إِلَّا تَوْتُ
الصَّبِيَةِ قَالَتْ فَإِذَا أَرَادَ
الصَّبِيَةِ الْعِشَاءَ فَتَوَامِيهِمْ
وَتَعَالَى فَأَطْفَأَ السِّرَاجَ
وَنَطَوَى بَطْوَنَ اللَّيْلَةِ
فَفَعَلَتْ ثُمَّ غَدَا الرَّجُلُ عَلَى

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگا
کہ بھوکے پیاس کی مشقت مجھے لاحق ہے۔ آپ
نے ازواجِ مطہرات کے پاس بھیجا تو ان کے
پاس کوئی چیز نہ ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا، ہے کوئی شخص جو آج کی رات اس
آدمی کی مہمانداری کرے۔ اللہ تعالیٰ اس پر
رحم کریگا۔ تو ایک انصاری صحابی کھڑے
ہو کر کہنے لگے میں تیار ہوں۔ تو انہوں
نے اپنی بیوی کے پاس لیجا کر بیوی سے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں
ان کا اعزاز کیجئے ان سے کوئی چیز
بچا کر نہ رکھئے۔ بیوی نے کہا کہ میرے
پاس بچوں کے کھانے کیلئے تھوڑی سی چیز ہے
اُس کے علاوہ کچھ نہیں۔ تو شوہر نے کہا جب
بچے شام کو کھانا کھانا چاہیں تو اُن کو
بہلا کر سلا دو۔ اور کھانا لا کر مہمان کے سامنے
رکھو پھر چراغ بجھا دو تاکہ مہمان بلا تردد
کھالے اور ہم لوگ آج کی رات پیٹ میں کپڑا
باندھ کر گزاریں گے چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ لَقَدْ عَجِبَ اللَّهُ أَوْضَحَكَ
مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانَةٍ فَأَنْزَلَ
اللَّهُ وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

(بخاری شریف ۲/۲۵۷ حدیث نمبر ۲۷۷۱)

(بخاری شریف ۱/۵۳۵ حدیث نمبر ۲۶۶۱)

پھر صبح کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
فلاں مرد اور فلاں عورت سے بہت خوش
ہے۔ اور ان سے نہیں رہا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے
سورۃ حشر کی یہ آیت نازل فرمائی کہ وہ
لوگ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں
اگرچہ ان کیساتھ ضرورت اور بھوک لاحق ہو

مہمان کی خاطر نفل روزہ توڑنے کی اجازت

اللہ کے یہاں مہمان کا اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اس کی خاطر نفل روزہ توڑ دینے
کی اجازت ہے کہ اگر مہمان کو تنہا کھانا کھانے میں تکلف کا اندیشہ ہے، اور
میزبان کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں مہمان کو کوئی تکلیف نہ ہوگی وہ خوشی کے ساتھ
کھانا کھائیگا تو ایسی صورت میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ میزبان اپنا نفل
روزہ توڑ کر مہمان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائے اور بعد میں ایک روزہ
قضا کرے۔ اس مضمون کی ایک لمبی حدیث شریف بخاری شریف میں حضرت
سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے یہاں
مہمانداری سے متعلق ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے نفل روزہ توڑ کر حضرت
سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھانے میں شرکت فرمائی۔ (بخاری شریف ۲/۹۶۲ حدیث نمبر ۵۹۰۱)
اور ہم یہاں اختصار کے لئے داری قطنی شریف کی ایک روایت نقل کر دیتے ہیں۔ تو
نصب الراية میں بھی موجود ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
صَنَعَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
طَعَامًا فَدَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ فَلَمَّا
أَتَى بِالطَّعَامِ تَخَنَّى رَجُلٌ مِنْهُمْ
فَقَالَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا لَكَ؟
قَالَ إِنِّي صَائِمٌ فَقَالَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ تَكَلَّفَ أَخُوكَ وَصَنَعَ
طَعَامًا ثُمَّ تَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ!
كُلْ وَصُمْ يَوْمًا مَكَانَهُ -

(نصب الراية ۲/ ۴۶۵، دارقطنی کتاب الصوم)
۱۷۷/۲ حدیث ۲۲۱۶، ۲۲۱۸، ۲۲۲۰

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک
نے کچھ کھانا تیار فرمایا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
اور آپ کے اصحاب کو کھانے کی دعوت دی۔

جب کھانا سامنے لایا گیا تو انہیں سے ایک
شخص الگ ہو کر ایک طرف ہونے لگا۔ تو آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے کہا کیا
بات ہے؟ تمہیں کیا عذر ہے؟ تو اس آدمی
نے کہا کہ میں روزہ دار ہوں تو آپ نے
فرمایا کہ تمہارے بھائی نے پر تکلف کھانا
تیار کیا ہے پھر تم کہتے ہو کہ میں روزہ
دار ہوں بس روزہ توڑ کر کھا لو۔ اس کی
جگہ بعد میں ایک روزہ رکھ لیتا۔

نیز مہمان کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ جس کے یہاں مہمان بنا ہوا ہے اس کی
اجازت کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے، اور اگر روزہ رکھ لیتا ہے تو اس کی دلجوئی
کے لئے روزہ توڑ دے اور بعد میں ایک روزہ کی قضا کر لے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جو شخص کسی قوم کے
یہاں مہمان بن جائے تو وہ ہرگز نفل
روزہ نہ رکھے، ہاں البتہ میسر بان کی
بخوشی اجازت سے رکھا جاسکتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَزَلَ
عَلَى قَوْمٍ فَلَا يَصُومَنَّ تَطَوُّعًا إِلَّا
بِإِذْنِهِمْ - (ترمذی ۱۶۲۱ ابن ماجہ ۱۲۶)

یہ ساری تفصیلات اور تشریحات سید اکوین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مختصر جملہ کی وضاحت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تین چیزوں سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں ان میں سے ایک چیز اِطْعَامُ الطَّعَامِ ہے۔ مہمانوں اور غریبوں کو کھانا کھلانا انسان کے درجات بلند ہونے کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اللہ نے جس کو جتنی گنجائش عطا فرمائی ہے وہ اتنی گنجائش کے دائرہ میں رہ کر حتی الامکان مہمانوں اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس نیک عمل کی توفیق عطا فرماتے۔

۲۔ درجات بلند ہونے کی دوسری چیز سلام کو عام کرنا

اِفْشَاءُ السَّلَامِ : اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سلام کو لوگوں کے درمیان عام کرنے سے انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اب ہم اس کے ذیل میں سلام سے متعلق چند ضروری چیزیں ذکر کرتے ہیں۔ شاید اس سے مسلمان بھائیوں کو فائدہ پہنچے۔

سلام کو عام کرو | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

تم اپنے درمیان آپس میں سلام کو خوب رائج کرو، اس سے تمہارے دلوں میں جوڑ پیڑ ابھوگا۔ اور آپ نے آپس میں محبت اور تعلق کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔ اور سلام کے ذریعہ سے آپس میں محبت بڑھتی ہے، اس لئے تم مسلمانوں کے درمیان سلام کو خوب پھیلاتے رہو۔ اس سے تمہارے درجات بلند ہوتے رہیں گے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي
بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ
حَتَّى تَوُفُّوا وَلَا تُؤْمِنُوا
حَتَّى تَحَابُّوا إِلَّا أَدُّكُمْ
أَمْرًا إِذَا أَنْتُمْ فَعَلْتُمُوهُ
تَحَابَبْتُمْ أَفْشَوْا السَّلَامَ
بَيْنَكُمْ۔

(ترمذی شریف ۲/۹۸)

سند احمد بن حنبل ۲/۳۹۱

مسلم شریف ۱/۵۴)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس
کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ تم
اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے
جب تک مومن نہ بن جاؤ گے اور تم اس
وقت تک مومن نہیں بن سکتے جب تک
آپس میں محبت کا ماحول پیدا نہ کرو گے
میں تمہیں ایک ایسا عمل ضرور بتلاؤں گا
کہ جب تم اس عمل کو کر گزرو گے تو
تمہارے درمیان محبت پیدا ہوگی وہ
عمل یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کی خوب
اشاعت کرتے رہو۔

سلام سے دلوں کی صفائی اور آپس میں محبت

حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کو مخاطب
کر کے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اندر پھیلی امت کی بُرائیوں میں سے دو قسم
کی زہریلی بُرائیاں اس طرح داخل ہو جائیں گی کہ ہر آدمی میں وہ دونوں
بُرائیاں نظر آنے لگیں گی۔ آپس میں لین دین، میل جول، رہن سہن ہر
قدم پر وہ دونوں بُرائیاں تمہارے درمیان میں بھی داخل ہو جائیں گی۔
الحسد: دوسرے کی نعمت پر حسد کرنا کہ مجھے ملے یا نہ ملے جو نعمت اس کو

حاصل ہوتی ہے اُس سے زائل ہو جاتے، اس کی آرزو کو حسد کہا جاتا ہے۔ یہ نہایت خطرناک چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

عَلَى الْبَغْضَاءِ وَهِيَ الْحَالِفَةُ لَا أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلَكِنْ تَحْلِقُ الدِّينَ: آپس کا بغض و عناد یہ اتنا خطرناک مرض ہے جو مونڈ کر رکھ دیتا ہے میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ بالوں کو مونڈ کر رکھ دیتا ہے بلکہ دین کو مونڈ کر صفا کر دیتا ہے۔ آپس میں بغض و عناد رکھنے والے کو دین سے کوئی محبت اور تعلق نہیں ہوتا۔

اور اس بغض کی وجہ سے بدترین قسم کی بے دینی آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ دخولِ جنت کیلئے ایمان شرط ہے بغیر ایمان کے جنت میں نہیں جاسکتا۔ اور اسی طرح مومن کامل ہونے کیلئے آپس کی محبت شرط ہے۔ اگر تمہارے اندر ایک دوسرے سے محبت نہیں ہے تو تم کبھی مومن کامل نہیں بن سکتے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دشمنی اور بغض و عناد اور حسد کے مرض کو دور کرنے کیلئے بہترین علاج یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے درمیان سلام کو خوب رائج کرو۔ اور سلام دشمنی کے مرض کو ختم کرنے اور محبت کا ماحول پیدا کرنے کا نہایت خوبصورت علاج ہے۔ اللہ پاک ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اندر پھیلی امت کا مرض داخل ہو جائیگا اور وہ حسد اور بغض کا مرض ہے۔ اور بغض مونڈ کر رکھنے والی چیز ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈ کر صاف کر دینا

عَنْ زُبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأَمَمِ قَبْلَكُمْ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِفَةُ لَا أَقُولُ تَحْلِقُ

الشَّعْرَ وَلَٰكِنْ تَخْلُقُ الدِّينَ
وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا
الْجَنَّةَ حَتَّىٰ تَوْمِنُوا وَلَا
تُؤْمِنُوا حَتَّىٰ تَحَابُّوا
أَفَلَا أُنبِئُكُمْ بِمَا يَثْبُتُ
ذَٰلِكَ لَكُمْ أَفْتُوا السَّلَامَ
بَيْنَكُمْ۔

(ترمذی شریف ۲/۷۷۷)

ہے بلکہ دین کو موٹا کر ختم کر کے بے دین بنا دیتا
ہے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں
میری جان ہے تم اس وقت تک جنت میں داخل
نہیں ہو سکتے جب تک مومن نہ بن جاؤ۔ اور اس
وقت تک مومن نہیں بن سکتے جب تک آپس میں
محبت کا ماحول پیدا نہ کرو گے۔ کیا میں تمہیں
ایسی چیز بتلا دوں جو تمہارے لئے محبت کا
ماحول قائم کر دے۔ وہ یہ ہے کہ تم
آپس میں سلام کو خوب پھیلاؤ۔

امت کو سات چیزوں کا حکم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت
کو سات چیزوں کی وصیت فرمائی۔

- ۱۔ عِيَادَةُ الْمَرِيضِ: اگر کسی مسلمان بھائی کی طبیعت خراب ہو اور بیمار پڑ جائے
تو اس کی عیادت کیلئے جانا اور اس کی دلجوئی کرنا ہر مسلمان پر اسلامی فریضہ ہے۔
- ۲۔ وَاتِّبَاعُ الْجَنَازَةِ: اگر کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین
میں شرکت کرنا اور اسکے پسماندگان کو تسلی دینا یہ بھی اسلامی فریضہ ہے۔
- ۳۔ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ: اگر کسی کو چھینک آجائے تو چھینکنے والے کیلئے مسنون
ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اور سُننے والے پر لازم ہے کہ يَرْحَمُكَ اللّٰہ کہے پھر چھینکنے
والا کہے يَهْدِيْكُمْ اللّٰہ اللّٰہ تعالیٰ تمہیں سیدھا راستہ دکھاتے۔
- ۴۔ اِبْرَارُ الْقَسَمِ: اگر کسی مسلمان نے کسی معاملہ میں قسم کھالی ہے تو اس کو قسم سے
بری کر نیکی کو شیش کرنی چاہیے۔ ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس سے مسلمان کی
قسم ٹوٹ جائے۔

و نصر المظلوم، مظلوم کی مدد، اگر کسی پر ظلم ہو رہا ہے تو مظلوم کی مدد کرنا لازم ہے۔
 ۲ و افشاء السلام سلام کو پھیلانا، اور بعض روایات میں سلام کا جواب دینا
 لازم اور واجب کہا گیا ہے۔ اور سلام کا آپس میں رواج ڈالنا مسلمانوں کے درمیان
 اتفاق و اتحاد کا ذریعہ ہے۔ اسلئے اسکو خوب پھیلانا چاہیئے۔
 ۳ اجابة الداعی: اگر کوئی مسلمان دعوت کرے تو اس کی دُجوئی کیلئے
 دعوت قبول کر لینی چاہیئے۔ بخاری شریف میں اس مضمون کی روایت مختلف
 انداز اور مختلف پیرایہ سے متعدد مقامات میں موجود ہے۔ ان میں سے ایک
 مختصر روایت اختصار کیساتھ یہاں نقل کر دیتے ہیں۔ ——— حدیث شریف
 ملاحظہ فرمائیے۔

برابر بن عازبؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا
 کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سات چیزوں
 کا حکم فرمایا ۱۔ مریض کی عیادت کرنا، ۲۔ جنازہ کی
 تجہیز و تکفین میں شرکت کرنا، ۳۔ چھینکنے والے کا
 یرحمک اللہ کے ذریعہ جواب دینا ۴۔ قسم کھانے
 والے مسلمان کو قسم سے بری کرنا ۵۔ مظلوم کی مدد
 کرنا، ۶۔ سلام کو پھیلانا ۷۔ دعوت
 قبول کرنا۔

عَنْ بَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ
 أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ بِسَبْعِ بَعَادَةِ الْمَرِيضِ
 وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِيتِ
 الْعَاطِسِ وَأَبْرَارِ الْقَسَمِ
 وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ وَافْشَاءِ
 السَّلَامِ وَاجَابَةِ الدَّاعِي۔
 (بخاری ۷/۲، حدیث ۴۹۸۱)

سلام کے مسنون طریقہ سے متعلق سات باتیں یاد رکھنی
 چاہیئے۔

سلام کا طریقہ

۱۔ سلام کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ان الفاظ کیساتھ سلام کیا جائے اَلْسَلَامُ
 عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ اور جواب دینے والے بھی اس طرح کے الفاظ کیساتھ

جواب دیں وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ سلام کے الفاظ کو خوب ظاہر کر کے زور سے سلام کرنا چاہیے۔

۲ ان الفاظ کے ساتھ سلام کرنے سے تیس نیکیوں کا اعلان ہے۔ اور ان الفاظ کیساتھ جواب دینے میں بھی کم از کم تیس نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔

۳ سلام کرنا مسنون ہے اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

۴ سلام کرنے والا اللہ کے نزدیک جواب دینے والے سے زیادہ افضل اور زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

ترمذی شریف میں ایک روایت عمران بن حصین سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ حضورؐ نے کہا دس نیکیوں کا وعدہ ہے۔ دوسرا شخص آیا کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ حضورؐ نے کہا اس کو بیس نیکیاں حاصل ہوں گی۔ تیسرا شخص آیا اس نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَکَاتُهُ حضورؐ نے کہا اس کو تیس نیکیاں حاصل ہوں گی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے — (ترمذی شریف ۹۸/۲)

۵ اگر کسی مجلس میں مسلمان اور غیر مسلم ملے جلے ہیں تو پورے مجمع کو مخاطب کر کے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَکَاتُهُ کہہ دیا جائے اور دل میں مسلمانوں کو سلام کر نیکی نیت ہو۔ (ترمذی ۹۹/۲)

۶ سواری پر چلنے والے پیادل چلنے والے کو سلام کرنے میں اہتدار کریں۔ اور پیادل چلنے والے بیٹھے لوگوں کو سلام کرنے میں پہل کریں۔ اور قلیل جماعت بڑی جماعت کو پہل کرے اور چھوٹا بڑے کو سلام کرنے میں پہل کرے (ترمذی ۹۹/۲)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے بچوں کو بھی سلام کرتے تھے تاکہ اس سے ان کی تربیت ہو، اور وہ آداب سیکھیں۔ لہذا ہمیں بھی حضورؐ کی سنت پر عمل کرنا چاہیے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

قَالَ النَّبِيُّ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَرَعْتُ عَلَى الصَّبْيَانِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ. (ترمذی ۲۹۱۱)

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ بچوں کے ایک مجمع میں سے گزرے تو آپ نے ان کو سلام کیا۔

کسی کے گھر میں داخل ہونے کیلئے سلام | اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورہ نور

آیت ۲۷، ۲۸ میں دو جگہ پر حکم فرمایا ہے کہ گھروں میں داخل ہوتے وقت سلام کیا کرو جب غیروں کے گھروں میں داخل ہونے کی ضرورت ہو تو یکے بعد دیگرے تین مرتبہ سلام کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ میں فلاں نام کا فلاں آدمی ہوں مجھے آنے کی اجازت ہے۔ اسکے بعد اگر اجازت مل جائے تو دروازہ پر داخل ہوتے وقت دوبارہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ کہے، اور اس کے بعد صاحب مکان اور ان کے گھر والوں سے ملاقات کے وقت تیسری بار اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ کہے۔

اور اگر پہلی بار سلام کرنے کے بعد گھر والوں کی طرف سے کوئی جواب نہ آئے تو دوبارہ سلام کرے اس کے بعد بھی اگر کوئی جواب نہ آئے تو تیسری بار سلام کرے اور اگر تیسری بار بھی سلام کرنے کے بعد جواب نہ ملے تو پھر گھر والوں کو پریشان نہ کرے بلکہ خاموشی کے ساتھ واپس چلا جائے۔ اس مضمون کی روایت حدیث کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔ ترمذی کی ایک روایت کا حوالہ دیتے ہیں۔ عربی عبارت لمبی ہونے کی وجہ سے چھوڑ دی گئی۔ (ترمذی ۹۸/۲)

خالی گھر میں داخل ہوتے وقت سلام | اگر ایسے گھر میں داخل ہو جائیں جس میں کوئی

آدمی نہیں ہے۔ یا گھر کے لوگ سب کھانا کھانے میں مشغول ہیں۔ جب کو سلام کرنا منع ہے۔ تو اس میں داخل ہوتے وقت سلام کر نیکاً طریقہ یہ ہے کہ ان الفاظ کیساتھ سلام کرے **السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ** تفسیر ابن کثیر میں اسکو امام قتادہؒ سے مرسل نقل کیا گیا ہے۔

نیز جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو جائے تو اسوقت بھی اپنے گھر والوں کو سلام کرنا مسنون ہے۔ تفسیر ابن کثیر کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو ان کو سلام کرو۔ اور جب کسی ایسے گھر میں داخل ہو جہاں کوئی نہیں ہے تو اس طرح کہو، ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو کیونکہ تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى أَهْلِكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَإِذَا دَخَلْتَ بَيْتًا لَيْسَ فِيهِ أَحَدٌ فَتُحِيَّ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ يُؤْمَرُ بِذَلِكَ (تفسیر ابن کثیر ۲/۶۶۰ تحت سورۃ نور آیت ۶۱)

اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۃ نور آیت ۶۱ میں اس طرح کے الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے۔

پھر جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو۔ یہ اللہ کے یہاں نہایت پاک صاف برکت والی نیک دعاؤں میں شمار ہے ایسا ہی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی باتوں کو کھول دیتا ہے تاکہ تم سمجھ لو۔

فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَكَةٌ طَيِّبَةٌ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

(سورۃ نور آیت ۶۱)

مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی تقریر میں سلام کی ترغیب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے یہودیوں کے سب سے بڑے عالم تھے، جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے عفتل سلیم اور ہوش مندی اور شرافت کا اعلیٰ مقام عطا فرمایا تھا، اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے بعد اسلام لانے میں کسی قسم کا تردد اور تاخیر نہیں فرمائی۔ یہ ان کی ایسی خوش نصیبی ہے جو کسی دوسرے کو مشکل سے حاصل ہو سکتی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کر کے مدینۃ المنورہ تشریف لے آئے تو مدینہ اور اطراف مدینہ میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی شہرت ہو گئی۔ اور آپ کو دیکھنے کے لئے ہر طرف سے آنے والے انسانوں کا سیلاب نظر آ رہا تھا، اور ہر شخص کی زبان سے یہ الفاظ سنائی دے رہے تھے کہ اللہ کے رسول مدینہ تشریف لے آئے ہیں۔ یہ سنکر میں بھی لوگوں کے ہجوم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے واسطے پہنچ گیا۔ میرے دل میں یہ تشویش بھی تھی کہ جن کی تشریف آوری کی شہرت ہو رہی ہے وہ اللہ کے رسول ہیں بھی یا نہیں۔ جب میں نے وہاں پہنچ کر آپ کے چہرہ انور کو دیکھا تو میرے اوپر ایک زبردست اثر پڑا۔ اور یقین ہو گیا کہ یہ نورانی چہرہ کسی جھوٹے اور کذاب کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اللہ کے سچے رسول ہی کا چہرہ ہو سکتا ہے۔ — ترمذی شریف ۲/۲۰۲ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس دن مدینۃ المنورہ میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات

بابرکات کی تشریف آوری ہوئی تو مدینہ المنورہ کی درودیوار اور ہر شئی میں نور ہی نور چمکتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اور جس دن آپ کی وفات ہو گئی تو مدینہ کی درودیوار اور ہر شئی سے تاریکی ہی تاریکی دکھائی دے رہی تھی۔

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات سراپا نور اور برکت سے لبریز تھی۔ جہاں تشریف لے گئے وہاں برکت ہو گئی اور وہاں ہدایت کا نور چمکنے لگا۔ پھر حال حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے سب سے پہلی جو تقریر فرمائی ہے اس میں تین باتوں کے اہتمام کا حکم فرمایا۔

۱۔ اَفْشُوا السَّلَامَ: سلام کو عام کرو۔ جو بھی سامنے آجائے اس کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہا کرو۔ چاہے پہلے سے جان پہچان کا آدمی ہو یا انجانا، ہر ایک کو سلام کیا کرو۔ اس سے آپس میں تعلق اور محبت پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ: لوگوں کو کھانا کھلایا کرو۔ آنے جانے والے مہمانوں اور غریبوں اور ضرورت مندوں کو اور اپنوں اور غیروں کو کھانا کھلایا کرو۔ مہمان داری ایسی خوش نصیبی ہے کہ جس کے یہاں مہمانداری کا سلسلہ جاری ہے اس کے یہاں کبھی فقر و فاقہ کی مصیبت نہیں آتی ہے۔ اور دنیا اسے یاد کرتی رہتی ہے۔

۳۔ وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ: تم اس حالت میں نماز پڑھا کرو جب لوگ غفلت کی نیند میں سو رہے ہوں۔ یہ تنہائی کی عبادت ہے، جو اللہ کو بہت پسند ہے۔ پھر آخر میں آپ نے فرمایا کہ یہ تینوں کام ایسی خوش نصیبی کے کام ہیں کہ ان کے سبب سے سلامتی اور عزت کے ساتھ جنت میں داخل ہونا نصیب ہو گا۔ جیسا تم نے دنیا کے اندر انسانوں کے

ساتھ اعزاز کیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بھی تم کو اعزاز کے ساتھ جنت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ
لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَعْنِي الْمَدِينَةَ انْجَفَلَ النَّاسُ
إِلَيْهِ وَقِيلَ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجُمِعَتْ
فِي النَّاسِ لِأَنَّهُ نَظَرَ إِلَيْهِ فَلَمَّا
اسْتَبْنَتْ وَجْهَهُ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفَتْ
أَنَّهُ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ
وَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ
قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا
السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ
وَصَلُُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا
الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔

(ترمذی شریف ۲/۴۵)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم مدینہ المنورہ تشریف لے گئے
تو لوگ سیلاب کی طرح تیزی سے آپ کے
پاس جمع ہونے لگے، اور ہر طرف سے یہ آواز
سنائی دے رہی تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں، تو میں بھی
لوگوں کی بھیڑ میں وہاں پہنچ گیا تاکہ
آپ کو دیکھ لوں۔ جب آپ کا چہرہ میرے
سامنے ظاہر ہوا تو میں نے پہچان لیا کہ
آپ کا چہرہ کسی جھوٹے اور کذاب چہرہ
نہیں ہے۔ اور سب سے پہلے جو بات آپ نے
ارشاد فرمائی ہے وہ یہ ہے۔ اے لوگو! سلام
کو پھیلاؤ۔ اور عام و خاص ہر طرح
کے لوگوں کو کھانا کھلایا کرو۔ اور اس
حالت میں نماز پڑھا کرو جب لوگ خواب
غفلت میں سو رہے ہوں، تو تم سلامتی کے
ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

سلام کے ساتھ مصافحہ

حدیث پاک میں وارد ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقات

کرے تو سلام کرے۔ اور ساتھ میں مصافحہ بھی کرے۔ اسلئے کہ مصافحہ کے ذریعہ سے سلام مکمل ہوتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَمَامَ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ أَنْ يَضَعَ أَحَدُكُمْ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ أَوْ قَالَ عَلَى يَدِهِ فَيَسْأَلُهُ كَيْفَ هُوَ وَتَمَامَ تَحِيَّتِكُمْ بَيْنَكُمْ الْمُصَافَحَةُ (ترمذی ۱۰۲/۲)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مریض کی عیادت کی تکمیل اس سے ہوتی ہے کہ تم میں سے کوئی مریض کے پاس جائے تو اپنا ہاتھ مریض کی پیشانی پر رکھے یا اس کے ہاتھ پر رکھے پھر مریض سے پوچھے کیا حال ہے۔ اور آپس کے سلام کی تکمیل مصافحہ کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

ایک دوسری حدیث شریف میں آیا ہے کہ سلام کی تکمیل ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ بغیر مصافحہ کے سلام کا مقصد پورا نہیں ہوتا ہے ۱۰۲/۲۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَمَامَ التَّحِيَّتِ الْأَخْذُ بِالْيَدِ (ترمذی ۱۰۲/۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ کا ارشاد ہے کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کے ذریعہ سے سلام مکمل ہوتا ہے۔

رخصتی مصافحہ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے مصافحہ کرے تو سب سے پہلے سلام کرے پھر اس کے بعد بیٹھ کر گفتگو کی ضرورت ہو تو بیٹھ کر بات چیت کرے۔ اور جب

ضرورت پوری ہو جائے اور واپس ہونے لگے تو دوبارہ سلام کرے اور پہلے سلام کی فضیلت دوسرے سلام کے مقابلہ میں زیادہ نہیں ہے بلکہ دونوں کی برابر ہے۔ اور ساتھ میں حدیث کو ملا لیجئے کہ بغیر مصافحہ کے سلام کا مقصد پورا نہیں ہوتا ہے۔ لہذا جس طرح پہلی ملاقات میں سلام کے ساتھ مصافحہ ہوا ہے۔ اسی طرح واپسی میں بھی سلام کے ساتھ مصافحہ ہونا چاہیئے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی مجلس میں پہنچے تو چاہیئے کہ سلام کرے پھر اگر اس کو بیٹھنا مناسب نظر آئے تو مجلس میں بیٹھ جائے پھر جب واپسی کیلئے کھڑا ہو تو دوبارہ سلام کرے اس لئے کہ پہلا سلام دوسرے سلام کے مقابلہ میں زیادہ فضیلت نہیں رکھتا۔

اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بغیر مصافحہ کے سلام مکمل نہیں ہوتا ہے۔ (لہذا دونوں سلام میں مصافحہ کرنا چاہیئے)

رخصتی مصافحہ کی ایک صریح حدیث شریف حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب آپؐ کسی کو رخصت فرماتے تو اس سے رخصتی کا مصافحہ فرماتے اور آپؐ کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں اس وقت تک رہتا جب تک وہ خود ہی اپنا ہاتھ کھینچ نہ لیتا تھا اور اس کے بعد الوداعیہ و عار فرما کر رخصت فرماتے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا انْتَهَى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ فَإِنْ بَدَأَ لَمْ يَنْجَلِسْ فَلْيَجْلِسْ ثُمَّ إِذَا قَامَ فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتْ الْأُولَى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ۔

(ترمذی ۱۰۰/۲)

(۲) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَمَامَ الْيَحْيَى الْأَخْذُ بِالْيَدِ۔

(ترمذی ۱۰۲/۲)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوْدَعَ رَجُلًا أَخَذَهُ بِيَدِهِ فَلَا يَدْعُهَا حَتَّى يَكُونَ الرَّجُلُ هُوَ يَدْعُ يَدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُولُ أَسْتَوْدِعُ اللَّهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَآخِرَ عَمَلِكَ.

(ترمذی ۲/۱۸۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب کسی آدمی کو رخصت فرماتے تو مصافحہ میں اُس کا ہاتھ پکڑتے تو پھر اُس کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے جب تک وہ آدمی حضورؐ کا ہاتھ نہیں چھوڑتا تھا، اور ان الفاظ سے دُعا دیتے تھے میں تمہارے دین اور تمہاری امانت اور تمہارے عمل کا انعام اللہ کے یہاں ودیعت رکھتا ہوں۔

یہ حدیث شریف رخصتی مصافحہ کے ثبوت میں صریح روایت ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے

مُصَافِحَہ سے گناہ جھڑجاتے ہیں

مسلمان سے ملاقات کے وقت مصافحہ کرے تو دونوں کے ہاتھوں سے گناہ جھڑجاتے ہیں۔ لہذا اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ کریں گے تو ایک ہاتھ سے گناہ جھڑیں گے اور اگر دونوں ہاتھ سے کریں گے تو دونوں ہاتھوں سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ اور ہر ملاقات میں مصافحہ کرنا ہر مرتبہ گناہوں کیلئے کفارہ بنے گا۔ لہذا جب بھی ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقات کرے تو ضرور مصافحہ کر لیا کرے۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ دونوں کے مصافحہ کے بعد جدا ہونے سے پہلے پہلے دونوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ — حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت برادر بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ
فِي صَافِحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ
أَنْ يَتَفَرَّقَا -

(ترمذی ۱۰۲/۲)

دو مسلمان آپس میں ملاقات کر کے
مصافحہ نہیں کریں گے مگر دونوں کے جدا
ہونے سے پہلے پہلے دونوں کی مغفرت
ہو جاتی ہے۔

اور ایک دوسری حدیث شریف شعب الایمان میں حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے
کہ دونوں کے ہاتھوں سے اس طریقہ سے گناہ جھڑ جاتے ہیں جس طرح خشک
درخت کو حرکت دینے سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ — حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَقِيَ
الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنَ فَقَبِضْ أَحَدَهُمَا
عَلَى يَدِ صَاحِبِهِ تَنَاثَرَتْ
الْخَطَايَا مِنْهُمَا كَمَا تَنَاثَرُ أَوْرَاقُ
الشَّجَرِ - (شعب الایمان ۴۷۴/۶)

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو مومن
دوسرے مومن سے ملاقات کرے اور ایک
دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کریں تو دونوں
سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسا کہ خزاں
کے موسم میں درختوں کو ہلانے سے پتے جھڑ جاتے ہیں
اگر کوئی شخص اپنے دوستوں اور عزیزوں
میں سے دور دراز سے آیا ہے اور یہ ملاقات

سلام کے ساتھ معانقہ

بھی لمبا زمانہ کے بعد دیرینہ ملاقات ہے اور ایک دوسرے سے ملاقات کے
پہلے ہی سے بہت زیادہ مشتاق رہے ہیں۔ اس شوق ملاقات کے زمانہ
میں اچانک دونوں کی ملاقات کا اتفاق پڑ جائے تو ایک دوسرے سے سلام
کے ساتھ ساتھ معانقہ کرنا بھی مسنون ہے۔ چنانچہ حضرت زید بن حارثہؓ
ایک زمانہ سے ہجرت کر کے حبشہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ اور حضرت زید بن حارثہؓ
حضورؐ کے خادم خاص تھے اور آپؐ کو ان کی حبشہ سے مدینہ آمد کا بڑا انتظار تھا

تو ایک دن اچانک ایسے وقت میں گھر کا دروازہ کھٹ کھٹایا گیا جس میں عام طور سے آپ کی کسی سے ملاقات نہیں ہوتی، مگر آپ کھٹ کھٹاہٹ کی آواز سن کر نہایت عجلت کیساتھ ان کی طرف بڑھے اور بنیان بھی پہن نہیں پایا تھا بلکہ ننگے بدن کپڑے کو کھینچتے ہوئے آگے بڑھے۔ اور آگے بڑھ کر حضرت زید بن حارثہؓ سے معافقہ فرمایا اور ان کو بوسہ دیا۔ — حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہؓ مدینہ اس حال میں تشریف لائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں موجود تھے چنانچہ حضرت زیدؓ نے آکر دروازہ کھٹ کھٹایا تو حضورؐ ان کی طرف ننگے بدن کی حالت میں اپنا کپڑا کھینچتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اللہ کی قسم میں نے آپ کو نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد ننگی حالت میں دیکھا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معافقہ فرمایا اور ان کو بوسہ دیا۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي فَأَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَبَانَا يَجْرُ ثَوْبُهُ وَاللَّهُ مَا رَأَيْتُهُ عَرَبَانَا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ فَأَعْنَقَهُ وَقَبْلَهُ.

(ترمذی ۱۰۲/۲) نوٹ: ننگی حالت مراد ننگی یا شلوار پہنے ہوئے تھے، مگر تہ یا بنیان بدن پر نہیں رہا تھا۔

بوقت ملاقات ایک دوسرے کا بوسہ لینا

حضرت زید بن حارثہؓ کے واقعہ سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ بوقت ملاقات فرط محبت میں ایک دوسرے کا بوسہ لینا مستحسن ہے۔ ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے ایک لمبی حدیث مروی ہے اس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ

حضرت فاطمہؓ عادات، خصائل، اور حسن خلق اور وقار اور طور طریق میں اور اٹھنے بیٹھنے اور روش زندگی کے ہر اعتبار سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھیں جب حضرت فاطمہؓ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ چھوڑ کر ان کی طرف آگے بڑھ کر ان کا بوسہ لیتے اور اپنے پاس بیٹھاتے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے پاس تشریف لیجاتے تو وہ اپنی جگہ چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آگے بڑھ جاتیں اور آپ کا بوسہ لیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بیٹھاتی تھیں۔ اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہو گئی کہ باپ بیٹے اور باپ بیٹی کے تعلق اور محبت کے اسباب میں یہ داخل ہے کہ ایک دوسرے کی پیشانی اور ماتھے پر ملاقات کے وقت بوسہ دے۔۔۔۔۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی کو عادت و خصائل اور حسن اخلاق اور اٹھنے بیٹھنے میں حضرت فاطمہؓ سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ حضور کے گھر میں داخل ہوئیں تو آپ اپنی جگہ چھوڑ کر ان کی طرف بڑھ جاتے اور پھر ان کا بوسہ لیتے۔ اور ان کو اپنی جگہ بیٹھاتے تھے، اور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے گھر میں داخل ہوتے تو وہ اپنی مجلس سے کھڑی ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بیٹھالیتی تھیں۔

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشَبَّ سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدًى بِرَسُولِ اللَّهِ فِي قِيَامِهَا وَقُعُودِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَكَأَنْتِ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا۔ الحديث (ترمذی ۲/۲۲۶) (ابوداؤد ۴۰۸/۲)

۳۱ رفع درجات کی تیسری چیز

وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامُ! سَيِّدُ الْكَوْنِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نِ ثَلَاثُ دَرَجَاتٍ كَ الْفَاطِ كَيْسَا تَهْ يَهْ جَوْ فَرَمَا يَهْ كَه تَيْنِ چِيزِی درجَات كَه بَلَنْدِ هُونِے كَا ذَرِيعَه هِیْ، اُنْ مِیْنِ سَے تِیسَرِی چِیزَات مِیْنِ اِیْسَے وَقْتِ تَهْجِدَا وَرِ نَوَافِلِ مِیْنِ مَشْغُولِ هُوجَانَا كَه جَب سَب لُوكِ سُونِے كِی حَالَتِ مِیْنِ هُونِے۔

تین قسم کے لوگوں سے اللہ کی محبت | امام طبرانی علیہ الرحمہ نے المعجم الکبیر میں حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے۔ اُسکا حاصل یہ ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ بہت محبت کرتا ہے۔
۱۔ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُو كِتَابَ اللَّهِ: وہ آدمی جو راتوں کو اٹھ کر تہجد اور نوافل میں اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے بہت خوش ہوتا ہے۔

۲۔ رَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ يُخْفِيهَا مِنْ شِمَالِهِ: دوسرا وہ آدمی جو اس طرح خفیہ طور پر صدقہ کرتا ہے کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا بائیں ہاتھ کو معلوم نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس طرح خفیہ طور پر صدقہ کرتا ہے کہ اپنے ساتھ ملنے والے دائیں بائیں کے لوگ، گھر کے بوی بچے، دوست احباب کسی کو خبر نہیں۔ ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ بہت محبت کرتا ہے۔

۳۔ وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَأَنْهَزَ أَصْحَابَهُ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ! تیسرا وہ شخص ہے جو کسی جنگ میں دشمن کے مقابلہ پر ہے اور دشمنوں سے شکست خوردہ ہو کر اُس کے تمام ساتھی پیچھے کو بھاگ پڑے مگر یہ شخص سینہ سپر ہو کر دشمنوں کے

مقابلہ پر چل پڑا۔ ایسا شخص بھی اللہ کے نزدیک بہت محبوب اور پسندیدہ ہے۔ اور جس شخص کو محبوبیت کا درجہ حاصل ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بھی بلند کرتا ہے۔ اس لئے حضور نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کے سونے کی حالت میں رات کو اٹھ کر نفل اور تہجد میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔۔۔۔۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بہت محبت کرتا ہے۔
۱۔ وہ آدمی جو راتوں کو اٹھ کر نوافل میں اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے۔ ۲۔ وہ شخص جو اس طرح خفیہ صدقہ کرتا ہے کہ اس کے بایں ہاتھ کو بھی پتہ نہیں۔ ۳۔ وہ شخص جو کسی غزوہ میں دشمن کے مقابلہ پر ہو پھر اس کے سارے ساتھی شکست خوردہ ہو کر بھاگ جائیں لیکن وہ سینہ سپر ہو کر دشمن کے مقابلہ پر ڈٹ جائے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمْ اللَّهُ رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُو كِتَابَ اللَّهِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ يُخْفِيهَا مِنْ شِمَالِهِ وَرَجُلٌ كَانَ فِي سِرِّيَةٍ فَأَنْهَزَهُمْ أَصْحَابُهُ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ.

(البعث الكبير ۱/ ۲۰۸،

حدیث ۱۰۴۸۶

مجمع الزوائد ۲/ ۲۵۵)

خوشی و سلامتی سے دخولِ جنت کی چار چیزیں

چار چیزیں ایسی ہیں جس کو وہ چیزیں حاصل ہو جائیں اس کو اللہ کے یہاں بڑا اونچا مقام اور اعزاز نصیب ہوگا، اور جنت میں داخل ہونے تک اسے

کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ نہایت سلامتی اور بے فکری کے ساتھ اس کو جنت میں داخل ہونے کا موقع ملے گا۔ ہر قسم کے خوف و خطر سے محفوظ ہو کر جنت میں داخلہ کا اعزاز حاصل ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک بہت بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، اسلام سے پہلے یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے، وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینۃ المنورہ تشریف لے آئے تو مدینہ کے گلی کوچوں اور ہر طرف آپ کی آمد کا چرچا اور شہرت ہو گئی اور ہر طرف سے جوق در جوق لوگ آپ کو دیکھنے کے لئے سیلاب کی طرح آنے لگے۔ میں بھی آپ کو دیکھنے کے لئے پہنچ گیا، اور آپ کو دیکھتے ہی میرے یہ اثر پڑا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ ایسا چہرہ اللہ کے سچے رسول ہی کا چہرہ ہو سکتا ہے۔ آپ نے سب سے پہلے جو تقریر فرمائی ہے اس میں چار چیزیں خاص طور سے ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) أَفْشُوا السَّلَامَ: سلام کو عام کرو جو بھی سامنے آجائے اسکو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہا کرو۔ چاہے پہلے سے جان پہچان کا آدمی ہو یا انجانا۔ ہر ایک کو سلام کیا کرو۔ اس سے آپس میں تعلق اور محبت بڑھتی ہے۔

(۲) وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ: لوگوں کو کھانا کھلایا کرو۔ آنے جانے والے مہمانوں غریبوں، ضرورتمندوں اور اپنوں اور غیروں کو کھانا کھلایا کرو۔

مہمان داری سے گھر میں برکت ہوتی ہے۔

(۳) صَلُّوا الْأَرْحَامَ: اپنے عزیز و اقارب اور خاندانی لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرو۔ اس سے اعزاز اور رشتہ داروں کے درمیان رشتہ ناتنا مضبوط ہو کر محبت کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔

(۴) صَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ : تم اس حالت میں نماز پڑھا کر و کہ جب لوگ غفلت کی نیند میں سو رہے ہوں۔ اللہ کو تہجد کی نماز اور تنہائی کی عبادت بہت پسند ہے۔ اس سے آدمی کے اندر زیادہ سے زیادہ اخلاص پیدا ہوتا ہے۔ اور تعلق مع اللہ اور عبادت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ یہ چاروں چیزیں اگر تمہاری زندگی میں داخل ہو جائیں تو سلامتی کیساتھ جنت میں داخل ہونے کا اعزاز ملے گا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن سلام سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینۃ المنورہ تشریف لائے تو سیلاب کی طرح ہر طرف سے لوگ آپ کے پاس جمع ہونے لگے، اور ہر طرف یہ آواز سنائی دے رہی تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں تو میں بھی لوگوں کی بھڑ میں وہاں پہنچ گیا تاکہ آپ کو دیکھ لوں پھر جب آپ کا چہرہ مبارک آپ کے سامنے ظاہر ہوا تو میں نے پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے اور کذاب چہرہ نہیں ہے۔ اور سب سے پہلے جو بات اپنے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ اے لوگو! سلام کو پھیلایا کرو۔ اور عام و خاص ہر طرح

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ ابْتَغَلَ قَبْلَهُ فَكُنْتُ فِيمَنْ ابْتَغَلَ فَلَمَّا رَأَيْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ أَنَّهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَمِعْنَتُهُ يَقُولُ أَيُّهَا النَّاسُ أَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَافْسُوا السَّلَامَ وَصَلُّوا الْأَرْحَامَ وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔

(مسند احمد بن حنبل ۵/۴۵۱ حدیث

۲۳۱۹۳، سنن ابن ماجہ ۲۳۴/۲،

المعجم الاوسط قدیم ۶/۱۹۵ حدیث ۵۴۰۶

نسخہ جدید ۴/۱۱۸ حدیث غزالی ۵۴۱)

کے لوگوں کو کھانا کھلایا کرو۔ اور عزیز و اقارب رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کیا کرو، اور اس حالت میں نماز پڑھا کر و کہ جب لوگ خواب غفلت میں سو رہے ہوں، تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

ٹیلیفون پر سلام

ٹیلیفون اٹھاتے وقت، ہیلو، کے بجائے السلام علیکم کہنا مسنون ہوگا۔ اسی طرح جانبین میں سے جو پہلے سلام کریگا اسکو سلام میں ابتداء کرنیکا ثواب بھی الگ سے ملیگا۔ اور یہ بات بھی واضح ہو کہ سلام کی ابتداء کون کریگا؟ اسکا جواب یہ ہے کہ سلام کی ابتداء اسی کو کرنا چاہیے جس کی طرف سے گفتگو کی ابتداء ہو۔ اور آجکل کے زمانہ میں ٹیلیفون انسانی زندگی کا جز بنتا جا رہا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ دیہات کے کسان بھی کھیت میں موبائل لیکر جانے لگیں گے۔ اور ٹیلیفون انسان کی ملاقات کا ایک اہم ترین ذریعہ بن گیا ہے۔ اور آمنے سامنے ملاقات کا بدل بن گیا ہے۔

لہذا دو آدمی کے درمیان آمنے سامنے ملاقات کے وقت جس طرح سلام کا حکم ہے اسی طرح فون پر ملاقات میں بھی سلام کا وہی حکم ہوگا۔ اور جس تیزی کے ساتھ ٹیلیفون پر گفتگو عام ہوتی جا رہی ہے اسی تیز رفتاری سے ٹیلیفون پر سلام کو بھی عام کرنے کی ضرورت ہے۔ آپس میں ملاقات کے وقت گفتگو سے پہلے شریعت نے سلام کا مسنون طریقہ اختیار کرنیکی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ گفتگو سے پہلے سلام کیا کرو۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بات چیت سے پہلے سلام ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ السَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ۔

(ترمذی شریف ۲/۹۹)

ایک حدیث شریف میں اس بات کا ذکر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی شخص زیادہ محبوب اور اللہ سے قریب ہے جو سلام میں ابتداء کرے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں سے وہی شخص اللہ سے زیادہ قریب ہوتا ہے جو سلام میں ابتداء کرتا ہے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللَّهِ تَعَالَى مَنْ بَدَأَهُمُ بِالسَّلَامِ۔

(ابوداؤد شریف ۴۰۶/۲)

دوسری حدیث شریف اس سے بھی واضح ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو امامہ سے مروی ہے کہ حضور سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ جب دو آدمی آپس میں ملاقات کریں تو سلام میں ابتداء کون کریگا؟ تو حضور نے فرمایا کہ ابتداء وہی کرے گا جو اللہ سے زیادہ قریب ہوگا۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الرَّجُلَانِ يَلْتَقِيَانِ أَيُّهُمَا يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ فَقَالَ أَوْلَاهُمَا بِاللَّهِ۔

(ترمذی شریف ۹۹/۲)

انجانے میں غیر مسلم کو فون پر سلام کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اگر ٹیلیفون

میں ایک دوسرے سے جانکاری حاصل کرنے سے پہلے سلام سے ابتداء کیجائے تو کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ جسکا ٹیلیفون آیا ہے وہ غیر مسلم ہو۔ تو غیر مسلم کو انجانے میں سلام کرنا لازم آجائیگا۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ انجانے اور بے خبری میں غیر مسلم کو مسلمان سمجھ کر سلام کرنے میں کوئی گناہ اور کوئی قباحت نہیں ہے۔ اسلئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب سے بہترین مسلمان وہ ہے جو ہر شخص کو

سلام کرتا ہو، جسکو جانتا ہے اسکو بھی سلام کرتا ہو، اور جسے نہیں جانتا اُسے بھی سلام کرتا ہو۔ لہذا غیر مسلم کو بے خبری میں مسلمان سمجھ کر سلام کیا جائے تو نہ احتیاط کے خلاف ہے اور نہ ہی کوئی گناہ ہے بلکہ سلام کرنیوالے کو اپنے سلام کا ثواب بھی مل جائیگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ
رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَسْلَامِ
خَيْرٌ قَالَ تَطْعِمُ الطَّعَامَ
وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ
وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ -

(بخاری شریف ۶/۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا اسلام سب سے بہتر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بہترین خوبی یہ ہے کہ تم لوگوں کو کھانا کھلایا کرو۔ اور جسکو جانتے ہو اُسے بھی سلام کرو جسکو نہیں جانتے ہو اُسے بھی سلام کرو۔

ہاں البتہ اگر پہلے سے معلوم ہے کہ جسکا ٹیلیفون آئیوا لا ہے وہ غیر مسلم ہے یا آپ خود غیر مسلم کو ٹیلیفون کر رہے ہیں تو ایسی صورت میں سلام سے ابتداء نہ کی جائے۔

بے خبری میں عورت کو سلام کرنا

کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اگر ٹیلیفون میں سلام کا اہتمام کیا جائے تو بہت ممکن ہے کہ جسکو سلام کیا جا رہا ہے وہ نا محرم عورت ہو۔ تو اس شبہ کا ازالہ یہ ہے کہ غیر محرم عورت کو اسوقت سلام کرنا ممنوع ہے جب پہچان اور فتنہ کا خطرہ ہو اور اگر پہچان اور فتنہ کا خطرہ نہ ہو تو سلام کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے اور سلام کرنیوالے کو سلام کا ثواب بھی مل جائیگا۔ اسی طرح بے خبری اور لاعلمی میں نا محرم عورت کو سلام کیا جائے تو کوئی قباحت اور گناہ نہیں ہے بلکہ سلام کرنیوالے کو سلام کا ثواب بہر حال مل جائیگا جیسا کہ ماقبل میں بخاری کی

روایت سے واضح ہوتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناعزم عورتوں کو سلام فرمایا ہے۔ اسلئے کہ وہاں خوفِ فتنہ نہیں تھا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدٍ مَرَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا - (ابوداؤد شریف ۶/۲۸۱)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم عورتوں کی ایک جماعت میں موجود تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم لوگوں کے پاس سے گذر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو سلام کیا۔

ٹیلیفون کی گھنٹی دروازہ پر دستک دینے کے درجہ میں

اگر ٹیلیفون کی گھنٹی کو دروازہ پر دستک دینے کے درجہ میں مانا جائے تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ دستک دینے والے پر سلام کے ساتھ دستک دینے کا حکم ہے۔ مسلسل تین مرتبہ سلام کیساتھ اجازت مانگنے کا حکم ہے۔ اور تیسری مرتبہ کے بعد واپس ہو جائیگا حکم ہے۔ ترمذی اور مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی لمبی حدیث شریف ہے۔ اسکا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس طرح اجازت مانگی "السلام علیکم ھذا عبد اللہ بن قیس" آپ لوگوں پر سلام ہو یہ عبد اللہ بن قیس اجازت چاہتا ہے" (مسلم شریف ۲/۲۱۱) دوسری روایت میں ہے "السلام علیکم ھذا دخل" آپ لوگوں پر سلامتی ہو۔ اندر آسکتا ہوں (ترمذی شریف ۲/۹۸) ایک حدیث شریف اس کی بھی وضاحت کیساتھ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام فتح مکہ کے موقع پر مکہ کے عوالی میں تھا۔ حضرت صفوان بن امیہؓ نے کچھ دودھ اور کھیس اور چھوٹے چھوٹے کھیرے بطور تحفہ کلدہ بن حنبل کے ہاتھ حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ اور کلدہ بن حنبل بغیر اجازت اور بغیر سلام خدمت بارگاہ میں پہنچ گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ واپس لوٹ جاؤ پھر یہ کہہ کر کہ اندر آؤ۔ السلام علیکم

۱۰۰/۲ (ترمذی شریف) آپ لوگوں پر سلامتی ہو کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ (ترمذی شریف ۱۰۰/۲)
 حاصل یہ نکلا کہ اگر ٹیلیفون کی گھنٹی کو دشتک کے درجہ میں بھی تسلیم کر لیا جائے تو
 وہاں بھی گفتگو سے سلام کا حکم ہے۔ تو ٹیلیفون میں جانبین میں سے جو کلام میں پہل
 کریگا۔ وہی سلام میں بھی پہل کریگا۔ اس وقت علماء کی ذمہ داری یہ ہے کہ جس
 تیزی کے ساتھ ٹیلیفون انسانوں میں عام ہوتا جا رہا ہے۔ اسی تیزی کے ساتھ
 عملاً اور قولاً ٹیلیفون میں سلام کو بھی عام کیا جائے۔

حضرت جابرؓ کے واقعہ سے اشکال | غزوہ احد کے موقع پر حضرت جابرؓ کے والد بہت سارا قرضہ

چھوڑ کر شہید ہو گئے۔ حضرت جابرؓ اس قرض کی وجہ بہت پریشان تھے۔ اور اس وقت
 تک گھر میں آنے جانے کے موقع پر سلام کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا۔ اور حضرت جابرؓ
 قرض سے متعلق گفتگو کرنے کیلئے حضورؐ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور بغیر سلام کے دشتک
 دی۔ اندر سے آواز آئی کون صاحب ہیں؟ جابرؓ نے جواب میں کہا میں ہوں؟ تو اس پر
 حضورؐ نے نیکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں میں، مطلب یہ تھا کہ اپنے نام کیساتھ تعارف
 کرانا چاہئے۔ میں کہنے سے بہت نہیں چلتا۔ ایسے کوئی سمجھ سکتا ہے کہ سلام و جواب کے پہلے
 تعارف کرانا چاہئے۔ تو اس شبہ کا ازالہ یوں ہے کہ یہ واقعہ سورہ نور کے نزول سے پہلے
 کا ہے۔ اور سلام کا حکم سورہ نور میں نازل ہوا ہے اور سورہ نور کا نزول قصہ فاک
 کے موقع پر ہوا ہے جو غزوہ احد کے کافی بعد میں ہوا ہے۔ لہذا جابرؓ کا واقعہ سلام کے
 حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ اسی طرح اس قسم کی جتنی روایتیں ہیں یہ سب سورہ نور
 کے نزول سے پہلے کی ہیں۔ اسلئے اس قسم کے واقعات کی وجہ سے سلام کے مسنون طریقہ پر
 شبہ نہیں ہونا چاہئے۔ تفصیل فتح الباری ۱۱/۲۵۵ تحت حدیث ۶۲۵۰ عمدۃ القاری ۲۲/۲۴۵ تحت
 حدیث ۶۰۰۹۔ نئے دور کیلئے فون پر گفتگو کا یہ مسنون طریقہ بکھریا ہے لیکن ہے کہ مسلمانوں کو اس سے
 فائدہ پہنچے گا۔ اور اس سیاہ کاریلئے نجات کا ذریعہ بن جائے۔

يَا دَيِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا :: عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرُ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ۔

اہل قبور کو سلام کیسے کریں؟

جس طرح زندہ مسلمان کی ملاقات اور زیارت کے موقع پر ایک دوسرے کو سلام کرنا مسنون ہے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے درمیان محبت اور موانست کا ذریعہ ہے، اسی طرح مسلمانوں کے قبرستان پر حاضر ہونے یا قبر کی زیارت کرنے یا قبرستان کے پاس سے گزرنے کے وقت اہل قبور کو بھی سلام کرنا مسنون ہے۔ اور یہ سلام بھی مردوں اور زندوں کے درمیان محبت و موانست کا ذریعہ ہے۔ اور ماقبل میں زندوں کو سلام کرنے کا طریقہ بتایا گیا تھا اور اس کے الفاظ یہ بتائے گئے تھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اہل قبور یعنی جو ہمارے بھائی دنیا سے گزر چکے ہیں اور قبروں میں مدفون ہیں ان کو کس طریقہ سے اور کن الفاظ سے سلام کیا جائے، تو اس سلسلہ میں احادیث شریفہ کے ذخیروں میں مختلف انداز اور مختلف الفاظ کے ساتھ کثیر تعداد میں مردوں کو سلام کرنے کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ہم ان میں سے چودہ قسم کے الفاظ یہاں پر نقل کر دیتے ہیں۔ ان میں سے کسی بھی الفاظ کے ساتھ اہل قبور کو سلام کرنے سے سلام کی سنت حاصل ہو جائیگی بعض سلام میں الفاظ کچھ زیادہ ہیں اور بعض میں کچھ کم ہیں۔ اور بعض سلام میں سلام کے ساتھ ساتھ سلام کرنے والے کے لئے اور اہل قبور کے لئے دُعا کے الفاظ بھی ہیں۔ یہاں پر سہولت کے لئے چودہ قسم کے الفاظ ہم نقل کر دیتے ہیں۔ تاکہ جس بھائی کو جو الفاظ آسان معلوم ہوں ان الفاظ کے ساتھ اہل قبور کی خدمت میں سلام پیش کر سکے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) مسلم شریف میں اہل قبور کی خدمت میں سلام کیلئے یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَإِنَّا
إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ
أَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمْ الْعَافِيَةَ
(مسلم شریف ۳۱۴/۱ بروقی حدیث ۹۷۵)

(ابن ماجہ ۱/۱۱۱)

تم پر سلامتی ہو اسے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر
والو (اسے قبروں میں بسنے والے مسلمانوں اور
مومنوں) اور بیشک اگر اللہ نے چاہا تو ہم
یقیناً تم سے آملنے والے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ
سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا
سوال کرتے ہیں۔

(۲) مسلم شریف، نسائی شریف اور مصنف عبدالرزاق میں کچھ اور اضافہ کے ساتھ
سلام کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَيَرْحَمُ
اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مَسَاوِ
الْمُسْتَاخِرِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ
لَاحِقُونَ۔ (مسلم شریف ۳۱۴/۱، نسائی
شریف ۲۲۲/۱ مصنف عبدالرزاق ۵۷۲/۲)

سلامتی ہو مومنوں اور مسلمانوں کے گھروں کے
رہنے والوں (قبروں میں بسنے والے
مومنوں اور مسلمانوں) پر اللہ تعالیٰ ہم سے پہلے
جانے والوں پر اور بعد میں جائیو والوں پر
رحمت نازل فرمائے۔ اور انشاء اللہ
یقیناً ہم تم سے آملنے والے ہیں۔

(حدیث ۶۷۱۲)

(۳) اور مسلم شریف، صحیح ابن حبان اور مشکوٰۃ شریف میں الفاظ بد لکھ تھوڑے
مختصر انداز سے یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ذَا قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ
وَأَتَاكُمْ مَا تَوَعَدُونَ غَدًا
مُّوَجِّلُونَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ
لَاحِقُونَ۔ (مسلم شریف ۳۱۴/۱ بروقی حدیث ۹۷۵
صحیح ابن حبان ۶۹/۵ حدیث ۳۱۶۲ مشکوٰۃ شریف ۱۵۴)

تم پر سلام ہو اے مومنوں کے گھر والو (اے
قبرستان کے ایمان والو) آجکی ہے تمہارے
پاس وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کسا گیا ہے جو کہ
کل ایک مدت کے بعد تم پاؤ گے اور بیشک
انشاء اللہ یقیناً ہم تم سے آملنے والے ہیں۔

(۴) ترمذی شریف اور مشکوٰۃ شریف میں مختصر انداز سے یہ الفاظ وارد ہوئے

ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اے قبر والو تم پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور
تم کو بخش دے تم ہم سے پہلے پہنچ گئے ہو
اور ہم تمہارے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ
يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا
وَنَحْنُ بِالْآخِرِ۔ (ترمذی شریف ۲۰۳/۱)

مشکوٰۃ شریف (۱۵۴)

(۵) نسائی شریف اور صحیح ابن حبان میں دوسرے انداز کے ساتھ یہ الفاظ

وارد ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

سلام ہو تم پر اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر
والو (اے قبروں میں رہنے والے مسلمانوں)
اور بیشک انشاء اللہ ہم تم سے آملنے والے
ہیں۔ تم ہم سے پہلے جانے والے ہو ہم تمہارے
پیچھے پیچھے آنے والے ہیں میں اللہ تعالیٰ سے
اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ
وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ۔
أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبِيعٌ
أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَافِيَةَ لَنَا وَلَكُمْ۔

(نسائی شریف ۲۲۲/۱ صحیح ابن حبان ۵/۶۹)

السنن الکبریٰ للنسائی ۱/۶۵۴ حدیث ۲۱۶۶

(۶) سنن ابن ماجہ شریف میں کچھ الفاظ بدل کر یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

تم پر سلام ہو اے ایمان والوں کے گھر والو
(اے قبر والو) تم ہم سے آگے جانیو لے ہو اور
بیشک ہم تم سے آملنے والے ہیں اے اللہ آپ
ہم کو ان کے اجر و ثواب سے محروم نہ فرمائیے۔ اور
ان کے بعد ہم کو آزمائش میں مبتلا نہ فرمائیے۔

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ
أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَإِنَّا بِكُمْ لَاحِقُونَ
اللَّهُمَّ لَا تُحْرِمْنَا أَجْرَهُمْ وَلَا تُفْتِنَا
بَعْدَهُمْ۔

(ابن ماجہ شریف ۱/۱۱۱)

(۷) مسند امام احمد بن حنبل میں کچھ معمولی تبدیلی کیساتھ یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں
 السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ
 وَإِنَّا بِكُمْ لَاحِقُونَ اللَّهُمَّ لَا
 تُخْرِمْنا أَجْرَهُمْ وَلَا تُفْتِنَّا بَعْدَهُمْ
 (مسند امام احمد بن حنبل ۶/۱۱۱ حدیث ۲۵۳۱۲)
 سلام ہو تم پر اے ایماندار قوم کے گھر والو (اے
 قبرستان کے بسنے والے مومنوں) اور بیشک ہم تم
 سے آملنے والے ہیں۔ اے اللہ آپ ہم کو ان کے اجر و
 ثواب سے محروم نہ فرمائیے۔ اور ان کے بعد ہم کو
 آزمائش میں مبتلا نہ فرمائیے۔

(۸) مسند امام احمد بن حنبل میں ایک اور جگہ مزید تبدیلی کے ساتھ یہ الفاظ وارد
 ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ
 وَأَنْتُمْ لَنَا قَرِطٌ وَإِنَّا بِكُمْ لَاحِقُونَ
 اللَّهُمَّ لَا تُخْرِمْنا أَجْرَهُمْ وَلَا تُفْتِنَّا
 بَعْدَهُمْ
 (مسند امام احمد بن حنبل ۶/۱۱۱ حدیث ۲۴۹۲۹)
 سلام ہو تم پر اے مومنوں کے گھر والو (اے قبرستان
 میں بسنے والے مومنوں) تم ہم سے آگے جانے
 والے ہو اور بیشک ہم تم سے آملنے والے ہیں۔
 اے اللہ آپ ہم کو ان کے اجر و ثواب سے
 محروم نہ فرمائیے اور ان کے بعد ہم کو
 آزمائش میں مبتلا نہ فرمائیے۔

(۹) مسند امام احمد بن حنبل میں کچھ تبدیلی کے ساتھ یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔
 سَلَامٌ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ
 وَإِنَّا بِكُمْ لَاحِقُونَ اللَّهُمَّ لَا
 تُخْرِمْنا أَجْرَهُمْ وَلَا تُفْتِنَّا بَعْدَهُمْ
 (مسند امام احمد بن حنبل ۶/۱۱۱ حدیث ۲۴۹۴۹)
 سلام ہو تم پر اے ایماندار قوم کے گھر والو۔
 (اے قبرستان کے بسنے والے مومنوں) ہم تم سے
 آملنے والے ہیں۔ اے اللہ آپ ہم کو ان کے اجر و
 ثواب سے محروم نہ فرمائیے اور ان کے بعد ہم کو
 آزمائش میں مبتلا نہ فرمائیے۔

(۱۰) ابو داؤد شریف اور صحیح ابن حبان میں مختصر طور پر یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

تم پر سلام ہوا اے مومن قوم کے گھر والو (اے
قبرستان میں بسنے والے مومنوں) اور بیشک
انشار اللہ ہم تم سے یقیناً آملنے والے
ہیں۔

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ
وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ۔

(ابوداؤد شریف ۲/۴۶۲،

مسند امام احمد بن حنبل ۲/۳۷۵ حدیث ۸۸۶۵)

(۱۱) المعجم الکبیر میں بہت مختصر الفاظ کے ساتھ حدیث شریف وارد ہوئی ہے۔
ملاحظہ فرمائیے۔

مومنین کے گھر والوں پر سلام ہو
یعنی قبرستان کے بسنے والے مومنین
پر سلام ہو۔

السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ۔ (المعجم الکبیر ۲/۴۶۲ حدیث ۱۲۳۶)

(۱۲) المعجم الکبیر میں ایک اور انداز کے ساتھ یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔
قبر والوں پر سلام ہو تم میں سے جو مومنوں
اور مسلمانوں میں ہیں۔ تم ہم سے پہلے جانے
والے ہو اور ہم تمہارے پیچھے پیچھے ہیں۔ اللہ
تعالیٰ ہم کو اور تم کو عافیت نصیب فرمائے۔

السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ مَنْ
كَانَ مِنْكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ
أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ
عَاقَا نَا اللَّهُ وَإِيَّاكُمْ۔

(المعجم الکبیر ۱۹/۴۴۶ حدیث ۱۰۸۳)

(۱۳) اور المعجم الکبیر میں کچھ تبدیلی کے ساتھ یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔
ملاحظہ فرمائیے۔

تم پر سلام ہوا اے اہل قبور۔ اے مومنوں اور
مسلمانو "میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا
ہوں اپنے لئے اور تمہارے لئے اور تم ہم سے
پہلے جانے والے ہو تم تمہارے پیچھے پیچھے آئے ہو۔

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ
أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا
وَنَحْنُ بِالْآخِرِ۔ (المعجم الکبیر ۱۲/۸۴ حدیث ۱۲۶۱۳)

(۱۴) نسائی شریف میں تھوڑی تبدیلی کے ساتھ اور الفاظ وارد ہوئے ہیں۔
ملاحظہ فرمائیے۔

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ
وَإِنَّا وَإِيَّاكُمْ مُّتَوَاعِدُونَ غَدًا
وَمُتَوَكِّلُونَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ
بِكُمْ لَاحِقُونَ۔ (نسائی شریف ۱/۲۲۲)

سلام ہو تم پر اے قبروں میں مکین مومنوں اور بیشک
ہم اور تم آئندہ کل کے وعدہ پر پہنچنے والے ہیں
اور ہم ایک دوسرے پر شفاعت کے سلسلہ میں بھروسہ
کرنے والے ہیں اور بیشک انشاء اللہ ہم تم سے آملنے
والے ہیں۔

کیا قبر والے سلام کا جواب دیتے ہیں؟

جب اہل قبور اور مردوں کو زندہ لوگ سلام کریں، تو جمہور امت کے نزدیک
قبر والے اس کو سنتے ہیں۔ بخاری شریف میں غزوہ بدر کے تحت اس مسئلہ کو
کافی اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

پھر دوسرا سوال یہ کھڑا ہوتا ہے کہ اگر مردے زندوں کا سلام سنتے ہیں، تو
کیا سلام کا جواب بھی دیتے ہیں یا نہیں؟ تو اس کے بارے میں حدیث کی کتابوں
کے ذخیروں کی چھٹان بین کرنے کے بعد یہ بات ثابت ہوئی کہ سلام کے سننے
میں جمہور امت کے درمیان اختلاف نہیں ہے، مگر مردے سلام کا جواب
دیتے ہیں یا نہیں، اس سلسلہ میں اختلاف ہے۔ بعض علمائے لکھا ہے کہ مردے
زندوں کا سلام سنتے ہیں مگر جواب دینے پر قادر نہیں۔ اور بعض دوسرے
علمائے یہ فرمایا کہ مردے سلام سنتے بھی ہیں اور سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔
مگر زندوں کو اس کا احساس نہیں ہو پاتا۔ اس کی کچھ تفصیل ملا علی قاریؒ نے
مرقاۃ کتاب الجنائز کے آخر میں نقل فرمائی ہے۔ (مرقاۃ قدیم ۲/۴۰۶ جلد ۲/۱۱۶)

ہمیں اپنی کمزوری کی وجہ سے اس سلسلہ میں صحیح اور معتبر ترین حدیث دستیاب نہیں ہوئی۔ ہاں البتہ دو حدیثیں ایسی مل گئیں جو اونچے درجہ کی نہیں ہیں، بلکہ نیچے درجہ کی کمزور حدیثیں ہیں۔

(۱) امام ابو بکر بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث شریف نقل فرمائی ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب آدمی کسی قبر کے پاس سے گزرے پھر صاحب قبر کو سلام کرے تو صاحب قبر اس کو سلام کا جواب دیتا ہے۔

یہ حدیث شریف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ جانتا ہو پھر اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر سلام کا جواب بھی دیتا ہے اور اس کو پہچان بھی لیتا ہے۔ اور جب ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ نہیں پہچانتا ہے پھر اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر صرف سلام کا جواب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِذَا مَرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَعَرَفَهُ وَإِذَا مَرَّ بِقَبْرِ لَا يَعْرِفُهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔

(شعب الایمان للبیہقی ۷/ ۱۷۷)

(حدیث ۹۲۹۶)

دیتا ہے۔

(۲) دوسری حدیث شریف امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے المعجم الکبیر میں نقل فرمائی، اور وہیں سے امام ابو بکر، سیثمی نے مجمع الزوائد میں بھی نقل فرمائی ہے۔ مگر وہ حدیث شریف نہایت کمزور ہے۔ نیز یہ حدیث عام مسلمانوں کے بارے میں نہیں ہے، بلکہ شہداء اُحد کے بارے میں ہے۔ اور قرآن و

عبداللہؑ فرمایا کہ وہ زندہ ہیں، مگر زندہ انسانوں کو انکی زندگی کا شعور نہیں ہے، حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں وقت آنے سے واپس لوٹنے لگے تو حضرت مصعب بن عمیرؓ اور ان کے ساتھیوں کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو، پھر حضور نے قسم کھا کر فرمایا کہ جو شخص ان شہداء کو سلام کریگا یہ شہداء ان کو قیامت تک سلام کا جواب دیتے رہیں گے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اُحد سے لوٹنے لگے تو حضرت مصعب بن عمیرؓ کے پاس سے گزرے تو آپ انکے اور انکے ساتھیوں کے پاس کھڑے ہو کر فرماتے لگے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو پھر آپؐ صحابہ سے فرمایا کہ ان شہداء نحو انکی شہادت کی جگہوں پر لوٹنا کر لاؤ اور انکی نماز جنازہ پڑھو، پھر فرمایا اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے ان کو کوئی سلام نہیں کریگا مگر یہ سلام کرنے والے کو قیامت تک جواب دیتے رہیں گے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قُصَّابِ ابْنِ ثَمِيٍّ حِينَ رَجَعَ مِنْ أُحُدٍ لَوْ قَفَّ عَلَيْكَ وَعَلَى أَصْحَابَاءِ فَتَاتِ الشَّهَادَةِ أَنْتُمْ أَحْيَاءُ عِنْدَ اللَّهِ فَارْجِعُوا وَصَلُّوا عَلَيْهِمْ قَوْلَ الَّذِي نَفَسَ مُحَمَّدٌ بِسَيِّدِهِ لَا يَسْلَمُ عَلَيْهِمْ إِلَّا رَدُّوا عَلَيْهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

(المعجم الکبیر لا طبرانی ۳۶۴/۲۰ حدیث نمبر ۸۵)

(معجم الزوائد ۶۰/۳)

ان دونوں حدیثوں میں سے پہلی اثر صحابی ہے اور عام ہے۔ ہر مسلمان اس میں شامل ہے۔ مگر ابوہریرہؓ پر توقف ہے اور رسول اکرمؐ علیہ السلام کے فرمانے کی صراحت نہیں ہے۔ اور دوسری حدیث شریف شہیدوں کے بارے میں ہے اور بہت زیادہ کمزور بھی ہے۔ بہر حال اگر اہل قبور سلام کا جواب دیتے ہیں تو کن الفاظ کے ساتھ دیتے ہیں، اس کی کوئی صراحت حدیث میں نہیں ہے۔ نیز اس مسئلہ کا تعلق عقیدہ کے ساتھ ہے، ہمارے اعمال کے ساتھ نہیں، اور نہ ہی ہم کو اس کا مکلف بنایا گیا ہے اس لئے اس کو موضوع بحث بنانا مناسب نہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت عقبہ بن عامرؓ کو سات باتوں کی نصیحت

آقا ربنا مزار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کو نہایت پیار و محبت اور خیر خواہی کے ساتھ سات باتوں کی وصیت فرمائی کہ اپنی زندگی میں ان باتوں میں سے کوئی بات تمہارے ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ ان میں سے بعض چیزوں کے بارے میں امام طبرانی کی المعجم الاوسط میں بہت بڑی فضیلت نقل کی گئی ہے کہ ان پر عمل کرنے سے قیامت کے دن اللہ کے یہاں حساب کتاب بہت آسان ہو جائے گا۔ ہم سب سے پہلے پوری حدیث شریف نقل کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد ہر ایک کی تفصیل ترتیب وار پیش کریں گے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے گفتگو کی ابتداء کی، پھر میں نے حضورؐ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یا رسول اللہ! مومن کی نجات کا ذریعہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اے عقبہؓ! اپنی زبان کی حفاظت کرو، اور چاہئے کہ تمہارا گھر تمہارے لئے گنجائش رکھتا ہو اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔

عن عقبۃ بن عامر قال
لَقِيتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبْتَدَأْتُهُ
فَاخَذْتُ بِيَدِهِ فَقُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا نَحْبَاةُ
الْمُؤْمِنِ قَالَ يَا عَقْبَةُ
أَحْرَسْ لِسَانَكَ وَلِيَسَعَكَ
بَيْتُكَ. وَأَبْكْ عَلَى خَطِيئَتِكَ

قَالَ لَقِيْنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَاَبْتَدَاْنِيْ فَاَخَذَ بِيَدِيْ
 فَقَالَ يَا عَقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ
 اَلَا اَعْلَمُكَ خَيْرَ ثَلَاثِ
 سُورٍ اُنْزِلَتْ فِي السَّوْرَةِ
 وَالْاَنْجِيلِ وَالزَّبُوْرِ وَ
 الْفُرْقَانِ الْعَظِيْمِ قَالَ
 قُلْتُ بَلَى جَعَلَنِي اللّٰهُ
 فِدَاكَ قَالَ فَاَقْرَأْنِي
 قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، وَقُلْ
 اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ
 قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ
 ثُمَّ قَالَ يَا عَقْبَةَ
 لَا تَنْسَاهُنَّ وَلَا تَبِيْتُ لَيْلَةً
 حَتّٰى تَقْرَأَهُنَّ قَالَ فَمَا
 نَسِيْتُهُنَّ مِنْذُ قَالَ
 لَا تَنْسَاهُنَّ وَمَا بَتُّ لَيْلَةً
 قَطَّ حَتّٰى اَقْرَأَهُنَّ قَالَ
 عَقْبَةُ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
 صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ملاقات
 کی میرا ہاتھ پکڑ کر گفتگو کی ابتدا
 فرمائی۔ فرمایا اگلے عقبہ بن عامر ہیں تمہیں
 تین ایسی سورتوں کی خوبی ضرور بتلاؤں گا
 جو تورات میں، انجیل میں، زبور میں،
 اور قرآن عظیم میں نازل ہوئی ہیں۔
 میں نے کہا کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ مجھے
 آپ پر قربان فرمائے تو آپ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے مجھے سورہ قل ہو اللہ اور
 قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب
 الناس، پڑھائی، اور پھر فرمایا اے
 عقبہ ان سورتوں کو کبھی نہ بھولنا۔ اور
 کوئی رات تمہاری ایسی نہ گزرے
 جس میں تم یہ سورتیں نہ پڑھو۔ حضرت
 عقبہ فرماتے ہیں کہ جب سے حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم سے میں نے یہ سنا کبھی میں
 ان سورتوں کو نہیں بھولا، اور کبھی کوئی
 رات ایسی نہ گزرنے دی، حتیٰ کہ میں
 نے ان سورتوں کو پڑھ لیا، حضرت
 عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں
 نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی

فَابْتَدَأَتْهُ فَاخْذَتْ بِيَدِهِ
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
اخْبِرْنِي بِفَوَاضِلِ الْأَعْمَالِ
فَقَالَ يَا عَقِبَةَ صَلِّ مَنْ
قَطَعَكَ وَأَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ
وَأَعْرِضْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ.

(مسند امام احمد بن حنبل ۴/۱۲۸)

نسخہ مرتبہ ۱۴۲۶ھ

اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر گفتگو کی ابتداء
کی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مجھے سب سے افضل ترین عمل بتلا دیجئے؟
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان لوگوں
کے ساتھ صلہ رحمی کرو جو تمہارے ساتھ
قطع تعلق کریں۔ مگر اور ان لوگوں کو خوب دو جو
تمہیں محروم کر دیں۔ مگر اور ان لوگوں سے بدلہ
لینے سے گریز کرو۔ اور معاف کرو جو تم پر ظلم کریں۔

اس حدیث پاک کے اندر سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
حضرت عقبہ بن عامرؓ کو مخاطب کر کے سات چیزوں کی نصیحت فرمائی۔ اور
یہ نصائح پوری امت کے لئے درس عبرت ہیں۔ اب ہم ہر ایک نصیحت کو
الگ الگ سرخیوں سے مرتب کر کے بیان کرتے ہیں۔ شاید اس سے مسلمانوں
کو فائدہ پہنچے گا۔

۱۔ پہلی نصیحت زبان کی حفاظت | سات نصیحتوں میں سے

سب سے پہلی نصیحت آپؐ نے زبان کی حفاظت کو پیش فرمایا۔ اسلئے
کہ انسان زبان کے ذریعہ سے بہت سی بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
اور زبان کی حفاظت کے ذریعہ سے بہت سے فتنوں سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔

تمام اعضاء زبان سے پناہ مانگتے ہیں | ترمذی شریف میں حضرت
ابوسعید خدریؓ کی

ایک روایت ہے کہ روزانہ بدن کے تمام اعضاء زبان کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اسلئے کہ ہم تمام اعضاء کی حفاظت کا مدار تم پر ہے۔ اگر تم درست رہو گی تو ہم سب درست رہیں گے۔ اگر تم ٹیڑھی ہو جاؤ گی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوسعید خدری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مرفوعاً نقل فرماتے ہیں کہ آپ کا ارشاد ہے کہ جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کی طرف جھک کر اس سے کہتے ہیں کہ تو ہمارے بار میں اللہ سے ڈر اس لئے کہ ہم سب کی نجات کا مدار تجھ پر ہے کیونکہ اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے، اور اگر تو ٹیڑھی رہے گی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

عن ابی سعید الخدری
رَفَعَهُ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ
ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ
كُلَّهَا تَكْفُرُ لِلْسَّكَانِ
فَتَقُولُ اِنَّا نَتَّقِي اللّٰهَ فَيُنَا
فَاِنَّمَا نَحْنُ بِكَ فَاِنْ
اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا
وَ اِنْ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا.
(ترمذی شریف ۲/۶۶)

زبان و شرمگاہ کی حفاظت جنت کی فمّ داری

ایک دوسری روایت میں آقامہ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص میرے لئے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ذمّہ داری لیتا ہے میں اس کے لئے جنت کی ذمّہ داری لیتا ہوں۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت سہل بن سعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ

آپ نے فرمایا کہ جو شخص میرے لئے دونوں
جبرٹوں کے درمیان کے حصہ اور دونوں
رانوں کے درمیان کے حصہ کی ذمہ داری لے
میں اسکے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا
ہوں۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَتَوَكَّلْ لِي
مَا بَيْنَ الْحَيَّتَيْنِ وَمَا بَيْنَ
رِجْلَيْهِ اتَّوَكَّلْ لِيَ بِالْجَنَّةِ
(ترمذی شریف ۲/۶۶،

شعب الایمان بیہقی ۳/۳۶۰

حدیث ۵۴۰۷)

اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں اور وضاحت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جس کی اللہ تعالیٰ
نے زبان کے شر اور شرمگاہ کے فتنے سے حفاظت فرمائی، ایسا شخص بڑی
آسانی سے جنت میں داخل ہوگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی اللہ تعالیٰ نے
دونوں جبرٹوں کے درمیان کے شر سے
اور دونوں رانوں کے درمیان کے فتنے
سے حفاظت فرمائی ہے وہ بڑی آسانی
سے جنت میں داخل ہوگا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَاهُ اللَّهُ
شَرَّ مَا بَيْنَ الْحَيَّتَيْنِ وَشَرَّ
مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ
(ترمذی شریف ۲/۶۶، بالفاظ دیگر

شعب الایمان ۴/۳۶۰،

حدیث ۵۴۰۶)

تین چیزوں کی حفاظت، ہر فتنہ سے حفاظت کا ذریعہ

حضرت انسؓ کی ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص تین چیزوں کے شر سے محفوظ ہوتا ہے وہ دنیا کے تمام شرور اور فتنوں سے محفوظ رہے گا۔

۱۔ لَقْلَقَهُ: یعنی زبان کی فضول گفتگو کے شر سے محفوظ رہنا ہے۔
 ۲۔ قَبْقَبَهُ: یعنی اپنے منہ کے شر سے محفوظ رہنا ہے۔ اس کے منہ میں کبھی حرام اور ناجائز غذا نہیں پہنچ سکتی۔ اور اپنے آپ کو تمام حرام غذاؤں سے دور رکھتا ہے۔

۳۔ ذَبَذَبَهُ: یعنی اپنی شرمگاہ کے فتنوں سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ان تین چیزوں کے شرور و فتنوں سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے وہ دنیا و آخرت کے تمام فتنوں سے محفوظ ہو جائیگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انسؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آپ کی زبان کے شر سے، منہ کے شر سے، اور شرمگاہ کے فتنہ سے حفاظت کرنا ہے تو یقیناً وہ تمام شر سے محفوظ ہو جائیگا۔ فرمایا کہ لقلقہ سے مراد زبان ہے اور قبقبہ سے مراد منہ ہے، اور ذبذبه سے مراد شرمگاہ ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَى شَرَّ لَقْلَقِهِ وَقَبْقَبِهِ وَذَبَذَبَهُ فَقَدْ وَقَى الشَّرَّ كُلَّهُ قَالَ أَمَّا لَقْلَقُهُ فَاللِّسَانُ وَقَبْقَبُهُ فَالْفَمُ وَذَبَذَبَهُ فَالْفَرْجُ - (شعب الایمان ۴/۳۶۱)
 حدیث ۵۴۰۹

زبانِ جنت کے خزانہ کا ذریعہ

انسان کی زبان انسان کے لئے دنیا و آخرت کی ترقیات کا ذریعہ ہے۔ اسی زبان سے دو کلمے استعمال کئے جائیں جنت میں خزانہ تیار ہو جاتا ہے۔ اسی زبان سے مختصر ذکر کیا جائے تو جنت میں باغ تیار ہو جاتا ہے۔ اور اسی زبان پر دو کلمے جاری ہو جائیں تو تمام گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور اسی زبان سے بڑی آسانی کے ساتھ ایسے دو کلمے پڑھے جاسکتے ہیں جو میزانِ عدل میں تمام گناہوں پر بھاری رہیں گے۔ بخاری شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ جب حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام چودہ گلوں یا پندرہ گلوں نفوسِ قدسیہ کو لیکر جنگِ خیبر سے مدینۃ المنورہ کے لئے واپس ہونے لگے تو راستہ میں لوگ زور زور سے نعرہٴ تکبیر کی صدا بلند کر رہے تھے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم کسی بہرے کو نہیں پکارتے ہو، اور نہ کسی ایسے کو پکارتے ہو جو غائب ہو۔ بلکہ جس کو پکارتے ہو وہ خوب سُنتا ہے۔ تم سے قریب ہے، اور تم کو خوب دیکھتا ہے، اس لئے میانہ روی اختیار کرو۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں میں ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ پڑھ رہا تھا اس اثنا میں آپ مجھ سے قریب ہو گئے تو آپ نے فرمایا اے عبد اللہ بن قیس ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ کا کلمہ جنت کے خزانوں میں سے ایک عظیم ترین خزانہ ہے۔ اور اس کلمہ کا معنی یہ ہے: معصیت سے حفاظت اللہ کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتی، اور طاعت و عبادت پر قوت و قدرت اللہ کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ یہ کلمہ اتنا آسان نسخہٴ کیمیا ہے کہ ایک دفعہ اسے پڑھ لو تو جنت میں خزانہ تیار ہو جائے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔
 عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَكُنَّا إِذَا عَلَوْنَا كَبَّرْنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا النَّاسُ أَرْبَعُونَ عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَإِنْ كُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا وَ لَكِنْ تَدْعُونَ سَمِيعًا بَصِيرًا ثُمَّ أَتَى عَلَىَّ وَأَنَا أَقُولُ نَفْسِي لَأَحُولَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ قُلْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَإِنَّهَا كُنْزٌ مِّنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ۔ الْحَدِيثُ (بخاری شریف ۹۴۲ حدیث ۶۱۳۷)

حضرت ابو موسیٰ اشعریٰ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ چلتے سفر میں جب کسی اونچائی پر چڑھتے تو زور زور سے تکبیر پڑھتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے اوپر میانہ روی اختیار کرو، اسلئے کہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ہو بلکہ جس کو تم پکارتے ہو وہ بہت زیادہ سُننے والا دیکھنے والا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں مجھ سے قریب ہوئے کہ میں آہستہ آہستہ "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" پڑھ رہا تھا، تو آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن قیس تم یہ کلمہ ضرور پڑھا کرو، اس لئے کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک بھاری خزانہ ہے۔

زبان جنت کے باغ تیار ہونے کا ذریعہ

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت کافی وضاحت کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبِ معراج میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے امت محمدیہ کے لئے دو تحفے

پیش فرمائیے۔ انہیں سے ایک تحفہ یہ تھا کہ آپ اپنی امت کو میری طرف سے سلام پیش فرمادیں۔ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہتے ہیں۔ دوسرا تحفہ یہ پیش فرمایا کہ آپ اپنی امت کو بتلادیں کہ جنت ایک پاک سرزمین ہے، اور وہاں کا پانی بہت میٹھا ہے، اور اس میں کوئی چیز آگی ہوئی نہیں ہے، بلکہ خالی میدان پڑا ہوا ہے۔ اور اس میں جسے باغ لگانا ہو وہ میسر کلمہ پڑھا کرے، سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اس کلمہ کے پڑھنے سے جنت میں باغ تیار ہوتا رہے گا۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے معراج شریف کی رات میں ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی تو فرمایا کہ اے محمد آپ اپنی امت کو میری طرف سے سلام پیش کر دیں اور ان کو اس بات کی خبر دیں کہ جنت ایک پاک سرزمین ہے۔ اس کا پانی میٹھا ہے۔ اور خالی میدان پڑا ہوا ہے کوئی چیز آگی ہوئی نہیں ہے، اور اس میں باغ لگانے کا یہ کلمہ ہے: سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔

عن ابن مسعودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرَى بِي فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اقْرَأْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَأَنْخِبْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ، عَذْبَةُ الْمَاءِ وَأَنْهَا قَبْعَانٍ وَأَنْ غُرَاسَهَا سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ۔

(ترمذی شریف ۱۸۴)

زبان گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ

ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص سو مرتبہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ الْعَظِيمِ پڑھے گا اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے، اگرچہ اسکے گناہ بحر سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں پھر بھی معاف ہو جائیں گے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندر کے جھاگ کی مثال اس لئے پیش کی ہے کہ سمندر کا حصہ خشکی کے حصہ سے بڑا ہے۔ جب سمندر میں طغیانی آتی ہے تو دیکھنے میں ایسا لگتا ہے کہ پورے سمندر میں روئی بچھا دی گئی ہے، اور اس کی کثرت کا پتہ دیکھنے کے بعد ہی لگ سکتا ہے۔ تو اگر اس سے بھی زیادہ گناہ ہیں تو سو مرتبہ پڑھنے کی برکت سے یہ گناہ بھی اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت سید الکونین علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص سو بار سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ الْعَظِيمِ پڑھیں گا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اگرچہ اسکے گناہ کی کثرت سمندر کے جھاگ سے بھی زیادہ ہو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةً مَرَّةً غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوبُهُ وَإِنْ كَانَ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ - الْحَدِيث (ترمذی ص ۱۸۴)

زبان کے دو کلمے تمام بُرائیوں پر بھاری

بخاری شریف کی آخری روایت جس پر بخاری

شریف ختم ہو رہی ہے اس میں حضرت ابو ہریرہؓ سے حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مروی ہے کہ دو کلمے اللہ کے نزدیک بہت زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں۔ اور زبان پر جاری کرنے میں نہایت ہلکے اور آسان ہیں۔ مگر جب اللہ کی عدالت میں انصاف کے ترازو پر وہ دونوں کلمے رکھے جائیں گے تو بُرائیوں کے ننانوے دفاتر پر یہ دونوں کلمے بھاری اور وزن دار ہو جائیں گے۔ اور اسی سے نجات حاصل ہو کر جنت نصیب ہو جائے گی۔ وہ دونوں کلمے یہ ہیں: «سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ» ان کے معنی یہ ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں، اور اللہ کی ذات ہر قسم کے نقائص سے پاک ہے۔ اور بڑی عظمت والی ہے۔

پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ جو اللہ کے نزدیک نہایت پیارے اور زبان پر جاری کرنے میں بہت ہلکے اور آسان اور میزانِ عدل میں سب چیزوں پر بھاری ہوں گے وہ کلمے یہ ہیں «سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ»

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ - سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ -

الحديث

(بخاری شریف ۱۱۲۹ حدیث ۷۲۶۲)

الحاصل یہی وہ زبان ہے جس کی وجہ سے انسان مستحقِ جہنم بن جاتا ہے۔ اور یہی وہ زبان ہے جس کی وجہ سے انسان دنیا کے ہر فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ زبان ہے جس کے ایک جملہ سے جنت میں خزانہ تیار ہو جاتا ہے۔ اور اسی زبان سے ایک کلمہ پڑھا جائے تو جنت میں باغ تیار ہو جاتا ہے۔ اور اسی زبان سے ایک مختصر تسبیح پڑھی جائے تو پڑھنے والے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اگرچہ اسکے گناہ سمندر کے جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔ اور اسی زبان سے دو کلمے پڑھ لو تو بُرائیوں کے ننانوے دفاتر پر نیکیوں کے پلڑے بھاری ہو جاتے ہیں اس لئے ہمارے آقائے اس زبان کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے۔

۲۔ دوسری نصیحت گھر کی وسعت

وَلْيَسَعَكَ بَيْتُكَ : اور چاہئے کہ تمہارا گھر تمہارے لئے گنجائش رکھے۔ گھر کی گنجائش کے بارے میں حدیث شریف کے اس ٹکڑے کے محدثین نے دو مطلب بیان کئے ہیں۔

۱۔ ملا علی قاری وغیرہ نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ تم اپنا گھر چھوڑ کر باہر زیادہ مت رہا کرو، بلکہ زیادہ اوقات گھر میں رہ کر گزارا کرو۔ دن میں حصولِ معاش کے لئے گھر سے باہر رہ کر رات ضرور گھر میں آکر گزارا کرو۔ ایسا نہ کیا جائے کہ مسلسل کئی کئی روز کے لئے گھر چھوڑ کر باہر رہنے لگو۔ اور تمہارے بیوی بچے تمہارے بغیر گھر میں رہیں۔ نیز اگر کہیں دُور دراز ملکوں میں سفر کے لئے جانا ہو تو بیوی بچوں کو ساتھ میں لے جایا کرو۔ تاکہ تمہارے بغیر تمہارے بیوی بچے طویل مدت تک کے لئے اکیلے نہ رہیں۔ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے اس مطلب کے پیچھے بہت ساری حکمتیں اور راز پوشیدہ ہیں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ میرا واسطہ ہر قوم اور ہر برادری سے پڑتا ہے ہر طرح کے لوگوں کے حالات ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں۔ کوئی آکر بیان کرتا ہے کہ مفتی صاحب فلاں آدمی چار پانچ سال سے سعودی عرب میں رہتا ہے۔ اس کی بیوی یہاں ہندوستان میں ہے، اور درمیان میں شوہر کبھی ہندوستان نہیں آیا، مگر اسکے باوجود اس کی بیوی سے بچے پیدا ہو رہے ہیں، آپ حکم شرعی بتائیے کہ ان بچوں کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح کوئی آکر کہتا ہے مفتی صاحب فلاں آدمی انگلینڈ یا امریکہ رہتا ہے اور وہاں نیشنلٹی حاصل کرنے کے لئے مسلسل پانچ سال رہنا پڑتا ہے۔ اور فلاں آدمی پانچ چھ سال سے امریکہ میں رہتا ہے، گرین کارڈ ملنے کی امید پر ہندوستان نہیں آیا۔ اور اس درمیان میں ہندوستان میں اس کی بیوی سے اولاد پیدا ہو رہی ہے، اب آپ بتائیے یہ عورت اس کی بیوی رہی یا نہیں۔ غرضیکہ اس قسم کے واقعات پیش آرہے ہیں۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ شوہر بیوی سے طویل مدت کے لئے الگ دور رہ رہا ہے۔ اسلئے آپ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ تم گھر چھوڑ کر زیادہ وقت باہر مت گزارا کرو۔ اگر دن میں حصول معاش کے لئے باہر جانا ہو تو رات ضرور گھر آکر بیوی کے ساتھ گزارا کرو۔ بیوی شوہر کے لئے عزت کا سامان ہے۔ اسی طرح شوہر بھی بیوی کے لئے عزت اور پاک دامنی کا سامان ہے۔ لہذا جب تمہیں طویل مدت کے لئے دور دراز سفر میں جانا ہو تو اپنی عزت کو ساتھ لیکر جایا کرو۔ اور اگر ساتھ لیجانے کی گنجائش نہ ہو تو ایسی طویل مدت کا سفر نہ کیا کرو۔ یہی سید الکونین علیہ السلام کی ہدایت ہے۔

شریعت میں بیوی کی اجازت کے بغیر چار مہینے سے زیادہ مدت تک کیلئے دور دراز سفر میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر بیوی کی اجازت مل جائے تو

جانے کی گنجائش تو ہے لیکن اس فتنہ کے دور میں بیوی کی اجازت کے باوجود لمبے سفر کے لئے جانا نہیں چاہئے۔ اس لئے کہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ بیوی نے وقتی طور پر دورانِ گفتگو اجازت دے دی ہے۔ اور اجازت کے وقت بیوی کا دل بھی صاف رہتا ہے، جب شوہر باہر چلا جاتا ہے اور کچھ وقت گزرنے لگتا ہے تو شیطان بیوی کی کمر سے چپٹ جاتا ہے، اور آنے جانے والے لوگوں سے گفتگو کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اور گفتگو میں لطف آنے کا سلسلہ بھی شروع ہو جاتا ہے، پھر دونوں جانب سے کشش کا سلسلہ بھی شروع ہو جاتا ہے، تو چند دنوں کے بعد بیوی غیر مرد کے ساتھ پھنس جاتی ہے، اور شوہر کو اس کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔

اسی طرح شوہر کا بھی حال ہے کہ وہ دُور دراز جا کر جہاں رہتا ہے بیوی کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے غیر محرم عورتوں پر آنکھیں مارنا شروع کر دیتا ہے، آخر کار مہیاں بیوی دونوں کے لئے یہ دوری فتنہ اور معصیت کا سامان بن جاتی ہے۔ اس لئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی کہ اپنے گھر اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر دوسری جگہ مت رہا کرو۔ بلکہ تمہارا گھر تمہارے لئے گنجائش اور راحت کا سامان ہو۔ اور گھر سے رابطہ کے ساتھ حصولِ معاش میں بھی لگے رہو۔

اسی طرح اگر دُور دراز ملازمت مل گئی ہے تو بیوی کو بھی وہاں لے جا کر ساتھ رکھ کر وہاں اس سے تم ہر فتنہ سے محفوظ ہو جاؤ گے۔

۲۔ دوسرا مطلب یہ کہ تمہارا گھر تمہاری ضرورت کے مطابق کشادہ ہو۔ گھرا تنگ نہیں ہونا چاہئے جس میں رہ کر گھر کی عورتیں، بال بچے اور اہل و عیال تنگی محسوس کریں۔ گھر زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے، اس ضرورت کو پورا کرنا بڑی چیز نہیں ہے۔ بلکہ عند اللہ ایک مستحسن اور قابل تعریف چیز ہے۔ اس لئے کہ اگر صرف ایک کمرہ کا مکان ہے جس میں میاں بیوی اور بچے اور آنے والے مہمان سب کو اکٹھا رہنا پڑ جائے تو شریعت کے نزدیک ایسا تنگ مکان نہایت غلط اور قابل مذمت ہے، اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب لڑکا لڑکی دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کے بستروں کو الگ کر دو۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنی شات سال کی اولاد کو نماز کا حکم کرو، اور نماز نہ پڑھنے پر دس سال کے بچوں کو مارا کرو۔ اور ان کے بستروں کو الگ کر دو۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوا
أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ
سَبْعِ سِنِينَ وَاصْرِبْهُمْ عَلَيْهَا
وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفِرِّقُوا بَيْنَهُمْ
فِي الْمَضَاجِعِ۔

الحديث

(ابوداؤد ۱/۷۱)

پھر ہوشیار اولاد کی موجودگی میں اسی گھر کے اندر اپنی ازدواجی ضرورت پوری نہیں کر سکتے۔ بہت ممکن ہے کہ ہوشیار بچوں کو اس کی خبر ہو جائے اور ماں باپ کو ذلت اٹھانی پڑے۔ اور خود بچے اپنے لئے ذلت محسوس کریں گے۔ نیز شریعت کا یہ بھی حکم ہے کہ اگر شہوت کی حالت میں باپ کا ہاتھ بالغ بیٹی پر بے خبری میں بھی لگ جائے تو باپ پر ماں حرام ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر بالغ لڑکے کا ہاتھ شہوت کی حالت میں ماں کے بدن میں لگ جائے تب بھی ماں باپ پر حرام ہو جاتی ہے۔ لہذا رہائشی مکان اتنا بڑا ہونا چاہئے جس میں اسلامی طریقہ پر زندگی کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ اسی وجہ سے تیدالکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کو یہ وصیت فرمائی ہے کہ اپنا گھر اتنا وسیع رکھو جس میں زندگی کی ضروریات آسانی سے پوری ہو سکیں۔

انسان کی خوش نصیبی اور محرومی کے اسباب

ایک حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان کی سعادت مندی اور خوش نصیبی میں سے چار چیزیں ہیں۔
 ۱۔ المرأة الصالحة: جس کو نیک بیوی مل گئی وہ بڑا خوش نصیب آدمی ہے۔
 ۲۔ المسکن الواسع: جس کو ایسا رہائشی گھر نصیب ہو جو اس کی زندگی کی ضروریات کے لئے گنجائش رکھتا ہو وہ بڑا خوش نصیب انسان ہے۔
 ۳۔ الجار الصالح: جس کو نیک پڑوسی نصیب ہو جائے وہ بھی بڑا خوش نصیب ہے۔ اس لئے کہ نیک پڑوسی کی وجہ سے زندگی میں سکون ملتا ہے۔ اور بدترین پڑوسی کی وجہ سے زندگی اجیرا بن جاتی ہے۔
 ۴۔ المركب الهني: ایسی عمدہ اور تابعدار سواری نصیب ہو جائے

جس پر سفر کرنا اس کے لئے آسان ہو۔

اور چار چیزیں انسان کی بد بختی اور محرومی میں شمار ہوتی ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہاں یہ بد بختی اور محرومی سے مراد صرف دنیا کے آرام و راحت سے محروم ہونا ہے۔ لہذا اگر دنیا میں ان تکلیفوں کو برداشت کریگا تو ان شاء اللہ آخرت میں اس برداشت اور صبر کا بہترین صلہ حاصل ہوگا۔

۱۔ الجار السوء: بدترین پڑوسی جو ہر وقت ایذا پہنچانے پر تلا ہوا ہو۔
۲۔ المرأة السوء: موذی اور بداخلاق بیوی جو ہر وقت گھر کے اندر بد امنی پیداکرتی رہتی ہے۔

۳۔ المركب السوء: غلط اور بُری سواری جس پر سوار ہو کر سفر کرنا آسان نہ ہو، پریشانی کا باعث ہو۔

۴۔ المسکن الضیق: ایسا گھر جس میں رہائش اختیار کرنے میں تنگی ہو۔
گھر کے سب لوگ آسانی سے رہ نہ سکتے ہوں۔ حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں سعادت اور خوش نصیبی میں سے ہیں (۱) نیک بیوی (۲) ایسا وسیع مکان جس سے ضرورت پوری ہو (۳) نیک صانع پڑوسی (۴) تابعدار عمدہ سواری۔ اور چار چیزیں انسان کی بد بختی اور تباہی میں سے ہیں (۱) بدترین پڑوسی (۲) بدترین اور بد تمیز عورت

عن سعد بن ابی وقاصؓ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعُ مِنَ السَّعَادَةِ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ، وَالْجَارُ الصَّالِحُ، وَالْمَرْكَبُ الْهَيِّئُ، وَأَرْبَعٌ مِنَ الشَّقَاءِ، الْجَارُ السَّوُّءُ، وَالْمَرْأَةُ السَّوُّءُ، وَالْمَرْكَبُ السَّوُّءُ

(۳) غلط سواری (۴) ایسا تنگ مکان جس سے
ضرورت پوری نہ ہو۔

والمسكن الضيق -

(صحیح ابن حبان ۱۳۵/۶ حدیث ۲۰۲۱،

الترغیب ۳۸/۳ حدیث ۹

بالفاظ دیگر مسند امام احمد ۱/۱۶۸،

نسخہ مرتبہ ۱۴۴۵)

یہ روایت مسند امام احمد بن حنبل میں تھوڑے سے اختصار کے ساتھ
موجود ہے۔ اس میں چار چیزوں کے بجائے تین چیزوں کا ذکر ہے۔ اور یہی تین
الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مستدرک حاکم میں کافی وضاحت کے ساتھ
موجود ہے۔ لیکن اس میں چار چیزوں کے بجائے تین چیزوں کا ذکر ہے۔ اس میں
اچھے پڑوسی یا بُرے پڑوسی کا ذکر موجود نہیں ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس
کے الفاظ بھی یہاں نقل کر دیں، شاید کسی کو فائدہ پہنچ جائے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین
چیزیں انسان کی سعادت مندی اور خوش نصیبی
میں سے ہیں۔ اور تین چیزیں بد بختی اور محرومی میں
سے ہیں۔ اور سعادت مندی کی چیزوں میں سے
۱۔ ایسی بیوی جب تم اس کی طرف دیکھو تو
تمہیں خوش کر دے اور جب تم غائب ہو جاؤ تو
اس کے بار میں اُس کی عفتِ نفس اور تمہارے
مال کی حفاظت کے حق میں اطمینان رہے
۲۔ ایسی سواری جس پر سوار ہو جاؤ تو تمہیں

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ ثَلَاثٌ مِنَ السَّعَادَةِ
وَتَلَاثٌ مِنَ الشَّقَاوَةِ،
فَمِنَ السَّعَادَةِ: الْمَرْأَةُ تَرَاهَا
تَعْجَبُكَ وَتَغِيبُ فِتَاءَ مِنْهَا
عَلَى نَفْسِهَا وَمَالِكَ وَالذَّائِبَةُ
تَكُونُ وَطِيئَةً فَتُلْحِقَكَ
بِأَصْحَابِكَ وَالذَّائِرَةُ تَكُونُ
وَسِعَةً كَثِيرَةً الْمَرَّافِقُ،

اپنے اصحاب اور منزل تک بآسانی پہنچا دے گا ایسا گھر جو وسعت رکھتا ہو، جس میں ضروریات زندگی کی اکثر چیزیں موجود ہوں۔ اور بد بختی اور محرومی میں سے۔
 عا ایسی بوی کہ جب تم اس کی طرف دیکھو تو تمہیں ناراض کروے اور اپنی زبان کی بُری باتیں تمہارے اوپر ٹھوپنے لگے اور جب تم گھر سے غائب ہو جاؤ تو تمہیں اس کی عفتِ نفس اور اپنے مال پر اطمینان نہ رہے عا ایسی سواری جو نہایت سُست اور خراب ہو اگر تم اس کی مرمت کرنے لگو تو تمہیں تھکاوٹ میں ڈال دے اور اگر تم اس پر سواری کرنے لگو تو تمہیں اپنے اصحاب اور منزل تک پہنچانے کے عا ایسا گھر جس میں رہائش اختیار کرنے میں تنگی ہو اور ضروریات زندگی کی چیزیں بہت کم ہوں، یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

ومن الشقاوة المرأة تراها
 تسوئك وتحمل لسانها
 عليك ان غبت عنها
 لم تأمنها على نفسها
 ومالك، والذابة تكون
 قطوفاً فان ضربتها
 العبتك وان تركها
 لم تلحقك باصحابك،
 والذابة تكون ضيقة قليلة
 المرافق۔

(هذا حديث صحيح الاسناد،
 المستدرک ۲/۱۰۱ حدیث ۲۶۸۳،
 الترغیب والترہیب ۳/۲۸ حدیث غرا
 بالفاظ دیگر مسند امام احمد بن حنبل
 ۱/۱۶۸، نسخہ مرشم ۱۳۲۵)

شاید ناظرین کو وہاں سے دل میں ایک بات کھٹک رہی ہوگی جہاں سے یہ مضمون شروع ہوا، کہ اس حدیث شریف میں گھر کی وسعت کی تعریف کی گئی۔ اور گھر کی تنگی کی نہایت مذمت کی گئی۔ حالانکہ بعض احادیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ مکان ایسے شان و شوکت کا اور مضبوط نہیں ہونا چاہئے جو آخرت

ایک شبہ کا ازالہ

شاید ناظرین کو وہاں سے دل میں ایک بات کھٹک رہی ہوگی جہاں سے یہ مضمون شروع ہوا، کہ اس حدیث شریف میں گھر کی وسعت کی تعریف کی گئی۔ اور گھر کی تنگی کی نہایت مذمت کی گئی۔ حالانکہ بعض احادیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ مکان ایسے شان و شوکت کا اور مضبوط نہیں ہونا چاہئے جو آخرت

کو بھلا دے، بلکہ کسی طرح زندگی گزارنے کے لئے جھونپڑا کافی ہے۔ چنانچہ ابو داؤد و ابن ماجہ میں ایک روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مدینۃ المنورہ میں کہیں تشریف لے جا رہے تھے تو دیکھا کہ ایک عمارت بڑی شان و شوکت کے ساتھ بنائی گئی ہے اور اس پر قبۃ بھی بنا ہوا ہے۔ جب آپ نے اس کا منظر دیکھا تو صحابہ سے معلوم کیا کہ یہ مکان کس کا ہے، تو بتلایا گیا کہ فلاں کا ہے۔ اس کے بعد جب ان صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا تو حضور نے ان کے سلام کا جواب دینے سے اعراض فرمایا، اور کئی مرتبہ سلام کیا، حضور نے ہر مرتبہ اعراض فرمایا تو ان صحابی نے دو سے دو صحابی سے دریافت کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ حضور ہم سے ناراض ہیں۔ تو ان کو جواب ملا کہ حضور نے آپ کے گھر کا قبۃ دیکھا ہے۔ جب یہ سنا تو سیدھے اپنے گھر آ کر پوری عمارت کو منہدم کر کے ہموار کر دیا۔ اسکے بعد حضور سے آکر یہ بتلایا بھی نہیں کہ میں نے وہ عمارت توڑ دی ہے۔ بس دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ یہی عمارت محبوب کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اور محبوب کی مرضی کے سامنے اس طرح عمارت اور آرزو سب قربان ہیں۔ اسکے بعد پھر حضور کا وہاں سے گزر ہوا تو دیکھا کہ عمارت بالکل ختم ہے۔ تو حضور نے صحابہ سے پوچھا تو جواب ملا کہ آپ کی ناراضگی کا ان پر اثر پڑا۔ انہوں نے اس وجہ سے آکر پوری عمارت ختم کر دی۔ اس کے بعد حضور ان سے بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ دنیا کے اندر ہر عمارت مالک پر وبال ہے ہاں البتہ ضروریات زندگی کے بقدر گھر بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ابو داؤد شریف ۲/ ۷۱۱، ابن ماجہ شریف ۳۰۷)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروریات کے مطابق وسیع مکان بنانے سے

منع نہیں فرمایا بلکہ ایسا مضبوط اور عالیشان مکان بنانے سے منع فرمایا ہے۔ جس کو دیکھ کر انسان آخرت کو بھول جائے۔ اور مکان کی زینت کے لئے ضرورت سے زیادہ پیسہ لگائے۔ حین النچہ ابو داؤد شریف و ابن ماجہ شریف کی مذکورہ روایت میں ایسی عالیشان عمارت کی مذمت ہے جس کے اوپر قبة اور گنبد بھی بنایا گیا تھا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ قبة اور گنبد گھریا رہائش کے لئے ضروریات زندگی میں داخل نہیں ہے۔ نیز زینت اور خوبصورتی کے لئے رنگ برنگ کے نقش و نگار اور قیمتی پتھروں سے گھر کو سجانا بھی منع ہے۔ لہذا سہولت کیساتھ رہائش کے لئے گھر کا وسیع ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ مٹی یا چھپر کا بنایا ہوا کیوں نہ ہو مگر وسیع ہو۔ نیز شہروں میں زمین بہت زیادہ گراں اور قیمتی ہے۔ ہر شخص خریدنے پر قادر نہیں ہے۔ لہذا جیسی زمین میسر ہو اس پر ضرورت کے مطابق تین تین چار چار منزلیں بنالی جائیں۔ یہ بھی گھر کو وسیع بنانے کا ایک طریقہ ہے۔ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ مگر زینت کے لئے خواہ مخواہ ضرورت سے زائد پیسہ لگانا برا ہے۔

کیا وہ شخص اللہ کی رحمت سے محروم ہے جس کی بیوی ظالم،
پڑوسی ظالم۔ گھر تنگ ہو؟

احقر نے ایک جگہ بیان کے دوران یہ حدیث شریف سنائی کہ نبی کریمؐ نے انسان کی محرومی کے چار اسباب بیان فرمائے۔

۱۔ المرأة السوء: بد اخلاق، بد زبان عورت جس کو مل گئی ہے وہ محروم

حقیقت ہے۔

۱۰ الجار السوء : جس کو بدترین پڑوسی ملا وہ بھی محروم القسمت ہے اسلئے کہ پڑوسی کی ایذا رکھنی ایسی ناقابل برداشت ہو جاتی ہے کہ بالآخر آدمی کو وہاں سے ترک وطن کرنے پر مجبور ہو جانا پڑتا ہے۔

۱۱ المركب السوء : بدترین سواری کہ اس پر سوار ہو کر کبھی سکون اور اطمینان کے ساتھ پروگرام کے مطابق منزل تک رسائی نہیں ہو پاتی۔

۱۲ الدار الضیق : جس کا مکان ایسا تنگ ہے جس میں گھر کے سب لوگ آرام و سکون سے نہیں رہ سکتے۔ بڑے بچوں کو الگ الگ بستر پر سلانے کے لئے جگہ نہیں۔ میاں بیوی کو الگ کمرہ میں حقوق زوجت ادا کرنے کے لئے موقع نہیں۔ اگر کوئی مہمان آئے اُسے ٹھہرانے کے لئے کوئی جگہ نہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آدمی دنیا کے اعتبار سے محروم القسمت ہے۔

جب میں نے یہ حدیث شریف سنائی تو بعد میں ایک شخص نے آکر عجیب انداز سے کہا کہ کیا میں بڑا محروم القسمت ہوں اور کیا اللہ مجھ سے سخت ناراض ہے کہ میرا مکان نہایت تنگ ہے جس میں گزارا بہت دشوار کن ہے۔ اور میری بیوی بھی نہایت بدتمیز ہے۔ مجھے کبھی اس سے سکون نہیں ملا۔ اور میرا پڑوسی بھی بڑا ظالم ہے۔ ہر وقت ستاتا ہے، مجھے اور میرے بچوں کو سکون سے رہنے نہیں دیتا۔ اب رہی سواری کی بات، تو اچھی سواری کی بات تو بہت دور کی ہے، میرے پاس تو بدترین اور خراب سواری بھی نہیں ہے۔ تو کیا اللہ مجھ سے ناراض ہے۔؟

وضاحت | جواب : اس کی وضاحت یہ ہے کہ دو چیزیں بالکل الگ الگ ہیں۔

۱۔ مقصدِ زندگی : اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں آکر زندگی گزارنے کا مقصد آخرت کی تیاری اور وہاں کی کامیابی ہے۔

۲۔ دوسری چیز ضرورتِ زندگی : اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے ضرورت کی چیزیں فراہم ہوں۔ اور یہ انفرادی بھی ہوتی ہے کہ آدمی کی اپنی زندگی کی ضروریات جس میں ہوی بھی، گھر بھی، پڑوسی بھی، سواری بھی اور کھانے پینے کی اشیاں بھی سب داخل ہیں جن کے بغیر ایک انسان کی زندگی صحیح طرہ سے گزر نہیں سکتی۔ اور اسی طرح یہ ضرورت اجتماعی بھی ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی خوف و خطر سے محفوظ ہو کر گزارنے کے لئے فوجی طاقت، ایٹمی طاقت اور برقی طاقت، سیاسی طاقت، یہ سب لازم ہیں۔ ان چیزوں کے بغیر مسلمانوں کی اجتماعی زندگی دشمنوں سے محفوظ ہو کر گزار نہیں سکتی۔ اس لئے وہ حکومت بھی محروم القسمت ہے جس میں دفاعی قوت نہ ہو۔ اور سید الکونینؑ نے مقصدِ زندگی کے لئے یعنی آخرت کی کامیابی کے اسباب فراہم کرنے کیلئے جس طریقہ سے امت کو ہدایت فرمائی ہے اسی طریقہ سے ضرورتِ زندگی یعنی زندگی بسر کرنے کی ضروریات کے اسباب فراہم کرنے کے لئے بھی ہدایت فرمائی ہے۔ اور جو حدیث شریف ابھی ہم نے بیان کی ہے اس کا تعلق مقصدِ زندگی اور آخرت کی تیاری سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ ضرورتِ زندگی اور سکون سے زندگی گزارنے کے اسباب سے متعلق ہے۔ اور جو شخص دنیا میں سکون کی زندگی حاصل کرنے کے اسباب سے محروم ہے اس سے اللہ کا ناراض ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ ضرورتِ زندگی کے اسباب کی کمی کی وجہ سے جو محرومی اور مصیبت اور تنگی انسان پر آتی ہے اس پر صبر اور برداشت کرنے کی وجہ سے اللہ کے یہاں بہترین بدلہ اور اجر و ثواب حاصل ہوگا۔ ایسا نہیں ہے کہ دنیا سے محروم ہونے کی وجہ سے آخرت سے بھی محروم ہو جائیگا۔ بلکہ ان شاء اللہ آخرت میں کامیابی اور کامرانی حاصل ہوگی۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ہ اللہ کی مدد و نصرت کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۱۔ تیسری نصیحت، اپنی خطاؤں پر رویا کرو

سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کو تیسری نصیحت ان الفاظ کے ساتھ فرمائی۔

وَابْكْ عَلَى خَطِيئَتِكَ — کہ تم اپنی خطاؤں اور گناہوں پر اللہ کی بارگاہ میں رویا کرو۔ یہ بڑی خوش نصیبی ہے کہ انسان اپنی خطاؤں اور غلطیوں پر نادم ہو کر اپنے خالق کی بارگاہ میں گریہ و زاری کرے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کو وہ بندہ زیادہ پسندیدہ ہے جو اپنی خطاؤں کی بنیاد پر غفور و رحیم و رؤف کے دربار میں ندامت کا اظہار کرے۔ وہ ہر گناہ معاف کرنے پر قادر ہے۔ وہ نہایت مہربان ہے۔ اور بہت زیادہ شفقت کرنے والا ہے۔

تین قسم کی آنکھوں پر جہنم حرام | ایک حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تین آدمی بہت زیادہ محبوب ہیں۔ جہنم کی آگ ان کے اوپر حرام ہے۔

۱۔ وہ شخص جس کی آنکھ اللہ کے راستہ میں شہید کر دی گئی۔

۲۔ وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں نکل کر اس کے دین کی حفاظت میں اپنی آنکھوں میں نمیند کا سرمہ نہیں لگایا ہے۔

۳۔ وہ شخص جو خوفِ خدا کی وجہ سے روتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ثَلَاثَةٌ أَعْيُنٌ لَا تَمْسُهَا النَّارُ
عَيْنٌ فَقِئَتْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَعَيْنٌ حَرَسَتْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَعَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ
(شعب الایمان ۱/۲۸۸ ،

حدیث ۷۹۵)

تین قسم کی آنکھوں کو جہنم چھو بھی نہیں سکتی۔
۱۔ وہ آنکھ جو اللہ کے راستہ میں پھوڑ دی گئی
ہے ۲۔ وہ آنکھ جو اللہ کے راستہ کی حفاظت
میں بیدار رہی ہے۔ ۳۔ وہ آنکھ جو اللہ
کے خوف کی وجہ سے آنسو بہاتی رہی۔

دواؤ میوں پر جہنم حرام، ایک آدمی پر فردوس حرام

ایک دوسری حدیث شریف میں مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کہ اللہ
نے دواؤ میوں پر جہنم کو حرام فرمادیا اور ایک آدمی پر جنت الفردوس کو حرام
کر دیا۔

۱۔ اس شخص پر جہنم کو حرام کر دیا ہے جو اپنے گناہوں پر نادم ہو کر خوفِ خدا
کی وجہ سے روتا رہے۔

۲۔ اس شخص پر بھی اللہ نے جہنم کو حرام کر دیا ہے جو اللہ کی اطاعت میں دین
کی حفاظت میں اپنی آنکھوں کو نمین دے محروم رکھتا ہے۔

اور ایک آدمی پر جنت الفردوس کو حرام کر دیا ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے جو حبِ
دنیا پر روتا ہے۔ اور دنیا کی دولت کی محبت میں روتا ہے، اور آخرت کو بھلا دیتا
ہے، ایسے شخص کو جنت الفردوس نصیب نہیں ہوگی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ | حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے

ابو القاسم یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے
فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ نے اس آنکھ پر جہنم کو
حرام کر دیا ہے جو اپنے گناہوں سے نادم ہو کر
خوفِ خدا کی بنار پر آنسوں بہاتی ہے اور اس
آنکھ پر بھی جہنم کو حرام کر دیا ہے جس نے اللہ کی
اطاعت میں دین کی حفاظت کی بنار پر نیند کا
سُرمہ نہیں لگایا ہے اور اس آنکھ پر جنت الفردوس
کو حرام کر دیا ہے جو حُبِ دنیا کی بنار پر روتی ہے۔

أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ: حَرَّمَ اللَّهُ عَيْنًا
بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ عَلَى
النَّارِ، وَحَرَّمَ اللَّهُ عَيْنًا
سَهَرَتْ فِي طَاعَةِ اللَّهِ عَلَى
النَّارِ، وَحَرَّمَ اللَّهُ عَيْنًا بَكَتْ
فِي الدُّنْيَا عَلَى الْفُتُورِ.
(شعب الایمان ۱/۸۹ حدیث ۷۹۷)

دودھ تھن میں واپس جاسکتا ہے مگر رونے والا جہنم میں نہیں جاسکتا۔

ترمذی شریف کی ایک روایت میں اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ
بیان فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ وہ شخص کبھی جہنم میں نہیں جاسکتا جو اللہ
کے خوف کی وجہ سے رویا ہو۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ مادہ جانور کے تھن سے
دودھ نکالنے کے بعد دوبارہ تھن میں دودھ کا واپس کرنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔
آپ فرماتے ہیں کہ تھن میں دودھ کا واپس چلا جانا تو ممکن ہو سکتا ہے لیکن
اس شخص کا جہنم میں جانا ممکن نہیں ہے جو اللہ کے خوف سے اپنی خطاؤں پر نادم
ہو کر روتا ہے۔ نیز اللہ کے راستہ کا غبار اور جہنم کا دھواں بھی ایک جگہ جمع
نہیں ہو سکتا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ حَتَّى يَعُودَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ (ترمذی شریف ۱/۲۹۲ - ۵۷/۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ایسا آدمی جہنم میں داخل نہیں ہو سکتا جو اللہ کے خوف سے روتا ہے حتیٰ کہ نکلا ہوا دودھ تھن میں واپس چلا جائے اور اللہ کے راستہ کا غبار اور جہنم کا دھواں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

سائے قسم کے لوگ قیامت کے دن عرش کے سایہ میں

بخاری شریف میں ایک مفصل روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میدان محشر میں قیامت کے دن ہر انسان سورج کی دھوپ اور گرمی کی وجہ سے زبردست تکلیف اور پریشانی میں مبتلا ہوگا۔ بعض روایات میں اس کا بھی ذکر ہے کہ لوگ اپنے اپنے پسینہ میں ہوں گے (تفصیل منہاج احمد رقم ۵۷۶) اس قدر گرمی اور ہولناکی کی حالت میں کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا۔ صرف بارگاہِ حرمت کا ایسا سایہ ہوگا جو دنیا کے اے سی، اور ایئر کنڈیشن سے بھی اس کی راحت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سائے قسم کے لوگوں کو ایسی ہولناکی کے عالم میں اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا۔

① عادل بادشاہ: جو محض خدا کے خوف کی وجہ سے رعایا کے درمیان عدل و انصاف کا معاملہ کرتا رہا۔

② ایسا نوجوان جس نے اپنی جوانی کے زمانہ میں اللہ کی عبادت میں اپنے

آپ کو مشغول رکھا ہو۔

③ وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں اٹکا رہتا ہو۔ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کو تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ پڑھنے کے لئے اس کا دھیان ہر وقت مسجد کے ساتھ لگا رہا۔

④ ایسے دو آدمی جنہوں نے صرف رضاِ الہی کے لئے آپس میں محبت کا تعلق قائم کر رکھا ہو۔ دین کی خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے رہے اور دین ہی کی خاطر ایک دوسرے سے جدائی اختیار کرتے رہے۔

⑤ وہ شخص جس کو تنہائی کی حالت میں نہایت حسین و جمیل منصب والی عورت نے جنسی خواہش پوری کرنے کے لئے دعوت دی ہو، اور وہاں خواہش کے پوری کرنے میں خوفِ خدا کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں تھی، اور ایسے حالات میں اس شخص نے ایسی حسین و جمیل عورت سے کہہ دیا کہ مجھے خدا کا خوف ہے۔ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے اسلئے میں ایسا کام ہرگز نہیں کر سکتا۔

⑥ ایسا شخص جو ایسے خفیہ طور پر صدقہ کرتا ہے کہ اسکے اڑوس پڑوس کے لوگوں اور ہر وقت اس کے ساتھ رہنے والوں کو بھی کسی طرح خبر نہیں ہوتی۔

⑦ ایسا شخص جو تنہائی کی حالت میں اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اس کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو جاری ہو جاتے ہیں، اللہ کو یہ بات بہت پسند ہے کہ بندے اس کی بارگاہ میں آنسو بہا کرے۔

بخاری شریف میں یہ حدیث شریف چار مقامات میں موجود ہے۔ اور سب سے پہلا مقام بحارِ شریف ۱/۹۱ حدیث ۶۵۱ ہے۔ اور وہیں پر دوسرے مقامات کے بھی حوالے موجود ہیں۔

۱۴ چوتھی نصیحت، سوتے وقت سورۃ اخلاص،
قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر سوا کرو

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کا ہاتھ پکڑ کر چوتھی نصیحت یہ فرمائی ہے کہ جب تم سونے کے لئے بستر پر جاؤ تو سورۃ اخلاص اور قل اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قل اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ضرور پڑھ لیا کرو۔ اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ یہ تینوں سورتیں تورات، زبور، انجیل اور قرآن عظیم چاروں آسمانی کتبوں میں نازل ہوئی ہیں۔ اور ان سورتوں کو پڑھ کر سونے کے بڑے فوائد اور خوبیاں ہیں۔ اس لئے سوتے وقت ان سورتوں کو کبھی نہ بھولا کرو۔

سوتے وقت آپ کا معمول | بخاری شریف اور ترمذی شریف میں

حضرت عائشہؓ سے ایک روایت

متعدد مقامات میں مذکور ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ آپ کا معمول ہمیشہ یہی رہا ہے کہ جب بھی آپ اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک مارتے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے سر، چہرہ اور پورے بدن میں جہاں جہاں ہاتھ پہنچ سکتا ہے وہاں تک پھیر لیا کرتے تھے۔ اور یہ عمل تین مرتبہ کرتے تھے، اس کے بعد سو جا یا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کو مخاطب کر کے پوری امت کو اس عمل کی وصیت فرمائی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَدَّى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيهِمَا فَقَرَأَ فِيهِمَا قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ فِي جَسَدِهِ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ يَفْعَلُ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ -

(بخاری شریف ۲/۵۰، حدیث ۴۸۲۶)

۲/۸۵۵ حدیث ۵۵۲۴، ۲/۹۳۵،

حدیث ۶۰۴۴، ترمذی شریف ۲/۱۷۷)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب آپ اپنے بستر پر تشریف لیجاتے تو ہر رات اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع کر کے پھر اس میں قُلْ هُوَ اللَّهُ شَرِيفٌ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ تینوں سورتیں پڑھ کر پھونک مارتے پھر دونوں ہاتھوں کے ذریعہ سے جہاں تک ہاتھ پہنچ جاتے پھیر لیتے۔ پہلے سر پر پھر چہرے پر پھر پورے بدن پر پھیر لیا کرتے تھے۔ ایسا تین مرتبہ کر لیا کرتے تھے۔

مُعَوَّذَاتُ سے مرض کا علاج

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ کے لئے عام طور پر "المعوذتین" کے الفاظ آتے ہیں، اور جب سورہ اخلاص کو بھی شامل کرنا مقصود ہو تو المعوذات کے الفاظ بولتے ہیں یہاں پر معوذات سے سورہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ تینوں مراد ہیں۔ (حاشیہ بخاری شریف ۲/۶۳۹)۔ ان تینوں سورتوں کے پڑھنے سے انسان کے بدن پر نہایت اچھا اثر پڑتا ہے کبھی جسمانی اور معنوی دونوں طرح کے امراض کیلئے مفید ثابت ہوتی ہے چنانچہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہل پہ تھا کہ جب آپ کو کوئی مرض لاحق ہوتا تو آپ اپنی سورتوں کو پڑھ کر اپنے جسد اطہر پر پھونک مارا کرتے تھے۔ اور ساتھ میں اپنے ہاتھوں کو جسد اطہر پر پھیر لیا کرتے تھے۔ اس سے امت کو ایک نفع بظاہر مل گیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ مرض الوفا میں مبتلا ہو گئے تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر پھونک مارتی تھی۔ اور آپ ہی کے ہاتھ کو بدن پر پھیرتی تھی اسلئے کہ آپ کے ہاتھ پھیرنے کی برکت امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ لہذا پھونک مارنے کیساتھ ساتھ بجاتے ہیں اپنے ہاتھ پھیرنے کے آپ کے ہاتھ پھیرتی رہی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہو جاتے تو معوذات پڑھ کر اپنے جسم اطہر پر پھونک مارا کرتے تھے۔ اور ساتھ میں اپنے ہاتھ کو جسد اطہر پر پھیر لیتے تھے پھر جب آپ اس مرض میں مبتلا ہو گئے جس میں وفات ہوتی ہے میں آپ کے جسد اطہر پر معوذات پڑھ کر دم کرتی رہی جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم دم فرمایا کرتے تھے۔ اور میں آپ کے ہاتھ آپ کے بدن پر پھیرتی رہی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت کی وجہ سے آپ کے ہاتھ پھیرتی رہی۔

عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ
أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَكَى نَفَثَ
عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَنَسَحَ عَنْهُ
بِيَدِهِ فَلَمَّا اشْتَكَى وَجَعَهُ الَّذِي
تَوَفَّى فِيهِ طَفَعَتْ أَنْفَثَ عَلَى
نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِي كَانَ
يَنْفَثُ وَامْسَحَ بِيَدِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْهُ. (بخاری شریف ۲ / ۶۳۹)
حدیث غلط (۲۲۶) وفی روایت عنہ
وامسح بید نفسه لبرکتها۔

(بخاری شریف ۲ / ۸۵۶ حدیث ۵۵۲۷)

معوذتین سے جادو کا علاج | معوذتین میں اللہ تعالیٰ نے ایسا اثر رکھا ہے کہ ان آیتوں کے پڑھنے سے

جادو کی گرہ تک کھل جاتی ہے۔ بخاری شریف میں ایک روایت متعدد مقامات میں ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ کے یہودیوں نے لبید ابن اعصم زرقی کو پیسہ دیکر تیار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا جادو کر دے کہ اس سے پھر کبھی نجات نہ پاسکیں۔ تو اس نے کھجور کی شاخ میں بالوں کے ذریعہ سے گیارہ گرہ لگا کر ایسے کتوں میں ڈالا کہ اس میں سانپ بچھو کلا وہ انسان کی آمدورفت نہیں تھی۔ اس جادو کا اثر آپ کے پیغمبر ہونیکے باوجود اس قدر تھا کہ آپ کو اپنا کیا ہوا کام بھی یاد نہیں رہتا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انے فضل سے نجات دلائی اور لبید ابن اعصم بکڑا گیا اور آپ نے بنفس نفیس اس خطرناک کنویں میں سے کھجور کی شاخ کو نکلوا یا۔ (بخاری

شریف ۴۵۰/۱، حدیث ۳۰۴۲، ۴۶۲/۱، حدیث ۳۱۶۳، ۸۵۴/۲، حدیث ۵۵۳۸، ۸۵۸/۲

حدیث ۵۵۴۲، حدیث ۵۵۴۱، ۵۵۴۱/۲، ۸۹۵/۲، حدیث ۵۸۲۸، ۹۴۵/۲، حدیث ۶۱۴۴ -)

حضرت جبریل امین علیہ السلام معوذتین یعنی سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ لیکر تشریف لائے اور ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ اطمینان سے ہر ایک آیت پڑھتے جائیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک آیت پڑھتے گئے اور ہر ایک آیت کے ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی چلی گئی۔ اللہ کے فضل و کرم سے آپ کو اس خطرناک جادو سے نجات مل گئی۔ (فتح الباری مطبع دارالریان ۲۴۱/۱۰، طبقات

ابن سعد الباز ۲/۱۵۳)

یہ معوذات کی فضیلتیں ہیں جن کو حاصل کرنیکے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ترغیب دی ہے، لہذا جو آدمی مذکورہ تینوں سورتوں کو پڑھ کر رات کو

سویا کر یگا وہ ہر قسم کے ایسی اثرات اور فحاشات اور شیطانی کے نقصانات سے محفوظ رہے گا۔

۵۔ پانچویں نصیحت، جو تم سے قطع تعلق کرے تم اس سے صلہ رحمی کرو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامر کو مخاطب کر کے پوری امت کے لئے یہ نصیحت فرمائی ہے **صِلْ مَنْ قَطَعَكَ** کہ تم اس شخص کے ساتھ صلہ رحمی اور جوڑ اور محبت کا معاملہ کرو جو تمہارے ساتھ قطع تعلق اور توڑ کا معاملہ کرتا ہو، یہ انسان کی عظمت اور بڑائی کی بات ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرے جو اسکے ساتھ قطع تعلق اختیار کرتا ہو۔ امام طبرانیؒ کی المعجم الاوسط میں ایک حدیث شریف مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص میں تین باتیں پائی جائیں تو قیامت کے دن اسکے ساتھ حساب و کتاب کا معاملہ نہایت سہل و آسان ہوگا۔ بلکہ بغیر حساب و کتاب کے اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت کے ذریعے سے اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ جب آپؐ نے یہ فضیلت بیان فرمائی تو صحابہؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ وہ تین چیزیں کیا ہیں تو آپؐ نے تینوں چیزیں علی الترتیب بیان فرمائیں۔

۱۔ پہلی چیز یہ ہے کہ تم اس شخص کے ساتھ صلہ رحمی اور ہمدردی کا معاملہ کرو جو تمہارے ساتھ قطع تعلق اور بے رحمی کا معاملہ کر چکا ہو۔

۲۔ دوسری چیز یہ ہے کہ تم اس شخص کو خوب دیا کرو جو ہمیشہ تمہیں محروم کرتا رہا ہے۔
۳۔ تیسری چیز یہ ہے کہ تم اس شخص کو درگزر کرو اور معاف کرو جس نے تمہارے اوپر ظلم کر رکھا ہے۔

یہ تین چیزیں اللہ کے نزدیک ایسی محبوب ترین ہیں کہ جس شخص کے اندر ان چیزوں کی خوبیاں ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت مقبول بارگاہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت سے بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل فرما یسگا۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث من کن فیہ حاسبہ اللہ حسابا یسیرا وادخلہ اللہ الجنۃ قلت ماہن یا رسول اللہ قال تصل من قطعک وتعطى من حرمک وتعفو عمن ظلمک۔

(المعجم الاوسط ۱/۴۹۷ حدیث ۹۱۳)

وفی روایۃ وادخلہ الجنۃ برحمتہ

(المعجم الاوسط ۶/۲۹۷ حدیث ۵۰۶۰)

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں جس شخص کے اندر موجود ہوں تو اللہ تعالیٰ اسکے حساب و کتاب کا معاملہ نہایت آسان کریگا اور اس کو جنت میں داخل کر دیگا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ وہ کونسی چیزیں ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ اس شخص کیساتھ صلہ رحمی کرو۔ جو تمہارے ساتھ قطع تعلق اور بے رحمی کا معاملہ کرے اور اس شخص کو عطاء کرتے رہو جو تم کو محروم کرتا رہے اور اس شخص کو معاف کرتے رہو جو تم پر ظلم کرتا رہے۔

کال ہمدردی اسکے ساتھ ہوتی ہے جب کبھی تمہارے ساتھ ہمدردی کی ہو

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمدردی کے بدلہ میں ہمدردی کا معاملہ کرنا اور صلہ رحمی کے بدلہ میں صلہ رحمی کا معاملہ کرنا اور احسان کے بدلہ میں احسان کا

معاملہ کرنا کوئی اہم اور قابلِ تعریف بات نہیں ہے بلکہ کامل طور پر صلہ رحمی کا معاملہ اور کامل طور پر ہمدردی کا معاملہ جو قابلِ تعریف ہے وہ یہی ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ صلہ رحمی اور ہمدردی اور احسان کا معاملہ کرو جس نے کبھی تمہارے ساتھ ہمدردی نہ کی ہو۔ اور کبھی تمہارے ساتھ احسان نہ کیا ہو۔ یہ کام انسان کیلئے بڑی قربانی اور نفس کشی کا ہے جو اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے وہ مومن کامل بنتا ہے۔ اور ہمارے آقا سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم یہی چاہتے تھے کہ ہم سب مومن کامل بن جائیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ہمدردی اور صلہ رحمی کے بدلہ میں ہمدردی اور صلہ رحمی کر نیوالا درحقیقت کامل ہمدردی اور صلہ رحمی کر نیوالا نہیں ہے لیکن قابلِ تعریف اور کامل طور پر ہمدردی اور صلہ رحمی کر نیوالا وہ شخص ہے جو ایسے شخص کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرتا ہو جو شخص اس کے ساتھ قطع رحمی اور بے رحمی کا

عن عبد اللہ بن عمرو
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال لیس الواحد بالمکافی
ولکن الواحد الذی
إذا انقطعت رحمہ وصلہا
هذا حدیث حسن
صحیح۔

(ترمذی شریف ۲/۱۳)

معاملہ کر چکا ہو۔

چھٹی نصیحت اس شخص کو عطا کرتے رہو جو تم کو محروم کرتا رہے

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کو مخاطب کر کے پوری امت کے واسطے چھٹی نصیحت یہ فرمائی اَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ کہ تم ہرگز ایسے لوگوں کو محروم نہ کرو۔

جو تمہیں محروم کر نیکے پیچھے پڑے ہوں۔ بلکہ جنہوں نے ہمیشہ تم کو محروم کرنے اور تمہیں مٹانے میں طاقت صرف نحر رکھی ہو تو تم ایسوں کو خوب عطاء کیا کرو یہ اسلام کے مکارم اخلاق میں سے ہے۔

ہم ایسے عبرتناک چند واقعات کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں جن سے انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق کتنا بلند تھا دنیا اس سے حیرت زدہ ہے۔

۱۔ ابوسفیان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو محروم کرنے اور مٹانے والوں کا سرغنہ تھا، مگر جب حنین کے مال غنیمت کے تقسیم کے موقع پر دینے کا نمبر آیا تو آپ نے سب سے زیادہ ابوسفیان اور اس کی اولاد کو دیا ہے۔ چنانچہ صرف ابوسفیان اور اس کے دو بیٹوں کو تین ٹنٹواؤنٹ ایک سو بیس اوقیہ دیئے۔ صفوان ابن امیہ کو ٹنٹواؤنٹ حکیم بن حزام کو دو ٹنٹواؤنٹ عطار کئے۔ یہ سب وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹانے اور محروم کرنے پر گزار دیا تھا۔ لیکن آپ نے ایسے مکارم اخلاق پیش فرمائے کہ ان سب کی جھولیاں بھردیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۲/۱۱۶)

۲۔ عیینہ ابن حصن فزاری، اقرع ابن حابس، زید بن مہلہل الطائی، علقمہ ابن علائہ العامری یہ چاروں بڑے بڑے قبائل کے سرداران ہیں۔ اور ہر ایک قبیلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خونخوار دشمن تھا۔ اور یہ چاروں افراد قبائلی دشمنوں کے سرغنہ تھے۔ یہ چاروں نبی کریم ص کی بارگاہ میں موجود تھے، اسی اثنا میں حضرت علی نے یمن سے بھاری قیمتی سونے کا ڈلا بارگاہ رسالت میں بھیجا آپ نے وہ تمام سونا انہیں چاروں سرغنوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ باقی اور کسی مسلمان کو نہیں دیا۔

(بخاری شریف ۲/۶۲۴ حدیث ۴۱۷۸)

اسکا اتنا بڑا اچھا اثر پڑا کہ دشمنوں کے ان سرغناؤں نے اسلام قبول کر لیا، ایسے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں واقعات رسولِ عربی کی سیرتوں میں ملیں گے۔ اور یہ آپ کے ایسے مکارمِ اخلاق میں سے ہیں جن سے متاثر ہو کر منیٹوں میں بڑے سے بڑے دشمنوں کی کاہ پلٹ جاتی تھی اس لئے آپ نے پوری امت کو یہ نصیحت فرمائی ہے کہ **اَعْطِ مَنْ خَدَمَكَ** کہ تم ایسے کو خوب دیا کرو جو تمہیں ہمیشہ محروم کرنے اور مٹانے کی فکر میں رہے۔ اور مکارمِ اخلاق کو اپنے ہاتھ سے مت جانے دو۔

۱۔ ایسوں کو معاف کرو جو تم پر ظلم کریں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامر کو پوری امت کے لئے ساتویں نصیحت یہ فرمائی کہ ظالموں کو معاف کر دیا کرو موقع ملے تو ان سے ہرگز بدلہ نہ لیا کرو اور ہمیشہ بدلہ لینے سے گریز کیا کرو چاہے تمہارے اوپر کتنے مظالم ڈھار کھے ہوں چنانچہ فرمایا **وَاعْرِضْ عَنْ ظِلْمِكَ** اس شخص سے بدلہ لینے سے گریز کیا کرو جس نے تم پر مظالم ڈھار کھا ہے۔ اور فرمایا **اغْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ** اس شخص کو معاف کر دیا کرو جس نے تم پر ظلم کر رکھا ہے۔

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کے بارے میں امت کو قسم دیکر کے فرمایا کہ تم ان کو یاد کر لو تو تم ان باتوں میں کبھی دھوکہ نہ کھاؤ گے اور یہ باتیں ہمیشہ سچ نکلیں گی۔

۱۔ صدقہ کرنے سے بندہ کے مال میں کبھی کمی نہیں آئے گی اس لئے صدقہ کرنے میں مت گھبرا یا کرو۔

۲۔ جب تم پر ظلم و زیادتی ہو جائے اور تم ظالم سے بدلہ نہ لو بلکہ بدلہ کے بجائے صبر کرتے رہو تو اللہ تعالیٰ ضرور تمہاری عزت بڑھائے گا۔

۱۔ جو شخص انسانوں سے مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے فقر و فاقہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو کبشہ انماریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے سنا ہے کہ آپؐ نے تین چیزوں پر قسم کھا کر کے فرمایا (۱) صدقہ کرنے سے مومن بندہ کا مال کم نہیں ہوتا (۲) کسی بندہ مومن پر ایسا ظلم نہیں کیا جائیگا جس پر وہ صبر کرے مگر اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کر لیگا (۳) اور کوئی بندہ انسان سے مانگنے کا دروازہ نہیں کھول لیگا مگر اللہ تعالیٰ اس کیلئے فقر و فاقہ کا دروازہ کھول دیگا۔

عن ابی کبشۃ الانصاریؓ
انہ یمسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بقول ثلاث أقسم
عليهن ما نقص مال عبد من
صدقة ولا ظلم عبد مظلمة
صبر عليها إلا زاده الله عزرا
ولا فتح عبد باب مسئلة إلا
فتح الله عليه باب فقر۔

(ترمذی شریف ۲/۸۵، مسند امام احمد بن حنبل)

۲۳۱/۴ نسخہ رقم ۱۹۴ ۱۸

تین چیزوں سے انسان کی عزت بلندی | حضرت ابو ہریرہؓ سے
ایک روایت مروی

ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو انسان کی ترقی اور بلندی کے لئے زینت ہیں۔

۱۔ صدقہ کرنے سے انسان کے مال میں کمی نہیں آتی ہے بلکہ حصول مال کی ترقی کا یہ ایک زینہ ہے اور جتنا صدقہ کیا جائیگا اتنی مال میں برکت ہوتی ہے اور منجانب اللہ مال کی حفاظت بھی ہوتی ہے۔

۲۔ ظالموں اور ستم گروں کو معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ انسان کی عزت میں ترقی عطا فرماتا ہے اور ہر طرف سے اسکے معاونین ثابت ہو جاتے ہیں۔

۳۔ جو شخص تواضع اور عاجزی و انکساری اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ ایسوں کو بہت سی
کے نام عروج پر پہنچا دیتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا
نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ
اللَّهُ دَجَلًا يَعْصُو إِلَّا عِزًّا أَوْ مَا
تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ
(ترمذی شریف ۲/۲۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس صدقہ
مال میں کمی نہیں کرتا اور درگزر کر دینے سے
اللہ تعالیٰ آپ کی عزت میں ضرور بالظہور
اضافہ فرمائیگا۔ اور جو شخص اللہ کے لئے
تواضع اور انکساری اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ
اس کو ضرور بلندی عطا فرمائیگا۔

مظلوموں کی بددعا اور صبر سے ڈرو

جو لوگ دوسروں پر
ظلم کرتے رہتے ہیں

وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے فلاں کو نیچے گرا دیا ہے اور فلاں کی طاقت کو پسپا کر دیا ہے
فلاں کی کمرسیدھی ہونے نہیں دی، اور فلاں کو پیروں پر کھڑا نہیں ہونے دیا۔
بڑے فخر سے اترتے ہیں یہ ان کی بھول ہے۔ خیال ہونا چاہیے کہ اللہ کی طاقت
سب سے بڑی طاقت ہے اس کی طاقت کا مقابلہ کائنات میں کسی کی طاقت
نہیں کر سکتی۔ اور ہر طاقت کمزور پڑ جاتی ہے اس کی طاقت باقی رہتی ہے۔ اور ہر
طاقت ملیا میٹ ہو جاتی ہے اس کی طاقت اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ وہ ظلم کرنے والوں
کو ڈھیل دیتا ہے مگر جب وہ سزا دینے پر آجاتا ہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا۔
اور خدا کی طاقت مظلوموں کی بددعا کے ساتھ ہوتی ہے اور کمزوروں اور
نا توانوں کے صبر کے ساتھ ہوتی ہے۔

تین قسم کے لوگوں کی دُعا مسترد نہیں ہوتی

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین قسم کے لوگوں کی دُعائیں بہت جلد قبول ہو جاتی ہیں۔
۱۔ والد کی بد دُعا اولاد پر، اگر والد کو اولاد کی طرف سے تکلیف پہنچتی ہے اور والد اولاد کیلئے بد دُعا کرے تو وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔

۲۔ مظلوم کی بد دُعا ظالم کے حق میں، اگر ظالم جب مظلوم پر ظلم کرنے لگے اور اس مظلوم کے پاس اللہ کی مدد کے سوا اور کچھ نہ ہو وہ اللہ سے مدد مانگے تو کبھی نہ کبھی اللہ کی مدد ضرور آئے گی۔ اور ظالم کو دنیا کے اندر عبرتناک سزا مل جاتی ہے۔ اور اگر دنیا میں سزا نہیں ملتی ہے تو آخرت میں ضرور ملیگی۔

۳۔ مُسافر کی دُعا حالتِ سفر میں، جو مُسافر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکی دُعا ضرور قبول فرماتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کی دُعائیں مقبول ہوتی ہیں (۱) والد کی بد دُعا اولاد پر (۲) مظلوم کی بد دُعا ظالم کے بارے میں (۳) حالتِ سفر میں مُسافر کی دُعا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَةٌ، دَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، (شعب الایمان بیہقی ۶/۴۸)

(حدیث ۷۴۶۲)

ایک دوسری حدیث شریف میں روزہ دار کی دُعا کا بھی ذکر ہے کہ روزہ کی حالت میں جب روزہ دار دُعا کرتا ہے تو وہ اللہ کو بہت پسند ہے۔ اللہ اسکو قبول کرتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ تین قسم کی دعائیں مستجاب اور مقبول ہوتی ہیں (۱) روزہ دار کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) مظلوم کی بددعا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ دَعْوَةُ الصَّائِمِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ (شعبا لیمان ۶/۲۸ حدیث ۴۶۲)

مظلوم کی بددعا سے بچو

ایک اور حدیث شریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے اس بات کی

وصیت کی ہے کہ تم ہمیشہ مظلوم کی بددعا سے دور رہا کرو، اپنے آپ کی حفاظت کیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ مظلوم کی بددعا تم پر لگ جائے اور تمہاری دنیا و آخرت برباد ہو جائے اس لئے مظلوم اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے حق سے روکتا نہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو مظلوم کی بددعا سے بچاؤ، اس لئے کہ مظلوم اللہ سے اپنا حق مانگتا ہے، اور بیشک اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے حق سے نہیں روکتا ہے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِيَّاكَ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ فَإِنَّمَا يَسْأَلُ اللَّهُ حَقَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَا يَمْنَعُ ذَاتَ حَقٍّ حَقَّهُ۔ (شعبا لیمان بیہقی)

(۴۹/۶ حدیث ۴۶۲)

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ اور مظلوم کی بددعا کے درمیان کوئی حجاب اور آڑ نہیں اس لئے ہمیشہ اپنے آپ کو مظلوم کی بددعا سے بچاؤ۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: قَالَ: | حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا کہ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مظلوم کی بددُعا سے ڈرتے رہا کرو اسلئے کہ مظلوم کی بددُعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا دُعِيَ الْمَظْلُومُ فَإِنَّهُ لَيْسَ
بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ - الحديث
(مسلم شریف ۳۶/۱، بخاری ۲/۶۲۳)

ایک اور روایت میں مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ مظلوم جب اپنے جلے ہوئے دل سے بددُعا کرتا ہے تو اس کی دُعا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جانے میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی حتیٰ کہ اللہ کے سامنے ہو جاتی ہے۔ پھر وہاں سے ظالم پر عبرت ناک سزا نازل ہوتی ہے۔
روایت ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ کوئی مظلوم اپنے جلے ہوئے دل سے دُعا نہیں کرتا مگر وہ دُعا اللہ کے سامنے پہنچ جاتی ہے۔ پھر وہاں سے اُس پر سزا نازل ہوتی ہے جس نے مظلوم پر ظلم کر رکھا ہے۔

عَنْ مَالِكِ بْنِ دِينَارٍ يَقُولُ
قَرَأْتُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ مَا مِنْ
مَظْلُومٍ دَعَا بِقَلْبٍ مُحْتَرِقٍ إِلَّا
لَمْ يَنْتَهِ دَعْوَتُهُ حَتَّى تَصْعَدَ
بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَتَنْزِلُ
الْعُقُوبَةُ عَلَى مَنْ ظَلَمَهُ -

(شعب الایمان ۶/۴۹ حدیث ۷۳۶۵)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص ظلم پر اتر جاتا ہے تو

اللہ کی طرف سے ظالم کو مہلت

اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے کچھ وقت کیلئے مہلت دیتا ہے لیکن جب ظالم ظلم سے باز نہیں آتا ہے تو اس پر کبھی ایسا وقت آتا ہے جس میں اُسے عبرت کی سزا بھگتنی پڑ جاتی ہے اور اللہ جب کسی کو سزا دینے پر آجاتا ہے تو اُس کا ایسا حشر ہوتا ہے کہ اسکو

کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ اسلئے قرآن و حدیث کے اندر ظالموں کو وعیدوں کے ذریعہ سے ظلم سے باز آنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ ظالم کو گرفت میں لے لیتا ہے تو اُس کو کوئی پھڑا نہیں سکتا۔ پھر حضورؐ نے سورہ ہود کی آیت پڑھ کر سنائی اور ایسے ہی تیرے رب کی پکڑ ہے کہ جب کسی بستی والوں کو پکڑ میں لے لیتا ہے جو ظلم کرتے ہیں تو وہ ٹھٹھ نہیں سکتے، بیشک اُس کی پکڑ دردناک عذاب ہے۔

عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَيُمْلِكُ لِلظَّالِمِ حَتَّى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يَفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَأَ: وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ (هود آیت ۱۲)

شعب الایمان ۶/۴۹ حدیث ۷۴۶۷

ایک دوسری حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قیامت کے دن شدید ترین عذاب میں وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا کے اندر لوگوں کو شدید تکلیف میں مبتلا کر رکھا تھا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے دربار میں شدید ترین عذاب میں وہ لوگ مبتلا ہوں گے جنہوں نے دنیا کے اندر لوگوں کو

قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا لِلنَّاسِ فِي الدُّنْيَا أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

شدید ترین تکلیفیں پہنچائی ہیں۔

(شعب الایمان ۵۰/۶ حدیث ۷۴۶۹)

مسند احمد بن حنبل ۳/۳۰۳، ۴۰/۹۰

نمبر ۱۵۴۰۸ — ۱۶۹۴۳

منظلوں سے دنیا میں معافی مانگ لو

حدیث میں آیا ہے کہ اگر تم سے کسی پر ظلم ہو چکا ہے

اور تم سے کسی کو تکلیف پہنچ گئی ہے تو یہ تمہارے لئے نہایت خطرناک مسئلہ ہے اور اس مسئلہ کا حل صرف دنیا میں ہو سکتا ہے آخرت میں ایسے مسائل کا کوئی حل نہیں ہے وہاں تو بدلہ دلانے کا ہی فیصلہ ہوگا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اگر تمہاری طرف سے کسی پر ظلم ہوا ہے، تم نے کسی کی آبروریزی کی ہے یا تم نے کسی کا مال کھایا ہے تو دنیا ہی کے اندر مظلوم سے صلح کر لو، جس طریقہ سے ہو سکے اسکا حق اُسے دیکر اُس سے معافی مانگ لو۔ تاکہ آخرت میں بدلہ دلانے کا خطرناک مسئلہ پیش نہ آجائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس کی طرف سے اپنے مسلمان بھائی پر کوئی ظلم ہوا ہے اُس کی آبروریزی میں یا اسکے مال میں اسوقت کے آنے سے پہلے اپنے صاحب سے اس ظلم کا مسئلہ حل کرا لے جس وقت میں بدلہ کیلئے نہ کوئی دینار ہوگا اور نہ کوئی درهم لہذا اگر اسکا کوئی عمل صالح ہوگا تو اسکے ظلم کے بقدر عمل صالح لیکر مظلوم کو

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ عِنْدَكَ مَظْلُومٌ مِنْ أَخِيهِ مِنْ عِرْصِنِهِ أَوْ مَالِهِ فَلْيَتَحَلَّلْهُمَا مِنْ صَاحِبِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُؤْخَذَ مِنْهُ حَيِّنَ لَا يَكُونُ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ فَإِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرٍ مَظْلُومَةٍ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ اخْذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَتْ عَلَيْهِ۔

ولا دیا جائیگا اور اگر عمل صالح نہیں ہے تو
مظلوم کے گناہوں کو لیکر ظالم کے سر پر
والد یا جائیگا۔

(شعب الایمان ۵۱/۶ حدیث ۴۷۷۷)
بخاری شریف ۳۳۱/۱ حدیث ۱۳۳۸۵

۹۶۷/۲ حدیث ۱۶۳۸۵

مسند احمد ۵۰۶/۲ قسم ۱۰۵۸۰

ایک دوسری حدیث شریف میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہے کہ تم اپنے آپ کو جہاں تک ہو سکے مظالم سے بچاؤ تاکہ قیامت کے دن
تمہاری نیکیاں، تمہارے ظلم کے بدلہ میں مظلوموں کو نہ مل جائیں۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم حتی المقدور
ظلم سے بچو۔ اس لئے کہ بندہ قیامت کے دن
اس حال میں آئیگا کہ اسکی اتنی نیکیاں
ہوں گی کہ جن کو دیکھ کر اس کو امید ہوگی کہ وہ
نیکیاں اُسے نجات دلا سکتی ہیں مگر پھر کوئی
بندہ اللہ کے دربار میں کھڑے ہو کر کہے گا کہ
اے میرے رب اس نے میرے اوپر یہ ظلم
کیا ہے تو کہا جائیگا کہ اُس کے حسنات اور
اس کی نیکیوں میں سے ظلم کا بدلہ لے لو
یہاں تک کہ اس کے لئے کوئی نیکی
باقی نہیں رہے گی۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ: اتَّقُوا الْمُظَالِمَ مَا
اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّ الْعَبْدَ يَحْصِي
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ
مَا يَرَى أَنَّ تَنْجِيَهُ فَلَا يَزَالُ
عَبْدٌ يَقُومُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ إِنِّي
فَلَانًا ظَلَمْتَنِي مَظْلَمَةً فَيُقَالُ
امْحُوا مِنْ حَسَنَاتِهِ حَتَّى
لَا يَبْقَى لَهُ حَسَنَةٌ

(شعب الایمان ۵۱/۶)

حدیث ۴۷۷۷)

اللہ کے یہاں ظلم کے تین دفاتر | اللہ کے دربار میں ظلم کے حساب و کتاب کے تین دفاتر ہوں گے۔

ہر ایک اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کیا جائیگا۔
 ۱۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے دفتر، جس نے اللہ کی عبادت میں اور اللہ کی طاقت میں اور اللہ کی خالقیت میں کسی کو ہمسر یا شریک ٹھہرایا ہے تو اللہ کے نزدیک اس سے بڑا ظالم کوئی اور نہیں ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ اسلئے اللہ تعالیٰ ایسے ظالم اور مشرک کی کبھی بخشش نہیں کریگا۔
 ۲۔ ظلم کا دوسرا دفتر ایسا پیش کیا جائیگا جسکا تعلق حقوق العباد سے ہوگا کہ کسی بندے نے دوسرے پر ظلم کر رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی بھی بخشش نہیں کرے گا۔ بلکہ مظلوم کے حق کا بدلہ ظالم سے ضرور دلوائیگا۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ وہاں روپیہ پیسہ نہیں ہوگا اسلئے ظالم کی نیکیوں کو لیکر مظلوم کو دلوا دیگا۔ اگر نیکیوں سے بدلہ ممکن نہیں ہوتا ہے تو مظلوم کی بُرائیوں کو لیکر ظالم کے سر پر ڈالا جائے گا۔ بالآخر ظالم کی نیکیوں کو لیکر مظلوم جنت میں جائیگا۔ اور مظلوم کی بُرائیوں کو لیکر ظالم کو جہنم میں جانا پڑیگا۔

۳۔ ظلم کا تیسرا دفتر ایسا ہوگا جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہوگا جو بندہ نے اللہ کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے یعنی اللہ نے بندے کے اوپر جو عبادتیں فرض یا واجب کر رکھی ہیں اُن کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے چاہے اللہ اُسے عذاب دے اور چاہے تو اُسے معاف فرمادے۔
 حدیث شریف ملاحظہ فرمائے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي دَاوَيْنُ | حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ظلم کے دفاتر

تین ہوں گے۔

(۱) ایسا دفتر جس میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ معاف نہیں کریگا وہ اللہ کے ساتھ شرک کا ظلم ہے بیشک اللہ تعالیٰ مشرک کی مغفرت نہیں کریگا (۲) دوسرا دفتر وہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ چھوڑیگا نہیں اور وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ظلم ہے جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض کو بعض سے بدلہ دلا کر چھوڑیگا (۳) ظلم کا ایسا دفتر جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ اہم نہیں ہے۔ اور وہ بندوں کا ایسا ظلم ہے جس کا تعلق بندوں اور اللہ کے درمیان میں ہے تو وہ اللہ پر محول ہے۔ اگر اللہ چاہے عذاب دے اور اگر چاہے اسے معاف کر دے۔

ثَلَاثَةٌ،

دِيُوَانٌ لَا يَغْفِرُهُ اللَّهُ إِلَّا شَرَاكَ
بِاللَّهِ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ
بِهِ - وَدِيُوَانٌ لَا يَتْرُكُهُ
اللَّهُ ظُلْمَ الْعِبَادِ فِيمَا بَيْنَهُمْ
حَتَّى يُقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِنْ
بَعْضٍ وَدِيُوَانٌ لَا يَعْبَأُ اللَّهُ
بَيْنَهُمْ ظُلْمَ الْعِبَادِ فِيمَا
بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللَّهِ قَدْ أَتَى
إِلَى اللَّهِ إِنْ شَاءَ عَذَابُهُ
وَإِنْ شَاءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ -

(شعب الایمان ۵۲/۶ حدیث ۴۷۷۳)

المستدرک للحاکم ۸/ حدیث ۸۷۱۴

مسند امام احمد ۶/۲۴۰

سید الکونین کا اپنے ظالموں کیساتھ کیا معاملہ تھا؟

اب آخر میں عبرت کیلئے حدیث شریف کی اصل عبارت "وَأَعْرِضْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ" اور "وَأَعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ" جس نے تمہارے ساتھ ظلم کیا ہے تم اس سے بدلہ لینے سے اعراض کرو تم اس کے ساتھ عفو و درگزری کا معاملہ کرو۔ اس کے پیش نظر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک اور آپ کا اُسوۂ حسنہ

تمام امت کیلئے درسِ عبرت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ آپؐ نے ہر اس ظالم سے بدلہ لینے میں اعراض فرمایا اور صاف طور پر معاف کر دیا جس نے آپؐ پر خطرناک طریقہ سے ظلم کیا۔
 لبید ابن العصم زرقی نے جب آپؐ پر ایسا خطرناک جادو کیا تھا جس سے بچنا ممکن نہیں تھا۔ پھر جب وہ وحی الہی کے ذریعہ سے پکڑا گیا تو آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظالم سے کوئی بدلہ نہیں لیا، بلکہ اُس کو معاف کر دیا۔

جب خیبر میں زینب بنت حارث یہودیہ نے آپؐ کو جان سے مار دینے کے لئے زہر دیا تھا پھر جب پکڑی گئی تو آپؐ نے اپنے لئے اس سے کوئی بدلہ نہیں لیا۔
 غزوہ ذات الرقاع سے واپسی کے موقع پر جب غوث ابن حارث نے آپؐ کو تنہائی میں سونے کی حالت میں پایا تو آپؐ کو جان سے ختم کر دینے کیلئے تلوار سونت کر کھڑا ہوا پھر اللہ کی مدد سے اس کے ہاتھ سے تلوار گری اور آپؐ کے قبضہ میں آئی۔ پھر تمام صحابہ کرام نے بھی اس کو گھیر لیا، مگر آپؐ نے پھر بھی اس سے بدلہ نہیں لیا۔
 ہمارے آقا پرستو بار قربان ہو جاؤ کہ آپؐ نے امت کو جیسا فرمایا ہے ویسا ہی خود عمل کر کے دکھایا ہے۔ نیز آپؐ نے جو اپنے مکارمِ اخلاق سے امت کے سامنے ظالموں کو معاف کرنے کا اُسوہ پیش کیا ہے۔ اس سے انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ ایسی مثالیں آپؐ کی زندگی اور آپؐ کی سیرت میں بے شمار ملیں گی۔

ظلم کا بدلہ احسان سے دیا کرو | ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ تم ظلم کا بدلہ احسان سے دیا کرو

یہ کوئی اہم بات نہیں ہے کہ تم احسان کا بدلہ احسان سے دیا کرو۔ بلکہ عبرت اور کمال کی بات یہی ہے کہ ظلم کا بدلہ احسان سے دیا جائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ | حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے

ارشاد فرمایا کہ تم ہر شخص کی پیروی کرنے والے نہ بنو۔ یوں نہ کہو کہ اگر لوگ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے۔ اگر لوگ ہم پر ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے، بلکہ اپنے اندر تحمل اور بردباری پیدا کرو۔ اگر لوگ تمہارے ساتھ احسان کریں تو تم بھی احسان کرو، اور اگر لوگ تمہارے ساتھ ظلم اور برائی سے پیش آئیں تو تم ظلم مت کرو۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا تَكُونُوا اِمْعَةً تَقُولُونَ
اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنًا
وَ اِنْ ظَلَمُوا ظَلَمْنَا وَلَكِنْ وَطَنُوا
اَنْفُسَكُمْ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ
اَنْ تُحْسِنُوا وَاِنْ اَسَاؤُا فَلَا
تُظْلِمُوا۔ (ترمذی شریف ۲/۲۱)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا : عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا
وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت معاذ بن جبلؓ کو آقام کی وصیتیں

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا : عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

اور یہی وصیت کر گئے حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹوں کو اور حضرت یعقوبؑ بھی۔ اے بیٹوں! بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہارے لئے اپنے دین کو منتخب کر لیا ہے، لہذا تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

وَوَصَّىٰ بِهَا اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَاٰدَمُ يٰعَقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمْ الدِّيْنَ فَلاَ تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (سورہ بقرہ آیت ۱۳۲)

حضرت معاذ بن جبلؓ کو آقام کی نصیحت

حضرت معاذ بن جبلؓ عظیم المرتبت صحابی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں انکا بڑا اونچا مقام تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواص توجہ ان پر رہتی تھی۔ حضرت معاذ بن جبلؓ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کے فرمایا کہ اے معاذؓ میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ جب آقام کی زبان سے حضرت معاذ بن جبلؓ نے

یہ الفاظ سننے تو چونک اٹھے کہ کہاں معاذ بن جبل کی حیثیت اور کہاں سرکار کا مقام ہے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ بیشک اللہ کی قسم میں بھی آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ اس کے بعد آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اے معاذ! میں تمہارا خیر خواہ ہوں اس لئے میں تمہیں چند کلمات کی وصیت کرتا ہوں۔ تم ہر نماز کے بعد ان کلمات کے ساتھ اللہ سے دُعا کرنا کرو۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی صحابیؓ کو مخاطب کر کے کسی خاص چیز کی وصیت فرماتے تھے تو یہ وصیت تمام امت کیلئے درسِ عبرت ہوتی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی پیشکش کر کے یہ فرما رہے ہیں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور محبت کے تقاضے سے یہ دُعا میں تمہیں سکھاتا ہوں جس سے تمہیں دنیا اور آخرت میں فائدہ ہوگا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ہر نماز کے بعد یہ دُعا پڑھ لیا کرو۔

اے اللہ تو میری مدد فرما اپنے ذکر پر اور اپنی نعمتوں کے شکر کرنے پر اور اپنی عبادتِ خوبی کے ساتھ ادا کرنے پر۔	اَللّٰهُمَّ اَعِزَّنِيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔
---	---

جس اہمیت کے ساتھ ہر نماز کے بعد اس دُعا کے پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسی اہمیت کے ساتھ ہر مسلمان کو اس دُعا کے پڑھنے میں اہتمام بھی کرنا چاہیے۔ اسلئے حضرت معاذ بن جبلؓ نے اپنے شاگرد حضرت صنابیؓ کو وصیت فرمائی۔ اور صنابیؓ نے اپنے شاگرد حضرت امام ابو عبد الرحمنؓ کو اور ابو عبد الرحمنؓ نے اپنے شاگرد عقبہ بن مسلمؓ کو وصیت فرمائی ہے۔

یہ حدیث شریف حدیث کی متعدد کتابوں میں مختلف انداز اور مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ مسند احمد کے الفاظ ہم یہاں درج کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِهِ يَوْمَئِذٍ قَالَ يَا مُعَاذُ إِنِّي لَأُحِبُّكَ فَقَالَ لَهُ مُعَاذُ يَا أَبَا أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ وَأَنَا أُحِبُّكَ قَالَ أُوصِيكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدْعَنِي فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ أَنْ تَقُولَ اللَّهُمَّ أَعِزِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ. وَفِي أَبِي دَاوُدَ وَالْمَعْجَمِ وَأَوْصِي مُعَاذُ الصَّنَابِجِي وَأَوْصِي الصَّنَابِجِي أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَأَوْصِي أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَقِبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ - (مسند احمد بن حنبل ۵/۲۲۵)

حدیث نمبر ۲۲۴۴/۵، حدیث نمبر ۲۲۴۴

المعجم الكبير ۲/۱۲۵ حدیث نمبر ۲۵ حدیث نمبر ۱۱

المستدرک النسخة قديم ۱/۲۴۲ النسخة جديد ۱/۲۹۹

حدیث نمبر ۱۱، ابوداؤد ۱/۲۱۲

نسائی شریف ۱/۱۳۶

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن انکا ہاتھ پکڑا پھر فرمایا۔ اے معاذ بیشک میں تم سے محبت رکھتا ہوں تو اس پر حضرت معاذ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ بیشک میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! میں تمہیں چند کلمات کی وصیت کرتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو ہر گز مت چھوڑنا۔ یوں پڑھا کرو۔ اے اللہ! میری مدد فرما تیرے ذکر کرنے پر اور تیرے شکر کرنے پر اور خوبی کیساتھ تیری عبادت کرنے پر۔ اور حضرت معاذ نے اپنے شاگرد صناہجی کو وصیت فرمائی۔ اے صناہجی! نے اپنے شاگرد ابو عبد الرحمن کو اور ابو عبد الرحمن نے اپنے شاگرد عقبہ ابن مسلم کو وصیت فرمائی۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو من رخصت کرتے وقت کی وصیت

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کے لئے روانہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت معاذ کے ساتھ رخصت کرتے ہوئے نکلے اور آپ نے حضرت معاذ کو نہایت حسرت بھرے انداز سے وصیت فرمائی۔ اور وہ جس قوم کے پاس تشریف لیجا رہے تھے اسکے بار میں میں حکم فرمایا کہ اس قوم کے ساتھ خیر خواہی کی جائے۔ ان کیلئے آسانی اور سہولت کی راہ فراہم کی جائے۔ اور ان کو تنگی میں مبتلا نہ کیا جائے۔ اور ان کے درمیان محبت و ہمدردی کا ماحول پیدا کیا جائے۔ اور نفرت کا ماحول پیدا نہ کیا جائے۔ اور ان کو ایمان کی دعوت دیجائے۔ پھر نماز و روزہ اور صدقات و خیرات کی دعوت دیجائے۔ اور زکوٰۃ و صدقہ میں لوگوں کا عمدہ ترین مال نہ لیا جائے۔ درمیانی درجہ کا مال لیا جائے۔ بخاری شریف ۲/۶۲۲ تا ۶۲۳ —

بڑی عبرت کی بات یہ ہے کہ جب آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو رخصت کرتے وقت یہ وصیت فرما رہے تھے، اس وقت حضرت معاذ کو سواری پر سوار کر دیا۔ حضرت معاذ سواری پر سوار ہیں۔ اور حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام سواری کے نیچے پیدل چل رہے ہیں۔ اور حضرت معاذ کو وصیت فرماتے ہوئے آخر میں یہ بھی فرمایا کہ اے معاذ میرے اور تمہارے درمیان آخری ملاقات ہے۔ اب اسکے بعد جب تم مدینہ منورہ آؤ گے تو میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو گے۔ اب آئندہ میرے اور تمہارے درمیان میدانِ محشر میں ملاقات ہوگی۔

حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے جو نہی یا نفاذ نکلے
حضرت معاذ آقار کے فراق سے بے اختیار ہچکیاں لے لیکر زار و قطار رونے
لگے۔ اس پر آقائے فرمایا اے معاذ! زور زور سے آواز کے ساتھ رونا شیطان
کا عمل ہے۔ اسلئے ایسا مت کرو۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہو کر آپؐ نے فرمایا
کہ لوگوں میں مجھ سے قریب اور میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ترین وہ لوگ ہیں
جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اور خدائے وحدہ لا شریک لہ سے ڈرتے ہیں۔ وہ
چاہے کہیں بھی ہوں۔ چاہے مدینہ میں میرے پاس ہوں یا دنیا کے کسی بھی گوشہ میں
رہ کر تقویٰ اختیار کرتے ہوں انہیں سے میرا تعلق ہے وہی میرے دوست
ہوتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے انہوں نے فرمایا کہ جب انکو حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کیلئے روانہ فرمایا تو
ان کیساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس
نکلے اور ان کو وصیت فرماتے رہے۔
حال یہ تھا کہ حضرت معاذ سواری پر سوار
تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی
سواری کے نیچے پیدل چل رہے تھے۔ پھر
جب مجدا ہونے لگے تو آپؐ نے فرمایا اے معاذ!
ممکن ہے کہ تم مجھ سے اس سال کے بعد پھر
ملاقات نہ کر سکو گے اور شاید تم میری اس
مسجد کے پاس سے یا میری قبر کے پاس سے

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ
لَمَّا بَعَثَهُ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى
الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوصِيهِ
وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَقَدْ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَمْشِي تَحْتَ رَاحِلَتِهِ فَلَمَّا
فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ إِنَّكَ
عَسَى أَنْ لَا تَلْقَانِي بَعْدَ
عَامِي هَذَا أَوْ لَعَلَّكَ
أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِي هَذَا

گزر و گئے۔ تو حضرت معاذ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی حسرت میں زار و قطار رونے لگے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی طرف اپنا چہرہ متوجہ فرما کر ارشاد فرمانے لگے کہ بیشک لوگوں میں میرے دوست و میرے محبوب وہ لوگ ہیں جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں چاہے وہ کسی بھی قوم سے تعلق رکھتے ہوں یا کسی بھی جگہ رہتے ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ اے معاذ! امتِ رسولِ خدا سے رونا شیطان کا کام ہے۔

أَوْ قَبْرِي قَبْلِي مَعَاذُ جِشْعًا
بِفِرَاقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ التَفَتَ
قَائِلًا بَوَجْهِهِ نَحْوَ الْمَدِينَةِ
فَقَالَ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِالِ
الْمُسْتَقُونِ مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ
كَانُوا۔

(سند احمد بن حنبل ۲۳۵/۵)
حدیث ۲۲۴۰۲

دوسری روایت کچھ الفاظ کے فرق کے ساتھ مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن کے لئے روانہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ کے ساتھ کچھ دور کیلئے نکلے اور وصیت فرماتے رہے۔ حال یہ تھا کہ حضرت معاذ سواری پر سوار تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انکی سواری کے نیچے پیدل چل رہے تھے جب وصیت سے فارغ ہو گئے تو آپ نے کہا اے معاذ! بیشک ممکن ہے کہ میرے اس سال کے بعد پھر تم مجھ سے ملاقات نہ کر سکو گے اور شاید تم میری مسجد اور میری قبر کے

إِنَّ مَعَاذَ الْمَا بَعَثَهُ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى
الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوصِيهِ
وَمَعَاذُ رَاكِبٍ وَرَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي
تَحْتَ رَا حِلَّتِهِ فَلَمَّا فَرَغَ
قَالَ يَا مَعَاذُ إِنَّكَ عَسَى
أَنْ لَا تَلْقَانِي بَعْدَ عَامِي
هَذَا وَلَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ
بِمَسْجِدِي وَتَبْرِي

فَبَكَى مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بُحْشَعًا
لِفِرَاقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْكُ
يَا مُعَاذُ لِبُكَاءِ إِيَّايَ وَلَا لِبُكَاءِ مَنْ

پاس سے گزر دوں گے تو حضرت معاذ بن جبل
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی
حسرت میں زور زور سے رونے لگے تو آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! مت
رو و بیشک آواز سے رونا شیطان کا عمل ہے۔

الشَّيْطَانُ - (سند احمد بن حنبل ۲۳۵/۵ حدیث ۲۲۴۲)

حضرت معاذ بن جبلؓ کا قبر اطہر پر آپؐ کی تین نصیحتوں کی یاد آوری پر رونا

ایک بڑی عبرت کی حدیث شریف ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو
جب یمن کیلئے روانہ کیا جا رہا تھا اس وقت حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے ان سے پیشین گوئی کے طور پر یہ فرمایا تھا کہ اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات
نہیں کر سکو گے۔ اور میری وفات کے بعد میری قبر کے پاس سے گزر دو گے چنانچہ
واقعہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی ملاقات حضرت سید الکونین
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ زندگی میں کبھی نہیں ہو سکی۔ اور آپؐ کی وفات کے
بعد جب حضرت معاذ بن جبلؓ مدینۃ المتورہ تشریف لے آئے تو آقائے نامدار
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر اطہر پر تشریف لے گئے اور آقائے نامدار
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصیحتیں یاد آئیں جس سے حضرت معاذؓ کو کھڑے
رہنے کی طاقت نہیں رہی۔ بیٹھ گئے۔ چنانچہ قبر اطہر پر بیٹھ کر زار و قطار رونے
لگے۔ اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ تو دیکھ ساکو

عاشقِ رسول حضرت معاذ بن جبلؓ کا بہت بُرا حال ہو رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ روتے روتے تمہارا بُرا حال ہو گیا ہے تو حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر اٹھ کر پر حاضری کے بعد آپ کی تین نصیحتیں یاد آ گئیں جنکی وجہ روتے میں میں بے اختیار ہوجکا ہوں

عَلَّانَ يَسِيرُ الرَّيَاءُ شُرَكَاءَ بِيْشِكْ
معمولی ریاکاری بھی شرک کے درجہ

عَلَّانَ يَسِيرُ الرَّيَاءُ شُرَكَاءَ بِيْشِكْ

کو پہنچا دیتی ہے۔ اسلئے کہ ریاکاری وہی ہوتا ہے جس میں کبر اور غرور ہوتا ہے۔ اور ریاکاری اور کبر نہایت زہریلی چیز ہے۔ اس سے آدمی اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے اعلیٰ سمجھتا ہے اور دوسروں کو اپنے سے حقیر سمجھتا ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں خدائے ذوالجلال اور خالق کائنات کی صفت ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ کو ہرگز یہ پسند نہیں کہ اس کی مخلوق میں سے کوئی ان صفات کا خواہش مند ہو۔ ایک حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کبر میری چادر ہے۔ اور میرے بندوں میں سے جو کبر اور ریا میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ مجھ سے میری چادر کو چھیننا چاہتا ہے جسکو میں ہرگز پسند نہیں کرتا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عزت و بڑائی اللہ کی لُنگی ہے اور کبر و ریا اللہ کی چادر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ سے میری چادر اور میری لُنگی کو کھینچنے کی کوشش کرے گا اُسے میں شدید

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ
وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْعِزُّ أَزَارُهُ وَالْكَبرياءُ
رِدَائُهُ فَمَنْ يَنْزِعْ عَنِّي
عَذَابُهُ -

ریا کار متکبر کا حشر

| ترین عذاب میں مبتلا کر دینگا۔
 حدیث پاک میں وارد ہے کہ جو شخص تواضع
 عاجزی اور انکساری اختیار کرتا ہے

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکو تین انعامات سے ہمکنار کیا جاتا ہے۔
 ۱۔ رَفَعَهُ اللّٰهُ : اللہ تعالیٰ اسکو دنیا و آخرت میں تمام مخلوق پر سر بلندی
 عطا فرماتا ہے۔ ہر انسان اسکے بلند مقام کا اعزاز کریگا۔

۲۔ وَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ : وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے اور جو شخص
 اپنے کو حقیر سمجھتا ہے وہ بہت سی برائیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۳۔ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ : اللہ تعالیٰ اسکو لوگوں کی نگاہوں
 میں با عظمت بنا دیتا ہے۔ اور جو شخص تکبر اور غرور کے مرض میں مبتلا ہو جاتا
 ہے اُسے تین قسم کی مصیبتوں سے دوچار ہو جانا پڑتا ہے۔

۱۔ وَضَعَهُ اللّٰهُ : اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو نیچے گرادیتا ہے۔
 پھر اس کا کوئی مقام نہیں ہوتا ہے۔

۲۔ وَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ : دُنیا کے لوگوں کی نگاہوں میں
 حقیر سے حقیر تر ہو جاتا ہے پھر اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی ہے۔

۳۔ وَهُوَ فِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّىٰ لَوْ أَنَّهُمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيرٍ :
 وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے کی خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ہر شخص
 اسکو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے یہاں تک کہ تمام انسانوں کے سامنے اسکی

حیثیت کٹے اور خنزیر سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔ اللہ پاک ہماری حفاظت
 فرمائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

قَالَ عُمَرُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ | حضرت عمرؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے لوگو!

تم تواضع اور انکساری اختیار کرو۔ اس لئے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کیلئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سربلندی عطا فرماتا ہے پھر وہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنے لگتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں با عظمت ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نیچے گرا دیتا ہے پھر وہ لوگوں کی نگاہوں میں حقیر اور معمولی بن جاتا ہے اور اپنے جی میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے حتیٰ کہ یقیناً وہ شخص لوگوں کے سامنے گتے اور خنزیر سے بھی معمولی بن جاتا ہے۔

أَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ فَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللَّهُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّى لَوْ أَنَّهُ هَوَّنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ أَوْخَازِيرٍ -

(شعب الایمان للبیهقی ۶/۲۷۶)

(حدیث ۸۱۴۰)

دوسری حدیث شریف اس سے بھی وضاحت کیسا تھ مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جو شخص ریاکاری کیلئے لوگوں کے درمیان لوگوں کو اپنی باتیں سنا کر چرچا اور شہرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکی برائیوں کا چرچا کر کے مخلوق کو سنا کرے گا اور جو شخص ریاکاری اور اپنی نمائش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے اس کی برائیوں کی نمائش کریگا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے خضوع اور خضوع کیسا تھ تواضع اور انکساری

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ مَنْ يَسْمَعُ يَسْمَعُ اللَّهُ بِهِ وَمَنْ يَرَانِي يَرَانِي اللَّهُ بِهِ وَمَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ خُشُوعًا رَفَعَهُ اللَّهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ خَفَضَهُ اللَّهُ عِزًّا وَجَلَّ -

(شعب الایمان للبیهقی ۶/۲۷۷)

(حدیث ۸۱۴۱)

اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو سربلندی عطا فرماتا ہے۔ اور جو شخص تکبر اور غرور میں مبتلا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیچے گرا دیتا ہے۔

ایک تیسری حدیث شریف اور بھی عبرتناک ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کے سر میں دو رسی اور رابطہ کا سلسلہ ہے۔ انہیں سے ایک رسی کا تعلق ساتویں آسمان سے ہے۔ اور دوسری رسی کا تعلق ساتویں زمین سے ہے پھر جب تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس رسی اور رابطہ کے ذریعہ سے اسکو بلند مقام پر پہنچا دیتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جب یہ ارادہ کرتا ہے کہ اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے بلند کرے تو اللہ تعالیٰ اسے نیچے گرا دیتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَدَمِيٍّ إِلَّا فِي رَأْسِهِ سِلْسِلَتَانِ أَحَدَاهُمَا فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ وَالْأُخْرَى فِي الْأَرْضِ السَّابِعَةِ فَإِذَا تَوَاضَعَ رَفَعَهُ اللَّهُ بِالسِّلْسِلَةِ الَّتِي فِي السَّمَاءِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْفَعَ نَفْسَهُ وَضَعَهُ اللَّهُ۔

(شعب الایمان للبیہقی ۶/۲۷۷ حدیث ۸۱۲۲)

حدیث میں ریا کاری کو شرک جیسا خطرناک مرض بتلایا گیا ہے۔ اور آج ہم میں سے کتنے لوگ کبر اور ریا کے مرض میں مبتلا ہیں۔ اللہ پاک ہماری حف ساطت فرمائے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ آقام کی اس نصیحت کو یاد فرما کر قبر اطہر کے پاس بیٹھ کر زار و قطار رو رہے ہیں۔

۱۔ اللہ والوں سے عداوت کا شر
۲۔ وَإِنَّ مِنْ عَادِ اللَّهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزْنَا اللَّهَ

بِالْمُحَادَبَةِ: آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بیشک

جو شخص اللہ کے کسی ولی اور نیک بندہ کے ساتھ عداوت رکھتا ہو تو یقیناً وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ جنگ کیلئے مقابلہ برآتا ہے۔ اسی مضمون کی ایک حدیث قدسی "مسلمان ایک دوسرے کیلئے خیر خواہ کیسے بنیں، مضمون کے تحت لکھی جا چکی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ اللہ کے ولی اور نیک بندوں کیساتھ عداوت رکھنا سخت محرومی اور غضبِ خداوندی کا سبب ہے۔ اسلئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے بہت سخت انداز سے فرمایا، جو میرے ولی اور میرے نیک بندہ کیساتھ عداوت اور دشمنی رکھتا ہے وہ مجھ سے جنگ لڑنے کیلئے تیار ہو جائے۔ ظاہر بات ہے کہ کسی بھی مخلوق میں ایسی طاقت نہیں ہے کہ جس سے وہ خدا کے مقابلہ کیلئے آجائے۔ اور جو ایسی جسارت کریگا وہ دیر سویر کبھی نہ کبھی آسمانی عذاب سے دوچار ہوگا۔ سرکار کی اس نصیحت کو یاد کر کے حضرت معاذ بن جبلؓ روضہ اطہر پر بیٹھ کر زار و قطار رو رہے ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کیساتھ عداوت کا حشر

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کے بارہمیں حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کے اندرانکے بلا حساب و کتاب جنت میں جانے کی بشارت دی ہے۔ انہوں نے ایک دفعہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ گزارش فرمائی کہ اللہ کے رسول آپ میرے لئے یہ دُعار فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنادے۔ اور مستجاب الدعوات کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی دُعار مانگی جائے فوراً قبول ہو جائے۔ چنانچہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سعدؓ کیلئے اللہ تعالیٰ سے یہی دُعار مانگی۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت سعدؓ کو مستجاب الدعوات بنا دیا۔ چنانچہ حضرت سعدؓ جو بھی دُعا مانگتے تھے قبول ہو جاتی تھی۔ — حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں حضرت سعدؓ کو کوفہ کا گورنر بنایا گیا۔ مگر کوفہ والوں کی بدبختی اور محرومی کی انتہا نہیں کہ وہاں کے محروم القسمت کچھ لوگوں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بار میں حضرت عمرؓ کی خدمت بارگاہ میں شکایتیں پہنچائیں اور ان شکایتوں میں ایسے ایسے بے بنیاد بہتان باندھ رکھے تھے کہ انہیں سُنکر سرنیچے کو ہو جاتا ہے۔ ان شکایتوں میں حسبِ ذیل شکایتیں کھلم کھلا طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی گئیں۔

(۱) سعدؓ کسی جہاد کے قافلہ میں شرکت کر کے جہاد کیلئے نہیں جاتے ہیں۔ حالانکہ حضرت سعدؓ اسلام کے سب سے پہلے وہ سپاہی ہیں جنہوں نے اللہ کے راستہ میں دُشمنوں کا خون بہایا۔ اور اسلام میں سب سے پہلے تیر اندازی سے دُشمن کا خون کیا تھا۔

(۲) حضرت سعدؓ مالِ غنیمت اور مالِ بیتِ المال صحیح طور پر برابری کے ساتھ تقسیم نہیں کرتے ہیں۔ تقسیم میں جانبداری کا معاملہ کرتے ہیں۔

(۳) سعدؓ لوگوں کے درمیان میں عدل و انصاف کیساتھ صحیح فیصلہ نہیں کرتے ہیں۔

(۴) سعدؓ سنتِ طریقہ سے نماز بھی نہیں پڑھاتے ہیں۔ اُلٹی سیدھی نماز پڑھا دیتے ہیں۔

ان تمام شکایتوں کے بعد حضرت عمرؓ نے انہیں مدینہ منورہ بلا کر ان سے

تحقیق فرمائی۔ اور حضرت عمرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ اے سعدؓ! تمہارے بار میں

لوگوں نے یہاں تک شکایت پہنچائی ہے کہ تم نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے

ہو۔ تو حضرت سعدؓ نے فرمایا۔ اے امیر المؤمنین میں تو اسی طرح نماز پڑھاتا ہوں

جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مسنونہ ہے۔ عشا کی پہلی دونوں

رکعتوں کو طویل پڑھاتا ہوں اور آخری دونوں رکعتیں ہلکی پڑھاتا ہوں۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے سعد! تم سے واقعی یہی اُمید تھی۔ لیکن کوفہ والوں کی بیجا شکوہ شکایت کیوجہ سے حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کا تباہ و نامناسب سمجھا۔ چنانچہ حضرت عمار بن یاسرؓ کو ان کی جگہ گورز بنا کر روانہ فرمایا۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو کچھ لوگوں کے ایک وفد کے ساتھ مزید تحقیق کیلئے کوفہ روانہ فرمایا۔ پھر ان لوگوں نے کوفہ میں جا کر کوئی مسجد ایسی نہیں چھوڑی جہاں جا کر کے حضرت سعدؓ کے متعلق نہ پوچھا ہو۔ مگر ہر مسجد کے لوگوں نے حضرت سعدؓ کی بہت اچھی تعریف فرمائی۔ اور ہر جگہ کے لوگوں نے مدح سرائی فرمائی۔ بالآخر جب یہ وفد قبیلہ بنو عیسٰی کی مسجد میں پہنچا تو ایک شخص جس کا نام اُسامہ بن قتادہ تھا اور اس کی کنیت ابو سعدہ تھی اس کی محرومی اور بدبختی تھی۔ اُس نے کھڑے ہو کر حضرت سعدؓ کی بُرائیاں کرنی شروع کر دیں۔ اور ایسی ایسی بے بنیاد بہتان کی بات کہی جس کیوجہ سے حضرت سعدؓ غصہ کو برداشت نہ کر سکے اور اسی وقت فرمایا۔ اللہ کی قسم میں اس کیلئے تین بددعا کر دوں گا۔ اے اللہ اگر یہ تیرا بندہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہو اور محض ریاکاری اور شہرت کیلئے اس نے یہ جھوٹے الزام لگائے ہوں تو (۱) اسکی عمر لمبی فرما (۲) اور اس کے فقر و فاقہ کو طویل کر دے (۳) اور اُسے فتنوں میں مبتلا کر دے۔ اس روایت کے راوی عبد الملک کہتے ہیں کہ اسکے بعد میں نے اس شخص کو اس حال میں دیکھا کہ انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے اسکی بھونٹیں تک اسکی آنکھوں پر لٹک آئی تھیں۔ لیکن وہ راستہ چلتی لڑکیوں سے چھڑ چھاڑ کرنے سے بھی باز نہ آتا تھا۔ اور جب اس سے اسکا حال پوچھا جاتا تو جواب دیتا کہ شیخ مَفْتُونٌ اصَابَنِي دَعَا سَعْدٌ یعنی فتنہ میں مبتلا ہوڑھا ہوں۔ مجھے حضرت سعدؓ کی بددعا لگ گئی ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔

۳ اللہ کے نزدیک نیک و متقی ہی محبوب ہے

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْأَبْرَارَ الْأَتْقِيَاءَ الْآخِفِيَاءَ : بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو محبوبیت کا درجہ عطا فرماتا ہے جو نیک ہوتے ہیں متقی ہوتے ہیں اور اپنی عبادت اور نیکیوں میں ایسے چھپے رہتے ہیں کہ لوگوں میں ان کی نیکی ان کا تقویٰ اور ان کی خفیہ عبادتوں کی نہ کوئی شہرت ہوتی ہے اور نہ کوئی چرچا ہوتا ہے۔

اللہ والوں کا دل ہدایت کا چراغ | قُلُوبُهُمْ مَصَابِيحُ الْهُدَى :
ان کے دلوں کا حال یہ ہے

کہ ہدایت کا چراغ اور ہدایت کے نور ہیں۔ ہر قسم کی ظلمتوں اور تاریکیوں سے پاک ہیں۔ اور ان علماء کو علم و فضل کا وہ مقام حاصل ہے کہ مشکل سے مشکل مسائل کا حل انہیں کے فیضِ صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ انہیں سے ایک ایک کے فیضِ صحبت سے ہزاروں انسان انسان بنتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے دلوں کو ہدایت کا چراغ بتلایا گیا۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مومن کامل کی فراست اور سمجھداری سے ڈرا کرو بے دھڑک ان کی باتوں پر نکتہ چینی مت کیا کرو۔ اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھ کر بات کرتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مومن کی فراست اور سمجھ کے بارے میں

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ
فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ -

ڈرا کرو اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے
نور سے دیکھتے ہیں۔

(ترمذی شریف ۲/۱۳۵، المعجم الکبیر ۱۲/۱۳۵)
حدیث ۴۹۷، المعجم الاوسط قدیم ۸/۱۳۵

حدیث ۸۳۹، نسخہ جدید، مجمع الزوائد ۱۰/۲۶۸

اس لئے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا اور ان کی عداوت اور بددعا سے
اپنے آپ کو دور رکھنا خوش قسمتی ہے۔ اور ان کی عداوت میں پڑ جانا محرومی
اور بد قسمتی ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند : صحبت طالح ترا طالح کند
نیک لوگوں کی صحبت تجھے نیک بنا دیگی۔ اور بُرے لوگوں کی صحبت تمہیں بُرا بنا دیگی۔
یہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری نصیحت ہے جسکو یاد کر کے حضرت معاذ
ابن جبل زار و قطار زور ہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری وجہ سے نیک لوگوں
کے دلوں کو دھچکا لگا ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہم سب کو
اولیاء اللہ اور نیک بندوں کی عداوت و دشمنی سے حفاظت فرمائے۔ اور انکے
فیض صحبت سے فائدہ اٹھانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

أَحَبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ : لَعَلَّ اللَّهَ يَرْزُقُنِي صَلاَحًا

اگرچہ میں نیک لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ پر میں نیک لوگوں سے محبت رکھتا
ہوں۔ شاید اسی سبب اللہ تعالیٰ مجھے بھی نیک و صالح بنادے۔

اللَّهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ عَدَاوَةِ أَوْلِيَاءِكَ وَارْزُقْنَا مِنْ فُيُوضِهِمْ -

اب حضرت معاذ بن جبل کی پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت زید بن اسلم اپنے والد حضرت اسلمؓ سے
روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ رسولِ کرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد تشریف لے گئے تو انہوں نے

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ
أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَنَّهُ خَرَجَ
يَوْمًا إِلَى مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ مُعَاذَ
ابْنِ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيكَ قَالَ
يُبْكِيْنِي شَيْءٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ إِنَّ يَسِيرَ الرِّبَاءِ شَرُّكَ
وَإِنَّ مَنْ عَادَى لِلَّهِ وَلِيًّا فَقَدْ
بَارَزَ اللَّهَ بِالْمُحَارَبَةِ إِنَّ اللَّهَ
يُحِبُّ الْأَبْرَارَ الْأَتْقِيَاءَ الْأَخْفِيَاءَ
الَّذِينَ إِذَا غَابُوا لَمْ يَفْتَقِدُوا
وَإِنْ حَضَرُوا لَمْ يَدْعُوا وَلَمْ يَعْرِفُوا
قُلُوبُهُمْ مَصَابِيحُ الْهُدَى
يَخْرُجُونَ مِنْ كُلِّ غَبْوَةٍ مُظْلِمَةٍ
(ابن ماجہ شریف کتاب الفتن باب من
ترجى له السلامة مطبع تھانوی ۲۸۷)

حضرت معاذ بن جبل کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
قبر اطہر پر زار و قطار روتے ہوئے پایا حضرت عمرؓ نے
فرمایا کہ تمہیں کوئی چیز رلا رہی ہے تو فرمایا کہ کچھ
ایسی باتیں مجھے رلا رہی ہیں جنکو میں نے رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن رکھا ہے میں نے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
بیشک معمولی ریاکاری بھی شرک میں شامل ہے
اور بیشک جو شخص اللہ کے کسی ولی اور نیک بندہ
سے عداوت رکھتا ہے تو یقیناً وہ اللہ کے ساتھ جنگ
اور لڑائی کے ذریعہ سے مقابلہ کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ
ایسے نیک اور متقی اور خفیہ عبادت کرنے والوں کو
محبوب بنا لیتا ہے جنکا حال یہ ہے کہ جب کہیں غائب
ہو جاتے ہیں تو ان کو گم شدوں کی طرح تلاش نہیں
کیا جاتا۔ اور اگر حاضر ہوتے ہیں تو انکو بلایا نہیں
جاتا اور نہ ہی انکو پہچانا جاتا ہے ان کے دل
ہدایت کے چراغ ہیں وہ ہر طرح کی ظلمت اور
تاریکی کے اندھیروں سے دور ہیں۔

مطبع رشیدیہ ۲۹۶ / المستدرک لنسخہ قدیم ۳/۲۷۰ جدید / حدیث ۵۱۸۲ / المعجم الکبیر ۳۵۴ / حدیث ۳۲۱

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا : عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصْبَلًا ه

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مسلمان ایک دوسرے کے خیر خواہ کیسے بنیں؟

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا وَسَلِّمُوا دَائِمًا يَدًّا ۖ عَلَىٰ حَبِيبِكُمْ خَيْرَ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں۔ اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلتے ہیں، یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحم کرے گا۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ
أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ
الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَ
يُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ
سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ
حَكِيمٌ

(سورۃ توبہ آیت ۱۷)

الدِّينُ النَّصِيحَةُ - دین سہرا یا خیر خواہی

ہمارے آقا حضرت

سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوری امت کو تاکید سے ہدایت فرمائی ہے کہ دین اسلام سہرا یا خیر خواہ ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ ہر معاملہ میں خیر خواہ بن جائے۔ اور کبھی ایک دوسرے کے لئے بدخواہ نہ بنے۔ اسلام میں بدخواہی جائز نہیں۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل تین مرتبہ ارشاد فرمایا: اِنَّ الدِّينَ النَّصِيْحَةُ، اِنَّ الدِّينَ النَّصِيْحَةُ، اِنَّ الدِّينَ النَّصِيْحَةُ، دین سُرپا خیر خواہی ہے۔ دین سُرپا خیر خواہی ہے۔ دین سُرپا خیر خواہی ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی اہمیت کے ساتھ تین مرتبہ ارشاد فرمایا تو صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ دینی خیر خواہی کس کے لئے ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الترتیب پانچ چیزوں کے لئے خیر خواہی کا حکم فرمایا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل تین مرتبہ تاکید کر کے فرمایا کہ بیشک دین سُرپا خیر خواہی ہے۔ دین سُرپا خیر خواہی ہے۔ دین سُرپا خیر خواہی ہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ کس کے لئے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ کے لئے اور اللہ کی کتاب کیلئے اور اللہ کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے پیشواؤں کے لئے، اور عامۃ المسلمین کے لئے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدِّينَ النَّصِيْحَةُ اِنَّ الدِّينَ النَّصِيْحَةُ اِنَّ الدِّينَ النَّصِيْحَةُ قَالُوا لِمَنْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَيْمَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلِعَامَّتِهِمْ (ابن شریف ۱۶۵/۲ بالفاظ دیگر)

ترمذی شریف ۱۱۴/۲، مسلم شریف ۵۴/۱

مسند امام احمد بن حنبل ۱۰۳/۲

حدیث نمبر ۱۶۶۴، المعجم الکبیر ۵۲/۲ حدیث نمبر ۱۲۶۸ تا ۱۲۶۸

عَلَيْهِ السَّلَام - اللہ کیلئے خیر خواہی | اللہ کیلئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لائے، اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک اور ہمسر نہ بنایا جائے۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت اسی طریقہ سے کی جائے جس طریقہ کی تعلیم اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی ہے۔ اور جن حرام اور ممنوع اور مشتبہ چیزوں سے دور رہنے کا حکم کیا ہے اس سے انسان دور رہے۔ یہی اللہ کے ساتھ خیر خواہی ہے۔

نفلی عبادت کے ذریعہ اللہ کے لیے خیر خواہی

ایک حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ خود ہی فرماتے ہیں کہ جب بندہ نفلی عبادت کا عادی بن جاتا ہے تو اللہ کے لئے سراپا خیر خواہ بن جاتا ہے۔ نفلی عبادات کے ذریعہ سے ترقی کرتے کرتے ایسی محبوبیت اور قرب الہی کا درجہ حاصل کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندہ کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ گفتگو کرتا ہے کہ معرفت الہی اور حکم خدا کے ہی دائرہ میں وہ بات کرتا ہے۔ اور میں اس کا ایسا دل بن جاتا ہوں کہ اس کی سمجھ، اس کی فکر سب کچھ میری مرضی کے دائرہ میں ہوتی ہے۔ جب وہ مجھ سے کوئی چیز مانگتا ہے تو میں ضرور عطا کرتا ہوں۔ جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے، میں اس کی دعا ضرور قبول کرتا ہوں۔ اور جب بندہ مجھ سے مدد طلب کرتا ہے تو میں اس کی مدد کرتا ہوں۔ اور میرا بندہ جو میری عبادت کرتا ہے، اس کی عبادتوں میں میرے نزدیک سب سے پسندیدہ خیر خواہی ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ
يَقُولُ مَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ
إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبُّهُ
فَاكُونَنَّ أَنَا سَمْعُهُ الَّذِي
يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرُهُ الَّذِي
يَبْصُرُ بِهِ وَلِسَانُهُ الَّذِي
يَنْطِقُ بِهِ وَقَلْبُهُ الَّذِي
يَعْقِلُ بِهِ فَإِذَا دَعَا أَحَبُّهُ
وَإِذَا سَأَلَنِي أُعْطِيْتُهُ وَإِذَا
اسْتَنْصَرَنِي نَصَرْتُهُ وَأَحَبُّ
مَا تَعَبَّدَ لِي عَبْدِي بِهِ
النَّصْحُ لِي۔

(العم الکبیر ۸/۲۰۶ حدیث ۷۸۳۳)

(مجمع الزوائد ۲/۲۴۸)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ بیشک اللہ عز و جل فرماتے ہیں کہ میرا
بندہ نفسی عبادات کے ذریعہ مجھ سے قریب
ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو اپنا محبوب
بنالیتا ہوں، پھر میں اس کا کان بنجاتا
ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور میں اس کی
آنکھ بنجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔
اور میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے
وہ بات کرتا ہے۔ اور میں اس کا ایسا
دل بنجاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے، پھر
جب وہ دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا
قبول کرتا ہوں، اور جب وہ مجھ سے سوال
کرتا ہے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں۔ اور
جب مجھ سے مدد طلب کرتا ہے تو میں
اس کی مدد کرتا ہوں، اور میرا بندہ جو
بھی میری عبادت کرتا ہے ان میں میرے
نزدیک سب سے پسندیدہ میرے لیے خیر خواہی ہے۔

دوسری حدیث شریف اس سے کبھی زیادہ وضاحت کے ساتھ ہے اس
میں ساتھ ساتھ اس بات کا بھی اعلان ہے کہ جو شخص اللہ والوں کی اہانت

کرتا ہے اور اللہ کے نیک بندوں سے عداوت رکھتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ میرے بندہ کے ساتھ عداوت نہیں کرتا ہے بلکہ وہ میرے ساتھ عداوت ہے میری طرف سے ایسے لوگوں کے ساتھ اعلان جنگ ہے جس کا دل چاہے اللہ والوں سے عداوت کر کے اللہ تعالیٰ سے جنگ لڑنے کے لئے تیار ہو جائے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا بھی اعلان ہے کہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ سے جنگ لڑنے کے لئے تیار ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص میرے کسی ولی اور دوست کی اہانت کریگا تو یقیناً وہ عداوت کے ذریعہ سے میرے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ اے ابن آدم! تو کبھی اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتا جو میرے نزدیک پسندیدہ ہے۔ ہاں البتہ ان عبادتوں کے ادا کرنے سے پہنچ سکتے ہو جو میں نے تم پر فرض کر رکھی ہیں۔ اور میرا بندہ مسلسل نفلی عبادتوں کے ذریعہ سے مجھ سے محبت کر کے قریب ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ میں

عَنْ أَبِي إِمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَهَانَ لِي وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَنِي بِالْعَدَاوَةِ ابْنُ آدَمَ لَنْ تَدْرِكَ مَا عِنْدِي إِلَّا بِأَدَاءِ مَا افْتَرَضْتُ عَلَيْكَ وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَحَبَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِنْ كُنْ قَلْبُهُ الَّذِي يَعْقِلُ بِهِ وَ لِسَانُهُ الَّذِي يَنْطِقُ بِهِ وَ بَصَرُهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ فَإِذَا دَعَانِي أَحْبَبْتُهُ وَإِذَا

سَالَتْنِي أَعْطَيْتُهُ وَإِذَا
اسْتَنْصَرَنِي نَصَرْتُهُ وَأَحَبُّ
عِبَادَةِ عَبْدِي إِلَى النَّصِيحَةِ

(المعجم الكبير ۸/۲۲۲)

حدیث ۷۸۸۰

اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں، پھر میں
اسکا ایسا دل بنجاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا
ہے اور اس کی ایسی زبان بنجاتا ہوں جس سے
وہ بات کرتا ہے، اور اس کی ایسی آنکھ بنجاتا
ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ پھر جب وہ مجھ
سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا
ہوں اور وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسکو

عطا کرتا ہوں، اور جب مجھ سے مدد طلب کرتا ہے تو میں اس کی مدد کرتا ہوں، اور میرے
نزدیک میرے بندہ کی سب سے پسندیدہ اور محبوب ترین عبادت میرے ساتھ خیر خواہی ہے۔

اللہ والوں سے عداوت اللہ کیساتھ اعلان جنگ ہے

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث قدسی
مروی ہے اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرے
ولی اور دوست اور محبوب بندوں سے عداوت رکھے اس کو میری طرف سے
یہ اعلان ہے کہ وہ مجھ سے جنگ کے لئے تیار ہو جائے اس لئے کہ میرے
ولی اور دوست سے عداوت کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے مقابلہ میں
آنا چاہتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنَّ اللَّهَ قَالَ مَنْ عَادَى لِيُ
وَلِيًّا فَقَدْ أذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ
وَمَا تَقْرَبُ إِلَىَّ عَبْدٌ بِشَيْءٍ
أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ مَا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ
وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ
إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أَحْبَبْتُهُ
فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ
بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ
بِهِ وَيَدَهُ الَّذِي يَبْطِشُ
بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا
وَإِنْ سَأَلَنِي لَأَعْطِيَنَّهُ
وَلَئِنْ أَسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ
وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ
أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدَّدِي عَنْ
نَفْسِ الْمُؤْمِنِ بِكَرَةِ الْمَوْتِ
وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاتَهُ۔

(بخاری شریف ۲/۹۶۳)

(حدیث ۶۲۵۳)

میشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص
میرے کسی ولی اور دوست سے عداوت
رکھتا ہو تو میں اس کے خلاف جنگ کا اعلان
کرتا ہوں اور میرے بندے جن عبادتوں
کے ذریعہ سے مجھ سے قریب ہوتے ہیں انہیں
سے میرے نزدیک سب محبوب ترین عبادت
وہ ہے جسکو میں نے اپنے بندے پر فرض
کر رکھا ہے۔ اور میرے بندے نوافل کے ذریعہ
سے مجھ سے قریب ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ میں اسکو
اپنی محبوبیت کا درجہ دیدیتا ہوں اور میرے
اور اس بندے کے درمیان ایسا شدید تعلق
ہو جاتا ہے کہ میں اسکا وہ کان بن جاتا ہوں
جس کو وہ سنتا ہے اور اسکی وہ آنکھ بن جاتا ہوں
جس کو وہ دیکھتا ہے، اور اسکا وہ ہاتھ بن جاتا
ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکا ایسا
پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور
اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو
ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ کسی چیز سے میری

پناہ میں آنا چاہتا ہے تو میں اس کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں۔ اور میں جو کام کر نیوالا
ہوں انہیں سے کسی کام میں مجھے کبھی ایسا تردد نہیں ہوتا جیسا کسی مومن کی جان کے بارے میں
تردد ہوتا ہے وہ موت کو ناگوار محسوس کرتا ہے تو میں بھی اسکی ناپسندیدہ چیزوں کو ناگوار محسوس کرتا ہوں۔

اس لئے میں اسکی موت میں عجلت سے کام نہیں لیتا بلکہ جب اس کے اوپر دنیا تنگ ہو جائے، اور وہ دنیا سے نفرت کرنے لگے، اور آخرت کی نعمتوں کو ترجیح دینے لگے تب میں اس کو موت دیتا ہوں۔ جو انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس کے حکم کے مطابق فرائض و واجبات کا پابند ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد کثرت کے ساتھ نفسی عبادت شروع کر دیتا ہے۔ تو ایسے انسان سے فرائض و واجبات کبھی ترک نہیں ہو سکتے۔ پھر وہ نفسی عبادتوں کے ذریعہ سے اللہ کا خیر خواہ بن جاتا ہے۔ پھر اس کو رفتہ رفتہ ایسی محبوبیت کا درجہ مل جاتا ہے کہ اگر کوئی اس کو ستانے لگے اس کو ایذا پہنچانے لگے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کو ایسا لگتا ہے کہ اس کو نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو ستایا جا رہا ہے۔ اور اللہ پاک کو ایذا پہنچائی جا رہی ہے۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے ساتھ عداوت کو اپنے ساتھ مقابلہ اور اعلان جنگ قرار دیا ہے۔ اللہ پاک اپنے نیک بندوں سے عداوت اور دشمنی کے فتنے سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

۲۔ وَلِکِتَابِہِ۔ اللہ کی کتاب کے ساتھ خیر خواہی

کتاب اللہ کے ساتھ خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ عام مسلمان قرآن کریم کے مطابق اپنی زندگی بنائیں اور قرآن کریم کی تلاوت کو اپنا مشغلہ بنائیں اور علوم دینیہ میں رسوخ رکھنے والے علماء کے اوپر اپنی زندگی کو قرآن کریم کے مطابق بنانے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی تفسیر لکھنا اور عام مسلمانوں کے سامنے قرآن کریم کی آیتوں کی تفسیر اور تقریر پیش کرنا اور علوم و فنون کے سلسلہ میں دینی اصلاحی کتابیں تصنیف کر کے عام مسلمانوں کیلئے عام کر دینا اللہ کی کتاب کیساتھ خیر خواہی ہے۔

علمِ دین کی خیر خواہی

علومِ دینیہ کی خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ خود بھی اللہ کی کتاب پڑھیں

اور یاد کرے۔ اور دوسروں کو بھی اللہ کی کتاب کا درس دے۔ اور اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے متعلق اقارب نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث اور فقہ اور سیرت غرضیکہ تمام علومِ دینیہ شامل ہیں۔ جس عالم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تبحرِ علم عطا فرمایا ہو اس کی ذمہ داری ہے کہ قرآنِ کریم کی آیتوں کو واضح کر کے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی تشریح کر کے عامۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کرے اور علومِ دینیہ میں خیانت، مال میں خیانت سے بڑھ کر سخت گناہ کا ارتکاب ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں ذمہ دار علم سارے اس سلسلے میں باز پرس ہوگی۔ اس لئے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ علمِ دین کے بار میں خیر خواہ بن جاؤ۔ اور علمِ دین میں خیانت کی دو صورتیں بہت خطرناک ہیں۔

۱۔ علم ہونیکے باوجود اس کو ضرورت مندوں سے چھپانا۔ لہذا خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اپنے علم کو امت میں عام کیا جائے۔ چاہے تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے عام کیا جائے یا درس و تدریس کے ذریعہ سے یا وعظ و تقریر کے ذریعہ سے امتِ مسلمہ کو اس کے علوم سے فائدہ پہنچ جائے۔

۲۔ علم ہوتے ہوئے اس کے خلاف عمل کرنا۔ یعنی عالم بد عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بُرا نائن ہے۔ اللہ پاک ہماری حفاظت فرماتے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَنَاصَحُوا
فِي الْعِلْمِ فَإِنَّ خِيَانَةَ أَحَدِكُمْ
فِي عِلْمِهِ أَشَدَّ مِنْ خِيَانَتِهِ
فِي مَالِهِ وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ
سَائِلُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(المعجم الكبير ۱۱ / ۲۱۵)

حدیث (۱۱۷۰)

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ علم دین کے بارے میں آپس میں
خیر خواہی کا معاملہ کرو۔ اس لئے کہ
بیشک تم میں سے کسی کا اپنے علم میں
خیانت کرنا اپنے مال میں خیانت سے
زیادہ بدترین گناہ ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ
قیامت کے دن تم سے اس بارے میں
باز پرس کرے گا۔

۳۔ وَلِرَسُولِهِ۔ اللہ کے رسول کیلئے خیر خواہی

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کیساتھ خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
براہمان لانے کیساتھ ساتھ جو قوانین شریعت اللہ کے رسولؐ نے بتائے ہیں ان کے
مطابق زندگی بنائی جائے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنا مشغلہ
بنالیا جائے۔ اور آپ کی مٹی ہوئی سنتوں کو زندہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ آپ کے ساتھ خیر خواہی اور محبت کی
علامت یہ ہے کہ آپ کی سنتوں کو زندہ کیا جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے پیارے بیٹے
تمہاری صبح و شام اس طریقہ سے گزرے کہ تمہارے دل میں کسی کے بارے میں
کوئی بغض و کینہ نہ ہو اور ایسا کرنا میری سنت ہے اور جو شخص میری سنت کو زندہ

کرینگا تو یقیناً وہی مجھے راحت پہنچائیگا اور جو مجھے راحت پہنچائیگا وہی میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے پیارے بیٹے اگر تم اس بات پر قدرت رکھتے ہو کہ اس حال میں تم پر صبح ہو جائے اور اس حال میں تم پر شام گزر جائے کہ تمہارے دل میں کسی کے بارے میں کوئی کینہ اور بغض نہ ہو تو ایسا ضرور کرو۔ پھر مجھ سے فرمایا: اے پیارے بیٹے یہی میری سنت ہے اور جو شخص میری سنت کو زندہ کرے گا۔ یقیناً وہی مجھے راحت پہنچائیگا اور جو مجھے راحت پہنچائیگا وہی میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تَصْبِحَ وَتُمْسِيَ لَيْسَ فِي قَلْبِكَ غَشٌّ لِأَحَدٍ فَأَفْعَلْ ثُمَّ قَالَ لِي يَا بُنَيَّ وَذَلِكَ مِنْ سُنَّتِي وَمَنْ أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحْيَانِي وَمَنْ أَحْيَانِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ (ترمذی شریف ۹۶/۲)

۴۔ وَلَا يَمُتُ الْمُسْلِمِينَ - مسلمانوں کے پیشواؤں کے ساتھ خیر خواہی

مسلمانوں کے پیشواؤں اور سربراہوں کے ساتھ خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ ماتحت لوگ مسلم سربراہوں کا ہر طرح سے تعاون کریں۔ اور مسلمانوں کے سربراہ کے اندر مسلمانوں کا بادشاہ۔ سربراہان مملکت اور ہر مکتب فکر کے ذمہ دار شامل ہیں۔ اگر ذمہ داران اپنی ذمہ داریاں شرعی حدود کے دائرہ میں رہ کر ادا کرتے ہوں تو

مانحت لوگوں پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ تعاون کریں اور ان کے حکم کی تعمیل کریں اور ان کو ہر طرح سے قوت پہنچائیں یہی ان کے ساتھ خیر خواہی ہے۔ لیکن اگر وہ لوگ شرعی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں اور ماتحت لوگوں کو ناجائز کام پر مجبور کریں تو ان کے ساتھ خیر خواہی یہی ہے کہ ان کے حکم کی تعمیل نہ کی جائے اور کسی طریقہ سے اپنے آپ کو بچالیا جائے۔ اور اگر ناممکنانہ طور پر ان کو نصیحت کی جاسکتی ہے اور ناجائز امور سے روکنے کے اسباب پیدا کئے جاسکتے ہیں تو ان کو نصیحت کرنا اور ناجائز امور سے حفاظت کے لئے اسباب فراہم کرنا ان کے ساتھ خیر خواہی ہے جیسا کہ حضرت حسینؑ نے یزید کی بد اعمالیوں کی وجہ سے اور اس کی طرف سے ظلم کے اندیشے سے اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور اس کے ساتھ خیر خواہی یہی تھی کہ اسکو اقتدار سے ہٹا کر اس کے ظلم سے مسلمانوں کی حفاظت کی جائے۔ اس میں اس کے ساتھ بھی خیر خواہی کی اور مسلمانوں کے ساتھ بھی خیر خواہی کی۔ اس لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو فہ والوں کی دعوت پر کوفہ از خود تشریف لے گئے تھے۔

ظالم کے ساتھ خیر خواہی

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اپنے مظلوم بھائی کی بھی مدد کرو اور ظالم بھائی کی بھی مدد کرو۔ اور ظالم کی مدد اور اس کے ساتھ خیر خواہی یہی ہے کہ ظلم سے اس کا ہاتھ روک لو۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْصُرُوا
أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا
فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُومًا
أَفَرَأَيْتَ إِذَا كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ
أَنْصُرُهُ قَالَ تُحْجِرُهُ أَوْ تَمْنَعُهُ
مِنَ الظُّلْمِ فَإِنَّ ذَلِكَ نَصْرُهُ۔

(بخاری شریف ۱۰۲۸/۲)

(حدیث نمبر ۶۶۸۴)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے
بھائی کی مدد اور خیر خواہی کرو چاہے ظالم
ہو یا مظلوم۔ ایک صحابی نے سوال کیا
یا رسول اللہ! ہم اسکی مدد کریں گے جب
وہ مظلوم ہو تو آپ بتلا دیں ہم کو کہ
جب وہ ظالم ہو تو ہم کیسے اس کی
مدد کریں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ تم اس کو ظلم سے روک لو
یہی اس کی مدد ہے۔

سربراہوں کے ساتھ خیر خواہی کیسے کریں؟

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کے سلسلہ میں ایک مسلمان کا دل بغض
و عناد کے فریب اور دھوکہ میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔

۱۔ إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ :- اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے
کے لئے جو بھی عمل کیا جائے

اس میں اخلاص پیدا ہونا اور نیتوں کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ اگر نیت اور اخلاص درست
نہیں ہے تو اس کا عمل رضائے الہی کیلئے نہیں ہوگا اور نہ ہی اللہ کے یہاں ایسا عمل مقبول ہوگا۔

۲۔ مَنَاصَحَةُ دُولَةِ الْمُسْلِمِينَ :- مسلمانوں کے سربراہوں

کے ساتھ خیر خواہی کا

معاملہ کرنا۔ ان کے ساتھ خیر خواہی اور ان کا تعاون کرنے میں مسلمان کا دل کینہ اور بغض کی بنا پر فریب اور دھوکہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ ہر مسلم سربراہ کا تعاون کرنا اور ان کے ساتھ خیر خواہی کرنا رعایا پر اس وقت تک لازم رہتا ہے جب تک سربراہ کی طرف سے کسی ناجائز عمل کا حکم نہ ہو۔ اگر ناجائز عمل کا حکم ہو رہا ہے تو جہاں تک ہو سکے اس سے اپنے آپ کی حفاظت کرنا اور اپنے آپ کو دور رکھنا ضروری ہے۔

۳۔ وَلِذُوْمُ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ :- مسلمانوں کی جمعیت اور

سواد اعظم کو لازم پکڑنا

اسلامی ملکوں میں حکومت کے زیرِ تحت رہ کر اہل سنت والجماعت کے عقیدے کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور ہر غیبی مسلم حکومت میں مسلمانوں کی ایک اتحادی جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس جماعت کے سربراہ اور ذمہ داران متبحر علماء اور ذمہ دار اہل علم اور اہل فتاویٰ کا ہونا ضروری ہے پھر تمام مسلمانوں کو ہر طرف سے اس جماعت سے متعلق ہونا اور اس کا تعاون کرنا، اس کی خیر خواہی کرنا اور اپنے آپ کو اس جماعت سے منسلک کرنا ضروری اور لازم ہے۔ اور ایسی جماعت سے منسلک ہونے میں بغض و عناد اور کینہ کے غالب ہو جانے کی وجہ سے فریب اور دھوکہ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہ بات بھی ضروری ہے کہ جو جماعت مسلمانوں کے پرسنل لار کی ذمہ داری ادا کرنے والی ہو۔ اس جماعت کی سربراہی میں جو علماء اور اہل حل و عقد ہوں گے وہ مختلف قبائل کے مختلف قوم کے اور مختلف مزاج کے لوگ ہونے چاہئیں۔

تاکہ ایسا وقت نہ آنے پائے جس میں محض ایک خاندان کے لوگ اقتدار پر آکر اپنے آپ کو ذمہ داری کے اہل سمجھنے لگیں۔ اور دوسروں کو غیر سمجھنے لگیں۔ اور پھر دوسرے مسلمان بھی اپنے آپ کو اس سے جدا سمجھنے لگیں۔ اس سے اتحادی شیرازہ بکھر کر منتشر ہو جاتا ہے۔ پھر سب مسلمان ایک اتحادی مجلس سے منسلک نہیں ہو پائیں گے۔ الگ الگ جماعتوں کا قیام عمل میں آنا شروع ہو جائیگا۔ اور پھر ہر ایک جماعت یہ دعویٰ کرنے لگے گی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جماعتِ مسلمین کو لازم پکڑنے کیلئے فرمایا ہے، اس کے مصداق ہم ہیں۔

اسلئے مختلف المزاج اقوام کے علماء اور اہل حل و عقد کو ایسی جمعیت اور مجلسِ عمل میں سربراہی کی حیثیت سے اختیارات ملنے چاہئیں تاکہ اتحاد باقی رہے۔ پھر تمام مسلمانوں پر اس جماعت کے ساتھ خیر خواہی لازم ہو جائیگی اسی کی طرف آفائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت نعمان ابن بشیر اور حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں پر کینہ اور بغض کی بنا پر مسلمان کا دل کبھی کبھی دھوکہ اور فریب میں مبتلا نہ ہو جائے۔
(۱) اس عمل میں اخلاص پیدا کرنا۔ جو

عَنِ النَّعْمَانِ ابْنِ بَشِيرٍ عَنْ أَبِيهِ
وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ
لَا يَغْلُظُ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ
إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ وَمُنَاصَحَةُ
وَلَاةِ الْمُسْلِمِينَ وَلُزُومُ
جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ۔

رضائے الہی کیلئے ہوتا ہے (۲) مسلمانوں
کے سربراہوں کے ساتھ خیر خواہی کرنا۔
(۳) مسلمانوں کی بڑی جماعت اور سواد
اعظم کو لازم پکڑنا۔

المعجم الکبیر ۲/۴۱ حدیث ۱۲۲۴
بالفاظ دیگر المعجم الکبیر ۵/۱۲۳ ،
حدیث ۲۸۹ ، ابن ماجہ شریف ط ۲
مسند امام احمد بن حنبل ۵/۱۸۳
نسخہ رقم حدیث ۲۱۹۲۴

ایک سربراہ میں پانچ صفتیں لازم

ملکت اور حکومت کا سربراہ ہو یا ایسے مکتب فکر اور ادارہ کا سربراہ
ہو جس کے ماتحت مختلف افراد کام کرتے ہوں بہر صورت ایک سربراہ کا
پانچ صفات کا حامل ہونا ضروری ہے۔

۱۔ امانت داری | امانت کی صفت ہونا ایک سربراہ کے اندر
ہر اعتبار سے ضروری ہوتا ہے۔ تاکہ عوام و
خواص کو اس امانت داری کے ذریعہ سے سربراہ پر پوری طرح اعتماد ہو جائے
اور اللہ کے یہاں حساب و کتاب سے متعلق فکر رہے۔

۲۔ دیانت داری | سربراہ امانت دار ہونے کے ساتھ ساتھ
دیانت دار اور دین دار بھی ہو، اسلئے کہ
عوام و خواص کا اعتماد دین دار آدمی پر ہی ہوتا ہے۔ یہ دونوں صفات
سربراہ کے علاوہ ہر ایک مسلمان کے اندر ہونا بھی لازم ہے۔

۳۔ انکساری | یہ صفت بھی ایک سربراہ کے اندر ہونا لازم ہے۔
اس لئے کہ اگر آمریت اور حاکمیت کا انداز ہو

تو ماتحتی لوگ آہستہ آہستہ کٹ جائیں گے۔ خاص طور پر کسی ادارہ اور مکتب فکر کا سربراہ ہے تو اچھے لوگوں سے ادارہ خالی ہو جائیگا۔ جس سے ادارہ میں جس شان سے کام ہونا چاہیے اس سے ادارہ محروم ہو جائیگا۔

۴ وسعتِ ظرفی | ایک سربراہ کے اندر وسعتِ ظرفی کا ہونا لازم ہے۔ اس سے ماتحتی لوگ سربراہ سے

ہمیشہ خوش رہتے ہیں اگر وسعتِ ظرفی کے بجائے تنگ نظری ہو تو ایسے تنگ نظر سربراہ کے ماتحت میں مختلف المزاج لوگوں کا ایک ساتھ رہ کر کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

آہستہ آہستہ ماتحتی لوگ چھوڑ کر جانے کا سلسلہ شروع کر دیں گے۔ جس سے ادارہ اور مکتب فکر کو بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اسی طرح حکومت اور مملکت کا سربراہ اگر وسعتِ ظرفی کا ثبوت دینا تو پوری رعایا سربراہ کے لئے جاں نثار بن جائے گی اور تنگ نظری کی صورت میں تمام رعایا اس کے لئے بددعا کرے گی۔

۵ انصاف پسندی

ایک سربراہ کا انصاف پسند ہونا بھی لازم ہے اس لئے کہ عدل انصاف ایک ایسی صفت ہے جو انسان کو عمر ابن الخطابؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ اور نوشیروان عادل کے مقسم تک پہنچا دیتی ہے۔ زمانہ گزر گیا ہزاروں سال کے بعد بھی دنیا ان عادل مردانِ خدا کے نام کو ترستی رہ گئی۔ جو سربراہ ان صفاتِ خمسہ کے لباس سے مزین ہوگا ہر طرف سے رعایا اور ماتحتی لوگ اپنے سربراہ کے لئے خیر خواہ بن جائیں گے۔

ماتحت لوگوں کیلئے پیشوا اور سربراہ کی خیر خواہی

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر انسان کو کسی نہ کسی طریقہ سے سربراہی عطا فرمائی ہے اور ہر سربراہ کے اُپر لازم اور ضروری ہے کہ اپنے ماتحتی لوگوں کے لئے خیر خواہ اور نیکراں بن جائے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ ہر سربراہ سے اپنے ماتحتی لوگوں کی خیر خواہی سے متعلق قیامت کے دن سوال کرے گا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک تم میں سے ہر ایک اپنے ماتحت کا نگران اور محافظ ہے۔ اور ہر ایک سے اللہ کے دربار میں اپنے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔ لہذا حاکم اور سربراہ اپنی رعایا اور ماتحتوں کا نگران اور محافظ ہے۔ اس سے اپنی رعایا اور ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا، اور آدمی اپنے بیوی بچوں کا نگران و محافظ ہے۔ اس سے انکے بارے میں سوال ہوگا۔ اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور مال کی محافظ ہے۔ اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ اور خادم اور نوکر اپنے مخدوم و مالک کے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ أَلَا كُلكُمْ رَاعٍ وَكُلكُمْ
مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ أَمِيرُ
الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ
عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى
أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ
وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ
بَعْلِهَا وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُ
وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ
وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا
فَكُلكُمْ رَاعٍ وَكُلكُمْ
مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔

مال و اسباب کے محافظ ہیں، ان سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ اور آگاہ ہو جائے کہ بیشک تم میں سے ہر ایک محافظ اور نگران ہے، اور ہر ایک سے اپنے ماتحتوں اور زیر نگران لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں سوال ہوگا۔

(ترمذی شریف ۱/ ۲۹۹،
بخاری شریف ۱/ ۱۲۲ حدیث ۸۸۳
۳۲۴/۱ حدیث ۲۳۴۶ ۳۴۷/۱
حدیث ۲۳۸۴ - ۲۳۸۷)

۵۔ وَلِعَامَّتِهِمْ - عامۃ المسلمین کیساتھ خیر خواہی

عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کی بہت سی شکلیں ہیں۔ ان کو امر بالمعروف نہی عن المنکر کے ذریعہ برائیوں سے روکتا اور اچھے کاموں کی ترغیب دینا اور ان کی غمی و خوشی اور دکھ و درد میں شریک ہونا۔ غریبوں اور ضرورت مندوں کی مالی تعاون کے ذریعہ سے ہمدردی کرنا۔ یتیموں کی دستگیری کرنا، راند بیواؤں کی مدد کرنا، اجنبی مسافروں کی مہمانداری کرنا۔ کسی کے لئے بُرائی نہیں چاہنا۔ بلکہ ہر ایک مسلمان بھائی کیلئے بھلائی چاہنا۔ یہی عامۃ المسلمین کیساتھ خیر خواہی ہے۔ اور ان کو جہنم سے ڈرانا اور جنت کی ترغیب دینا۔

عورتوں کے ساتھ خیر خواہی

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور وہ بھی اوپر کی پسلی سے۔ اور اوپر والی پسلی میں ٹیڑھا پن زیادہ ہوتا ہے۔ اس وجہ سے عورتوں کے مزاج میں بھی ٹیڑھا پن ہوتا ہے اور یہ ان کی فطرت ہے۔

یہ ان کے اپنے اختیار کی چیز نہیں۔ اور اسی حالت میں ان کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا معاملہ کرنا مردوں پر لازم ہے۔ ایک عورت اپنے خاندان ماں، باپ، بھائی بہن سب کو چھوڑ کر شوہر کے گھر کو اپنا گھر بنا لیتی ہے اسلئے شوہر اور شوہر کے خاندان والوں پر لازم ہے کہ اس کے ساتھ ہر طرح کی دلجوئی، خیر خواہی، ہمدردی اس طریقہ سے کریں کہ اس کو نئے گھر میں آنے کے بعد اجنبیت اور تنہائی محسوس نہ ہونے پائے۔

اس لئے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مردوں کو حکم کیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں اور عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرتے رہیں۔ اور ان کی غلطیوں اور لغزشوں کو درگزر کرتے رہیں۔ اور عورتوں کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کو کمال ایمان کی علامت بتلائی گئی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ پہنچائے اور عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرتا رہے اس لئے کہ عورتوں کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور بیشک پسلیوں میں سب سے اوپر والی زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے۔ لہذا تو ان کو اس کے ٹیڑھاپن کو

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُوْذِي جَارَهُ وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبَتْ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكَتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا

بہارِ رسالہ خیر خواہی

(بھاری شہر لہٹ ۲/۱۷۹)

(پریش ۱۹۹۱ء)

سہہ ہمارے لگے تو اسکو توڑ دیکھا اور اگر
اسکو اسی حالت میں چھوڑ دیکھا تو ہمیشہ لپیٹ میں
رہے گی۔ لہذا عورتوں کے ساتھ ضرور
غیر خواہی کا متاملہ کرو۔

شوہر کے ساتھ خیر خواہی

عورتوں کے اوپر اپنے مردوں

کے ساتھ خیر خواہی لازم اور

ضروری ہے۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نیک صالح عورت کی چار
صفیں بیان کی ہیں۔

۱۔ اِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ :- اگر شوہر بیوی کو کسی کام کا حکم کرے تو بلا تردد
اس کام میں شوہر کی اطاعت اور شوہر کے حکم
کی تعمیل کرے۔

۲۔ وَاِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَتْهُ :- اگر شوہر اپنی بیوی کی طرف دیکھے تو بیوی مسکرا کر
خندہ پیشانی کے ساتھ شوہر کو خوش کر دے
اور شوہر کے مزاج کے مطابق زینت اختیار کر کے شوہر کے سامنے آیا کرے۔ اور
ہر وہ کام کرے جس سے شوہر کو خوشی ہوتی ہے۔

۳۔ وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَيْهَا اَبْرَتْهُ :- اگر کسی معاملہ میں بیوی کے حق میں
شوہر قسم کھا لیتا ہے تو بیوی شوہر
کی قسم کی ایسی پابندی کرے کہ کبھی شوہر کی قسم ٹوٹنے نہ پائے۔

۴۔ وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا :- جب شوہر کہیں
سفر میں چلا جائے

یا بیوی کو گھر چھوڑ کر اپنے کام میں چلا جائے تو شوہر کے پیچھے اپنے نفس کے معاملہ میں شوہر کی خیر خواہ بنی رہے۔ کبھی کسی دوسرے مرد کے ساتھ ایسی خندہ پیشانی کے ساتھ پیش نہ آئے جس کی وجہ سے دوسرے مرد کے دل میں میلان پیدا ہونے لگے۔ اسی طرح شوہر کے مال کی ایسی حفاظت کرے کہ کسی طرح کا نقصان نہ ہونے پائے۔

یہ چار صفیں ایک شوہر کیلئے بیوی کے اندر ہونا لازم اور ضروری ہیں اور جس عورت کے اندر اپنے شوہر کے بار میں یہ چار صفیں موجود ہوں گی تو درحقیقت وہی عورت اپنے شوہر کے لئے خیر خواہ ہوتی ہے۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ کسی مومن نے اللہ کے تقویٰ کے بعد نیک صالح بیوی سے زیادہ کسی چیز سے اپنے لئے خیر کا فائدہ نہیں اٹھایا ہے۔ اگر اسکو حکم کرتا ہے تو بیوی اسکی اطاعت کرتی ہے۔ اور اگر بیوی کی طرف دیکھتا ہے تو اس کو خوش کر دیتی ہے۔ اور اگر بیوی پر قسم کھاتا ہے تو شوہر کو قسم سے بُری کر دیتی ہے۔ اور اگر بیوی سے شوہر غائب ہو جاتا ہے تو اپنے

عَنْ أَبِي إِمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ كَانَ يَقُولُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللَّهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ إِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَإِنْ أَقْسَمَ عَلَيْهَا أَبْرَأَتْهُ وَإِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا۔

(ابن ماجہ ۱۳۳، المعجم الکبیر ۲۲۲/۸)

(حدیث ۷۸۸۱)

نفس اور شوہر کے مال کی حفاظت کر کے شوہر کی خیر خواہی کرتی ہے۔

آپ کی خیر خواہی سے میاں بیوی کی دشمنی دوستی سے بدل گئی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی برکت سے دشمنی دوستی سے بدل جاتی تھی۔ ایک گھرانے کے میاں بیوی دونوں کے درمیان سخت بغض و عناد اور نفرت تھی۔ بیوی شوہر کا منہ دیکھتا نہیں چاہتی تھی، اور شوہر بیوی کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا تھا، دونوں کے لئے گھر جہنم بن گیا، اور ایک ساتھ زندگی گزارنا کسی طرح ممکن نہیں تھا۔ دونوں حضرت سید الکونین علیہ السلام کی خدمت بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ بیوی کہنے لگی یا رسول اللہ یہ میرا شوہر ہے، مگر روئے زمین میں مجھ کو اس سے زیادہ نفرت اور کُسی سے نہیں۔ اس کی نفرت و بغض میرے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا۔ میں اس کے ساتھ کسی صورت میں رہنا نہیں چاہتی۔ اور شوہر نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میری بیوی ہے۔ مجھے اس سے جتنی نفرت اور بغض ہے وہ روئے زمین میں کسی اور کے ساتھ نہیں۔ اس کی صورت دیکھنا میرا جی نہیں چاہتا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو قریب بلا کر دعا فرمائی۔ اس کے بعد اسی مجلس میں بیوی کہنے لگی یا رسول اللہ روئے زمین میں میرے لئے اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ شخص کوئی نہیں، پھر شوہر کہنے لگا یا رسول اللہ میرے لئے اس سے زیادہ پسندیدہ کوئی عورت نہیں۔ چنانچہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خیر خواہی اور دعا کی برکت سے دونوں کا گھر بن گیا۔ اور اللہ نے دونوں کے دلوں کو جوڑ دیا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ
بَيْنَهَا وَبَيْنَ زَوْجِهَا
خُصُومَةٌ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ هَذَا
زَوْجِي وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ
مَا فِي الْأَرْضِ أَبْغَضُ إِلَيَّ مِنْهُ
وَقَالَ الزَّوْجُ هَذِهِ امْرَأَتِي
وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ
مَا فِي الْأَرْضِ شَيْءٌ أَبْغَضُ
إِلَيَّ مِنْهَا فَأَمَرَهُمَا رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ يَدْنُوا إِلَيْهِ ثُمَّ دَعَا لَهُمَا
لَمْ يَفْتَرِقَا مِنْ عِنْدِهِ حَتَّى
قَالَتْ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ
مَا خَلَقَ اللَّهُ شَيْئًا أَحَبُّ إِلَيَّ
مِنْهُ وَقَالَ الزَّوْجُ وَالَّذِي
بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا خَلَقَ اللَّهُ
شَيْئًا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهَا۔

(المعجم الاوسط ۶/۳۵۶ حدیث ۹۰۵)

مجمع الزوائد ۲/۲۹۱

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
ایک عورت اور اس کے شوہر کے درمیان سخت
جھگڑا چل رہا تھا۔ دونوں رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
بیوی نے کہا یہ میرا شوہر ہے، اس ذات کی قسم
جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے روئے
زمین میں میرے لئے اس شخص سے زیادہ مبغوض
اور متنفر شخص کوئی نہیں ہے۔ اور شوہر نے کہا
یہ میری بیوی ہے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو
حق کے ساتھ بھیجا ہے روئے زمین میں اس سے
زیادہ مبغوض اور نفرت کی چیز میرے لئے کوئی
نہیں۔ تو حضور نے دونوں کو اپنے سے قریب
ہونیکا حکم فرمایا۔ پھر ان دونوں کیلئے دعاء
فرمائی ابھی دونوں حضور کے پاس سے جدا نہیں ہوئے
تھے حتیٰ کہ بیوی کہنے لگی اس ذات کی قسم جس نے
آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اللہ نے اپنی مخلوق میں
میرے لئے اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ کسی کو
پیدا نہیں کیا ہے۔ اور شوہر نے کہا کہ اس ذات
کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ
اللہ نے میرے نزدیک اس عورت سے زیادہ
پسندیدہ کسی مخلوق کو پیدا نہیں فرمایا۔

آپس کی خیر خواہی کے بغیر انسان گھائے میں

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں زمانہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ اگر انسان میں چار خوبیاں نہیں ہیں تو انسان ہمیشہ گھائے اور لٹے میں رہیں گے۔ اور زمانہ کی قسم کھا کر اس لئے فرمایا ہے کہ حضرت آدمؑ سے لیکر آج تک انسانی تاریخ اور انسانی اسٹوری خود اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ چار خوبیوں کے بغیر انسان ہمیشہ گھائے اور لٹے میں رہا ہے۔
 ۱۔ الَّذِينَ آمَنُوا:- ایمان کی خوبی اگر انسان میں ایمان کا نور اور ایمان کی خوبی نہیں ہے تو یقیناً وہ انسان گھائے اور نقصان میں رہے گا۔

۲۔ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ:- عمل صالح اور نیکیوں کی خوبی اگر انسان میں نیک اعمال کی خوبی نہیں ہے تو وہ انسان ہمیشہ گھائے اور خسارہ میں رہے گا۔ اور جس انسان میں نیک اعمال کی خوبیاں ہوتی ہیں۔ زمانہ کی تاریخ میں وہ انسان کبھی خسارہ اور گھائے میں نہیں رہا ہے۔

۳۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ:- آپس میں ایک دوسرے کو حق اور سچے دین کی وصیت کرتے رہیں اور حقانیت اور سچے دین کی رہنمائی کر کے آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتے رہیں۔

اور زمانہ کی تاریخ اور اسٹوری اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ جس انسان میں سچائی اور حقانیت کی خیر خواہی رہی ہے۔

اور ایک دوسرے کو سچائی کی تاکید اور وصیت کرتے رہیں اس وقت تک انسان خسارہ اور گھٹائے سے محفوظ رہتا ہے۔ اور جب انسانوں سے سچائی اور حقانیت کی دعوت اور اسکی وصیت کی خیر خواہی کا سلسلہ باقی نہ رہے تو انسان گھٹائے اور خسارہ کا شکار ہوتا رہا اور ان کی زندگی میں اتحاد اور انسانی ہمدردی کا سلسلہ بھی ختم ہوتا رہا۔

وَتَوَّاصُوا بِالصَّبْرِ۔ آپس میں صبر کی تلقین اور وصیت کرنے

رہو۔ جب کوئی بھائی بلار اور مصیبت کا شکار ہو جائے تو اسے صبر کی تلقین اور مشقتوں کے جھیلنے کی وصیت کرنے رہیں۔ زمانہ کی تاریخ اور اسٹوری اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ انسان جب تک بلار اور مصیبت اور مشقت میں صبر اور تحمل سے کام لیتا رہا۔ دیر سویر وہ انسان کامیاب ہوتا رہا اور آخرت میں اسکا درجہ بہت بلند ہوگا اور زمانہ اس بات کی بھی شہادت دیتا ہے کہ جب انسان بلار اور مصیبت کے موقع پر بے صبری سے کام لیتا رہا۔ گھٹائے اور خسارہ میں رہا اسلئے کہ مصیبت اور صدمہ میں بے صبری اختیار کرنے سے مصیبت اور صدمہ ختم نہیں ہوتے۔ اور اپنے ہاتھ سے فوت شدہ چیز واپس نہیں آتی۔ تو دنیا میں کوئی فائدہ نہیں رہا۔ اور آخرت میں صبر کا جواب و ثواب ہے۔ اس سے محرومی ہوتی ہے۔ لہذا بے صبری میں خسارے اور گھٹائے کے سوار کوئی چیز ہاتھ نہیں آتی۔ اس لئے بلار اور مصیبت کے موقع پر سب سے بڑی خیر خواہی یہی ہے کہ صبر و تحمل کی تلقین اور تاکید کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ ہم آزمائش کے متحمل نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سکون و عافیت نصیب فرمائے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ
 بَلَاءِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ اللہ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔
 اللہ تعالیٰ نے زمانہ کی قسم اسلئے کھائی ہے تاکہ ہر انسان کا میاں بی اور
 خسارے سے متعلق گزشتہ زمانہ کی طرف پیچھے لوٹ کر دیکھے کہ کامیاب
 کون رہا ہے اور خسارے میں کون اور اس سے عبرت حاصل کرے۔
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔

<p>قسم ہے زمانہ کی بیشک یقیناً انسان خارہ میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور آپس میں سچے دین کی تاکید اور وصیت کرتے رہے۔ اور آپس میں مصیبت کے موقع پر صبر و تحمل کی تاکید اور وصیت کرتے رہے۔</p>	<p>وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ</p>
--	--

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۖ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ مُحَمَّدٍ

اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ
 بُكْرَةً وَأَصِيلًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اتحاد کا ماحول کیسے قائم کریں؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے درمیان محبت کا ماحول پیدا کرو۔ اتحاد اور جوڑ کی رسی کو ہاتھ سے جانے مت دوسرے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ کے دین کی رسی کو متحد ہو کر کے پکڑو اور تمہارا اتحاد ٹوٹنے نہ پائے، اور تمہارے درمیان تفرقہ پیدا نہ ہونے پائے۔ اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جسکا اللہ نے تمہارے اوپر احسان فرمایا ہے جبکہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر تمہارے دلوں میں الفت پیدا کرو کی تو تم اللہ کے فضل و نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا
وَلَا تَفَرَّقُوا، وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ
عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ
بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ
إِخْوَانًا۔ الْآيَةُ۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳)

اور آپ نے مسلمانوں کے اتحاد کو ایک مثال سے بیان

اتحاد ایک مضبوط عمارت ہے

فرمایا کہ مسلمانوں کا اتحاد ایک مضبوط ترین عمارت ہے جیسا کہ کسی عمارت کے مختلف اجزاء الگ الگ ہونے کی حالت میں کمزور ہوتے ہیں اور کمزور جزرہ کو جہاں چاہے لیجایا جاسکتا ہے اور جس جگہ چاہے لگایا جاسکتا ہے اور جہاں چاہے پھینکا جاسکتا

ہے۔ لیکن جب تمام اجزاء، ایک عمارت میں مضبوط مسالوں کے ساتھ مل کر جڑ جائیں
گئے تو تمام اجزاء سے مل کر کے ایک مضبوط ترین عمارت بن جاتی ہے اس کا
کوئی جزر آسانی کے ساتھ عمارت سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ ایسا ہی مسلمانوں کا
حال ہے، کہ اگر تمام مسلمان متحد ہو کر ایک ہو جائیں تو ان میں سے کسی کو کوئی نقصان
نہیں پہنچا سکتا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
بیشک ایک مومن دوسرے مومن کیلئے
ایسی مضبوط عمارت کی طرح ہے کہ جس
کے بعض اجزاء دوسرے اجزاء کو
مضبوط کر دیتے ہیں۔

عن ابی موسیٰ الاشعری قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ان المؤمن للمؤمن كالبنيان
يشد بعضه بعضا. هذا حديث
صحيح۔ (بخاری شریف ۲۹/۱ حدیث ۲۷۵)

۳۳۱/۱ حدیث ۲۳۸۲، ۸۹۰/۲،
حدیث ۵۷۹۲، ترمذی شریف ۲/۱۲

امت کو محبت اور اتحاد قائم کرنے کیلئے پندرہ باتوں کی وصیت

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پندرہ باتوں کی وصیت فرمائی ہے ان کو ہم
اولاً اجمالی طور پر نقل کر دیتے ہیں۔ اسکے بعد ہر ایک کو تفصیل سے واضح کر دیا جائیگا۔
پھر اسکے بعد بالکل آخر میں ان پندرہ باتوں سے متعلق جو حدیثیں وارد ہیں ان میں
سے چند ایسی حدیثیں نقل کی جائیں گی جنہیں ملے جلے طور پر ان پندرہ وصیتوں کا
ذکر ہے۔ اجمالی فہرست حسب ذیل ہے۔

①۔ اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ — اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ۔

- کسی کی خفیہ باتوں پر کان مت لگاؤ۔ (۲) وَلَا تَحْسُسُوا۔
- کسی کی کھوج میں مت پڑو۔ (۳) وَلَا تَجَسَّسُوا۔
- کسی کی نعمت پر رشک مت کرو۔ (۴) وَلَا تَنَافَسُوا۔
- دھوکہ دیکر لین دین مت کرو۔ (۵) وَلَا تَنَابَحِسُوا۔
- ایک دوسرے سے حسد مت کرو۔ (۶) وَلَا تَحَاسَدُوا۔
- ایک دوسرے سے بغض اور کینہ مت رکھو۔ (۷) وَلَا تَبَاغَضُوا۔
- ایک دوسرے سے مت کتراؤ۔ (۸) وَلَا تَدَابَرُوا۔
- ایک دوسرے سے قطع تعلق مت کرو۔ (۹) وَلَا تَقَاطَعُوا۔
- مسلمان بھائی پر ظلم نہ کرے۔ (۱۰) وَلَا يَظْلِمُهُ۔
- مسلمان بھائی کو بے یار و مددگار نہ چھوڑے۔ (۱۱) وَلَا يَخْذُلْهُ۔
- مسلمان بھائی کو حقیر نہ سمجھے۔ (۱۲) وَلَا يَحْقِرْهُ۔
- مسلمان کے ساتھ تین دن سے زائد سلام و کلام نہ چھوڑے۔ (۱۳) لَا يَمِيلُ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ۔
- مسلمان بھائی سے خرید و فروخت میں مقابلہ نہ کرے۔ (۱۴) وَلَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ۔
- مسلمان بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام سے مقابلہ نہ کرے۔ (۱۵) وَلَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خُطْبَةِ أَخِيهِ۔

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے اتحاد اور یکجائی میں پھوٹ ڈالنے والی اور مسلمانوں کے شیرازہ کو توڑ کر منتشر کر نیوالی پندہ چیزیں ہیں۔ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کو نہایت اہمیت کے ساتھ ان زہریلی اشیاء سے دور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور ان پندہ چیزوں کو

ایک حدیث شریف میں یکجا کر کے بیان نہیں کیا گیا ہے کسی حدیث شریف میں
سکات چیزیں ہیں اور کسی میں نو چیزیں ہیں اور کسی میں چھ چیزیں ہیں ہم یہاں ان
تمام چیزوں کو یکجا کر کے پیش کر دیتے ہیں شاید اس سے مسلمان بھائیوں کو نفرت
کے ماحول سے گریز کرنے میں اور محبت و ہمدردی کے ماحول بنانے میں مدد ملے گی۔

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ
آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے آپ کو بدگمانی سے

۱۔ بدگمانی سے بچو

بچاؤ اسلئے کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ آپ نے ان الفاظ کے ذریعہ
سے امت کو توجہ دلائی ہے کہ بدگمانی مسلمانوں کے اتحاد میں پھوٹ ڈالنے کا خطرناک
ذریعہ ہے۔ اس لئے اپنے مسلمان بھائی کے حق میں ہمیشہ حسن ظن رکھ کر
اور بدگمانی سے دور رہا کرو۔

۲۔ کسی کی پوشیدہ باتوں پر کان مت لگاؤ

وَلَا تَحَسَّسُوا: کسی کی خفیہ باتوں پر کان مت لگاؤ۔ اس کی وجہ سے دشمنی پیدا
ہوتی ہے۔ اسلئے کہ جو شخص اپنی باتوں کو چھپانا چاہتا ہے تم اس کی جستجو میں پڑ گئے۔
بالآخر تمہارے اور اس کے درمیان میں دوری پیدا ہو جائے گی۔ اور آہستہ آہستہ
ایک دوسرے کے درمیان میں بغض اور عناد کا سلسلہ پیدا ہو جائیگا۔ اس لئے
آپ نے ہر کسی کی بات پر کان لگانے سے منع فرمایا۔

وَلَا تَجَسَّسُوا: آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی

۳۔ کسی کی کھوج میں مت پرو

بھائی کی عیب جوئی مت کرو۔ اور کسی کی کھوج میں اپنا وقت خراب مت کرو۔
اسلئے کہ کھوج کرید نہایت خطرناک چیز ہے ہر انسان ایسی بات کو غلط سمجھتا ہے۔

دیکھئے کہ ماحول کے اندر جو لوگ مجبزی کرنے والے ہوتے ہیں ان کو کس قدر گھٹیا
 نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہ دوسروں کی خفیہ باتوں کو لیکر کے حاکموں تک پہنچاتے
 ہیں۔ ایسے لوگوں کو کوئی انسان محبت اور ہمدردی کی نگاہ سے نہیں دیکھتا، یہ
 مسلمانوں کے اتحاد کو توڑ کر پارہ پارہ کر نیوالی چیز ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن
 کریم میں ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔

اے ایمان والو! بہت سی بدگمانی اور
 تہمتوں سے بچتے رہو، بیشک بعض بدگمانی
 اور تہمت بڑا گناہ ہے اور کسی کے بھید اور
 راز کی باتوں کو مت سٹولو اور ایک دوسرے
 کی پیٹھ پیچھے غیبت اور بُرائی مت کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا
 كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ
 الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا
 وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا
 (سورہ حجرات آیت ۱۲)

۴ دوسروں کی نعمتوں پر رشک مت کرو

نعمت اور ترقی کو دیکھ کر رشک مت کرو بلکہ خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک
 مسلمان بھائی کو نعمت اور دولت عطا فرمائی ہے بڑی خوشی کی بات ہے لیکن اگر
 تم اس میں رشک کرنے لگو گے تو تمہارے دل میں آہستہ آہستہ حسد اور بغض پیدا
 ہونے لگے گا جس سے تمہارے اتحاد کی رتی ٹوٹ جائیگا خطرہ ہے۔

۵ لین دین میں دھوکا بازی فریبی مت کرو

فریب دیکر کسی چیز کی لین دین مت کرو — اس کو ہمارے محاورہ اور بول چال میں
 دلائی بھی کہتے ہیں۔ اور دلائی کی دو قسمیں لوگوں کے درمیان پیش آتی رہتی ہیں۔
 ۱۔ خرید و فروخت اور لین دین میں جانبین کے درمیان تیسرا آدمی بیچ میں

پڑ جاتا ہے۔ اور تیسرا آدمی کبھی فروخت کر نیوالے کی طرف سے ترجہان بن جاتا ہے۔ اور اس کیلئے اجرت متعین ہو جاتی ہے اور کبھی خریدار کی طرف سے ترجہان بننا ہے اور قیمت کم کرانے کی بنا پر خریدار کی طرف سے اس کو کچھ مل جاتا ہے اور کبھی خریدار اور فروخت کر نیوالے دونوں کی جانب سے ترجہان بن جاتا ہے۔ اور اس کو دونوں کی جانب سے کچھ مل جاتا ہے اور اس طرح کے دلائل ہمارے یہاں عام طور پر جائیداد کی خرید و فروخت میں اسی طرح جانوروں کی خرید و فروخت میں کثرت کے ساتھ دیکھنے میں آتے ہیں ایسے دلائل کی اجرت اگر کسی بھی طریقہ سے متعین ہو جاتی ہے تو حضرات فقہار نے اس کی گنجائش لکھی ہے۔

(مستفاد شامی ذکر باب ۹/۸۷)

۲۔ دوسری قسم یہ ہوتی ہے کہ فروخت کر نیوالے کی طرف سے چند افراد ایسے متعین ہوتے ہیں جو محض خریدار کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا کر کے گراں قیمت کے ساتھ خریدنے پر مجبور کریں اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ جب خریدار مالک کے پاس چیز خریدنے کیلئے بھاؤ تاؤ کرنے لگتا ہے اور مالک زیادہ قیمت بتاتا ہے۔ اور اس کی طرف سے مقرر کردہ افراد اسی اثنا میں آکر وہی سہی زیادہ قیمت میں پیسہ دیکر خرید لیتے ہیں اور خریدار بھی مجبوراً اسی قیمت میں خرید لیتا ہے اور بعد میں دھوکہ دینے والے لوگ مالک کو چیز واپس کر دیتے ہیں اور مالک ان کو روپیہ واپس کر دیتا ہے۔ اسی طرح جب بھی کوئی خریدار آتا ہے یہی حرکتیں ہوتی ہیں۔ حدیث شریف میں اسی کی مذمت فرمائی ہے۔ یہ نہایت خطرناک فریب اور دھوکہ ہے اور مسلمان بھائی کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا کرنا ناجائز اور حرام ہے نیز جب خریدار کو کسی طرح اس کا پتہ لگ جائے تو لڑائی اور جھگڑے کا باعث بنے گا جو مسلمانوں کے اتحاد اور محبت کے ماحول کو افراق اور نفرت میں تبدیل

کر سکتا ہے۔ اسلئے آپ نے اس طرح کی فریب دینے والی دلالی سے امت کو منع فرمایا ہے۔

۶۔ آپس میں ایک دوسرے سے حسد مت کرو | وَلَا تَحَاسَدُوا، آپس میں ایک

دوسرے سے حسد مت کرو — حسد نہایت بُری چیز ہے اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمت اور دولت دے رکھی ہے اس کے بار میں اس طرح گڑھتا ہے کہ جو نعمت اس کو ملی ہوئی ہے وہ اس کے پاس سے ختم ہو جائے خود کو ملے یا نہ ملے اس سے کوئی سروکار نہیں پس یہ تمت اور آرزو ہے کہ اس سے زائل ہو جائے — سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کو اس زہری حرکت سے منع فرمایا ہے کہ اس کی وجہ سے دو مسلمانوں کے درمیان جو ذہنی اتحاد اور محبت کا ماحول تھا اس کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور ایسی حرکت سے کسی طرح کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہوتا ہے صرف محبت کا ماحول نفرت میں بدل جاتا ہے۔ اسلئے نبی کریم ؐ نے ایک دوسرے کیساتھ حسد کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حسد کہاں جائز ہے ؟ | ایک حدیث پاک میں سید الکونینؐ کا ارشاد ہے کہ دوسروں کی نعمتوں کو دیکھکر

صرف دو چیزوں میں رشک کرنا جائز ہے، اور وہ بھی اس طرح ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو نعمت اسے عطا فرمائی ہے اس کو اللہ تعالیٰ اور دیدے ساتھ میں یہ تمنا بھی کرے کہ جیسی نعمت اللہ نے اسے عطا فرمائی ہے مجھے بھی عطا ہو جائے، اس طرح کا رشک کرنا دو چیزوں میں جائز ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مال و دولت عطا فرمایا ہے اور وہ شخص دن و رات اللہ کے راستہ میں خوب خرچ کرتا ہے تو دیکھنے والا یہ آرزو کرتا ہے کہ اگر ایسی ہی

دولت مجھے بھی نصیب ہو جاتی تو میں بھی اللہ کے راستہ میں اسی طرح خرچ کرتا۔
 ۲۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو قرآن و حدیث کے علوم عطاء فرمائے ہیں اور وہ شخص دن و رات قرآن و حدیث کے مطابق عمل کرتا ہے اور راتوں کو اٹھ کر نفلوں میں لمبی لمبی قرأت کرتا ہے اور جو علوم اللہ نے اُسے عطاء فرمائے ہیں۔ وہ لوگوں کے درمیان خوب پھیلاتا ہے تو دیکھنے والا یہ آرزو کرتا ہے کہ اگر مجھے بھی اس کی طرح قرآن یاد ہوتا تو دن و رات نفلوں میں خوب قرآن پڑھا کرتا۔ اور جس طرح اللہ نے اسے علوم عطاء فرمائے ہیں اگر مجھے بھی عطاء ہو جائے تو میں بھی اسی طرح اللہ کے بندوں کے درمیان علوم کو پھیلاتا۔ ان دونوں قسم کے لوگوں کے بارمیں اس طرح کی آرزو اور غبطہ کرنا شریعت میں جائز ہے۔ بلکہ جائز ہونیکے ساتھ ساتھ باعثِ ثواب بھی ہے۔ اور حدیث میں اس غبطہ اور آرزو کو لفظ حسد سے تعبیر فرمایا ہے۔ مگر اس مقام پر حسد سے مراد وہ حسد نہیں ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔ — حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حسد (بمعنی غبطہ اور آرزو) صرف دو چیزوں میں جائز ہے۔

۱۔ وہ آدمی جس کو اللہ نے مال عطاء فرمایا ہے پھر وہ شخص اس مال کو راہِ حق میں خرچ کرتا ہے۔ ۲۔ وہ شخص جس کو اللہ نے علم اور حکمت عطاء فرمایا ہے اور وہ شخص اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا حسدا الا فی اثنتین رجل اتاه اللہ مالاً فسلطہ علی ہلکته من الحق ورجل اتاه اللہ الحکمة فہو یقضی بہا ویعلمہا۔

(بخاری شریف ۱/ ۱۷۷، حدیث ۷۷۷۷)

۱/ ۱۸۹ حدیث ۱۳۸۹، ۲/ ۱۰۵۷،

حدیث ۶۸۵۸، ۲/ ۱۰۸۸

(حدیث ۷۰۲۳)

یہ حدیث شریف ترمذی شریف میں کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ ہے۔
جو حسب ذیل ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ
أَتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَلَهُ يَنْفِقُ فِيهِ
أَنَاءَ اللَّيْلِ وَأَنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ
أَتَاهُ اللَّهُ الْقُرْآنَ فَلَهُ يَقُومُ
بِهِ أَنَاءَ اللَّيْلِ وَأَنَاءَ النَّهَارِ
(ترمذی شریف ۲/۱۵)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ
نے ارشاد فرمایا کہ حسد بمعنی غبطہ اور آرزو
صرف دو آدمیوں کے بارے میں جائز ہے۔
۱۔ وہ شخص جس کو اللہ نے مال عطا فرمایا ہے
اور وہ اس مال کو دن و نات اللہ کے راستہ
میں خرچ کرتا ہے۔

۲۔ وہ شخص جس کو اللہ نے قرآن عطا فرمایا ہے
پھر وہ شخص رات و دن نوافل میں قرآن
پڑھنے میں مشغول ہے۔

بے بغض و عناد مت رکھو

وَلَا تَبَاغَضُوا، ایک دوسرے سے
بغض اور عناد اور کینہ مت رکھا کرو اس

لئے کہ بغض اور عناد جذبہ انتقام پر ابھارتا ہے، یہ مسلمانوں کے اتحاد اور محبت کے
ماحول کو پارہ پارہ کر دیتا ہے، اور ایک بھائی دوسرے بھائی کا منہ دیکھتا بھی
پسند نہیں کرتا۔ یہ نہایت خطرناک چیز ہے۔

حضرت انسؓ کو کینہ سے پاک رہنے کی نصیحت | ایک دفعہ رسول
اکرمؐ نے حضرت

انس بن مالکؓ جو آپ کے خادم خاص تھے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے
میرے پیارے بیٹے میری ایک نصیحت خوب اچھی طرح یاد کرو اور اس کی دل
میں گرہ باندھ لو۔ اس نصیحت سے عمل کرنے میں تم کو جہاں تک قدرت ہو ضرور

اس پر عمل کرو یہ سب باتیں کہنے کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ جب تم صبح کو اٹھو تو تمہارے دل میں کسی مسلمان بھائی کے بارے میں کھوٹ اور کینہ نہ رہے اسی طرح جب تم شام کو اپنے گھر آؤ تو اس حالت میں آؤ کہ تمہارے دل میں کسی مسلمان بھائی کے بارے میں کسی قسم کی بداندیشی اور بدگمانی اور کسی قسم کا کھوٹ اور کینہ نہ رہے۔

اے انسؓ یہ بات یاد رکھو کہ دلوں کو دوسروں سے صاف رکھنا یہ میری سنت میں سے ہے اور جو شخص میری سنت کو زندہ کر لگا تو یقیناً اُس نے مجھے راحت پہونچائی ہے۔ اور جس نے مجھے راحت پہونچائی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نصیحت ہر مسلمان کو اپنی زندگی کا اہم جز بنا لینا چاہیے۔ ناظرین سے اس سیاہ کار کی گزارش ہے کہ سب دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس سیاہ کار کو بھی اس حدیث کے مطابق عمل کرے تو فیق عطا فرمائے آقاؐ کا یہ ارشاد آپؐ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اے میرے پیارے بیٹے اگر تمہیں قدرت ہو اس بات پر کہ تم اس حالت میں صبح کو اٹھو اور اس حالت میں شام کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے بارے میں کوئی کھوٹ اور کینہ نہ ہو تو ایسا ضرور کیا کرو۔ پھر فرمایا اے میرے پیارے بیٹے یہ میری سنت میں سے ہے اور جو شخص میری سنت کو زندہ کرے، یقیناً وہ مجھے راحت پہونچاتا ہے اور جو شخص

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ
لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ إِنْ قَدَرْتَ
أَنْ تَصْبَحَ وَتُمْسِيَ لَيْسَ فِي
قَلْبِكَ غَشٌّ لِأَحَدٍ فَأَفْعَلْ ثُمَّ
قَالَ لِي يَا بُنَيَّ وَذَلِكَ مِنْ
سُنَّتِي وَمَنْ أَحْيَا سُنَّتِي
فَقَدْ أَحْيَانِي وَمَنْ أَحْيَانِي
كَانَ مَعِيَ فِي
الْجَنَّةِ۔

مجھے راحت پہونچا نا ہے وہ جنت میں میرے
ساتھ ہوگا۔

۵ ایک دوسرے سے نہ کتراؤ

وَلَا تَدَا بَدُّوْا، ایک دوسرے سے
مت کتراؤ۔ جب دلوں میں کھوٹ

ہوتا ہے تو ایک دوسرے سے ملاقات کرنا اور ایک دوسرے کے سامنے ہونا اور
ایک دوسرے سے دُعا سلام کرنا کسی طرح گوارہ نہیں کیا جاتا ہے، اتفاقاً اگر
دونوں آمنے سامنے ہو جائیں تو بڑی مصیبت کھڑی ہو جاتی ہے۔ دونوں کے چہرے
لٹک جاتے ہیں اور اگر پہلے ہی سے کچھ گنجائش ایسی مل جائے کہ آمنے سامنے نہ
ہونا پڑے تو دُور سے ہی ایک دوسرے کو دیکھتے ہی کترا جاتے ہیں۔ کوئی ادھر کا
راستہ اختیار کرتا ہے اور کوئی ادھر کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اس سے دو
مسلمان بھائیوں کے درمیان بغض و عناد اور افتراق پیدا ہو جاتا ہے جو
مسلمانوں کے اتحاد اور محبت کے ماحول کو نفرت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اس لئے
آپ نے ایک کو دُور سے کترانے سے منع فرمایا ہے۔ بلکہ جب ایک دوسرے
سے ملاقات ہو جائے چاہے طَوْعًا وَّكَرْهًا اور مجبوراً کیوں نہ ہو تو اس طریقہ سے
دُعا سلام اور گفتگو ہونی چاہیے کہ دونوں کے درمیان کبھی کوئی بات ہی
نہیں تھی۔ اور ایک دوسرے سے معافی تلافی کر لے کہ جو کچھ ہمارے درمیان میں ہوا
ہے اس میں شیطان کا دخل ہے اللہ پاک ہم کو معاف فرمائے۔

۹ آپس میں قطع تعلق اور قطع رحمی مت کرو

وَلَا تَقَاطَعُوْا،
آپس میں

مسلمان مسلمان کے ساتھ مقاطعہ اور قطع تعلق اور قطع رحمی کا معاملہ نہ کریں۔
اور یہ عام طور پر اپنے رشتہ داروں، اعزہ اور اقارب کے ساتھ ایک دوسرے

سے دشمنی کی بنا پر کر لیتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت مبغوض ترین عمل ہے۔
قطع تعلق کرنا والا جنت سے محروم

ایک حدیث شریف میں
 آپ کا ارشاد مروی ہے۔
 قطع تعلق کرنے والے جنت میں
 داخل نہیں ہونگے۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔
 (ترمذی ۱۳/۲)

اور ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔
 جو شخص اپنے رشتہ دار اور خاندانی لوگوں
 کے ساتھ قطع تعلق کر لیتا ہے اس سے
 اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے۔ ایسا شخص
 جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ یعنی سزا
 بھگتنے سے پہلے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ
 رَحِمِي۔

(المعجم الاوسط ۲/۲۲۳،
 حدیث ۲۵۶۱)

زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والے تم پر رحم کریں گے

ایک حدیث شریف میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے: جو روز زمین
 میں دوسروں کیساتھ رحم و کرم کا معاملہ کرتا ہے تو اسکے ساتھ آسمان والا رحم و کرم کا
 معاملہ کرے گا۔ اور صلہ رحمی کا معاملہ کرنا نہایت خوش نصیبی کی چیز ہے۔ رحم و کرم کرنے کی
 صفت اللہ کی صفت رحمت کا ایک جزو ہے۔ جو شخص رحم و کرم کی صفت کو اپنے ساتھ جوڑے گا
 اللہ بھی اسکے ساتھ ایسا ہی صلہ رحمی کا معاملہ کرے گا، اور اسکو اپنی صفت رحمت کیساتھ
 جوڑے گا۔ اور جو شخص اپنے اندر سے اس صفت کو ختم کرے گا اور رشتہ داروں اور اعرہ کے
 ساتھ صلہ رحمی کو چھوڑ کر قطع تعلق اور قطع رحمی کا سلسلہ جاری کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اسکو
 اپنی صفت رحمت سے منقطع کر کے دور بھینکے گا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاحِمُونَ
يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ إِرْحَمُوا
مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمَكُمُ
مَنْ فِي السَّمَاءِ -

الرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِّنَ
الرَّحْمَنِ فَمَنْ وَصَلَهَا
وَصَلَهُ اللَّهُ وَمَنْ
قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللَّهُ.

(ترمذی ۱۲/۲)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں
کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
دنیا کے اندر لوگوں کے ساتھ رحم و کرم کرنے والے
والوں کے ساتھ رحمن بھی رحم و کرم کا معاملہ
کریگا لہذا زمین میں رہنے والوں کے ساتھ
ہمدردی اور صلہ رحمی کرو آسمان والے
تمہارے ساتھ رحمت و شفقت کا معاملہ
کریں گے، اور رحمت و ہمدردی اللہ تعالیٰ کی
صفت رحمت کا ایک جزو ہے جو شخص اس کو
اپنے ساتھ جوڑیگا اللہ اس کو اپنی رحمت سے
جوڑیگا اور جو شخص اس کو اپنے سے کاٹ کر
الگ کریگا تو اللہ بھی اس کو اپنی رحمت سے
کاٹ کر دور کر دیگا۔

صلہ رحمی سے تین بشارتیں

ایک چوتھی حدیث شریف میں
سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی اور ہمدردی کرنے سے آپس میں محبت کا ماحول پیدا
ہوتا ہے اور صلہ رحمی اور ہمدردی کا ماحول پیدا کرنے والے کیلئے تین بشارتیں
کا اعلان ہے۔

- ۱۔ خاندان اور ماحول میں اس کو سب لوگ محبت اور ہمدردی کی نگاہ سے دیکھیں گے۔
- ۲۔ اسکے مال و دولت میں منجانب اللہ برکت اور وسعت پیدا ہوگی۔
- ۳۔ اُس کی عمر میں اضافہ ہوگا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔
 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
 تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا
 تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ
 فَإِنَّ صَلَاةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ
 فِي الْأَهْلِ مَشَادَةٌ فِي الْمَالِ
 مَنْسَأَةٌ فِي الْأَثَرِ۔

(ترمذی ۱۹/۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے خاندانی لوگوں کے رشتہ نسب معلوم کر لیا کرو تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنی ذورحم رشتہ داروں اور اعرشار کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کر سکو اس لئے کہ صلہ رحمی کا معاملہ کرنے سے خاندان میں محبت پیدا ہوتی ہے اور مال و دولت میں وسعت اور ترقی پیدا ہوتی ہے اور عمر میں اضافہ اور زیادتی ہوتی ہے۔

سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طویل حدیث کے درمیان

آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو

یہ بھی فرمایا۔ وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا اے مسلمانو! آپس میں اللہ کے ایسے بندے بن کر رہو جیسا کہ ایک باپ کی اولاد اور بھائی بھائی کے درمیان محبت اور تعلق کا رشتہ ہوتا ہے۔ ہم نے شروع میں مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق میں پھوٹ ڈالنے کے پسندیدہ اسباب کا ذکر کیا تھا، اختلافات اور آپس کے بغض و عناد اور دُوری کو ختم کر کے دلوں میں جوڑ پیدا کرنیکی ترغیب دی گئی ہے۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے افریق کے اسباب ذکر کر نیسے ساتھ درمیان میں اس کو بھی ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے ہم نے بھی اس کو ساتھ میں ذکر کر دیا ہے، درحقیقت یہ دلوں کو جوڑنے کا ذریعہ ہے کہ آپس میں تباغض، تدابر، تنافس، تجسس، وغیرہ یہ دلوں میں پھوٹ ڈالنے والے اور دُوری پیدا کرنے والے اسباب ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس اشارہ میں گونوا عباد اللہ اخوانا کے ذریعہ سے ان تمام خطرناک قسم کے نفرت کے اسباب کو ترک کر نیک حکم فرمایا جو اتحاد کے شیرازہ بکھیر کر رکھ دیتے ہیں۔ اور محبت کے ایسے اسباب اختیار کر نیکی ترغیب دی ہے جو اتحاد کے ایک ایک ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت و مودت، ہمدردی و غمخواری اور دُکھ و درد میں ایک ماں کی ایسی اولاد کی طرح ہو کر رہنا چاہیئے جن کے درمیان ایک دوسرے کیلئے بے مثال ہمدردی ہو کہ جس سے کسی غیر کو کسی طرح کی ہمت و جرأت نہ ہو سکے کہ ان میں سے کسی کی طرف انگلی اٹھائے اس لئے بھائیو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گونوا عباد اللہ اخوانا کے مصداق بن جاؤ دنیا میں تم ہی غالب رہو گے تم ہی باعزت رہو گے۔ اللہ پاک ہمیں اس کی توفیق نصیب فرمائے۔

۱۔ مسلمان بھائی پر ظلم مت کرو | الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ۔

بھائی ہے۔ لہذا بھائی اپنے بھائی پر ظلم نہ کرے ظلم و ستم اللہ کے نزدیک نہایت منحوس ترین چیز ہے۔ قیامت کے دن ایک ظلم بہت سی تاریکیوں کا سبب ہو گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ دنیا کا ایک ظلم، ظالم کیلئے آخرت میں بہت ساری سیاہیوں اور تاریکیوں کا سبب بنے گا۔ جیسا کہ مومن کے آگے پیچھے دائیں بائیں نور ہی نور ہو گا۔ ایسا ہی ظالم کے آگے پیچھے دائیں بائیں ظلمت اور تاریکیاں ہی تاریکیاں ہوں گی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

قیامت کے دن ایک ظلم ظالم کے لئے بہت
سی تاریکیوں کا سبب بنے گا۔

الظُّلُمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ -
(ترمذی ۲۳/۲، شعب الایمان ۲۶/۶)

قیامت کے دن اللہ ہی ظلم کا بدلہ دلائے گا

ایک حدیث شریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا کے اندر جس
بندہ مومن پر ظلم ہوا ہے اور دنیا میں اس کو اس کا بدلہ نہیں ملا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ
قیامت کے دن اس کو بدلہ دلائے گا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ
فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا کے اندر کوئی
بندہ ایسا نہیں ہے جس نے کسی شخص پر ظلم
کیا ہو اور مظلوم کو اس کا بدلہ نہ ملا ہو مگر
اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن مظلوم
کو اس سے ضرور بدلہ دلائے گا۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ يَقُولُ:
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَظْلِمُ رَجُلًا
مُظْلَمَةً فِي الدُّنْيَا لَا يَقْصَهُ مِنْ
نَفْسِهِ إِلَّا أَقْصَهُ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ - (شعب الایمان ۵۵/۶ حدیث ۴۸۴۴)

امت کو تین قسم کی بُرائیوں سے بچنے کی نصیحت

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو خطرناک قسم کی تین بُرائیوں سے دور
رہنے کی نصیحت فرمائی۔

۱۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو ظلم سے دور رکھو۔ اس لئے کہ قیامت کے دن
ایک ظلم بہت سی تاریکیوں اور سیاہیوں کا سبب بنے گا۔ جب مومن کے دائیں بائیں
آگے پیچھے نور ہی نور ہوگا تو اس ظالم کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف سے

اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔

۲۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو بدکلامی اور بدگوئی سے دُور رکھو، اور کسی مسلمان بھائی کے ساتھ فحش گوئی اور گالی بکسنے سے اپنے آپ کو دُور رکھا کرو، اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک ایسے لوگ کبھی محبوب نہیں بن سکتے۔ جو فحش گوئی اور بدکلامی سے پیش آتے ہیں۔

۳۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے آپ کو خود غرضی اور لالچ سے دُور رکھو اور یہی خود غرضی اور لالچ نے تم سے پھیلی اُمت کو تین قسم کی بُرائیوں پر آمادہ کر رکھا تھا۔
 ① خود غرضی کی بنا پر تھوٹ بولنے پر آمادہ ہو جاتے تھے ② خود غرضی اور لالچ کی بنا پر کسی پر ظلم کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے ③ یہی خود غرضی اور لالچ کی بنا پر اعزہ اور رشتہ داروں سے قطع تعلق اور قطع رحمی کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔
 ایک صحابیؓ نے حضورؐ سے سوال کیا کہ کونسا مسلمان زیادہ افضل ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں وہ سب سے افضل ترین مسلمان ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو ظلم سے دُور رکھو اسلئے کہ ایک ظلم قیامت کے دن بہت سی تاریکیوں اور اندھیروں کا سبب بنے گا۔ اور تم اپنے آپ کو فحش گوئی اور بدکلامی سے دُور رکھو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بالقصد فحش گوئی اور بتکلف فحش اور بدکلامی کو پسند نہیں کرتا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُحْشَ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ وَإِيَّاكُمْ وَالشُّعْ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ الشُّعْ أَمَرَهُمْ بِالْكَذِبِ

فَكَذَّبُوا وَآمَرَهُمُ بِالظُّلْمِ
فَظَلَمُوا وَآمَرَهُمُ بِالْقَطْعِ
وَقَالَ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْإِسْلَامِ
أَفْضَلُ؟ قَالَ أَنْ يَسْلَمَ
الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِكَ
وَيَدِكَ۔

(شعب الایمان بیہقی ۴۶/۶ حدیث ۷۴۵۸،
مسند امام احمد بن حنبل ۱۶۰/۲،
۱۹۱/۲، ۱۹۵/۲، نسخہ رقم ۶۴۸۷،
۶۷۹۲، ۶۸۳۷)

اور اپنے آپ کو خود غرضی اور لالچ سے
دور رکھا کروا سنے کہ تم سے پہلے جو لوگ ہلاک
ہو چکے ہیں ان کو خود غرضی اور لالچ نے ہلاک
کر رکھا تھا۔ اور خود غرضی ان کو جھوٹ بولنے
پر آمادہ کرتی تو وہ جھوٹ بول لیتے اور ظلم
پر آمادہ کرتی تو وہ ظلم کر لیتے، اور قطع رحمی پر
آمادہ کرتی تو رشتہ داروں کے ساتھ قطع
رحمی اور قطع تعلق اختیار کر لیتے، تو اس پر
کسی صحابیؓ نے آپؐ سے سوال کیا کہ کونسا
مسلمان زیادہ افضل ہے تو آپؐ نے فرمایا
کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے
مسلمان محفوظ اور سلامت رہیں۔

۱۱۔ مسلمان بھائی کو بے یار و مددگار مت چھوڑو

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخْذُلُهُ۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے ایک
دوسرے کو بے یار و مددگار نہ چھوڑے۔ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بے یار
و مددگار چھوڑیں گے تو ہر طرف کے مسلمان بے دست و پا ہو کر کمزور پڑ جائیں گے۔
جس سے مسلم دشمنوں کو ہر طرف سے مسلمانوں کو زیر کر نیکام موقع فراہم ہو سکتا ہے۔
اور دشمنوں کی نگاہوں میں تمہاری جو طاقت اور ہیبت جمی ہوئی ہے۔ وہ ہوا کی
طرح اڑ جائے گی۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد
فرمایا ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ امْرِئٍ
يَخْذُلُ امْرَأً مُسْلِمًا عِنْدَ
مَوْطِنٍ تَنْتَهَكَ مِنْ حَرَمَتِهِ
وَيَنْتَقِصُ فِيهِ مِنْ عَرَضِهِ
الْآخِذَ لَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي
مَوْطِنٍ يَجِبُ فِيهِ لِفَرِيْقَةٍ وَمَا مِنْ
امْرِئٍ يَنْصُرُ امْرَأً مُسْلِمًا فِي مَوْطِنٍ
يَنْتَقِصُ فِيهِ مِنْ عَرَضِهِ وَيَنْتَهَكَ
فِيهِ مِنْ حَرَمَتِهِ إِلَّا نَصَرَهُ اللَّهُ فِي

چھوڑ دیتا ہے جہاں اس کی بے حرمتی اور آبرو
ریزی ہوتی ہے تو ضرور اللہ تعالیٰ اس شخص کو
ایسی جگہ بے دست و پا چھوڑ دیگا جہاں وہ
اللہ کی مدد کی ضرورت محسوس کریگا اور جو
شخص کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرے جہاں
اُس کی آبروریزی اور بے حرمتی ہو رہی ہو
تو اللہ تعالیٰ اس کی ایسی جگہ مدد کریگا جہاں
اس کو اللہ کی مدد کی ضرورت ہوگی۔

موطِنٌ يَجِبُ فِيهِ لِفَرِيْقَةٍ - (مسند احمد بن حنبل ۴/۳ نسخہ قدیم نسخہ مرقم - ابوداؤد شریف ۲/۶۶۹)

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ
مُسْلِمٌ آيِسٌ يَسْ بَهَائِي بَهَائِي هُنَّ

۱۲ مسلمان بھائی کو حقیر مت سمجھو

ایک دوسرے کو حقیر نہ سمجھیں اور ایک دوسرے کو حقیر سمجھنا آپس میں اختلاف اور
افتراق کا باعث ہے۔ اور جو شخص حقیر سمجھ رہا ہے اُس کے اندر غرور اور کبر ہے۔ جو
نہایت خطرناک ہے۔ ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے تمام مسلمان
برابر درجہ کے ہیں اگر کسی کا درجہ اور مقام اونچا ہے تو صرف تقویٰ کے ذریعہ سے ہے۔
اور کسی مسلمان کو حقیر سمجھنے والا کبھی متقی نہیں ہو سکتا۔

ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ دنیا اور آخرت میں کسی انسان کے بدترین
ثابت ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ کسی مسلمان کو حقیر اور ذلیل سمجھے کسی کو ذلیل
اور حقیر سمجھنے کا مرض مسلمانوں کے دلوں میں اختلاف اور بغض و عناد پیدا
کرنیکا اہم سبب ہے۔ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے کبر اور

اخلاقِ رذیلہ سے امت کو دور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ حدیث شریف
ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ أَخُ الْمُسْلِمِ
لَا يَخُونُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ
وَلَا يَخْذُلُهُ كُذُّ الْمُسْلِمِ
عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ عِذْوُهُ
وَمَالُهُ وَدَمُهُ التَّقْوَى
هَاهُنَا بِحَسَبِ امْرِئٍ مِنَ
الشَّرِّ أَنْ يَحْتَقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ
(ترمذی شریف ۱۴/۲)

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان آپس میں
بھائی بھائی ہیں۔ لہذا ایک مسلمان دوسرے
مسلمان کی خیانت نہ کرے اور نہ اس کو
جھٹلائے اور نہ ہی اس کو بے یار و مددگار
ذلیل کر کے چھوڑے، ہر ایک مسلمان کی عزت
و آبرو اور مال و جان دوسرے پر حرام اور
محترم ہے۔ اور تقویٰ کا تعلق دل سے ہے۔
اس کی طرف اشارہ فرمایا، اور کسی انسان کے
بدترین ثابت ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ
کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

۱۳۔ مسلمان بھائی کیساتھ تین دن سے زائد سلام کلام نہ چھوڑے

لَا يَحِلُّ لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ
أَيَّامٍ مُسْلِمَانِ بَهَائِيَّ كَ سَاتِه تَيْنِ دِنٍ سَے زَائِدَ سَلامِ کَلامِ چھوڑ دے، سید الکونینؑ
نے امت کو اتفاق اور محبت سے رہنے کی ترغیب دی ہے اور اتحاد و اتفاق
سے رہنے والوں پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور تین دن کی قید اسلئے لگائی
گئی ہے کہ ہفتہ میں دو مرتبہ رحمت اور اعمال کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اور
جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پیر اور جمعرات کے دن جب دو آدمیوں

کے درمیان ناچاتی ہو جائے تو دُعا سلام بند کرنا جائز نہیں ہے۔ اور شریعت نے تین دن تک کے اندر رعایت دے رکھی ہے۔ تین دن سے زائد کی اجازت نہیں دی ہے۔ لہٰذا تین دن کے مکمل ہونے سے پہلے پہلے بات چیت اور دُعا سلام ضرور شروع ہو جانا چاہیے۔ اور اگر تین دن مکمل ہونے سے پہلے پہلے بات چیت شروع ہو جاتی ہے تو دونوں میں سے کسی پر کوئی گناہ نہیں اور اگر یہ سلسلہ زیادہ کھینچ جاتا ہے اور تین دن گزرنے کے بعد کھینچی جا رہی رہتا ہے تو یہ فعل حرام میں شامل ہو جائیگا۔ اور دونوں طرف سے لوگ گنہگار ہو کر اللہ کی رحمت سے دُور ہو جائیں گے۔ — حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن آسمانوں میں مغفرت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی مغفرت فرمادیتا ہے جو کسی قسم کے شرک میں مبتلا نہیں مگر ایسے دُعا آدمی کی مغفرت نہیں ہوتی ہے جنہوں نے آپس میں دُعا سلام بند کر رکھی ہو۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تفتح ابواب السماء یوم الاثنين والخمیس فیغفر اللہ لمن لا یشرک بہ شیئاً الا المتہاکجریں۔

(المعجم الاوسط ۸/۲۰)

حدیث ۷۰۳۲

سلام، کلام چھوڑنے والے پیر و جمعرات کی مغفرت محروم

ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور مغفرت کے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اور ہر ایسے بندہ کیلئے دو دن کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہیں کرتا مگر شرک نہ کرنے کے باوجود ایسے دُعا آدمیوں کا

گناہ معاف نہیں کیا جاتا اور مغفرت سے محرومی ہوتی ہے جن کے درمیان عداوت اور دشمنی رہتی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ان دو آدمیوں کو مہلت دی جائے اگر تین دن گزرنے سے پہلے پہلے دونوں آپس میں صلح کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی بھی مغفرت فرما دیتے ہیں اور اگر تین دن گزر جائیں اور دونوں کے درمیان صلح نہ ہو سکے تو اللہ کی مغفرت سے دونوں محروم ہوں گے۔ اور آئندہ دونوں کی مغفرت اور گناہ معاف ہونے کیلئے صرف یہ شکل ہوگی کہ دونوں کے درمیان دعائے سلام کا سلسلہ بھی جاری ہو جائے اور پھر دونوں پر لازم ہوگا کہ نادام ہو کر اللہ سے توبہ کریں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ كُلَّ يَوْمٍ اثْنَيْنِ وَخَمِيسٍ فَيَغْفِرُ فِي ذُنُوبِ الْيَوْمَيْنِ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا إِلَّا مَن بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيَقْتُلُ أَوْ يَنْظُرُ وَاهْذَبْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا.

(ابوداؤد ۲/۶۷۳)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے دروازے ہر پیر اور جمعرات کے دن کھول دیے جاتے ہیں۔ پھر ہر اس بندہ کیلئے دو دن کے گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے۔ جو اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہیں کرتا ہے مگر اس شخص کی مغفرت نہیں ہوتی کہ اس کے اور اس کے مسلمان بھائی کے درمیان عداوت اور دشمنی ہو تو ان دونوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دے دو۔ یہاں تک کہ آپس میں صلح کر لیں۔

مسلمانوں میں یہود و نصاریٰ کے بغض و عناد کی گندگی کا علاج

حضرت سید الکونین علیہ السلام نے امت کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اندر کھپلی امت کی بُرائیوں میں سے دو قسم کی زہریلی برائیاں اس طرح داخل ہو جائیں گی کہ ہر آدمی میں وہ دونوں برائیاں نظر آنے لگیں گی۔ آپس میں لین دین، میل جول، رسن سہن ہر قدم پر وہ دونوں برائیاں تمہارے درمیان میں بھی داخل ہو جائیں گی۔

۱۔ الْحَسَدُ : دوسرے کی نعمت پر حسد کرنا کہ مجھے ملے یا نہ ملے، جو نعمت اس کو حاصل ہوتی ہے اس سے زائل ہو جائے، اس کی آرزو کو حسد کہا جاتا ہے۔ یہ نہایت خطرناک چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔
۲۔ الْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلَكِنْ تَحْلِقُ الدِّينَ : آپس کا بغض و عناد۔ یہ اتنا خطرناک مرض ہے جو مونڈ کر رکھ دیتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ بالوں کو مونڈ کر رکھ دیتا ہے، بلکہ دین کو صاف کر دیتا ہے۔ آپس میں بغض و عناد رکھنے والے کو دین سے کوئی محبت اور تعلق نہیں ہوتا۔ اور اس بغض کی وجہ سے بدترین قسم کی بے دینی آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ دخولِ جنت کے لئے ایمان شرط ہے۔ بغیر ایمان کے جنت میں نہیں جاسکتا۔ اور اسی مومن کا میل ہونے کے لئے آپس کی محبت شرط ہے۔ اگر تمہارے اندر ایک دوسرے سے محبت نہیں ہے تو تم کبھی مومن کا میل نہیں بن سکتے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دشمنی اور بغض و عناد اور حسد کے مرض کو دور کرنے کے لئے بہترین علاج یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے

کے درمیان سلام کو خوب رائج کرو۔ اور سلام دشمنی کے مرض کو ختم کرنے اور محبت کا ماحول پیدا کرنے کا نہایت خوبصورت علاج ہے۔ اللہ پاک ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اندر پھیلی امت کا مرض پیدا ہو جائیگا، اور وہ حسد اور بغض کا مرض ہے۔ اور بغض مونڈ کر رکھ دینے والی چیز ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈ کر صاف کر دیتا ہے۔ بلکہ دین کو مونڈ کر ختم کر کے بے دین بنادیتا ہے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک مومن نہ بن جاؤ۔ اور اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے جب تک آپس میں محبت کا ماحول پیدا نہ کرو گے۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز بتلا دوں جو تمہارے لئے محبت کا ماحول قائم کر دے وہ یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کو خوب پھیلاؤ۔

عَنْ زُبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأَمَمِ قَبْلَكُمْ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا أَقُولُ تَخْلُقُ الشَّعْرَ وَلَكِنْ تَخْلُقُ الدِّينَ وَالَّذِي تَفْسِدُ بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تَوْمِنُوا وَلَا تَوْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا أَفَلَا أَنْبَأُكُمْ بِمَا يَثْبُتُ ذَلِكَ لَكُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔

(ترمذی شریف ۲/۷۷)

پسندیدہ شخص وہ ہے جو سلام میں ابتداء کرے

جب دو آدمیوں کے درمیان ناچاقی ہو اور دونوں کے درمیان کشیدگی بڑھتی چلی جائے تو ایسے حالات میں اللہ کے نزدیک وہ شخص زیادہ پسندیدہ اور مقبول بارگاہ ہے جو سلام سے گفتگو کی ابتداء کرتا ہے۔ اسلئے اگر ایسی بات پیش آجائے تو بڑھ چڑھ کر دُعا و سلام کا سلسلہ شروع کرنا چاہیے تاکہ دلوں کی کھوٹ ختم ہو جائے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَا يَحِلُُّ لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَهْجُرَ
أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ يَلْتَقِيَانِ
فِي صَدَّةٍ هَذَا وَيُصَدُّ هَذَا وَ
خَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ

(ترمذی شریف ۲/۱۵،

المعجم الکبیر ۴/۱۴۴ حدیث ۳۹۵۱)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ تین دن سے زائد دُعا و سلام اس طرح چھوڑ دے کہ جب دونوں آمنے سامنے ہو جائیں تو یہ ادھر کو مڑ جائے اور وہ ادھر کو پھر جائے۔ اور دونوں میں سب سے اچھا اور بہتر شخص وہ ہے جو سلام سے گفتگو کی ابتداء کرتا ہے۔

مسلمانوں کے درمیان کشیدگی اور ناچاقی پیدا ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ آپس میں سلام کلام اور دُعا و سلام چھوڑ دے، بالآخر یہاں تک نوبت آسکتی ہے کہ دو فریق کی شکل بن جائیں اور اتحاد کا شیرازہ بکھر جائے، اور مسلمانوں کے کمزور پڑ جانے کیلئے یہی کافی ہے۔ اسلئے آپ نے تین دن سے زائد کلام سلام ترک کر دینے سے سختی سے منع فرمایا اور اللہ کی طرف سے وعیدیں سنائی ہیں۔

۱۴۔ خرید و فروخت میں مقابلہ مت کرو

وَلَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ۔ اشیاء کی فروختگی میں ایک دوسرے سے مقابلہ مت کرو۔ نہ اس طرح سے مقابلہ کرو کہ اگر فلاں ہزار روپیہ میں دیر رہا ہے تو میں نو سو روپیہ میں دوں گا۔ پھر دوسرا کہتا ہے کہ میں آٹھ سو میں دوں گا۔ اسی طرح خریداری میں بھی مقابلہ ہوتا ہے کہ اگر فلاں ہزار روپیہ دے رہا ہے تو میں اُس چیز کے گیارہ سو روپیہ دوں گا۔ کوئی کہتا ہے کہ میں بارہ سو روپیہ دوں گا۔ لیکن دین میں اس قسم کا مقابلہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔ اور مسلمانوں کے درمیان افتراق اور کشیدگی کا بھی سبب بنتا ہے۔ جو بالآخر مسلمانوں کے اتحاد کے پارہ پارہ ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے۔

۱۵۔ نکاح کا پیغام دینے میں مقابلہ نہ کرو

وَلَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خُطْبَةِ أَخِيهِ۔ ایک آدمی دوسرے مسلمان بھائی کے پیغام نکاح پر مقابلہ کر کے اپنا پیغام نہ دے۔ اگر کسی عورت سے رشتہ کے لئے کوئی مسلمان اپنا پیغام ڈال دے تو اس اشعار میں دوسرا آدمی اس عورت سے نکاح کے لئے اپنا پیغام دیکر ہرگز مقابلہ نہ کرے۔ یہ نہایت خیانت اور کمینہ پن کی بات ہے۔ اور اس طرح مقابلہ آرائی کر کے جو شخص کسی عورت سے نکاح کر لے گا اس کے نکاح میں کوئی خیر نہیں ہوگی۔ بلکہ ایسی بیوی اس کی زندگی کیلئے مصیبت اور وبال کا باعث بن جاتی ہے۔ نیز جس بھائی نے پہلے پیغام ڈال رکھا ہے اس کا حق اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک وہ از خود ہاں یا نہ میں مکمل جواب نہ دے۔ اگر وہ ہاں میں جواب دیتا ہے اور نکاح کا پختہ ارادہ رکھتا ہے تو دوسرے کیلئے

قطعاً جائز نہیں ہے کہ اس درمیان میں اپنا پیغام بھیج کر اس کا رشتہ خراب کر دے اور پھر دونوں خاندانوں کے درمیان خلیج اور کشیدگی کا سلسلہ پیدا ہو جائے۔ جو مسلمانوں کے اتحاد اور محبت کے ماحول کو نفرت میں تبدیل کر دینے کا سبب بن جاتا ہے جو ہرگز جائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ جس نے پہلے پیغام بھیجا ہے اُس نے اگر خود ہی چھوڑ دیا ہے تو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ اب دوسرے کیلئے جب چاہے پیغام بھیجنے کی اجازت ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن عقبہ بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المؤمن أخ المؤمن لا يحل لمؤمن أن يبتاع على بيع أخيه حتى يذرا ولا يخطب على خطبتهم حتى يذرا۔ (مسلم ۱/۴۵۴)

حدیث ۱۴۱۲، مسند احمد ۴/۱۴۷، حدیث ۱۴۲۶، المعجم الکبیر ۱۷/۳۱۶

حضرت عقبہ بن عامرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے اور مومن کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی خرید و فروخت کا مقابلہ کریں، یہاں تک کہ وہ خود ہی چھوڑ دے، اور مسلمان بھائی کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے پیغام نکاح کے مقابلہ پر اپنا پیغام ڈال دے، یہاں تک کہ وہ خود ہی چھوڑ دے۔

پندرہ وصیتوں کی حدیثیں

اب تک آپ کے سامنے ایسی پندرہ وصیتوں کا ذکر آیا ہے جن میں

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی اہمیت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے کہ امت میں محبت اور اتحاد کا ماحول کیسے پیدا ہو؟ اور نفرت اور اختلاف کیسے دور ہو؟ اور اُس سے کیسے بچا جائے؟ یہ پندرہ وصیتیں مجموعی طور پر الفاظ کے قدرے اختلاف کیساتھ ذیل کی چاروں احادیث شریفہ میں موجود ہیں۔

① عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحْسَسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَنَافَسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا.

(مسلم شریف ۲/ ۳۱۶،
بخاری شریف ۲/ ۸۹۶ حدیث ۵۸۳۱)

ملکت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے آپ کو ہر گمانی سے بچاؤ اور ہر گمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور کسی کی خفیہ باتوں پر کان مت لگاؤ نہ کسی کی کھوج میں مت پڑو نہ کسی کی نعمت پر رشک مت کرو۔
۱۔ ایک دوسرے سے حسد مت کرو ۲۔ ایک دوسرے سے بغض اور کینہ مت رکھو ۳۔ ایک دوسرے سے مت کتراؤ، اور بھائی بھائی بن کر اللہ کے محبوب بندے بن جاؤ۔

ایک دوسری روایت میں پہلی روایت کے مقابلہ میں پانچ چیزوں کا اضافہ ہے ۱۔ وَلَا تَنَاجَسُوا ۲۔ وَلَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ ۳۔ لَا يَظْلِمُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ وَلَا يَخْذُلُ ۴۔ وَلَا يَحْقِرَنَّ أَحَدُكُمْ الْفَقِيرَ ۵۔ لَا يَتَّبِعُ أَحَدُكُمْ الْغَنِيَّ وَلَا يَحْقِرَنَّ أَحَدُكُمْ الْفَقِيرَ کے ساتھ پوری حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۱۔ کہ آپس میں حسد مت کرو ۲۔ دھوکہ اور فریب دیکر لین دین مت کرو ۳۔ ایک دوسرے سے بغض اور کینہ مت رکھو ۴۔ ایک دوسرے سے مت کتراؤ ۵۔ ایک کی فروختگی پر دوسرا مقابلہ نہ کرے اور بھائی بھائی بن کر اللہ کے محبوب بندے بن جاؤ ۶۔ اور مسلمان دوسرے

② عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَسُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا يَحْقِرَنَّ أَحَدُكُمْ الْفَقِيرَ وَلَا يَتَّبِعُ أَحَدُكُمْ الْغَنِيَّ وَلَا يَحْقِرَنَّ أَحَدُكُمْ الْفَقِيرَ

وَلَا يَجْزِيهِ وَلَا يَحْقِرُهُ.

(مسلم شریف ۲/۳۱۴)

مسلمان کے بھائی ہیں اس پر ظلم نہ کریں۔

۱۔ مسلمان بھائی کو بے یار و مددگار نہ چھوڑیں

۲۔ مسلمان بھائی کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھیں۔

ترمذی کی روایت مزید دو چیزوں کے ساتھ مروی ہے ۱۔ لَا تَقْطَعُوا ۲۔ وَلَا يَجْزِيهِ ۳۔ يَجْزِيهِ لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ۔ ترجمہ کے ساتھ پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

③ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْطَعُوا وَلَا تَدَابِرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا وَلَا يَجْزِيهِ لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ۔

(ترمذی شریف ۲/۱۵)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ایک دوسرے سے قطع تعلق مت کرو ۱۔ اور ایک دوسرے سے مت کتراؤ ۲۔ اور ایک دوسرے سے بغض اور کینہ مت رکھو ۳۔ اور ایک دوسرے سے حسد مت کرو اور بھائی بھائی بن کر اللہ کے پیارے بندے بن جاؤ۔

۴۔ اور مسلمان کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ تین دن سے زائد بات چیت و عار و سلام چھوڑ دے۔

اور بخاری کی ایک روایت میں ایک اور چیز کا اضافہ بھی ہے یعنی لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خُطْبَةِ أَخِيهِ ترجمہ کیساتھ پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

④ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ

حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ اسلئے کہ بدگمانی

وَلَا تَجَسَّسُوا
وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تْبَاغُضُوا
وَكُونُوا إِخْوَانًا وَلَا يَخْطُبُ
الرَّجُلُ عَلَى خُطْبَةِ أَخِيهِ
حَتَّى يَنْصَحَ أَوْ يَنْتَرِكَ.

(بخاری شریف ۲/۷۷۲،

حدیث نمبر ۴۹۵)

سب سے بڑی جھوٹ بات ہے کسی کی
کھوج میں مت پڑو اور کسی کی خفیہ
باتوں پر کان مت لگاؤ اور ایک دوسرے
سے بغض و کینہ مت رکھو اور آپس میں بھائی
بھائی بن جاؤ رہ اور آدمی اپنے مسلمان بھائی
کے پیغام نکاح پر مقابلہ کر کے اپنا پیغام نہ
ڈالے یہاں تک کہ وہ بھائی خود نکاح
کرے یا چھوڑ دے۔

آج بڑھتے ہوئے فتنہ اور اختلاف کے دور میں سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی یہ زریں وصیتیں آپ زہر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اور امت کو اپنے تمام عجب و کبر
اور کینہ، حسد، بدگمانی اور جذبہ انتقام اور نفسیات کو قربان کر کے اپنے آقا کی
وصیتوں کو زندگی کا ایسا جزو اور نصب العین بنالینا چاہیے جو کبھی جدا نہ ہونے
پائے۔ اجتماعیت کے ساتھ دلوں میں جوڑ پیدا ہو جائے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا : عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
اللَّهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ
بُكْرَةً وَّاَصِيلًا

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ بروز جمعہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قرض کی ذمہ داری کیسے ادا کریں؟

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۝ عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

اے ایمان والو جب تم ادھار کا معاملہ کرو کسی معین وقت تک کے لئے تو اس کی یادداشت کی دستاویز لکھ لیا کرو اور چاہئے کہ تمہارے آپس میں جو شخص لکھنے والا ہو وہ ضرور عدل و انصاف کیساتھ لکھے۔ اور لکھنے والا لکھنے سے بھی انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اُسے لکھنا سکھایا ہے، لہذا وہ لکھ دے۔ اور چاہئے کہ وہ شخص لکھواوے جس کے ذمہ قرض

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكُنْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۖ (سورہ بقرہ آیت ۲۸۲)

کا حق ہے۔ اور لکھانے وقت اللہ سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے۔

مُعاملہ طے کرتے وقت دستاویز لکھنے کا حکم

ہم سب مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کو اپنا معاملہ قرآن و حدیث کے مطابق کرنا چاہئے۔ اور قرآن و حدیث کے مطابق معاملہ کرنے والا کبھی نقصان نہیں

اٹھا سکتا، اور نہ ہی بعد میں شرمندہ ہوگا۔

مسلمان، مسلمان کے ساتھ معاملہ کرے یا ہمارے ہندوستان جیسے ملک میں مسلمان غیر مسلم کے ساتھ معاملہ کرے، ہر صورت میں معاملہ طے کرتے وقت دستاویز لکھنے کا شرعی حکم ہے۔ اور خاص طور پر جب ادھار معاملہ کیا جائے تو پوری تفصیل دستاویز میں درج کرنے کا شرعی حکم ہے۔ کتنی رقم ادھار ہے اور اس کی ادائیگی کتنی مدت میں ہوگی۔ کس کے اوپر لازم ہے، ساری باتیں تحریر میں آجانی ضروری ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ آیت کریمہ کے اندر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا حکم فرمایا۔ دستاویز کی ایک ایک کاپی دونوں کے پاس رہنا بھی ضروری ہے۔ معاملہ چاہے بڑے سے بڑا ہو یا چھوٹے سے چھوٹا ہو، ہر قسم کے ادھار معاملہ میں دستاویز لکھنا لازم ہے۔

بدمعاملگی کا سبب

بہت سے بھائیوں کو دیکھنے میں آتا ہے کہ شروع شروع میں معاملہ کرتے وقت غیر سنجیدہ معاملہ کرتے ہیں کہ دوستی اور تعلق کی بنا پر ایک دوسرے کا ایسا لحاظ رکھتے ہیں کہ جانہیں سے معاملہ کھل کر نہیں ہوتا، بندھے الفاظ میں معاملہ کرتے ہیں، اور جانہیں سے باتوں کو کھول دینا مروت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یا سرکاری ٹیکس وغیرہ کی مجبوری سے محض ایک دوسرے کے اور اعتماد اور تعلق کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کے دل میں کچھ دوسری باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے بارے میں ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ ہم کسی طرفیت سے پوری کر لیں گے۔ یہی سب سے بڑی غیر سنجیدگی ہے۔ اور بدمعاملگی ہے۔ ایسا معاملہ شریعت میں جائز نہیں ہے۔ اور جب لین دین

کا معاملہ آخری مرحلہ پر پہنچ جائے اور معاملہ صاف کرنے کا وقت آجائے تو جانبین میں کشیدگی کا تسلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ہر ایک اپنا مقصد پورا کرنے کے پیچھے بڑھتا ہے۔ یا جس کے پاس اختیارات زیادہ ہوتے ہیں وہ اپنے اختیارات استعمال کر کے دوسرے پر ظلم کرتے ہیں۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ معاملہ طے کرتے وقت جانبین سے اللہ کے حکم کے مطابق بات کھولی نہیں جاتی۔ یا کھلے الفاظ میں دستاویز لکھ کر جانبین کے پاس محفوظ نہیں رہتی ہے۔

گواہ بنانے کا حکم | چھوٹے بڑے ہر قسم کے معاملہ کے طے کرتے وقت جو دستاویز لکھنے کا حکم ہے اس میں گواہوں

کو بھی شامل کرنے کا حکم ہے، تاکہ آئندہ چلکر جانبین میں سے کسی کی طرف سے طے شدہ معاملہ میں لچک پیدا کرنے کا موقع باقی نہ رہے۔ اور دونوں جانب کے لوگ طے شدہ شرائط کے سختی کے ساتھ پابند رہیں۔ اور گواہوں کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قابل اعتماد دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں، اور ان گواہوں کے دستخط بھی دستاویز میں ثبت ہونا چاہئے۔

اگر ہر مسلمان قرآن کی اس ہدایت کے مطابق عمل کرے گا تو بعد میں کبھی شرمندگی، تدامت اور نقصان کا شکار نہیں ہو سکتا۔ ابھی اس مضمون کے لکھتے وقت محلہ کے ایک نوجوان نے آکر اپنی پریشانیاں پیش کیں کہ آج سے تین سال پہلے فلاں کو پچھتر ہزار روپے کی پیتل کی سلی ایک مہینہ کے ادھار پر دیا تھا، تین سال گزرنے کے بعد بھی پیمینٹ نہیں کیا، اور بڑی مشکلوں سے یہ طے ہوا ہے کہ پینتالیس ہزار روپے پر معاملہ صاف کر لیا جائے۔ اور تیس ہزار روپیہ نہیں دیں گے۔ اور جس نے اودھار مال لیا ہے اس کا

کاروبار بھی اچھا چل رہا ہے، ایسا نہیں ہے کہ مفلس ہو گیا ہو۔ کہنے لگے کہ برسوں میں پینتالیس ہزار روپیہ پر لین دین صاف کرنے کی بات طے ہوئی ہے۔
 دعار کیجئے کہ ۴۵ ہزار ہی سہی آسانی سے مل جائیں۔ تو اس پر میں نے پوچھا کہ معاملہ طے کرتے وقت کوئی تحریر لکھی تھی یا نہیں، تو نوجوان نے کہا کہ سارا کام اعتماد پر چل رہا ہے۔ اور کچھ سرکاری ٹیکسوں کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ ۴۵ ہزار روپیہ پر تیس ہزار کا نقصان ہے، کیا سرکار کی طرف سے ٹیکس ٹیکس اتنا بیٹھتا ہے تو اس نے کہا کہ نہیں بلکہ اس سے بہت کم ہے، تو احقر نے کہا کہ اس قسم کے نقصانات مسلمانوں کو صرف اس لئے اٹھانے پڑتے ہیں کہ مسلمان خدا کے حکم کے مطابق معاملہ کرتے وقت باتوں کو صاف نہیں کرتے۔ اور گواہوں کے ساتھ دستاویز نہیں لکھتے۔ اگر طے شدہ معاملہ تحریر میں آگیا ہوتا تو آج اس نقصان کا شکار ہونا نہیں پڑتا۔ سامنے والا حق دینے پر مجبور ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اپنے حکم کے مطابق معاملہ صاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیے۔

اور اپنے مردوں میں سے قابلِ اعتماد
 دو مردوں کو گواہ بنا لو، پھر اگر دو مرد
 میسر نہ ہوں تو ایسے ایک مرد اور دو عورتیں
 گواہ بنائے جائیں جن کو تم پسند کرتے ہو۔

وَأَسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ
 رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ
 فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ
 مِنَ الشُّهَدَاءِ۔

(سورہ بقرہ آیت ۲۸۲)

قرض ادا کرنے کی اہمیت | شریعت اسلامی میں قرض کی ذمہ داری

کی جتنی اہمیت ہے اتنی اہمیت کسی اور ذمہ داری کی نہیں ہے۔ شریعت کا

حکم یہ ہے کہ سب سے پہلے قرض کی ذمہ داری کا بوجھ اپنے سر سے اتار دو۔
انسانی حقوق میں سب سے بڑا حق قرض کا حق ہے۔ ایک دفعہ آقائے نامدار
علیہ السلام کے ساتھ حضرت ابوذر غفاریؓ تشریف لے جا رہے تھے، سامنے
جبل اُحد نظر آ رہا تھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئے ابوذر
اگر میرے پاس حبیل اُحد کے بقدر سونا ہوتا تو میں یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا
کہ میرے تین روز ایسے گزر جائیں جن میں اس سونا میں سے کچھ میرے پاس باقی
رہ جائے۔ ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اگر میرے اوپر کسی کا قرض ہے تو پہلے
قرض کی ادائیگی کے لئے اتنی مقدار اس میں سے الگ کر لیتا۔ اسلئے کہ قرض
کا عذاب بہت بڑا ہے، اور باقی سب اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیتا۔
اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ قرض کی ذمہ داری سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ کے
شکریلے میدان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ چل رہا تھا تو سامنے جبل اُحد دکھائی دینے
لگا تو آپ نے فرمایا کہ آئے ابوذر، میں نے کہا لبیک
یا رسول اللہ، تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات اچھی
نہیں لگے گی کہ میرے پاس اس اُحد پہاڑ کے
برابر سونا ہو، اور اس سونے میں سے ایک دینار
رہنے ہوئے میرے اوپر تین دن گزر جائیں ہاں
البتہ اگر میرا اوپر قرض ہے تو اسکی ادائیگی کی
مقدار پہلے الگ کر کے محفوظ کر لوں گا۔

قَالَ أَبُو ذَرٍّ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
حَرَّةِ الْمَدِينَةِ فَاسْتَقْبَلَنَا
أُحُدٌ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ فَقُلْتُ
لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا
يَسُرُّنِي أَنْ عِنْدِي مِثْلَ أُحُدٍ
هَذَا إِذَا هَبَّ يَمْضِي عَلَيَّ ثَالِثَةٌ
وَعِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ إِلَّا شَيْءٌ
أُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ -

(بخاری شریف ۲/۹۵۴ حدیث ۶۱۹۵)

مؤمن کی نجات کا مدار قرض ادا کرنے پر

حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی مؤمن کسی سے قرض لیکر اس کا بوجھ اپنے سر پر لا دیتا ہے تو اس مؤمن کی نجات کا مدار قرض کی ادائیگی پر ہے۔ جب تک قرض ادا نہ ہوگا اس کی نجات نہیں ہو سکتی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مؤمن کی روح کی نجات معلق رہتی ہے اس کے قرض کے ساتھ، تا آنکہ اس کی طرف سے قرض ادا ہو جائے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ۔

(ابن ماجہ شریف کتاب الصدقات ۱۷۱)

ایک اور حدیث شریف میں اس سے بھی وضاحت کے ساتھ مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کوئی مسلمان قرض کا بوجھ لیکر دنیا سے وفات پاتا ہے تو آخرت میں اس قرض کی ادائیگی لازم ہے۔ لیکن یہ بات واضح طور پر سمجھ لینی چاہئے کہ آخرت میں دراہم و دنانیر، روپیہ پیسہ نہیں ہوں گے وہاں پر قرض کی ادائیگی نیکیوں کے ذریعہ ہوگی۔ مقروض کی نیکیوں سے قرض خواہ کے قرض کی ادائیگی ہوگی۔ اگر مقروض کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں تو قرض خواہ کے گناہ مقروض کے سر ڈالے جائیں گے۔ آخر کار مقروض کی نیکیوں کو لیکر قرض خواہ جنت میں چلا جائیگا۔ اور قرض خواہ کی برائیوں کو لیکر مقروض کو جہنم میں جانا پڑ جائیگا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ
وَعَلَيْهِ دَيْنٌ أَوْ دَرَاهِمٌ قُضِيَ
مِنْ حَسَنَاتِهِ لَيْسَ ثَمَّ دَيْنٌ
وَلَا دَرَاهِمٌ.

(ابن ماجہ شریف کتاب الصدقات ۱۷۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس
حال میں مرتا ہے کہ اس پر دینا یا درہم (لوگوں
کے روپیہ پیسہ) کا بوجھ ہے تو قیامت کے دن
اس کی نیکیوں سے اس کا قرضہ چکایا جائیگا
وہاں پر دینا رو درہم روپیہ پیسہ نہیں ہے۔

قرض دینے والے کی فضیلت

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو قرض دیتا ہے اللہ تبارک
و تعالیٰ کے نزدیک اس قرض خواہ کا بڑا مقام ہے۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب آپؐ شبِ معراج میں تشریف لے گئے تو وہاں
جنت و جہنم کی سیر فرمائی ہے وہاں پر آپؐ نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا
دیکھا تھا کہ صدقہ کا ثواب اسکا دس گنا دیا جائیگا۔ لیکن قرض کا ثواب مزید
آٹھ گنا بڑھا کر اٹھ سارہ گنا کر دیا جائیگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت جبریل امینؑ سے پوچھا آخر ایسا کیوں ہے کہ قرض دینے کا ثواب
صدقہ دینے سے بڑھا ہوا کیوں ہے؟ اس پر حضرت جبریل امینؑ نے فرمایا کہ
صدقہ، خیرات، زکوٰۃ مانگنے والا کبھی اس حال میں نہیں ہوتا ہے کہ اس کے
پاس ضرورت کی چیز ہوتی ہے پھر کبھی مانگتا ہے اور اسکو مل جاتا ہے،
تو دینے والے کو اسکے دس گنا مل جاتا ہے۔ لیکن قرض لینے والا بغیر مجبوری
کے قرض نہیں لیتا بلکہ نہایت مجبوری کے تحت لیتا ہے اسلئے قرض دینے کا

ثواب صدقہ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرَى بِي عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوبًا الصَّدَقَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَالْقَرْضُ بِثَمَانِينَ عَشْرَ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا بَالُ الْقَرْضِ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ قَالَ لِأَنَّ السَّائِلَ يَسْأَلُ وَعِنْدَهُ وَالْمُسْتَقْرِضُ لَا يَسْتَقْرِضُ إِلَّا مِنْ حَاجَةٍ.

(ابن ماجہ شریف ۱۴۵/۱)

(الترغیب والترہیب ۱۹/۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے معراج کی رات میں جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا ہے کہ صدقہ کا ثواب دس گنا دیا جائیگا اور قرض کا ثواب اٹھتارہ گنا دیا جائیگا تو میں نے جبریل امینؑ سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ قرض دینا صدقہ سے بھی افضل ہے؟ تو جبریل امینؑ نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ صدقہ مانگنے والا اس حال میں مانگتا ہے کہ اس کے پاس کچھ ہوتا ہے اور قرض مانگنے والا قرض نہیں مانگتا ہے مگر صرف اپنی ضرورت کیلئے مانگتا ہے۔

قرض لیکر بالقصد ادا نہ کرنے کا عذاب

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو شخص اس نیت سے قرض لیتا ہے کہ قرض ملجانے کے بعد ادا کر نیکی کوئی پابندی نہیں کریگا پھر وہ قرضہ ادا کرنے سے پہلے مر جاتا ہے تو اس کا نام اللہ تعالیٰ کے یہاں چور اور ڈکیت کی فہرست میں درج ہو جائے گا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ صُهَيْبٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا رَجُلٍ يَدِينُ دِينَنَا وَهُوَ مَجْمَعٌ أَنْ لَا يُؤْتِيَهُ إِلَّا هَلَقَ لِقَى اللَّهَ سَارِقًا -

(ابن ماجہ شریف / ۱۷۴)

حضرت صہیبؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص کسی سے کوئی قرض لیتا ہے اس حال میں کہ اس کے دل میں اس قرض کے ادا کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں چور بن کر حاضر ہوگا۔

ایک دوسری حدیث شریف میں اور بھی سخت وعید وارد ہوئی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کا مال تلف کر نیکی کے ارادہ سے لیتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسکو ہلاک کر ڈالے گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللَّهُ -

(ابن ماجہ شریف / ۱۷۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص لوگوں کا مال اس ارادے سے لیتا ہے کہ اس کی نیت ہلاک اور ضائع کرنے کی ہے تو اللہ تعالیٰ اسی کو ہلاک کر ڈالے گا۔

قرض ادا کرنے کے ارادہ پر خُدا کی مَدَد

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو شخص اس ارادہ سے قرض لیتا ہے کہ اس کے دل میں حتمی طور پر اس قرض کے ادا کر نیکیا ارادہ ہے اور کسی طرح کے ٹال مٹول کا ارادہ نہیں ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے غیبی خزانے سے اس کے قرض کی ادائیگی میں مدد فرمائے گا۔ ایسے شخص کو قرض کی ادائیگی میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔
 عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ مَيْمُونَةَ ۖ
 قَالَتْ إِنِّي سَمِعْتُ نَبِيَّ وَخَلِيلِي
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا
 مِنْ مُسْلِمٍ يُدَانُ دَيْنًا
 يَعْلَمُ اللَّهُ مِنْهُ إِنَّهُ يُرِيدُ
 آدَاءَهُ إِلَّا آدَاهُ اللَّهُ عَنْهُ
 فِي الدُّنْيَا۔

(ابن ماجہ شریف / ۱۴۳)

حضرت اُمّ المؤمنین میمونہؓ فرماتی ہیں کہ
 میں نے اپنے نبی اور اپنے خلیل علیہ الصلوٰۃ
 والسلام سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
 کوئی بھی مسلمان اپنی ضرورت پوری کرنے
 کیلئے قرض لیتا ہے اس حال میں کہ
 اللہ تبارک و تعالیٰ کو اس کی طرف سے
 اس کی نیت کا علم ہے کہ وہ اس قرضہ کی
 ادائیگی کا حتمی ارادہ رکھتا ہے تو
 اللہ تبارک و تعالیٰ دنیا ہی کے اندر اس کی
 طرف سے قرض کی ادائیگی کے اسباب
 ضرور فراہم کر دیگا۔

ایک حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ جو شخص
 دنیا سے اس حالت میں جاتا ہے کہ اس کے اوپر قرض کا کوئی بوجھ نہیں ہے تو
 اللہ تبارک و تعالیٰ اسے ضرور جنت نصیب فرمائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کا ارشاد ہے کہ اگر آدمی تین قسم کی برائیوں سے پاک ہے تو اسکے جنت میں
 داخل ہونے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی ہے۔

- (۱) الکِبْر: غرور و تکبر سے بری اور پاک ہے تو جنت کی بشارت ہے۔
 - (۲) الْغُلُول: خیانت اور مال حرام سے پاک ہے تو جنت کی بشارت ہے۔
 - (۳) الدَّيْن: قرض کے بوجھ سے بری اور پاک ہے تو جنت کی بشارت ہے۔
- حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ ثَوْبَانَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ
الرُّوحَ الْجَسَدَ وَهُوَ بَرِيءٌ مِّنْ
ثَلَاثٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ مِثْنُ
الْكَبِيرِ وَالْغُلُولِ وَ
الدَّيْنِ - (ابن ماجہ شریف / ۱۷۴)

حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص سے
جسم سے روح اس حال میں جدا ہو جاتی
ہے کہ وہ تین چیزوں سے بری اور پاک
ہے تو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔
غرور و تکبر سے خیانت و مال حرام سے
لوگوں کے قرض کے بوجھ سے۔

قرض دار کی نماز جنازہ کا انکار

ہمارے آقائے
حضرت خاتم الانبیاء
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب کسی کی نماز جنازہ کیلئے بلایا جاتا تو پہلے آپ یہ معلوم
کرتے کہ ان کے اوپر کسی کا قرض ہے یا نہیں۔ اگر یہ جواب مل جاتا کہ ان کے اوپر
کسی کا کوئی قرض نہیں ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھا دیا کرتے تھے اگر یہ معلوم
ہو جاتا کہ اس کے اوپر دوسروں کا قرض ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ
نہیں پڑھاتے تھے۔ اور صحابہ کرامؓ سے یہ فرماتے تھے کہ تم لوگ اپنے ساتھی کی
نماز جنازہ خود پڑھ لو اسکی وجہ یہ تھی کہ جسکی نماز جنازہ آپ پڑھا دیں تو اس کی
نجات یقینی ہے۔ اور جب قرض دار کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی تو دوسروں
کا حق مار کر نجات پانے کی بات آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کا حق
ضائع ہونے کا سبب بننا نہیں چاہتے تھے۔ ہاں البتہ صحابہ کرامؓ میں سے کوئی
بروقت یہ فرمادیتے کہ اسکے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری میں لیتا ہوں تو پھر آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھا دیا کرتے اور اگر آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ قرض
تو ہے لیکن اسکی ادائیگی کبھی ترکہ میں مال ہے تب بھی نماز جنازہ پڑھا دیا کرتے

تھے۔ اور وارثین کے درمیان ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے کل ترکہ میں سے قرضہ ادا کر دیا جاتا تھا۔ احادیث شریفہ کے ذخیرہ میں کثیر تعداد میں روایات اس موضوع میں موجود ہیں۔ چند حدیثیں ہم یہاں نقل کر دیتے ہیں لیکن یہ ہے کہ کسی کو فائدہ پہنچ جائے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِي بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَيَقُولُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ مِنْ قَضَاءٍ فَإِنْ حَدَّثَ أَنَّهُ تَرَكَ وَفَاءً صَلَّى عَلَيْهِ وَالْآلَاءُ لِلْمُسْلِمِينَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ۔

(ترمذی شریف ۲۰۵/۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اقرار نامہ دار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پاس جب ایسے شخص کا جنازہ لایا جاتا جس کے اوپر قرض ہے تو آپ یہ فرماتے کہ کیا اس کے قرض کی ادائیگی کیلئے ترکہ میں کچھ مال ہے تو اگر یہ جواب ملتا کہ قرض کی ادائیگی کیلئے ترکہ موجود ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی نماز جنازہ پڑھا دیا کرتے تھے ورنہ آپ مسلمانوں سے یہ فرما دیا کرتے تھے کہ تم خود اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔

ایک دوسری حدیث شریف میں اس سے بھی وضاحت کے ساتھ مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک جنازہ لایا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معمول کے مطابق پوچھ لیا کہ اس کے اوپر کوئی قرض تو نہیں ہے تو لوگوں نے کہا کہ دو دینار کا قرضہ ہے۔ اور اس کی ادائیگی کے لئے ترکہ میں بھی کچھ نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرما دیا لیکن صحابہ کرامؓ کو یہ گوارا نہیں کہ کسی صحابی کی نماز جنازہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکار فرمادیں۔ اگر کوئی سرمایہ دار صحابی موجود ہوتے تو وہ خود قرض کی ذمہ داری کا اعلان کرتے تھے۔ چنانچہ اس شخص کے

دُودینار کی ادائیگی کیلئے حضرت ابوقتادہ انصاریؓ نے ذمہ داری لی تب آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي
عَلَى رَجُلٍ مَاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ
فَإِنِّي بِمَيِّتٍ فَقَالَ أَعَلَيْهِ دَيْنٌ
قَالُوا نَعَمْ دِينَارَانِ فَتَالَ
صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ فَقَالَ
أَبُوقَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ هُمَا
عَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ فَصَلَّى عَلَيْهِ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ

(ابوداؤد شریف ۲/۴۷۵)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی نماز جنازہ
نہیں پڑھاتے تھے جس نے اس حال میں
وفات پائی کہ اس کے اوپر قرض کا بوجھ
ہے پھر ایک میت کا جنازہ لایا گیا تو آپ
نے پوچھا کہ کیا اس کے اوپر قرض ہے تو
لوگوں نے کہا جی ہاں! دُودینار کا قرض ہے
تو آپ نے فرمایا کہ تم خود اپنے ساتھی کی
نماز پڑھ لو۔ تو اس پر حضرت ابوقتادہ
انصاریؓ نے فرمایا کہ اس کے دُودینار
کے قرض کی ذمہ داری یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم میں اپنے اوپر لیتا ہوں آپ اسکی
نماز جنازہ پڑھا دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔

۳ ایک اور حدیث شریف اس سے بھی وضاحت کیسا تھ بخاری اور ترمذی
میں موجود ہے کہ ایک دفعہ ایک جنازہ لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ
اس پر قرضہ کا بار ہے تو لوگوں نے کہا کہ اس پر کوئی قرض نہیں ہے تو آپ نے
اسکی نماز جنازہ پڑھا دی پھر ایک دوسرا جنازہ لایا گیا تو پوچھنے پر لوگوں نے

بتایا کہ اس پر قرضہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس نے ترک کچھ مال چھوڑے تو لوگوں نے بتایا کہ قرض ادا کرنے کیلئے ترکہ میں مال ہے تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی پھر اسکے بعد ایک تیسرا جنازہ لایا گیا تو اسکے اوپر تین دینار کا قرضہ تھا۔ تو آپ نے اس کی نماز پڑھانے سے انکار فرما دیا۔ اس پر حضرت ابوقتادہ نے فرمایا کہ اسکے قرضہ ادا کرینکی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔ آپ اسکی نماز جنازہ پڑھا دیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت مسلم بن اکوٹ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے تو اچانک ایک جنازہ لایا گیا تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیجئے تو آپ نے سوال فرمایا کہ کیا اس پر قرض ہے تو لوگوں نے فرمایا کہ اس پر قرض نہیں ہے پھر آپ نے پوچھا کہ اسکا کچھ ترکہ ہے تو لوگوں نے کہا کہ ترکہ بھی نہیں ہے تو آپ نے اس کی نماز پڑھا دی۔ پھر ایک دوسرا جنازہ لایا گیا تو لوگوں نے آپ سے اس کی نماز کے لئے گزارش کی آپ نے فرمایا کہ کیا اس پر قرض ہے تو جواب ملا کہ جی ہاں قرض ہے تو آپ نے پوچھا کہ قرض کی ادائیگی کیلئے

عَنْ سَلَمَةَ الْأَكْبَعِيِّ قَالَ
كَتَبْتُ جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَى بِجَنَازَةٍ
فَقَالُوا صَلِّ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ
عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَالُوا لَا وَقَالَ
هَلْ شَيْءٌ قَالُوا لَا فَصَلَّى
عَلَيْهِ ثُمَّ أَتَى بِجَنَازَةٍ
أُخْرَى فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ
صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ هَلْ عَلَيْهِ
دَيْنٌ قِيلَ نَعَمْ قَالَ
هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوا
شَيْءٌ دَنَانِيرُ فَصَلَّى
عَلَيْهَا ثُمَّ أَتَى بِالثَّالِثَةِ
فَقَالُوا صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ

هَذَا تَرَكَ شَيْئًا قَالُوا لَا قَالَ
فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوا
ثَلَاثَةٌ دَنَابِيرُ قَالَ صَلُّوا
عَلَى صَاحِبِكُمْ قَالَ أَبُو
قَتَادَةَ صَلَّى عَلَيْهِ
يَا رَسُولَ اللَّهِ وَعَلَى دِينِهِ
فَصَلَّى عَلَيْهِ۔

(بخاری شریف ۱/۳۰۵)

حدیث ۲۲۳۴، ترمذی شریف

(۱/۲۰۵ اختصاراً۔)

ترکہ میں کچھ ہے تو لوگوں نے کہا کہ تیس دن
دینار ہیں تو آپ نے اسکی نماز جنازہ پڑھا دی
پھر ایک تیسرا جنازہ لایا گیا تو لوگوں نے
آپ سے نماز پڑھانے کیلئے گزارش کی،
تو آپ نے پوچھا کہ اسکا کچھ ترکہ ہے۔ تو
لوگوں نے کہا کچھ نہیں ہے تو آپ نے پوچھا
کہ کیا اس پر قرض ہے تو لوگوں نے کہا کہ
تین دینار کا قرض ہے تو آپ نے فرمایا کہ
تم خود اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو تو اس پر
حضرت ابو قتادہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ
اسکی نماز جنازہ پڑھا دیجئے اس کے قرض کی
ذمہ داری مجھ پر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اسکی نماز پڑھائی۔

قرض پر موت کا عذاب

قرض کا بھار سر پر لیکر مرنا بڑی بد نصیبی ہے۔

یا تو دنیا کے اندر موت سے پہلے جہاں

تک ممکن ہو جلد قرض ادا کر کے عذاب کا بوجھ اپنے سر سے اتار دے۔ اور اگر
مفلس ہو گیا ہے اور ادا قرض کیلئے کچھ نہیں ہے تو کسی طرح قرض خواہ کو راضی
کر کے دنیا ہی میں معاف کرالیا جائے، ورنہ اگر قرض کی ذمہ داری سر پر
باقی رہ جائے اور اسی حالت میں موت آجائے تو آخرت میں اسکا عذاب
نہایت خطرناک اور عبرتناک ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ قرضدار
کا عذاب اس طرح ہوگا کہ آگ کے انگارہ کا صندوق ہوگا، قرضدار کو اس

صندوق میں بند کر دیا جائیگا پھر کھولتے ہوئے پانی اور دہکتی ہوئی آگ کے درمیان بند گاڑی اور بند ہیلی کا پٹر کی طرح انگارے کے اس صندوق میں ادھر سے ادھر دوڑتا رہے گا۔ اور دوڑتے ہوئے موت و ہلاکت کو یوں پکارے گا ہائے مصیبت ہائے ہلاکت، ہائے موت۔ اور قرضدار کی مصیبت کا یہ عذاب دیکھ کر اہل جہنم جو خود عذاب میں مبتلا رہوں گے وہ اپنا عذاب بھول کر اس کی مصیبت کے منظر کے دیکھنے میں مبتلا ہو جائیں گے اور آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ اس پر کیا مصیبت آئی ہے کہ اس نے تو ہمیں بھی مصیبت در مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے۔

چار قسم کے لوگوں کے عذاب سے جہنم کے دوسرے لوگوں پر تکلیف

۱۔ قرضدار کا عذاب | رَجُلٌ مُّغْلَقٌ عَلَيْهِ تَابُوتٌ مِنْ جَمْرِ وَ فِي عُنُقِهِ أَمْوَالُ النَّاسِ -

وہ شخص جسکی گردن پر لوگوں کا مال ہوگا چاہے اس نے لوگوں سے قرض لے رکھا ہو یا دھوکہ دیکر لوگوں کا مال کھایا ہو یا ادھار مال لیکر پیسوں کی ادائیگی میں لا پرواہی کی ہو۔ یا کسی کی جائیداد اور مال لیکر ہڑپ کر لیا ہو۔ یا قرض لیکر ادا نہ کیا ہو، اسکا عذاب یوں ہوگا کہ انگاروں کا ایک صندوق ہوگا اس میں اسے بند کر دیا جائیگا۔ پھر اس صندوق میں بند ہو کر بند گاڑیوں اور بند ہیلی کا پٹروں کی طرح جہنم کے طبقہ جہنم یعنی کھولتے ہوئے پانی اور طبقہ جہنم یعنی دہکتی ہوئی آگ کے درمیان پیچ و پکار کے ساتھ ادھر سے ادھر دوڑتا رہے گا۔ اس کے اس عذاب سے جہنم کے دوسرے لوگ جو خود عذاب میں مبتلا ہوں گے تکلیفیں اور

ایذائیں اٹھائیں گے۔

۲۔ پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کا عذاب

وَرَجُلٌ يَجْرُ أَمْعَاءَهُ كَانَ لَا يُبَالِي أَيُّنَ أَصَابَ الْبَوْلُ مِنْهُ۔

دوسرا شخص وہ ہوگا جو پیشاب کے بار میں بالکل پروا نہیں کرتا تھا کہ اس کے بدن کے حصّہ پر اور کہاں پر پیشاب لگ رہا ہے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے، ایسے شخص کا عذاب اس طرح ہوگا کہ خود اسکی اتریاں پیٹ سے باہر کونیکلی ہونگی اور خود اپنی اترلیوں کو اپنے ہاتھ سے گھسیٹتا ہوا جہنم کے طبقہ جمیع یعنی کھولتے ہوئے پانی اور طبقہ جمیع یعنی دھتی ہوئی آگ کے درمیان پیچ و بیکار کے ساتھ ادھر سے ادھر دوڑتا رہے گا۔ اس کی مصیبت کی وجہ سے جہنم کے دوسرے لوگ جو خود اپنے عذاب میں مبتلا ہونگے تکلیفیں اور ایذائیں اٹھائیں گے بہت سے لوگ پینٹ اور پاجامہ پہنے ہوئے ہوتے ہیں کہیں بھی کھڑے ہو کر پیشاب کر لیتے ہیں۔ پاجامہ اور پینٹ میں انکا پیشاب لگ جاتا ہے انہیں کوئی پروا نہیں ہوتی ہے حالانکہ اسکا عذاب کس قدر عبرتناک ہے دیکھ لیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

۳۔ غلط باتوں سے لطف اندوز ہونے والا

وَرَجُلٌ يَسِيلُ فُؤَّهُ دَمًا وَقِيحًا كَانَ يَنْظُرُ إِلَى كَلِمَةٍ فَيَسْتَلِذُّهَا كَمَا يَسْتَلِذُّ الرَّفَثَ۔

تیسرا وہ شخص ہے جو کسی بھی غلط بات کو دیکھتا ہے اس سے اپنے آپکو بچانے کے

بجائے اس طرح لطف اندوز ہوتا تھا جیسا کہ بدکار آدمی بدکاری سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ جب بھی کسی کا کوئی عیب نظر آجائے اسکو لوگوں کے درمیان اڑانے لگے کوئی جھوٹی خبر ہو اسکو لطف لے لیکر پھیلانے لگے دوسروں کی باتوں کا غلط انداز سے پرچار کرنے لگے۔ اور لوگوں کو غلط اطلاعات فراہم کرتا رہے اور اس غلط پرچار اور غلط خبریں اڑانے میں اُسے ایسا مزا آتا تھا جیسا کہ بدکار زنا کار کو زنا اور بدکاری سے مزا آتا ہے ایسے شخص کا عذاب یہ ہوگا کہ اسکے منہ سے خون اور پیپ کی نہر بہتی رہے گی اور جہنم کے طبقہ جمیم یعنی کھولتے ہوئے پانی اور طبقہ جمیم یعنی دہکتی ہوئی آگ کے درمیان ہائے مصیبت ہائے ہلاکت کیساتھ ادھر سے ادھر دوڑتا رہے گا۔ اسکی مصیبت دیکھ کر جہنم کے دوسرے لوگ جو خود اپنے عذاب میں مبتلا ہوں گے وہ اپنے عذاب بھول جائیں گے اور اس کی مصیبت کو دیکھ کر جو عذاب اور تکلیف ہوگی وہ انکے خود کے عذاب سے کہیں زیادہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس گناہ بے لذت سے حفاظت فرمائے۔

۴ غیبت کرنے والا

وَرَجُلٌ يَأْكُلُ لَحْمَهُ... كَانَ يَأْكُلُ لَحْمَ
النَّاسِ بِالْغَيْبَةِ وَتَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ۔

جو تھا وہ آدمی ہے جو دوسروں کی پیٹھ پیچھے غیبت کر کے انکا گوشت کھایا کرتا تھا اور لوگوں کی چغلی کھانے میں دلچسپی لیتا تھا اور لوگوں کی چغلی اور غیبت میں کوئی پروا نہیں کرتا تھا کہ اس چغلی اور غیبت سے کس کی عزت پر کیا حملہ ہو رہا ہے کس مسلمان کی کیا پردہ دری ہو رہی ہے اُسے اسکی کوئی پروا نہیں ہوتی تھی ایسے شخص کا عذاب یہ ہوگا کہ جہنم کے طبقہ جمیم یعنی کھولتے ہوئے پانی اور طبقہ جمیم یعنی دہکتی ہوئی آگ میں خود اپنا گوشت نوچتا اور کھینچتا ہوا

ہائے مصیبت اور ہائے ہلاکت پکارتا ہوا ادھر سے ادھر دوڑتا ہوگا اور جہنم کے دوسرے لوگ جو خود اپنے عذاب میں مبتلا ہیں اسکی مصیبت دیکھ کر اپنی مصیبت بھول جائیں گے اور اس کی چیخ و پکار سنکر جو تکلیفیں ہوں گی وہ ان کے خود کے عذاب سے کہیں زیادہ ہونگی۔ آج دنیا کے اندر کتنے لوگ دوسروں کی غیبت اور حشلی کھانے میں مبتلا ہیں ان کو اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ اللہ پاک ہم سب مسلمانوں کی ان برائیوں سے حفاظت فرمائے۔
اللَّهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ عَذَابِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

اب پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت شفی بن ماتع الاصبغی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم کے جہنمی اہل جہنم کیلئے اذیت پر اذیت کا باعث ہوں گے جو حمیم (کھولتے ہوئے پانی) اور تحسیم (دھکتی ہوئی آگ) کے درمیان دوڑتے ہوں گے اور موت اور ہلاکت کو پکارتے ہوں گے۔ جنہیں دیکھ کر اہل جہنم آپس میں کہیں گے کہ ان پر کیا مصیبت آئی کر یہ (اپنے ساتھ) ہمیں بھی مصیبت در مصیبت میں مبتلا کر رہے ہیں (تو ان چاروں میں) ایک وہ شخص ہوگا جس کو انگاروں کے صندوق میں بند کر دیا ہوگا دوسرا وہ آدمی ہوگا جو

عَنْ شَفِيعِ بْنِ مَاتِعٍ الْأَصْبَغِيِّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ أَرْبَعَةٌ يُودَوْنَ أَهْلَ
النَّارِ عَلَى مَا بِهِمْ مِنَ الْأَذَى
يَسْعَوْنَ مَا بَيْنَ الْحَمِيمِ
وَالْحَمِيمِ يَدْعُونَ بِالْوَيْلِ
وَالثَّبُورِ يَقُولُ بَعْضُ أَهْلِ
النَّارِ لِبَعْضٍ مَا بَالُ هَؤُلَاءِ
قَدْ أَدَوْنَا عَلَى مَا بَيْنَنَا مِنَ
الْأَذَى قَالَ: فَرَجُلٌ مُغْلَقٌ
عَلَيْهِ تَابُوتٌ مِنْ جَمْرٍ وَرَجُلٌ
يَجْرُ مَعَاذَةً وَرَجُلٌ يَسِيلُ

قُوَّةً فَيَحَاوِدُ مَا وَرَجُبُ
يَأْكُلُ لَحْمَهُ فَيَقَالُ لِصَاحِبِ
التَّابُوتِ مَا بَالُ الْأَبْعَدِ
قَدْ أَذَانَا عَلَى مَا بِنَا مِنْ
الَّذِي فَيَقُولُ إِنَّ الْأَبْعَدِ
قَدْ مَاتَ وَفِي عُنُقِهِ أَمْوَالُ
النَّاسِ ثُمَّ يَقَالُ لِلَّذِي
يَجْرُ أَمْعَاءَهُ مَا بَالُ الْأَبْعَدِ
قَدْ أَذَانَا عَلَى مَا بِنَا مِنْ
الَّذِي فَيَقُولُ إِنَّ الْأَبْعَدِ
كَانَ لَا يَبَالِي أَيْنَ أَصَابَ
الْبَوْلُ مِنْهُ ثُمَّ يَقَالُ
لِلَّذِي يَسِيلُ قُوَّةً فَيَحَاوِدُ مَا
مَا بَالُ الْأَبْعَدِ قَدْ أَذَانَا
عَلَى مَا بِنَا مِنْ الَّذِي فَيَقُولُ
إِنَّ الْأَبْعَدِ كَانَ يَنْظُرُ إِلَى
كَلِمَةٍ فَيَسْتَلِدُّهَا كَمَا يَسْتَلِدُّ
الرَّفَثُ ثُمَّ يَقَالُ لِلَّذِي يَأْكُلُ
لَحْمَهُ مَا بَالُ الْأَبْعَدِ قَدْ أَذَانَا
عَلَى مَا بِنَا مِنْ الَّذِي فَيَقُولُ إِنَّ
الْأَبْعَدِ كَانَ يَأْكُلُ لَحْمَ النَّاسِ

اپنی آنتیں گھسیٹتا ہوگا اور تیسرے شخص کے
منہ سے پیپ اور خون بہہ رہا ہوگا اور چوتھا
شخص خود اپنا گوشت کھاتا ہوگا۔ پس
صندوق والے سے پوچھا جائیگا کہ الابد
(اللہ کی رحمت سے دور) کیا ماجرا ہے
جس نے ہمیں مصیبت پر مصیبت میں
ڈال رکھا ہے؟ وہ جواب دے گا کہ یہ
بد نصیب اس حال میں مرا کہ اسکی گردن پر
لوگوں کے مالی حقوق تھے پھر آنتیں
کھینچنے والے سے اسی طرح سوال کیا
جائیگا وہ جواب دیگا کہ یہ محروم القسمت
اکلی بالکل پروا نہیں کرتا تھا کہ پیشاب
اسکے بدن پر کہاں لگ رہا ہے اس کے
بعد منہ سے پیپ اور خون نکلنے والے سے
اہل جہنم اسی طرح سوال کریں گے تو وہ
جواب میں کہے گا کہ یہ ازلی بد بخت جب
کسی غلط بات کو دیکھتا تو اس سے اس طرح
لطف اندوز ہوتا تھا کہ جیسے بدکاری
سے لطف حاصل کیا جاتا ہے۔ اور آخر
میں خود اپنا گوشت کھاتا ہوا لے سے
صورتحال معلوم کیجائے گی تو وہ کہے گا کہ

یہ کمترین محروم القسمت (دنیا میں) پیٹھ پیچھے
(عنیت کر کے) لوگوں کا گوشت کھایا کرنا
تھا اور پچی کھانے میں لچپی لپتا تھا۔

بِالْغَيْبَةِ وَيُمْنِي بِالنَّصِيْمَةِ -
(الترغیب والترہیب ۳/۲۲۹، مجمع الزوائد
۱۰۲۸/۱، المعجم الکبیر ۳۱۱/۱ حدیث ۷۲۲۶
اللہ سے شرم کیجئے منک)

تین قسم کے لوگ جنت سے محروم

حدیث پاک میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی مومن ان تینوں میں سے
ہر ایک سے محفوظ ہو جاتا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ مستحق جنت ہونے میں کوئی
رکاوٹ نہیں رہے گی اور ان تینوں برائیوں میں سے کسی ایک میں بھی کھنس جاتا
ہے تو جنت سے محرومی ہو جائے گی۔

۱۔ الکبر: کبر و غرور کی برائی یہ ایسی خطرناک برائی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ
کے نزدیک یہ برائی شرک کے برابر ہے۔ اسلئے کہ کبر یا بانی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے
حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبر میری چادر ہے۔ لہذا انسانوں
میں سے جو کبر و غرور کا ارادہ کرتا ہے تو گویا وہ مجھ سے میری چادر چھیننا چاہتا ہے
اس لئے جس شخص میں کبر و غرور ہوگا اللہ تعالیٰ اسے بجائے جنت کے جہنم میں
داخل کریگا۔ کبر و غرور کی حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کبر و غرور
میری چادر ہے اور عظمت میری لنگی ہے
لہذا جو شخص مجھ سے ان دونوں میں
سے کسی ایک کو چھیننا چاہے تو میں اسے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
اللَّهُ عَزَّ وَجَدَّ الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي
وَالْعِظْمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي
وَاحِدَةً مِنْهُمَا لَقِيتُهُ فِي جَهَنَّمَ -
(مسند امام احمد بن حنبل ۲/۴۲۷)

حدیث ۹۵۰۲ بالفاظ دیگر مسلم ۳۲۹/۲ | جہنم میں ڈال دوں گا۔

اور جس شخص میں یہ صفت نہ ہوگی وہ مستحق جنت بن سکتا ہے۔

۲ الغُلُول: خیانت کی نحوست۔ خیانت ایک ایسی نحوست ہوتی ہے کہ جس شخص میں خیانت کی عادت ہو جاتی ہے اس میں جھوٹ، چوری، حرام ہر برائی کی عادت ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ خیانت حرام خوری اور جھوٹ کی جڑ اور بنیاد ہے۔ اس لئے جس شخص میں اس کی نحوست ہوگی وہ بھی مستحق جنت نہیں ہو سکتا۔ اور جو خیانت کی نحوست سے محفوظ ہوگا وہ مستحق جنت ہوگا۔

۳ الدَّيْن: قرض کی ذمہ داری۔ قرض بھی ایک ایسی خطرناک ذمہ داری ہے کہ جب اس کی ادائیگی کے اسباب نہ ہوں تو آدمی کی نیت خراب ہو جاتی ہے پھر وہ جھوٹ بولنے اور اسکے ادا کرنے کیلئے ہر حیل بہانہ ڈھونڈتا ہے یا ادائیگی کے اسباب ہیں مگر نیت خراب ہو جائے تو حرام خوری کی نحوست میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لئے جو شخص اس حال میں مرتا ہے کہ اسکے سر پر قرض کا بار ہے اور ترکہ میں ادائیگی کے اسباب بھی نہیں ہیں اور قرض خواہ نے معاف نہیں کیا تو مستحق جنت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر قرضہ کی لعنت سے محفوظ ہو کر کے دنیا سے گزر جاتا ہے تو اسکے مستحق جنت ہونے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس حال میں مرتا ہے کہ وہ بکروغزو و خیانت و مال حرام اور قرض کی ذمہ داری سے بری اور پاک ہے

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ بَرِيٌّ مِّنَ الْكِبْرِ وَالْغُلُولِ وَالْدَّيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

(ترمذی شریف ۲۸۶/۱)

تو وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا۔

اے اللہ اپنے فضل و کرم سے ہم مسلمانوں کو قرض کی ذمہ داری اور ان تمام
برائیوں کی ذلت و محنت سے حفاظت فرما۔ آمین

قرض ادا ہونے کا آسمانی نسخہ | دین اسلام سراپا خیر خواہی
ہے اللہ تبارک و تعالیٰ

نے حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امت کیلئے رحمت اور خیر خواہ بنا کر
مبعوث فرمایا تھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امت کے بار میں ہر طرح سے فکر تھی۔
دنیا کی فلاح و بہبودی سے متعلق بھی آپ کو امت کی فکر تھی اور آخرت میں
جہنم کے عذاب سے محفوظ ہو کر جنت کی نعمتوں سے کس طرح مالا مال ہو سکتی ہے۔
اس بار میں بھی فکر تھی۔ اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو وہ تمام راستے
بتائے ہیں جن پر چلنے سے جہنم سے حفاظت ہوتی ہے اور جنت کی نعمتوں کے
مستحق ہوتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کی پریشانیوں اور الجھنوں سے حفاظت کیلئے
بھی آپ نے راستے اور نسخے بتائے ہیں۔ چنانچہ دنیا کی پریشانی اور ذمہ داریوں میں
سب سے زیادہ اہم اور بھاری ذمہ داری قرضہ کی ذمہ داری ہے۔ ایسا قرض کا
بھار جس کی ادائیگی کیلئے قرضدار کو کوئی راستہ نظر نہ آئے۔ آقسائے نامدار
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہترین راستہ اور آسان نسخہ بتایا ہے۔ حدیث پاک میں
آیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں حضرت
سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا بہت خیال فرماتے تھے اور اپنی مجلسوں
میں ان کی طرف خاص توجہ فرماتے تھے۔ اتفاق سے ایک دفعہ جمعہ کے دن
آپ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو اپنی مجلس میں نہیں پایا تو آپ بنفس نفیس حضرت
معاذ بن جبلؓ کے گھر خیریت معلوم کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔ کہہ ہیں ایسا

تو نہیں کہ معاویہ بن جبلؓ بیمار ہو گئے ہوں آپؐ نے ان سے پوچھا کہ آخر کیا بات ہے میں نے تم کو نہیں دیکھا تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ میرے اوپر ایک یہودی کا قرضہ تھا اور جب میں حاضری کیلئے نکلا تو راستہ میں اس قرضہ کی بنیاد پر اس یہودی نے روک لیا جسکی وجہ سے میں دربار رسالت میں حاضری نہ ہو سکا۔ تو اس پر آپؐ نے حضرت معاویہؓ سے فرمایا میں تم کو قرض کی ادائیگی کیلئے ایسا نسخہ بتا دیتا ہوں کہ اگر تمہارے اوپر جبل صبر کے برابر بھی قرضہ کا بار ہو تو اللہ تعالیٰ اُسے بھی آسانی کے ساتھ تمہارے اوپر سے اتارنے کے اسباب فراہم کر دے گا۔ جبل صبر ملک یمن کا ایک مشہور ترین طویل عریض پہاڑ ہے یہ جزیرۃ العرب کا مشہور ترین پہاڑ ہے۔ اگر جبل صبر جیسے پہاڑ کی طرح بھی قرضہ ہو تو اس دُعار کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ایسے قرضہ کے بھار اتارنے کیلئے بھی آسانی کے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔ دُعار کے الفاظ ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔ پوری حدیث شریف لمبی ہونے کی وجہ سے عربی عبارت نقل نہیں کی جا رہی ہے۔ جسکو دیکھنا ہوا لمعجم الکبیر ۱۵۵/۲۰ حدیث ۳۲۳ اور ۱۵۹/۲۰ حدیث ۳۳۲ مجمع الزوائد ۱۸۶/۱۰ کا ملاحظہ فرمائیں۔ اس لمبی حدیث میں سے دُعار کے الفاظ نقل کئے جا رہے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

<p>قُلِ اللَّهُمَّ مَا لَكَ الْمُلْكُ تَوْتِي الْمُلْكُ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكُ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ</p>	<p>آپ کہنے لگے اے اللہ تو تمام سلطنت کا بادشاہ ہے تو جسے چاہتا ہے بادشاہت عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے تو سلطنت چھین لیتا ہے اور تو عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ تیسرے ہاتھ میں</p>
---	---

قَدِيرُهُ تُولِجُ اللَّيْلَ
فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ
فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ
مِنَ الْمَمِيتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ
مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ
تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ رَحْمَنُ
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَرَحِيمُهُمَا
تُعْطِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمَا وَتُمْنَعُ
مِنْهُمَا مَنْ تَشَاءُ اِرْحَمْنِي
رَحْمَةً تُغْنِيَنِي بِهَا عَنْ
رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ اَللّٰهُمَّ
اَغْنِنِي عَنِ الْفَقْرِ وَاَقْصِنِ
عَنِّي الدَّيْنَ وَتَوَفَّنِي فِي
عِبَادَتِكَ وَجِهَادِي فِي
سَبِيلِكَ۔

(المعجم الكبير ۲۰/ ۱۵۵ حدیث ۳۲۲)

۲۰/ ۱۵۹ حدیث ۳۳۲،

مجمع الزوائد ۱۰/ ۱۸۶)

ہر بھلائی ہے بیشک تو ہی ہر چیز پر قادر ہے
تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور
داخل کرتا ہے دن کو رات میں۔ اور تو
بیکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور بیکالتا ہے
مردہ کو زندہ سے اور تو جسے چاہتا ہے
بیشمار رزق عطا فرماتا ہے۔ اے دنیا میں
رحم کرنے والے اور آخرت میں رحم کرنے
والے۔ اور دنیا اور آخرت دونوں کے
بہت بڑے مہربان تو جسے چاہتا ہے
ان دونوں میں سے دیتا ہے اور تو جسے
چاہتا ہے ان دونوں سے روک لیتا ہے
تو مجھ پر ایسی رحمت نازل فرما جس کے ذریعہ
سے تو مجھ کو اپنے ماسوا کی رحمت سے
بے نیاز کر دے۔ اے اللہ تو مجھے فقر و فاقہ
سے نجات دیکر مالدار بنا دے اور میری
طرف سے میرا قرضہ ادا فرما دے۔ اور
تو مجھے اپنی عبادت میں موت عطا فرما
اور اپنے راستے میں مجاہدہ کی حالت
میں موت عطا فرما۔

اس دُعا کے پڑھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ ناقابلِ ہر داشت قرض کا

بھارا تارنے کے اسباب فراہم ہو جائیں گے۔
جب تک قرض ادا نہ ہو اس وقت تک روزانہ صبح و شام ایک ایک بار
پڑھ لیا کریں۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا : عَلَى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ مُحَمَّدٍ

اللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّ
سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شراب کی لعنت سے مسلمان کیسے بچیں؟

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۝ عَلَىٰ حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ مُحَمَّدٍ

اے ایمان والو! بیشک شراب اور جُؤا
اور رُبّت پرستی اور جُؤے کے تیر، یہ سب
شیطان کے گندے اور ناپاک کام ہیں۔
اسلئے ان چیزوں سے بالکل الگ دُور رہو
تاکہ ان کی دینی اور دنیوی مضرتوں سے نجات
پاکر فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہو سکو۔ یقیناً
شیطان یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جُؤا کے
ذریعہ سے تمہارے آپس کے دلوں میں عداوت
اور بغض پیدا کر دے، اور تمکو اللہ کی یاد
اور نماز جیسی عبادت سے روک دے جب
ایسی بُری چیز ہے تو بتلاؤ کہ اب بھی تم باز آؤ گے
یا نہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ
وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَسْرَارُ
رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ
فاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝
إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ
بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي
الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ
ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ
مَعْتَلُونَ ۝

(سورہ مائدہ آیت ۹۰-۹۱)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جتنی مخلوق پیدا فرمائی ہے ان میں انسان کو
دوسری تمام مخلوق سے الگ ایک امتیازی شان عطا فرمائی ہے۔ اور عقل
شعور کے اعتبار سے بھی اللہ نے دوسری تمام مخلوق سے انسان کو امتیازی
عقل و شعور عطا فرمایا ہے۔ مگر دوسری کسی بھی مخلوق کو انسانی عقل کا

گردوغبار تک حاصل نہیں۔ یہی وہ انسان ہے جس نے اپنی عقل و شعور سے ہوائی جہاز کے ٹرے تیار کیے، میزائل اور راکٹ تیار کیے۔ کمپیوٹر اور سیٹلائٹ تیار کیے۔ یہی وہ انسان ہے جس کی عقل نے آج ایسا ہوائی جہاز تیار کیا ہے جو بغیر پائلٹ کے دنیا کے ذرہ ذرہ کا پتہ لگاتا ہے۔ مگر دوسری کسی بھی مخلوق کو ایسی عقل اور فراست کا ہزارواں حصہ بھی حاصل نہیں ہے۔ اس عقل کے ذریعہ سے ہر چیز کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت ہے۔ لیکن جب یہ دانشمند اور عقل و شعور کے اعلیٰ درجہ کا انسان شراب جیسی ناپاک چیز پر منہ لگالیتا ہے تو عقل و شعور سے محروم ہو کر جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ پھر اُسے یہاں تک بھی امتیاز نہیں رہتا کہ باپ کون ہے، بیٹا کون ہے؟ ماں کون ہے، بیوی کون ہے؟ اپنا اور غیر کا فرق تک باقی نہیں رہتا۔ چوپایوں اور جانوروں میں اتنا تو شعور ہوتا ہے کہ اپنا کون ہے غیر کون ہے، لیکن شراب پینے کے بعد انسان میں اتنا بھی شعور باقی نہیں رہتا۔ وہ ایسی دماغ وہ برقی صلاحیت سب کچھ خاک میں مل جاتی ہے۔

پوری کائنات میں انسان کا سب سے بڑا دشمن ابلیس لعین ہے۔ وہ کبھی گوارا نہیں کر سکتا کہ انسان میں عقل و شعور کا توازن باقی رہے۔ ہر طرف سے انسانی دماغ پر حملہ کرتا ہے۔ دماغی توازن ختم ہونے کا سب سے بڑا زہریلا سبب شراب ہے۔ اس لئے ابلیس لعین ہر وقت یہی کوشش کرتا ہے کہ انسان میں اس خبیث ترین ناپاک چیز کی رغبت پیدا کر کے گمراہی کا شکار بنا دے۔ چنانچہ ہزار حیلہ سازی اور خیالی منافع کے دھوکے میں ڈالتا ہے، جس سے انسان شیطان کے فریب میں مبتلا ہو کر پیشاب سے بھی ناپاک اور گندی چیز جو کہ شراب ہے منہ میں لے لیتا ہے۔ پھر اس کے بعد عقل و فراست، ہوش و حواس

سب چیزوں سے محروم ہو کر لڑائی جھگڑے کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مذکورہ آیت کریمہ میں شراب اور خمر کو شیطان کا ناپاک عمل قرار دیا ہے۔ پھر اس کے بعد شیطان انسان کو چار قسم کے نقصانات سے دوچار کرتا ہے۔

(۱) اَنْ يُوقَعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةُ: شراب کے ذریعہ سے آپس میں دشمنی اور عداوت پیدا کرتا ہے۔

(۲) وَالْبَغْضَاءُ: دلوں کے اندر بغض و عناد اور تعصب پیدا کرتا ہے۔
(۳) وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ: انسان کو خدا کی یاد سے روک کر غفلت اور لاپرواہی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(۴) وَعَنِ الصَّلَاةِ: نماز جیسی اہم ترین عبادت سے روک لیتا ہے۔ پھر انسان پر نماز کے بارے میں لاپرواہی اور غفلت سوار ہو جاتی ہے۔

اس لئے دنیا نے کسی بھی شرابی کو ذکرِ خدا میں مشغول نہیں دیکھا ہوگا۔ اور نہ ہی کسی بھی شرابی کو نماز کی جماعت اور عبادت میں مشغول دیکھا ہوگا۔ شیطان نے ہر طرف سے ذکرِ خدا کی خوبیوں پر پردہ ڈال کر فتنے کے شکنجے میں پھانس رکھا ہے۔

مُ النَّجَائِثِ سَبَّ بَرِّیْ خَبِیْثٍ اَوْ نَآپَاکِ چِیْزِ

قرآن کریم میں کس قدر شراب کی مذمت آئی ہے۔ اس کے بارے میں ہر وہ مسلمان جانتا ہے جو قرآن کریم کی سمجھ کر تلاوت کرتا ہے۔ پھر حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث شریفہ کے تمام ذخیروں کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ جس کثرت کے ساتھ شراب کی مذمت اور اس کی مضرت اور اس کے بُرے نتائج سے متعلق احادیث شریفہ وارد ہوئی ہیں، کسی اور چیز کے بارے میں

اس طرح کثیر تعداد میں وارد نہیں ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شراب کو اُمّ الخبائث اور ناپاک چیز قرار دیا ہے۔ دنیا کی گندی اور غلیظ چیزوں میں شراب سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ پیشاب بھی ایک ناپاک اور گندی چیز ہے۔ لیکن پیشاب پی کر آدمی عقل و سمجھ کھو کر پاگل نہیں ہوتا ہے۔ لیکن شراب ایک ایسی ناپاک اور گندی چیز ہے کہ اس کے پی لینے کے بعد انسان عقل و فراست سب چیزوں سے محروم ہو کر پاگل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اس شرابی سے جو چاہے گناہ کا کام کرایا جاسکتا ہے۔

عبرت ناک واقعہ

امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب «السنن الکبریٰ» میں حضرت عثمانؓ سے ایک لمبی حدیث شریف نقل فرمائی ہے۔ حدیث شریف لمبی ہونے کی وجہ سے یہاں پر عربی عبارت چھوڑ کر اس کے ترجمہ کا مختصر خلاصہ پیش کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شراب اُمّ الخبائث ہے۔ یعنی خبیث اور گندی چیزوں کی جڑ ہے۔ کہ شراب پینے کے بعد دنیا میں کوئی بُرائی ایسی نہیں ہے جس میں شرابی مبتلا نہ ہو سکتا ہو۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص بڑا عبادت گزار تھا، اور تمام لوگوں سے الگ ہو کر عبادت کیلئے گوشہ نشینی کو اختیار کر رکھا تھا۔ اتفاق سے ایک عورت کو اس سے محبت ہو گئی، اس عورت نے اپنے خادم کو یہ کہہ کر بھیجا کہ ہم آیکو ایک چیز کی شہادت کے لئے بلاتے ہیں۔ چنانچہ وہ عابد اس کے ساتھ چل کر حویلی میں داخل ہو گیا۔ جس دروازہ سے گذرتا اس کے پیچھے سے دروازہ بند کر دیا جاتا۔ جب بالکل آخر میں پہنچ گیا تو دیکھا کہ ایک خوبصورت عورت بیٹھی ہوئی ہے اس کے پاس ایک

خوبصورت لڑکا بھی بیٹھا ہوا ہے اور شراب کا پیالہ رکھا ہوا ہے، تو اس عورت نے کہا کہ ہم نے آپ کو شہادت کے لئے نہیں بلایا ہے۔ بلکہ آپ کو تین کاموں میں سے ایک کام کرنا پڑے گا۔

۱۔ دَعَوْتُكَ لِقَتْلِ هَذَا الْغُلَامِ : ہم نے آپ کو اس لڑکے کو قتل کرنے کے لئے بلایا ہے۔

۲۔ أَوْ تَقَعُ عَلَيَّ : یا میرے ساتھ بدکاری کر کے منہ کالا کرو۔

۳۔ أَوْ تَشْرَبُ كَأْسًا مِّنَ الْخَمْرِ : یا شراب کا پیالہ رکھا ہوا ہے اسکو پی لو۔

فَإِنْ أَبَيْتَ صَحَّتْ بِكَ وَفَضَحْتُكَ، اگر تین باتوں میں سے کسی بھی ایک بات کو اختیار نہیں کرو گے تو میں تمہارے بارے میں شور مچا کر قوم کے سامنے تمہیں رسوا کر دوں گی۔ وہ بیچارہ مجبور ہو کر تینوں برائیوں میں سے کوئی برائی کمتر ہے غور کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے دیکھا کہ قتل بھی ایسا گناہ ہے جس کی کوئی تلافی نہیں۔ اور زنا بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اور شراب شاید ان دونوں سے کمتر ہے۔ چنانچہ شراب کو کمتر سمجھ کر پی لیا۔ جب شراب میں اس نے منہ لگایا تو اس کی عبادت و ریاضت و تقویٰ سب کچھ وہیں ختم ہو گئے۔ ہوش و حواس بھی ختم ہو گئے۔ نفسانی خواہش ابھرائی، اس عورت کے ساتھ بدکاری بھی کر لی، اور بچہ کو قتل بھی کر دیا۔ شراب پینے کے بعد ہر طرح کے گندے اور خبیث کام کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہتی ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی،

کتاب الاشرار۔ حدیث ۱۷۸۳۲)

سب سے بڑا گناہ | دُنیا میں شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ شراب پینا

ہے۔ حدیث کی مشہور کتاب ”مستدرک حاکم“ میں ایک لمبی حدیث شریف مذکور ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سید الکونین

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسلمین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ پھر ان کے دورِ خلافت میں ایک مجلس قائم ہوئی۔ جس میں خود حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور بڑے بڑے اکابر صحابہؓ موجود تھے۔ اور اس مجلس میں گناہوں کے بارے میں تجزیہ کیا جا رہا تھا کہ گناہوں میں اکبر الکبائر اور اعظم الکبائر یعنی سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ تو اس سلسلہ میں گفتگو شروع ہوئی۔ کسی نے کہا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو اعظم الکبائر کی حدیث یاد ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو تحقیق و تصدیق کے لئے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے ان تمام اکابر صحابہؓ کے سامنے بیان فرمایا کہ اکبر الکبائر اور اعظم الکبائر شراب پینا ہے۔ یہ سنکر بڑے بڑے اکابر صحابہ اچھل پڑے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے وہ حدیث سنائی، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے ایک شخص کو پکڑ کر چار برائیوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اگر تم چاروں میں سے ایک کو بھی اختیار نہیں کرو گے تو تم کو قتل کر دیا جائیگا۔

۱۔ اَنْ يَشْرَبَ الْخَمْرَ : شراب پی لے۔

۲۔ اَوْ يَقْتُلْ نَفْسًا : یا کسی انسان کو قتل کر دے۔

۳۔ اَوْ يَزْنِیْ : — یا کسی عورت سے زنا کرے۔

۴۔ اَوْ يَأْكُلْ لَحْمَ خَنْزِيرٍ : یا خنزیر کا گوشت کھالے۔ قوم بنی اسرائیل

میں سے یہودی خنزیر نہیں کھاتے ہیں۔ نصرانی انگریز کھاتے ہیں۔ یہ واقعہ یہودیوں کا ہے۔ چنانچہ اس شخص نے ان چاروں برائیوں میں سے شراب

کو کمزور سمجھا اور اپنی جان بچانے کے لئے شراب پینے کو اختیار کر لیا۔ جب اس نے شراب میں منہ لگالیا تو اس کے بعد کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی۔ باقی تین برائیاں میں سے کوئی بھی برائی نہیں چھوڑی۔ قتل کا بھی ارتکاب کر لیا، خنزیر کا گوشت بھی کھا لیا، اور عورت کے ساتھ زنا کر کے منہ بھی کالا کر لیا۔

(مستدرک حاکم، حدیث ۷۲۳۶)

شراب پینے کے بعد کسی بھی بُرے کام کے لئے رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔ اسلئے حضرت سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ حدیث شریف لمبی ہونے کی وجہ سے عربی عبارت نقل نہیں کی جا رہی ہے۔

اُمُّ الْفَوَاحِش | حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "المعجم الکبیر" اور المعجم الاوسط میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کو اُمُّ الْفَوَاحِش اور اکبر الکبائر قرار دیا ہے۔ اور اُمُّ الْفَوَاحِش کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی بھجائی اور بے غیرتی کی جڑ ہے۔ اور اکبر الکبائر کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے، پھر فرمایا کہ جو شخص شراب پی لیتا ہے پھر اس کے واسطے بھجائی اور بدکاری کے تمام واسطے کھل جاتے ہیں، پھر اس میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی، اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کر سکتا ہے، اپنی خالہ کے ساتھ کر سکتا ہے، اور اپنی پھوپھی کے ساتھ بھی کر سکتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شراب فَوَاحِش اور بے حیائی کی جڑ ہے اور گناہوں میں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْخَمْرُ أُمُّ الْفَوَاحِشِ وَأكْبَرُ الْكَبَائِرِ

مَنْ شَرِبَهَا وَقَعَ عَلَىٰ أَمْتِهِ وَ
خَالَتِهِ وَعَمَّتِهِ۔

(المعجم الکبیر ۱۳۲/۱ حدیث ۱۱۳۴۲، ص ۱۶۲)
حدیث ۱۱۳۹۸، (المعجم الاوسط ملک ۱۲۹ حدیث ۳۱۲)
(مجمع الزوائد ۵/۶۴، الترغیب والترہیب ۱۴۹)

سب سے بڑا گناہ ہے۔ جو شراب
پی لیتا ہے وہ اپنی ماں کے ساتھ
بھی بدکاری کر سکتا ہے، اور اپنی خالہ
اور پھوپھی کے ساتھ بھی منہ کالا کر سکتا
ہے۔

شراب کے چالیس دن کی عبادت قبول نہیں ہوتی | شراب پینا ایسا منحوس

اور ناپاک ترین گناہ
ہے کہ شراب پینے کے بعد اس گناہ کا اثر چالیس دن تک باقی رہتا ہے۔ اور
اس کو چالیس دن تک توبہ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ جس کے نتیجہ میں اس
درمیان کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ اور شراب پینے کے بعد جب تک
اس کے پیٹ میں شراب کے اثرات باقی رہیں گے اس درمیان کا ہر وقت اس
کے لئے نہایت خطرناک ہے۔ اگر خدا نخواستہ اسکے پیٹ اور جسم سے اثرات ختم
ہونے سے پہلے پہلے موت واقع ہو جاتی ہے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ اور
زمانہ جاہلیت میں ایمان والے نہیں تھے، سب کے سب کافر و مشرک تھے، تو
اس کی موت بھی انہیں کی طرح کفر و شرک پر ہوگی۔ اور اسکے اوپر جنت حرام
کر دی جائے گی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں
کہ شراب ام الحباثت یعنی ہر خبیث اور
ناپاک چیز کی جڑ ہے۔ لہذا جو شخص شراب پئے گا
اسکی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْخَمْرُ أُمُّ الْحَبَاثَاتِ فَمَنْ
شَرِبَهَا لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ صَلَاتُهُ
أَرْبَعِينَ يَوْمًا فَإِنْ مَاتَ وَهِيَ

فِي بَطْنِهِ مَاتَ مَيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔
(المعجم الاوسط ۲/۲۰۶ حدیث ۳۶۶۷)
پھر اگر اس حال میں مرتا ہے کہ اسکے پیٹ میں اثرات
موجود ہوں تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔
امام حاکم نے مستدرک حاکم میں اسی مضمون کی ایک لمبی حدیث شریف نقل
فرمائی ہے، اس کا ایک مختصر سا ٹکڑا یہاں نقل کر دیتے ہیں۔ اس میں اور زیادہ
وضاحت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْرِبُهَا فَيَقْبِلُ
اللَّهُ لَهُ صَلَوةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَلَا
يَمُوتُ وَفِي مَثَانِفٍ مِنْهَا شَيْءٌ إِلَّا
حَرُمَتْ عَلَيْهِ الْجَنَّةُ فَإِنْ مَاتَ
فِي أَرْبَعِينَ لَيْلَةً مَاتَ مَيْتَةً جَاهِلِيَّةً
(المستدرک للحاکم، ۲/۲۵۸۳ حدیث
۴۲۳۶، الترغیب والترہیب ۳/۱۴۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی
ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے
کہ جس آدمی نے شراب پی لی ہو پھر اسکی چالیس
دن کی نماز قبول ہوئی ہو۔ اور وہ نہیں مرے گا
اس حال میں کہ اسکے پیٹ میں شراب کا کچھ حصہ
ہے مگر اس کی وجہ سے اس پر جنت حرام ہو جاتی
ہے۔ پھر اگر چالیس دن کے اندر مرتا ہے تو
جاہلیت کی موت مرے گا۔

لقمہ حرام سے چالیس دن کا عمل قبول نہیں ہوتا

امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے المعجم الاوسط میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی
ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں سورہ
بقرہ کی یہ آیت تلاوت کی گئی:
يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِنْ ثَمَرِ
الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا۔
اے ایمان والو! روئے زمین کی ان نعمتوں
کو کھایا کرو جو حلال اور پاک ہوں۔

تو اس پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ آپ اللہ سے یہ دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے کہ میں اللہ سے جو بھی دُعا کروں وہ ضرور قبول ہو جائے۔ تو حضرت سید الکونین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے سعد پاک اور حلال روزی حاصل کیا کرو خود بخود مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح قسم کھا کر فرمایا کہ اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے اس کی قسم دیکر میں کہتا ہوں کہ جیب کسی بندے کے پیٹ میں حرام لقمہ پہنچ جاتا ہے تو چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ جس آدمی کی پرورش حرام رزق سے ہوتی ہے، اور اسکے گوشت گوشت میں حرام رزق ہو تو ایسا آدمی جہنم کا ایندھن بنے گا۔ اسی طرح جو آدمی سود خور ہوتا ہے تو وہ بھی جہنم کا ایندھن بنے گا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ آیت کریمہ تلاوت کی گئی تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کھڑے ہو کر فرمانے لگے یا رسول اللہ آپ اللہ سے دُعا فرمائیے کہ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے سعد اپنے کھانے کی چیزوں کو پاک کیا کرو مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ بیشک بندہ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَلَيْتُ هَذِهِ الْآيَةَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يُجْعَلَ لِي مُسْتَجَابُ الدَّعَوَاتِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَعْدُ أَطْبُ مَطْعَمَكَ تَكُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعَوَاتِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ

لقمہ حرام اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اسکی وجہ سے چالیس دن نیک عمل قبول نہیں ہوتا ہے۔ اور جس بندے کا گوشت پوست ناپاک ترین حرام اور سود سے بڑھتا ہے تو جہنم اس کے زیادہ لائق ہے۔

بَيِّدَهُ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَقْدِرُ فَاَلْقَمَهُ
الْحَرَامَ فِي جَوْفِهِ مَا يَتَقَبَّلُ مِنْهُ
عَمَلٌ اَرْبَعَيْنَ يَوْمًا وَاَيُّ مَا عَمِلَ
نَبَتْ لِحْمَهُ مِنَ السُّحْتِ وَالرِّبَا
فَالْتَارُ اَوَّلِي يَهْ-

(المعجم الاوسط نسخہ جدید ۲۴/۵ حدیث ۶۲۹۵،

نسخہ قدیم ۲۵۵/۴ حدیث ۶۲۹۱، الترغیب

والترغیب ۳۲۵/۲)

تین قسم کے لوگوں کی نیکیاں آسمانوں تک نہیں پہنچتیں

حضرت امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے المعجم الاوسط میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے جس میں حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ تین قسم کے لوگوں کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے، اور فرمایا کہ ان کا کوئی کام اللہ کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتوں کو اس کام کے لئے متعین کیا گیا ہے کہ وہ پیر اور جمہرات کے دن لوگوں کے نیک اعمال کو لیکر اللہ کے دربار میں پہنچتے ہیں۔ اور اللہ کے یہاں قبولیت کی فہرست میں درج کرا دیتے ہیں۔ لیکن تین قسم کے لوگوں کے نیک اعمال کو وہ شرف حاصل نہیں ہوگا، اور رحمت کے فرشتے ان کے اعمال کو لیکر اللہ کے دربار میں پیش نہیں کریں گے۔

(۱) السُّكْرَانُ حَتَّىٰ يَصْحُوْا: شرابی جب تک شراب میں مست رہے گا، اسکی نیکیاں معتبر نہیں ہوتیں۔ مثلاً شرابی نے شراب پی کر مستی کی حالت میں اپنا

مال کا رخیہ میں لگا دیا، تو یہ عمل فی نفسہ بہت مقبول ترین عمل ہے، لیکن شراب کی مستی کی حالت میں یہ عمل ہوا ہے اس لئے اللہ کے یہاں اسکو شرف قبولیت حاصل نہیں ہوگا۔ ہاں اگر شرابی نشہ اور مستی سے افاقہ پا کر ہوش میں آنے کے بعد بچے دل سے توبہ کر لیتا ہے، پھر اس کے بعد ایسا نیک عمل کرتا ہے تو شرف قبولیت حاصل ہوگا۔

(۲) الْمَرْأَةُ السَّائِطَةُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا: وہ عورت جس کا شوہر اس سے ناراض رہتا ہو، جب تک شوہر کو راضی نہ کر لے گی اس وقت تک اس عورت کی عبادت اور نیک اعمال کو شرف قبولیت کے لئے رحمت کے فرشتے اللہ کے دربار میں پیش نہیں کریں گے۔

(۳) الْعَبْدُ الْأَبْقُ حَتَّى يَرْجِعَ: وہ غلام جو مالک کی نافرمانی کر کے اسکے یہاں سے بھاگ کر راہ فرار اختیار کر لیتا ہے۔ دورِ اول میں غلام اور باندیوں کا سلسلہ جاری تھا، لیکن اب دنیا سے یہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ ہاں البتہ اس زمانہ میں وہ ملازم اس حدیث کے دائرہ میں داخل ہوں گے جو پوری اُحترت لیتے ہیں اور مالک کے کام میں خیانت اور کمی کرتے ہیں۔

اس حدیث پاک میں نمبر اول پر اہمیت کے ساتھ شرابی کی مذمت کی گئی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی ان کی کوئی نیکی اللہ کے یہاں پہنچتی ہے۔ ۱۔ شرابی حتیٰ کہ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُقْبَلُ لَهُمْ صَلَوَةٌ وَلَا يَصْعَدُ لَهُمْ إِلَى اللَّهِ حَسَنَةٌ السَّكَرَانُ حَتَّى يَصْحَوْا وَالْمَرْأَةُ

صحت یاب ہو کر توبہ کر لے۔ (۲) ایسی عورت
جس کا شوہر اس سے ناراض رہتا ہو۔ (۳)
ایسا غلام جو مالک کے یہاں سے بھاگ گیا
ہو حتیٰ کہ واپس آ کر اپنا ہاتھ اپنے مالکوں
کے ہاتھ پر رکھ دے۔

السَّخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا وَالْعَبْدُ
الْأَبْقَى حَتَّى يَرْجِعَ فَيَضَعَ يَدَهُ
فِي يَدِ مَوْلَاهُ۔
(المجم الاوسط حدیث ۹۲۲۷ ص ۱۰۷ نسخہ قدیم)

چار قسم کے لوگ رحمتِ الہی سے محروم

حدیث پاک میں آیا ہے کہ چار
قسم کے لوگ قیامت کے

دن اللہ کی رحمت سے محروم ہو جائیں گے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے
دن ہر مخلوق کو رحمت کی نظر سے دیکھے گا۔ مگر چار قسم کے لوگوں کو یہ سعادت
حاصل نہیں ہوگی۔ بلکہ ان کے اوپر ہر طرف سے غضبِ الہی اور سخت عذاب
مسلط ہوگا۔

- (۱) عاق: ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔
 - (۲) مَنَان: جو شخص کسی پر احسان کر کے پھر احسان جتلاتا ہے۔
 - (۳) مُدْمِنُ خَمْرٍ: شراب میں مست رہنے والا۔
 - (۴) مَكْذُوبٌ بِقَدَرٍ: تقدیر کو جھٹلانے والا۔ اس لئے کہ تقدیر کی اچھٹائی
پر ایمان لانا لازم ہے۔ اس کے جھٹلانے والے پر اللہ کا عذاب ہوگا۔
- حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ چار قسم کے
لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعَةٌ لَا
يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
عَاقٌ وَمَنَانٌ وَمُدْمِنٌ خَمْرٍ

وَمَكْدُوبٌ بِقَدَرٍ .

(المعجم الکبیر حدیث ۴۹۳۸ ص ۲۴۱)

کے دن رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔
۱۔ ماں باپ کا نافرمان ۲۔ احسان جتلانے
والا ۳۔ شراب میں مست رہنے والا ۴۔
تقدیر کو جھبٹلانے والا۔

ایک دوسری حدیث شریف میں اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ مروی ہے مگر اس میں تقدیر کے انکار کرنے والے کا ذکر نہیں ہے۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔
۱۔ والدین کی نافرمانی کرنے والا ۲۔ شراب میں مست رہنے والا ۳۔ احسان کر کے جتلائی والا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَاقٌ وَالْبَذِيَّةُ وَمُذْمَنُ الْخَمْرِ وَمَنَّاؤٌ بِمَا أُعْطِيَ .

(استدرک حاکم حدیث ۴۲۳۵ نسخہ قدیم ۲/۱۳۷)

ایک تیسری حدیث شریف اس سے بھی زیادہ وضاحت کیساتھ موجود ہے۔ اس میں بھی تین ہی چیزوں کا تذکرہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حدیث ارشاد فرمائی کہ شرابی اور ماں باپ کا نافرمان اور احسان جتلانے والا، یہ تینوں جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ اور جنت کی نعمتوں سے محروم ہوں گے۔ تو حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میرے اوپر ایسا شاق گذرا کہ منوں منوں بوجھ میرے اوپر رکھ دیا گیا ہے کہ ایک مسلمان گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیسے کر سکتا ہے۔ پھر میں نے قرآن کی آیتوں پر غور کیا تو مجھے تینوں کے بارے

میں قرآن کریم میں آیتیں مل گئیں۔ مجھے یہ حیرت تھی کہ ایک مسلمان ماں باپ کی نافرمانی کیسے کریگا، تو مجھے سورہ محمد میں یہ آیت کریمہ مل گئی۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ
اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ وَتَقَطَّعُوا
اَرْحَامَكُمْ۔

(سورہ محمد آیت ۲۲)

پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت اور اقتدار مل جائے تو اقتدار کے نشہ میں آکر روئے زمین میں فساد برپا کرو گے۔ اور اپنی خود غرضی کے نشہ میں قرابت داروں سے رشتہ ناتا توڑ دو گے۔

اور احسان جتانے والے کے بارے میں سورہ بقرہ کی یہ آیت کریمہ مل گئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا
صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى۔

(سورہ بقرہ آیت ۲۶۲)

اے ایمان والو! تم ایذا رسانی اور احسان جتانے کے ذریعہ سے اپنے صدقات اور خیرات کو ضائع مت کرو۔

اور شرابی کے جہنمی ہونے کے بارے میں سورہ مائدہ کی یہ آیت مل گئی۔

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ
وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ
فَاجْتَنِبُوهُ۔

(سورہ مائدہ آیت ۹)

بیشک شراب، جو اور بت اور قرعہ و جوئے کے تیر شیطان کے ناپاک اور گندے عمل ہیں۔ تم اس سے کلی طور پر دوری اختیار کرو۔

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ اس قسم کے عظیم ترین گناہوں کا ارتکاب کریں گے۔ کوئی ماں باپ کی نافرمانی کے عذاب میں مبتلا ہو کر جنت کی نعمت اور اللہ کی رحمت سے محروم ہو گا۔ اور کوئی پیسہ والا کسی پر صدقہ خیرات کرنے کے بعد احسان جتانے اور اترابہٹ کے عذاب میں مبتلا ہو کر جنت کی نعمت اور اللہ کی رحمت سے

محروم ہوگا۔ اور کوئی شراب صبی ناپاک اور گندی اور غلیظ ترین چیز کے پینے کی مصیبت میں مبتلا ہو کر جنت کی نعمت اور اللہ کی رحمت سے محروم ہو کر رائندہ درگاہ ہوگا۔ اللہ پاک ہم تمام مسلمانوں کی ان برائیوں سے حفاظت فرمائے۔

تین چیزوں کی قیمت بھی حرام | اللہ تبارک و تعالیٰ نے تین چیزیں ایسی پیدا فرمائی ہیں جن کو انسان پر

حرام کر دیا ہے۔ اور ان چیزوں کی قیمت اور ثمن کو بھی حرام کر دیا۔ اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں میں اعلان فرما دیا کہ یہ چیزیں سُرِ پانچس ناپاک اور گندی ہیں۔

۱۔ **إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَثَمَنَهَا**۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت دونوں کو حرام کر دیا۔

۲۔ **وَحَرَّمَ الْخِنْزِيرَ وَثَمَنَهُ**۔ اور خنزیر کو بھی حرام کر دیا اور اس کی قیمت کو بھی

۳۔ **وَحَرَّمَ الْمَيْتَةَ وَثَمَنَهَا**۔ اور مردار اور اس کی قیمت دونوں کو حرام کر دیا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت کو حرام کر دیا، اور خنزیر اور اس کی قیمت کو حرام کر دیا اور مردار اور اس کی قیمت کو حرام کر دیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَثَمَنَهَا وَحَرَّمَ الْخِنْزِيرَ وَثَمَنَهُ وَحَرَّمَ الْمَيْتَةَ وَثَمَنَهَا۔

(ابوداؤد، کتاب البیوع ۲/۴۹۳)

شراب کا فتنہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں شراب کو شیطانی عمل اور آپس میں عداوت اور دشمنی اور فتنہ، فساد، لڑائی جھگڑے کا ذریعہ بتایا ہے۔ جیسا کہ سورہ مائدہ ۹۱ میں ہے۔ شراب پینے کے بعد شرابی ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ پھر نہیں سوچتا کہ کیا کرنا اور کیا ہونا ہے۔ اگر شرابی شادی شدہ ہے تو اس کی بیوی پر روزانہ ایک مصیبت کھڑی رہتی ہے۔ ایک تو شراب کی بدبو استفادہ خطرناک ہوتی ہے کہ ہر انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ دوسرے شراب کی حالت میں بیوی کو مغلظات بکرتا ہے۔ اور آگے بڑھ کر مار دھاڑ میں بھی کوئی کمی نہیں کرتا۔ الغرض بیوی کے حق میں شرابی سراپا ظالم ہوتا ہے، اور بیوی سراپا مظلوم رہتی ہے۔ لیکن یہ مظلومہ عورت کہاں تک برداشت کر سکے۔ آخر کار اس کو شرابی کی باتوں کا جواب دینا پڑتا ہے۔ پھر لڑائی کا سلسلہ بڑھ جاتا ہے۔ آخر کار منٹوں میں طلاق کی نوبت آتی ہے۔ بے حیا بے غیرت شرابی کو ذرا سی شرم نہیں آتی کہ شراب پی کر خاندان کے سامنے ننگا ناچنا چیتا ہے۔ میاں بیوی کی خوشگوار زندگی کو تباہ کر ڈالتا ہے۔ اور طلاق کے نتیجے میں دونوں کا گھر برباد ہو جاتا ہے۔ اور بچے ماں باپ کے زندہ ہونے کے باوجود یتیموں کی طرح بے سہارا ہو جاتے ہیں۔ بیوی اور بچوں کو گھر سے بے گھر ہو جانا پڑتا ہے۔ ملک میں جتنے طلاق کے واقعات پیش آتے ہیں ان میں کم از کم چالیس فیصد شرابیوں کے واقعات ہوتے ہیں۔ اور شرابی کی طلاق معتبر مانی جاتی ہے۔ طلاق کا واقعہ پیش آنے کے بعد فتویٰ بازی کا سلسلہ شروع کرتا ہے اور مارا مارا پھرتا ہے۔ اور بے غیرتی سے کہتا ہے کہ شراب کی حالت میں ہوش و حواس

باقی نہیں رہا، پتہ نہیں کیا ہوا، اور کتنی بار کہا، مفتی صاحب! کوئی گنجائش نکال دیجئے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ مسئلہ سائل مفتی صاحب کے گھر کی چیز ہے۔ وہ بیچارہ کہاں سے بتائیگا۔ وہ تو وہی بتائیگا جو شریعت کا حکم ہے۔ اسی وجہ سے مخبر صادق امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شراب کو ہر شر اور ہر فتنہ کا ذریعہ اور کجی بتلایا ہے۔ اور کجی کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے ذریعہ سے ہر فتنہ کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم شراب سے اپنے آپ کو دور رکھا کرو اسلئے کہ شراب ہر شر اور ہر فتنہ کی کجی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اجْتَنِبُوا الْخَمْرَ فَإِنَّهَا
مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ۔

(المستدرک حدیث ۲۳، ط ۱۶۲ النسخہ قدیم)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث شریف بڑی عبرتناک

شراب کے بارے میں حضور کی وصیت

انداز میں مروی ہے کہ حضرت سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہایت اہمیت کے ساتھ تین باتوں کی وصیت فرمائی۔

عَلَيْ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِعَتْ أَوْ حُرِّقَتْ : اللہ کا کسی کو شریک اور ہمسر نہ ٹھہراؤ، اللہ کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اگر شرک میں مبتلا ہونے کے لئے تمہارے اوپر زور زبردستی اور دست درازی شروع ہو جائے حتیٰ کہ تمہیں کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے، یا تمہیں جلا کر راکھ کر دیا جائے۔ تب بھی کسی کو اللہ کے برابر اور ہمسر نہیں ٹھہرانا۔

عَلَيْ أَنْ لَا تَتْرَكَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا : کبھی جان بوجھ کر فرض نماز ترک

نہیں کرنا۔ اور جو شخص جان بوجھ کر لاپرواہی اور غفلت میں فرض نماز ترک کر دیتا ہے تو وہ شخص اللہ اور رسول کے ذمہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ پھر جہنم کے دردناک عذاب سے اس کو بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

۳۔ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ: کبھی شراب نہ پینا۔ اسلئے کہ شراب دنیا کے ہر فتنہ اور ہر شر کی کنجی ہے۔ شراب کو ہر شر کی کنجی اور تالی اسلئے کہا گیا ہے کہ جب آدمی شراب پی لیتا ہے تو کسی قسم کے فتنہ اور شرانگیز حرکات کے لئے رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔ ہر فتنے کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ شراب پینے کے بعد لڑائی اور مار دھاڑ، بدکاری، خونریزی غرضیکہ ہر قسم کے غلط کام کرنے میں حجاب باقی نہیں رہتا۔ ہر بُرائی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خصوصی وصیت میں اہمیت کیساتھ امت کو ہدایت فرمائی کہ کبھی شراب پینے کا ارادہ تک مت کرنا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے یہ وصیت فرمائی ہے کہ کسی چیز کو اللہ کا ہمسر اور شریک مت ٹھہرانا اگرچہ تمہیں کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور جلا کر راکھ کر دیا جائے۔ اور کبھی فرض نماز جان بوجھ کر مت چھوڑنا۔ اسلئے کہ جو شخص جان بوجھ کر فرض نماز ترک کر دیتا ہے، اللہ اور رسول کی ذمہ داری کے دائرہ سے وہ شخص بری ہو جاتا ہے۔ اور کبھی شراب نہ پینا، اسلئے کہ شراب ہر فتنہ اور ہر شر کی کنجی ہے۔

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَوْصَانِي خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَإِنْ قُطِّعَتْ أَوْ حُرِّقَتْ، وَلَا تَتْرُكْ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَإِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ۔ (الترغیب والترہیب ۳/۱۷۸ ابن ماجہ ۲۹۲)

پہچہ قسم کے لوگوں کی بد نصیبی

پہچہ قسم کے لوگوں کی بد نصیبی کے بارے میں حدیث کی متعدد کتابوں میں ایک حدیث شریف وارد ہوئی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی رحمت کی نگاہ سے ان کو نہیں دیکھیں گے، اور نہ ہی اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو عذاب کے شکنجوں سے چھٹکارا عطا فرمائیں گے۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ اور نہ ہی وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ اور نہ ہی جنت کی نعمتیں ان کو نصیب ہوں گی۔ ان چھ کے اندر شراب میں مست رہنے والے کو بھی بڑی اہمیت سے بتلایا گیا ہے۔ (۱) **الْعَاقُ وَالِدَيْهِ** : وہ شخص جو اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرتا ہے، جن ماں باپ نے ہر قسم کے ناز و نحرے برداشت کر کے پرورش فرمائی ہے ان کے ساتھ نافرمانی گناہ عظیم ہے۔ جیسا کہ اس خالق کائنات کی نافرمانی اور شرک کرنا اکبر الکبائر ہے، جس نے وجود بخشا ہے۔

(۲) **الْمَرْأَةُ الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ** : وہ عورت جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہے۔ آج کل کے زمانہ میں عورتوں کے عجیب و غریب حالات نظر آتے ہیں۔ اچھی خاصی خوبصورت عورت ہے، مگر ماڈرن مردوں کی طرح اپنے خوبصورت بالوں کو کاٹ کر انگریزی مردانہ بال بنوا لیتی ہے۔ جس سے عورتوں کو اللہ نے جو حسن و جمال عطا فرمایا ہے اس سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ نیز مردوں کا لباس عورت کے لئے حسن پیدا کرنے والا نہیں ہو سکتا۔ اور مردوں کا لباس بھی انگریزی پیمینٹ اور انگریزی بنسائن پہن کر ہٹی کٹ بنجاتی ہیں۔ بڑی افسوسناک اور حیا سوز بات ہے کہ عورتیں اپنی نسوانیت کو ختم کر کے مردوں کی صف میں آکر کھڑی ہو گئی ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسی عورتوں پر رحمت کی نگاہ

نہیں ڈالے گا۔ اور نہ ہی ان کو جنت نصیب ہوگی۔

(۳) اَلَّذِي نُوْتُ : دیوث اس شخص کو کہا جاتا ہے جو غیر مردوں کو اپنی عورتوں کے پاس آنے جانے سے نہیں روکتا ہے۔ یہ بڑی بد نصیبی اور محرومی کی بات ہے کہ آدمی ہر طرح کے اچھے بُرے نامحرم مردوں کو اپنی ماؤں اور بہنوں اور بیٹیوں کے پاس آنے جانے سے نہ روکے، اور اس سے اس کو غیرت پیدا نہ ہو۔ آخر کار غیر محرم مردوں کے ساتھ گھر کی عورتیں پھنس جاتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس شخص کو شرم و حیا کا پاس و لحاظ نہیں ہوتا۔ ایسے شخص کو دیوث کہا جاتا ہے۔ ایسوں پر بھی اللہ تعالیٰ رحمت کی نگاہ نہیں ڈالے گا۔ اور نہ ہی ان کو جنت نصیب ہوگی۔

(۴) اَلْمُدْمِنُ الْخَمْرُ : وہ شخص جو شراب کے نشہ میں مست رہتا ہے۔ اور اس بے غیرت کو شراب پی کر ہوش و حواس کھو کر پاگل بننے میں شرم نہیں آتی۔ ایسا شخص نہ جنت میں داخل ہوگا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس کو رحمت کی نگاہ سے دیکھے گا۔

(۵) اَلْمَتَّانُ بِمَا اَعْطٰی : وہ شخص جو کسی کی ضرورت پر احسان کرنے کے بعد پھر اس پر احسان جتلا کر ایذا پہنچاتا ہے۔ اور طرح طرح کی تکلیف کی باتیں کرتا ہے، کہ میں نے تمہارے ساتھ فلاں موقع پر یہ کیا تھا، وہ کیا تھا، ایسا کیا تھا ویسا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو ایسا شخص پسند نہیں، نہ اس کو جنت نصیب ہوگی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس کو رحمت کی نگاہ سے دیکھے گا۔

(۶) حدیث شریف میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تین قسم کے لوگوں کو جنت نصیب نہیں ہوگی۔ اور تین قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن اللہ اپنی رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔ تو الْعَاقُ بِالْاِذِّیْہِ مَاں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو دونوں جگہ ذکر فرمایا کہ نہ اس کو جنت نصیب ہوگی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اس کو رحمت

کی نگاہ سے دیکھے گا۔ اس کو دو مرتبہ ذکر کر کے بتلادیا ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی گناہ عظیم ہے۔ ان چھ قسم کے لوگوں میں شرابی کو بھی اہمیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔ ۱۔ والدین کی نافرمانی کرنے والا ۲۔ مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورت ۳۔ دیوث (جو اپنی عورتوں کے پاس غیر مردوں کی آمد و رفت سے غیرت نہیں کرتا) اور فرمایا تین قسم کے لوگوں پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ رحمت کی نگاہ نہیں ڈالیں گے ۱۔ والدین کی نافرمانی کرنیوالا، ۲۔ شراب کے نشہ میں مست رہنے والا ۳۔ احسان کرنے کے بعد جو کچھ دیا ہے اسکا تذکرہ کر کے احسان جتلانے والا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا
يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
الْعَاقُ وَالِدِيَّةُ وَالْمَرَأَةُ
الْمُتَرَجِّلَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ
وَالْدَيُّوثُ وَثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ
اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْعَاقُ
بِوَالِدِيَّةٍ وَالْمُدْمِنُ الْخَمْرَ وَ
الْمَنَانُ بِمَا أُعْطِيَ۔

(مسند احمد ۲/۱۳۲ حدیث نمبر ۲۱۸۸، المعجم الکبیر حدیث ۱۳۱۸)
المعجم الاوسط نسخہ جدید حدیث ۲۲۴۳،
نسخہ قدیم حدیث ۲۲۶۴)

دیوث کون ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ تین قسم کے لوگوں کو کبھی جنت نصیب نہیں ہوگی۔
۱۔ دیوث ۲۔ مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت ۳۔ شراب

کا عادی۔ تو صحابہ نے سوال کیا کہ شراب کا عادی اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورت، ان دونوں کی بات تو سمجھ میں آگئی لیکن دیوث کون ہے یہ سمجھ میں نہیں آیا؟ اس پر اَقَاتے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ دیوث وہ منحوس شخص ہے جس کو اس بات پر غیرت اور شرم نہیں آتی ہے کہ اسکے گھر کی عورتوں کے پاس اجنبی مردوں کی آمد و رفت ہے۔ کوئی اس کی ماں کے پاس آ رہا ہے، کوئی اس کی بیوی سے بات کر رہا ہے۔ کوئی اس کی بہن کے پاس آ رہا ہے۔ ذرا بھی غیرت اور شرم نہیں آتی۔ آجکل کے زمانہ میں بی حیائی اور بے غیرتی کے نتیجہ میں جتنی بدکاریاں اور غلط تعلقات پیدا ہو رہے ہیں وہ اکثر اسی راستہ سے ہو رہے ہیں۔ اپنی غیرت پر خود حملہ کرتے ہیں۔ اجنبی مردوں کے چائے ناشتہ کیلئے اپنی بالغ لڑکی بالغ بہن اور بیوی کو پیش کرتے ہیں۔ اور بڑی بے تکلفی سے یارانہ گفت گو شروع ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ من قسم کے لوگ جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے۔
۱۔ مردوں میں سے دیوث ۲۔ عورتوں میں سے مردوں کیساتھ جو مشابہت اختیار کرتی ہیں۔
۳۔ شراب کا عادی۔ تو صحابہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! بیشک مومن الخمر یعنی شراب کے عادی کو ہم نے سمجھ لیا مگر یہ دیوث کون ہے؟ تو جواب دیا کہ دیوث وہ شخص ہے جس کو یہ پرواہ نہ ہو کہ اسکے گھر کی عورتوں میں کون آ رہا ہے اور کون جا رہا ہے۔

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ أَبَدًا، الدِّيُوثُ مِنَ الرِّجَالِ، وَالرَّجُلَةُ مِنَ النِّسَاءِ وَمُدُّ مِنَ الْخَمْرِ، فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَّا مُدُّ مِنَ الْخَمْرِ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَمَا الدِّيُوثُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ الَّذِي لَا يُبَالِي مَنْ دَخَلَ عَلَى أَهْلِهِ

(شعب الایمان للبیہقی حدیث ۱۰۸۰ ص ۱۱۲)

الترغیب والترہیب ۳/۱۷۸

شراب کی وجہ سے دس قسم کے لوگوں پر لعنت | صرف ایک شراب کی وجہ سے دس قسم کے

لوگ اللہ اور رسول کی لعنت کے عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

- ① عَاَصِرُهَا: دوسروں کے لئے شراب تیار کرنے والوں پر لعنت ہوتی ہے۔
- ② مُعْتَصِرُهَا: اپنے واسطے شراب پھونک کر تیار کرنے والے پر بھی لعنت ہوتی ہے۔
- ③ شَارِبُهَا: شراب پینے والے پر لعنت ہوتی ہے۔
- ④ وَحَامِلُهَا: شراب اٹھا کر لیجانے والے پر بھی لعنت ہوتی ہے۔
- ⑤ وَالْمَحْمُولَةُ إِلَيْهِ: جس کے لئے شراب اٹھا کر لائی جائے اس پر بھی لعنت ہوتی ہے۔

- ⑥ دَسَاقِيهَا: شراب پلانے والے پر لعنت ہوتی ہے۔
- ⑦ وَيَابِئُعُهَا: شراب بیچنے والے پر لعنت ہوتی ہے۔
- ⑧ وَارْكُلُ ثَمَنِهَا: شراب کے پیسے اور اس کی قیمت کھانے والے پر بھی لعنت ہوتی ہے۔

- ⑨ وَالْمُشْتَرِي لَهَا: شراب خریدنے والے پر لعنت ہوتی ہے۔
- ⑩ وَالْمُشْتَرَاةُ لَهَا: جس کے واسطے شراب خریدی جائے اس پر بھی لعنت ہوتی ہے۔

شراب بظاہر ایک چیز ہے۔ لیکن اسی ایک چیز سے دس قسم کے انسان لعنت کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے متعلق

فِي الْخَمْرِ عَشْرَةٌ: عَاصِرُهَا وَمُعْتَصِرُهَا
وَسَارِبُهَا وَحَامِلُهَا وَالْمَحْمُولَةُ
إِلَيْهِ وَسَاقِيَّهَا وَبَائِعُهَا وَارْكُلُ
تَمْنِيهَا وَالْمُشْتَرِي لَهَا وَالْمُشْتَرَاةُ
لَهَا۔ (ترمذی شریف ۲۴۲، المعجم الاوسط
نسخہ قدیم حدیث ۸۱۲، نسخہ جدید حدیث ۸۱۶،
مسند احمد بن حنبل حدیث ۴۸۴، ابوداؤد
شریف ۵۱۴)

دس شخصوں پر لعنت بھیجی ہے (۱) دوسرے کیلئے
شراب پھوڑنے والے پر (۲) اپنے لئے شراب
پھوڑنے والے پر (۳) اسکے پینے والے پر (۴)
اسکے اٹھانے والے پر (۵) جسکی طرف اٹھا کر
لیجائے اس پر (۶) اس کے پلانے والے پر (۷)
اس کے بیچنے والے پر (۸) اس کی قیمت کھانے
والے پر (۹) اس کے خریدنے والے پر (۱۰) جس
کے لئے خریدی جائے اس پر۔

شرابی کا عذاب کیسا ہوگا؟

حدیث کی کتابوں میں شرابی کے عذاب
کے بارے میں بے شمار حدیثیں مروی

ہیں۔ طرح طرح کے عذاب شرابی کو دوچار کیا جائیگا۔ مسند امام احمد بن حنبل
اور مستدرک حاکم میں شراب کے عذاب کے بارے میں ایک عبرتناک حدیث
شریف نقل فرمائی ہے۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا
کہ جہنم میں زانیہ اور بدکار عورتوں کی شرمگاہوں سے غلاظت کی نہر جاری ہوگی۔
اس نہر کا نام نہر الغوطہ ہے۔ اور اس نہر کی غلاظتوں کی بدبو سے خود اہل جہنم
پریشان ہوں گے۔ جہنم کے مختلف طبقوں میں جن لوگوں پر عذاب ہوگا ان
پر زانیہ عورتوں کی شرمگاہوں کی غلاظتوں کی نہر سے جو بدبو کی ایذا رہوگی وہ
دوسرے عذابوں سے کہیں زیادہ سخت ہوگی۔ اور شرابی کو اسی نہر سے زانیہ عورتوں
کی شرمگاہوں کی غلاظتیں پلائی جائیں گی۔ جب جہنم کے دوسرے طبقہ کے لوگ
اس کی بدبو کی وجہ سے ان پر جو عذاب ہو رہا تھا اس کو بھی فراموش کر دیں گے تو

جب شرابی خود اس کو اپنے منہ میں لیکر پئے گا تو اس کی ایذا اور عذاب کا کیا ٹھکانہ ہوگا۔ ہر مسلمان بھائی کو عذاب الہی سے ڈرنا لازم ہے۔ جیسا دنیا میں رہ کر دنیا کی چیزوں میں سب سے زیادہ گندی اور ناپاک چیز کو اپنے منہ میں لیا تھا تو جہنم میں عذاب بھی اسی نوعیت کا ہوگا۔ کہ جہنم میں جتنی ناپاک اور گندی چیزیں ہوں گی ان میں سے سب سے زیادہ گندی اور نجس ترین چیز شرابی کو پلائی جائے گی۔ اس لئے بھائیو! ہم سب اپنی دنیا اور آخرت کو سنوارنے کی کوشش کریں۔ اور عذاب الہی سے ڈرتے رہیں۔ اللہ اور رسول کی نافرمانی سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔ — حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو جنت نصیب نہیں ہوگی ۱۔ شراب کا عادی ۲۔ قرابت داروں سے رشتہ نامتا توڑنے والا۔ ۳۔ جادو کی تصدیق کرنی والا، یعنی جادوگر کو سچا سمجھنے والا۔ اور جو شخص شراب کا عادی ہو کر مرے گا اللہ تعالیٰ اس کو نہر غوطہ سے پلائے گا۔ حضورؐ سے سوال کیا گیا نہر غوطہ کیا چیز ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا نہر غوطہ اس نہر کو کہا جاتا ہے جو زانیہ عورتوں کی شرمگاہوں کی غلاظتوں سے جاری ہوگی، اور اس کی بدبو ایسی خطرناک

عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَقَاطِعُ الرَّحِمِ وَمُصَدِّقٌ بِالسَّحَرِ وَمَنْ مَاتَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ سَقَاهُ اللَّهُ جَلًّا وَعَلَا مِنْ نَهْرِ الْغُوطَةِ قِيلَ وَمَاتَ هُوَ الْغُوطَةُ؟ قَالَ نَهْرٌ يَجْرِي مِنْ فُرُوجِ الْمُؤْمِسَاتِ يُؤْذِي أَهْلَ النَّارِ رِيحُ فُرُوجِهِمْ

(مسند رک حاکم جلد ۱، کتاب الاشریہ حدیث ۴۲۳۲)
مسند امام احمد بن حنبل ۳/۳۹۹ حدیث ۱۹۴۹۸

الترغیب والترہیب ۳/۱۷۶

ہوگی کہ خود اہل جہنم ان کی شرمگاہوں کی غلاظتوں کی بدبو کی ایذا سے تکلیفیں اٹھائیں گے۔

چار قسم کے لوگ جنت کی نعمتوں سے محروم

حدیث پاک میں آیا ہے کہ چار قسم کے لوگوں

کو نہ جنت نصیب ہوگی اور نہ ہی جنت کی نعمتوں کا ذائقہ نصیب ہوگا۔
 ۱۔ مُدَّ مِنْ الْخَمْرِ: شراب کا عادی۔ شرابی کا نام سرفہرست آیا ہے۔
 ۲۔ اَكَلَ الرِّبَا: سود خوار۔ سودی کاروبار کرنے والا جنت کی نعمتوں سے محروم ہوگا۔

۳۔ اَكَلَ مَالِ الْيَتِيمِ: یتیم کا مال کھانے والا۔ حالانکہ یتیم کی دیکھ بھال میں خود اپنا مال خرچ کرنا انسانی فریضہ ہے۔ اسلئے ایسوں کو جنت کی نعمت نصیب نہیں ہوگی۔

۴۔ اَلْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ: ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔
 اوپر جتنی حدیثیں نقل کی گئی ہیں ان میں دو قسم کے لوگوں پر شدت کا عذاب ہونے کا زیادہ تذکرہ ہے ۱۔ شرابی ۲۔ ماں باپ کا نافرمان۔ اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ بات لازم کر لی ہے کہ چار قسم کے لوگوں کو جنت میں داخل نہیں کریگا۔ اور نہ ہی ان کو جنت کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کے چکھنے کا موقع نصیب کریگا ۱۔ شراب کا عادی۔ ۲۔ سود خوار ۳۔ یتیم کا مال ناحق کھانے والے ۴۔ ماں باپ کا نافرمان۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ حَقَّ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يَدْخُلَهُمُ الْجَنَّةَ وَلَا يَذِيقَهُمْ نَعِيمَهَا، مُدَّ مِنْ الْخَمْرِ وَالرِّبَا وَآكَلَ مَالِ الْيَتِيمِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَالْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ۔ (متدرک حاکم کتاب البیوع جلد ۲)
 حدیث ۲۲۲، الترغیب والترہیب ص ۱۷۴

صحابہ میں شراب کی نفرت اور حکم کی تعمیل | زمانہ جاہلیت میں شراب

پینے کا دور دورہ اس

زور کا تھا کہ کوئی گھرا لیا بچا ہوا نہیں تھا جس میں شراب بنانے اور شراب پینے کا نظم نہ ہو۔ بچے بوڑھے اور عورتیں تک شراب پیا کرتی تھیں۔ ہمارے زمانہ میں لہجہ، پیپسی، سیون اوپ کوکا کولا وغیرہ مشروبات پینے کا خوب دور دورہ ہے۔ لیکن اس سے کہیں زیادہ زمانہ جاہلیت میں شراب پینے کا دور دورہ رہا ہے۔ شراب کو ناجائز یا حرام کہا جائے یہ ان کے لئے انوکھی اور ناقابل قبول بات تھی، لیکن ان صحابہ رسول پر قربان جائے کہ جب شراب کی حرمت نازل ہو گئی تو آٹا فانا مدینہ کی گلیوں میں شراب کی نالیاں بہنے لگیں، اور شراب کے برتن توڑ دیئے گئے۔ گلی کوچوں میں لاکر جس حالت میں ہے اسی حالت میں بہا دیا۔ حالانکہ شراب ان کے سرمایہ اور آمدنی کا بہترین ذریعہ تھی۔ لیکن کسی نے یہ نہیں سوچا کہ ہمارے مال کا خطرہ نقصان ہے جو کچھ موجود ہے اسکو پھینکنے کے بجائے استعمال کی اجازت طلب کی جائے تاکہ مالی نقصان سے بچ جائیں۔ مگر ایسی بات کسی کے دل و دماغ اور ذہن میں بھی نہیں آئی۔ اللہ و رسول کا حکم ہے تو فوراً تعمیل کا سلسلہ شروع ہوا۔ بخاری شریف میں ایک روایت دس مقامات پر موجود ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے سوتیلے باپ میرا والد ام سلیم کے شوہر حضرت ابو طلحہ انصاریؓ کے یہاں اکابر صحابہ کا ایک مجمع تشریف فرما تھا، میں ان کو شراب پلا رہا تھا جن میں حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ وغیرہ بڑے بڑے اکابر صحابہ بھی موجود تھے، اسی اثنا میں اچانک اطلاع آئی کہ شراب کی حرمت نازل ہو گئی ہے، تو حضرت ابو طلحہ انصاریؓ نے فوراً مجھے حکم فرمایا کہ جس حالت میں ہے اسی حالت میں شراب کے مشکوں کو انڈیل کر

بہا دیا جائے، اور جن لوگوں کے ہاتھوں میں شراب کا گلاس تھا انہوں نے اسی حالت میں پھینک دیا، اور جن لوگوں کے منہ میں شراب کا گھونٹ تھا ابھی پیا نہیں تھا، انہوں نے اسی حالت میں پھینک دیا۔ حلق سے اترنے نہیں دیا۔ مدینہ کی گلی کوچوں میں شراب کی نالیاں اس قدر بھر رہی تھیں کہ مونسلا دھار بارش کے موقع پر جس طرح نالیاں بہتی ہیں۔ یہ بخاری شریف کی مختصر حدیث کا خلاصہ ہے۔

(بخاری شریف ۳۳۳۳ حدیث ۲۴۲۷ بخاری شریف ۸۳۶/۲)

تعمیل حکم کا حیرت انگیز واقعہ | حضرت نافع بن کیسان فرماتے ہیں کہ ان کے والد حضرت کیسان بن عبد اللہ

ابن طارق رضی اللہ عنہ شراب کے تاجر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ملک شام سے قیمتی شراب لاکر مدینہ کے بازاروں میں فروخت کیا کرتے تھے۔ یہ ان کی تجارت اور کاروبار کا سب سے بڑا قیمتی سرمایہ تھا۔ وہ ایک خطیر رقم لیکر شراب خریدنے کے لئے ملک شام پہنچے۔ وہاں سے قیمتی شراب کا ایک ذخیرہ خرید کر مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ اس زمانہ میں ملک شام سے مدینہ تک سفر میں ایک مہینہ لگ جاتا تھا۔ اتنا لمبا سفر کر کے اپنا سارا سرمایہ لگا کر شراب کا ذخیرہ لیکر حیب مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ شراب کی حرمت نازل ہو گئی ہے، تو حضرت کیسان حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پہنچ کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ میں عمدہ ترین شراب لایا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے کیسان تمہارے جانے کے بعد شراب کو حرام کر دیا گیا ہے۔ حضرت کیسان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا تو سارا سرمایہ اس میں لگ گیا ہے۔ کیا میں اسکو فروخت کر کے قیمت حاصل کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے شراب کو بھی حرام کر دیا ہے اور شراب کی قیمت کو بھی حرام کر دیا ہے۔ تو حضرت کیسان

رضی اللہ عنہ نے شراب کے مشکوں کو پکڑ پکڑ کر مدینہ کی گلیوں میں اٹھیل کر بہا دیا۔ اور اتنے سرمایہ کا جو نقصان ہوا اللہ اور رسول کے حکم کی تعمیل میں اس کا کوئی غم و افسوس نہیں ہوا۔ آقا کی خوشی میں اپنی خوشی، آقا کے غم میں اپنا غم ہے۔ ہم تمام مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم اپنے آقا سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن آقا کے حکم کی تعمیل میں اپنے آپ کو کس درجہ میں پاتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت نافع بن کیسان فرماتے ہیں کہ انکے والد حضرت کیسان نے ان کو یہ بتلایا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شراب کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اور وہ ملکِ شام سے اس حالت میں تشریف لائے کہ ان کے ساتھ بڑے بڑے مشکوں میں لائی ہوئی شراب تھی جن کو وہ تجارتی طور پر فروخت کرنے کا ارادہ رکھتے تھے تو وہ حضور کے پاس آکر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک میں آپ کے پاس عمدہ ترین شراب لیکر آیا ہوں، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک تمہارے بعد شراب حرام کر دی گئی، تو حضرت کیسان نے عرض کیا کہ کیا میں اسے فروخت کر دوں؟ تو رسول اکرم

عَنْ نَافِعِ بْنِ كَيْسَانَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَتَّجِرُ بِالْخَمْرِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُهُ أَقْبَلَ مِنَ الشَّامِ وَمَعَهُ خَمْرٌ فِي الزَّفَاقِ يُرِيدُ بِهَا التَّجَارَةَ فَاتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي جِئْتُكَ بِشَرَابٍ جَيِّدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا كَيْسَانُ إِنَّهَا قَدْ حُرِّمَتْ بَعْدَكَ قَالَ أَفَأَبِيعُهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا قَدْ حُرِّمَتْ وَحُرِّمَتْ ثَمْنُهَا فَانْطَلِقْ كَيْسَانُ إِلَى الزَّفَاقِ فَاخْذِ بِأَرْجُلِهَا ثُمَّ

أَهْرَقَهَا —

(مسند امام احمد بن حنبل ۴/۳۳۵)

(حدیث ۱۹۱۶۸)

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک شراب کو بھی حرام کر دیا گیا اور شراب کے پیسے اور قیمت کو بھی حرام کر دیا گیا۔ تو حضرت کيسان شراب کے مشکوں کے پاس پہنچ گئے پھر اسکے کندھوں کو پکڑ پکڑ کر کھینچا پھر سب کو انڈیل کر بہا دیا۔

توبہ کی قبولیت

بخاری شریف میں ایک روایت متعدد مقامات پر مروی ہے۔ آقائے نامدار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اپنے لئے ایک قانون اور ضابطہ تیار کیا، اور اس کو لکھ کر اپنے پاس عرش پر محفوظ کر لیا ہے، وہ قانون یہ تھا کہ — اللہ کی رحمت ہمیشہ اللہ کے غضب اور غصہ پر غالب رہا کرے گی۔ لہذا جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اللہ کی طرف سے غیض و غضب کا خطرہ ہوتا ہے۔ لیکن جب گناہ کرنے کے بعد نادام ہو کر اس گناہ سے توبہ کرنے پر آجاتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کے غیض و غضب پر غالب آجاتی ہے۔ پھر اللہ اپنے بندے کو معاف فرما کر اپنے مقبول اور محبوب ترین بندوں میں شامل فرما لیتا ہے۔ لہذا اگر کسی مسلمان بھائی نے شراب پینے کا ارتکاب کیا ہے چاہے ایک زمانہ تک اس خطرناک برائی میں زندگی کا بڑا حصہ گزار دیا ہے، لیکن اب نادام ہو کر اللہ سے توبہ کر لیتا ہے، اور آئندہ شراب نہ پینے کا عہد کر لیتا ہے تو اللہ پاک اس کی توبہ قبول کر لے گا، اور پھر اسے اعمالِ صالحہ کی توفیق بھی عطا فرمائے گا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ | حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ
أَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ إِنَّ رَحْمَتِي
سَبَقَتْ غَضَبِي فَهُوَ مَكْتُوبٌ
عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ -

(بخاری شریف ۱۲۴/۲ حدیث ۷۲۵۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے
ہوئے سنا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ایک
ضابطہ اور قانونِ نچے مخلوق کو پیدا کرنے سے
پہلے تیار کر دیا ہے کہ بیشک میری رحمت
میرے غضب پر سبقت کر کے غالب رہا کرے گی
پھر اللہ تعالیٰ نے تیار شدہ قانونِ نچے کو اپنے
پاس عرش پر محفوظ کر رکھا ہے۔

ایک دوسری حدیث شریف میں اور وضاحت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا ارشاد منقول ہے، فرمایا کہ جو شخص طرح طرح کے گناہوں کا ارتکاب کر لیتا
ہے پھر اس کے بعد اپنے گناہوں سے شرمندہ ہو کر اللہ کے حضور میں عاجزی اور
انکساری کے ساتھ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ یا اس کی توبہ قبول فرما کر اُسے ایسے مقام
پر پہنچا دیتا ہے گویا کہ اس نے کبھی گناہ ہی نہ کیا ہو۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے
گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ کے یہاں وہ
ان لوگوں کے درجہ میں پہنچ جاتا ہے جنہوں نے کبھی گناہ
ہی نہ کیا ہو۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ بنی آدم میں سے ہر ایک گناہوں اور خطاؤں
کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور گناہ کرنے والوں میں
سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءُونَ وَخَيْرُ
الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ - (ابن ماجہ ۳۱۲)

(ترمذی شریف ۷۶/۲)

اے اللہ تم تمام مسلمانوں کو اپنے غضب سے حفاظت فرما کر اپنی مرضیات پر چلنا آسان فرما۔
یا رب صل وسلم دائماً ابداً : علی حبیبک خیر الخلق کلہم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ابلیس کے مکر و فریب سے کیسے بچیں؟

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا : عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ لَا تَسْجُدَ اِذْ
اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ
خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ
مِنْ طِينٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا
فَمَا يَكُونُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا
فَاَخْرِجْ اِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِيْنَ ۝
قَالَ اَنْظِرْنِي اِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۝
قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝
قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ
لَهُمْ صَرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝
ثُمَّ لَا يَتَّبِعُهُمُ بَیْنَ
اَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ
اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا
يَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ ۝

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابلیس تجھ کو سجدہ کرنے
سے کس نے منع کیا جبکہ میں نے خود تجھے حکم دیا،
ابلیس نے کہا میں اس (آدم) سے بہتر ہوں۔
تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اسکو مٹی سے
پیدا کیا تو اللہ نے کہا تو یہاں سے نیچے اتر جا
تجھ کو کوئی حق نہیں کہ تو یہاں تکبر کرے بس
تو نکل جا بیشک فیلولوں میں تیرا شمار ہے۔
تو وہ کہنے لگا مجھ کو قیامت کے دن تک مہلت
دیجئے جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے
جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ کو مہلت
دی گئی تو وہ کہنے لگا جیسے آپ نے مجھے گمراہ
کیا ہے تو میں بھی یقیناً ان کی رہزنی کی تاک
میں تیری سیدھی راہ پر بیٹھ جاؤنگا۔ پھر میں
یقیناً ہر طرف سے ان پر حملہ کرتا رہوں گا انکے

(سورۃ اعراف آیت ۱۲ تا ۱۷)

آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی
دائیں جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب
سے بھی آپ انہیں سے اکثروں کو شکر گزار
نہیں پائیں گے۔

کائنات میں اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ چیز اس کی معبودیت اور مخلوق
کی عبادت اور اطاعت ہے اور سب سے ناپسندیدہ اور ناگوار چیز عبادت میں اسکا
ہمسرا اور اسکا شریک ہونا اور مخلوق کی طرف سے اس کی نافرمانی اور سرکشی ہے۔ اور
اللہ کی مخلوق میں سب سے پہلا نافرمان ابلیس لعین ہے۔ اسی سے حکم خدا کی نافرمانی
کی ابتداء ہوئی اور اسکی نافرمانی کا سبب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم خدا کے مطابق
سجدہ کا مسئلہ بنا تھا۔ اسلئے مخلوق میں سب سے بڑی دشمنی شیطان کو بنی آدم سے ہے۔
اسی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ یوسف آیت ۷۷ میں اِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْاِنْسَانِ
عَدُوٌّ مُّبِينٌ الایہ سے ارشاد فرمایا ہے کہ بیشک شیطان انسان کا کھلا ہوا
دشمن ہے۔ اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا اور ابلیس کو آگ سے پیدا فرمایا ہے
اور مٹی میں عاجزی اور اطاعت کی صفت اور آگ میں غرور اور سرکشی کی صفت
ہے۔ اسلئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں اور ابلیس کو تودہ خاک آدم کو سجدہ کا
حکم فرمایا۔ فرشتوں نے حکم خدا کی تعمیل میں ذرا سی بھی تاخیر نہیں کی لیکن ابلیس نے
سجدہ سے صاف انکار کر دیا اور اوپر سے منطقی دلائل پیش کرنا شروع کر دیا کہ
آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور مٹی کی خاصیت نیچے رہنا ہے اور مجھ کو آگ سے
پیدا کیا گیا ہے اور آگ کی خاصیت اوپر رہنے کی ہوتی ہے۔ اسلئے میں اس کے
سامنے کیسے سر جھکا سکتا ہوں یہی نافرمانی اور یہی سرکشی اور یہی منطقی دلائل
اس کے رائدہ درگاہ بننے کا سبب بنا۔ اسلئے اسکو سب سے بڑی دشمنی اولاد آدم سے ہے۔

اسلئے ساتھ ہی اس نے اللہ سے مہلت مانگی کہ قیامت تک اسے موقع دیا جائے کہ بنی آدم کو گمراہ کرنے کیلئے ہر طرف سے کوشش کرے دھوکہ اور فریب میں ڈال سکے۔ انسان کے آگے سے بھی حملہ کر سکتا ہے اور پیچھے سے بھی حملہ کر سکتا ہے۔ دائیں اور بائیں سے بھی حملہ کر سکتا ہے اور اس کی آخری کوشش یہی ہے کہ انسانوں کو اپنے جیسا سرکش اور نافرمانی کا شکار بنا دے۔ اسلئے انسان کو ہر وقت شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کے اسباب فراہم کرنے چاہئیں۔ کسی بھی وقت غفلت میں نہیں رہنا چاہیے۔ شیطان کے مکر و فریب کے متعلق علماء نے چھوٹی بڑی سیکڑوں کتابیں لکھ ڈالی ہیں ہر ایک سے کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہے ہم یہاں پر مختصر طور پر حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیثوں کی روشنی میں چند باتیں عرض کر دیتے ہیں شاید کسی بندہ خدا کو فائدہ پہنچ جائے۔

انسان کے رگ و ریشہ میں دوڑنے کا اختیار

رائدہ درگاہ ہونیکے بعد شیطان نے اللہ سے انسان کے بار میں اختیار مانگا تو اللہ نے شیطان کو یہ اختیار دیا کہ انسان کے رگ و ریشہ میں خون کی طرح دوڑ سکے۔ اسلئے ہر کام میں انسان کو سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے۔ اور ہر کام کے انتخاب کی اچھائی اور بُرائی پر غور و فکر لازم ہے۔ ورنہ بہت آسانی سے شیطان کے فریب میں پھنس جائیگا۔ حدیث شریف کا یہ مضمون ایک لمبی حدیث شریف کا مختصر حصہ ہے۔ اسلئے پوری حدیث شریف نقل نہ کر کے صرف یہی مختصر حصہ نقل کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک شیطان انسان میں

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ

فَجَرَى الدَّمَّ (بخاری شریف ۱/۲۴۳، ۲۴۴) | خون کے چلنے کی جگہ چلتا ہے۔
زمین پر اترنے کے بعد ابلیس نے اللہ سے ۹ چیزیں کیا کیا مانگیں؟

امام طبرانی علیہ الرحمہ نے المعجم الکبیر میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ جب شیطان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے غیض و غضب سے راندہ درگاہ بنا کر آسمان سے زمین پر اتار دیا تو اس نے اللہ سے نو چیزیں مانگی۔ ان نو چیزوں سے متعلق جو حدیث شریف ہے وہ اگرچہ بہت اونچے درجہ کی نہیں ہے کچھ نیچے درجہ کی ہے جسکو تذکیر بایام اللہ اور تذکیر بالاراللہ اور ترغیب و ترہیب سے متعلق بیان کرنے کی گنجائش ہے۔

۱۔ يَا رَبِّ أَنْزِلْنِي إِلَى الْأَرْضِ وَجَعَلْتَنِي رَجِيمًا فَاجْعَلْ لِي بَيْتًا قَالَ الْحَمَامُ۔ ابلیس نے کہا اے میرے رب تو نے مجھے آسمان سے زمین پر اتار دیا ہے اور مجھے مردود اور راندہ درگاہ بنا دیا ہے لہذا میں تجھ سے ایک گھر کا سوال کرتا ہوں جس میں رہ سکوں تو اللہ نے فرمایا کہ حمام اور غسل خانہ تیرا گھر ہوگا۔ نیز یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ بسطرح حمام شیطان کا گھر ہے اسی طرح بیت الخلاء بھی شیطان کا گھر ہے۔ اسی وجہ سے صحیح حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔ کہ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت شیطان سے حفاظت کی دعا پڑھی جائے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَخُوذُ بِكَ مِنَ الْحَبِثِ وَالْخَبَائِثِ۔ (ترمذی شریف ۷/۱) | اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں سرکش شیطان اور خبیث جنات سے۔

۲۔ قَالَ فَاجْعَلْ لِي مَجْلِسًا قَالَ الْأَسْوَاقُ وَمَجَامِعُ الطُّرُقِ۔ ابلیس نے کہا کہ اے میرے رب میرے لئے ایک نشست گاہ اور بیٹھنے کی جگہ مقرر فرما دیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے بیٹھنے کی جگہ بازار اور راستوں کے چوراہے ہیں۔

اسلئے انسانوں کو ضرورت کے بغیر بازاروں اور چوراہوں میں گھومنے پھرنے سے احتیاط رکھنا چاہئے۔ اگر بے ضرورت بازاروں اور چوراہوں میں گھوما جائے گا، تو شیطان کے مکر و فریب میں آسانی سے مبتلا ہو سکتے ہیں۔

۱۴ قَالَ اجْعَلْ طَعَامًا قَالَ مَا لَا يُذْكَرُ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ۔ ابلیس نے اللہ سے کہا کہ اے میرے رب میرے لئے کچھ کھانا مقرر فرما دیں تو اللہ کی طرف سے جواب آیا وہ کھانا تیرا کھانا ہو گا جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو۔ اسلئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ کھانے کے شروع میں ضرور بسم اللہ پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ بغیر بسم اللہ کے کھانا شروع کرنے میں شیطان بھی کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔

۱۵ قَالَ اجْعَلْ لِي شَرَابًا قَالَ كُذِّبَ مُسَكَّرٌ۔ ابلیس نے کہا کہ اے میرے رب میرے لئے کچھ پینے کی چیز مقرر فرما دیں تو اللہ کی طرف سے جواب آیا کہ ہر نشہ آور چیز تیرے پینے کی چیز ہے۔ دیکھئے شرابی اور نشہ میں مست رہنے والوں کا حال کیا ہوتا ہے۔ وہ ایسی حرکتیں کرنے لگتے ہیں جو انسان نہیں کر سکتا۔ اسلئے کہ نشہ میں ہو جانے کے بعد شیطان کی پوری گرفت میں انسان آجاتا ہے۔ اور پھر شیطان اس کے دل و دماغ پر گشت کر کے اس سے ہر وہ کام کراتا ہے جسکو انسانی فطرت ہرگز قبول نہیں کر سکتی۔ شراب اور نشہ سے متعلق تفصیلی گفتگو شراب کی لعنت والے مضمون میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۶ قَالَ اجْعَلْ لِي مَوْذِنًا قَالَ الْمَزَامِيرُ۔ ابلیس نے سوال کیا اے میرے رب میرے لئے ایک اعلان اور آواز کی چیز مقرر فرما دیں تو اللہ کی طرف سے جواب آیا تیرے آواز اور اعلان کی چیز میوزک اور ہارمونیم ہے۔ دیکھئے میوزک اور ہارمونیم کی آواز کیسی ہوتی ہے کہ وہ ہر انسان جو دین سے دور ہوتا ہے وہ

میوزک، بینڈ باجا اور ہارمونیم کی آواز سے کس قدر مست ہوتا ہے۔ اسلئے کہ یہ شیطان کی آواز ہوتی ہے۔ اور جن لوگوں کو شیطان نے اپنے گھراؤ میں لے لیا ہے وہ میوزک اور ہارمونیم کی آواز سے پاگلوں کی طرح مست ہو کر انسانی فطرت کو بھول کر بے حیائی کے ناپچ نہایتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔

۱۰ قَالَ اجْعَلْ لِي قُرْآنًا قَالِ الشَّعْرُ۔ ابلیس نے اللہ سے سوال کیا کہ اے میرے رب میرے لئے ایک پڑھنے کی چیز مقرر فرما دیں تو اللہ کی طرف سے جواب آیا کہ تیرے پڑھنے کی چیز شعر و شاعری ہے۔ اشعار دو طرح کے ہوتے ہیں ۱۔ وہ اشعار جن میں دینی اور اصلاحی مضامین ہوتے ہیں ان کیساتھ شیطان کا تعلق نہیں۔ ۲۔ وہ اشعار جنہیں دنیاوی مضامین کسی کے خلاف ہجو اور کسی کی تعریف میں مبالغہ کر کے آسمانوں میں پہنچا دے۔ یا عورت و مرد کے درمیان عشق و محبت پیدا کرنے والے مضامین کے اشعار ہوں ایسے تمام اشعار شیطان کے کلام میں شامل ہیں۔ اسلئے اس طرح کے اشعار کا پڑھنا گمراہی کا سبب ہے اور اسی قسم کے اشعار کے شوق رکھنے والے شعراء کے بارے میں قرآن کریم میں سورہ شعراء آیت ۲۲ میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْفَأْوَنُّ شعراء وہی ہوتے ہیں جن کی اتباع گمراہ اور بے راہ رو لوگ کرتے ہیں۔ تو اس حدیث پاک میں جس قسم کے شعر کو شیطان کا کلام قرار دیا گیا ہے اس سے یہی دوسری قسم کے اشعار مراد ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ بڑے بڑے شاعروں میں کیا کیا تماشہ ہوتا ہے۔ اور شعر و شاعری کے مقابلہ کرنے میں مردوں کیساتھ عورتیں بھی ہوتی ہیں، اسکا کیا مقصد ہے کہ مردوں کی بھیڑ میں عورت شاعرہ اپنا کلام سناتی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ پورے مجمع کے اندر ایک غیر فطری انداز سے حرکت پیدا ہوتی ہے اسلئے کہ وہ شیطان کا کلام ہوتا ہے اور ہر سننے والے کو شیطان اُگھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

۷ قَالَ اجْعَلْ لِي كِتَابًا قَالَ الْوَسْمُ۔ ابلیس نے حق تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے میرے رب میرے لئے ایک لکھنے کی چیز مقرر کر دیں تو اللہ کی طرف سے جواب آیا کہ تیرے لکھنے کی چیز گودنا ہے۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ ہمارے ہندوستانی غیر مسلم ہاتھوں میں گدوائے ہیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ حج کے موقع پر ترکستان کی طرف سے آنیوالے ہزاروں مردوں اور عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے چہرے پر اور اپنی تھوڑی پر گدوا رکھا ہے۔ یہ بڑی محرومی کی بات ہے کہ مسلمان اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو شیطان کے پھندے میں پھانس دے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کا جو ڈھانچہ بنایا ہے وہ ہر مخلوق سے حسن و جمال اور خوبصورتی میں بلند اور بالا ہے پھر انسان اس خوبصورت ڈھانچے پر گدوا کر ابلیس کی آواز پر لبیک کہتا ہے اور انسان حسن سے اپنے آپ کو محروم کر دیتا ہے۔

۸ قَالَ اجْعَلْ لِي حَدِيثًا قَالَ الْكَذِبُ۔ ابلیس نے اللہ سے سوال کیا کہ اے میرے رب میرے لئے خاص قسم کی بات چیت اور گفتگو مقرر کر دیں تو اللہ کی طرف سے جواب آیا کہ جھوٹ ہی تیری خاص قسم کی بات چیت اور گفتگو رہے گی۔ دیکھنے میں آتا ہے کہ انسان کسی غلطی پر جھوٹ بول دیتا ہے یا کسی منفعت کو دیکھ کر جھوٹ بولتا ہے اور آہستہ آہستہ جھوٹ کا عادی بن جاتا ہے۔ پھر انسانوں کی نگاہوں سے گر جاتا ہے۔ اور جب آدمی جھوٹ بول کر اپنے بچاؤ کی کوشش کرتا ہے تو ایک جھوٹ کیلئے ستر جھوٹ میں مبتلا رہو جاتا ہے پھر آخر کار جھوٹ کی دیوار کہیں نہ کہیں گر جاتی ہے تو شیطان کو جھوٹ کے ذریعہ سے انسان کو گمراہ کرنے کا بہترین موقع فراہم ہوتا ہے۔

۹ قَالَ اجْعَلْ لِي مَصَائِدَ قَالَ النِّسَاءُ۔ ابلیس نے اللہ سے سوال کیا کہ اے میرے رب میرے لئے کوئی شکار کا ذریعہ مقرر کر دیں تو اللہ کی طرف سے جواب آیا

کہ تیرے شکار کا ذریعہ اور نشانہ عورتیں ہیں۔ اسی وجہ سے جب کبھی کوئی کسی اجنبی عورت سے تنہائی اختیار کرتا ہے تو لازمی طور پر شیطان کی مداخلت ہو جاتی ہے اور پھر شیطان عورت و مرد دونوں کو فریب کے گھراؤ میں لیکر گناہ عظیم میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اسکا تجربہ ہر انسان مرد و عورت کو ہے۔ جب تنہائی میں اجنبی مرد و عورت کے درمیان ملاقات ہوتی ہے تو زندگی بھر کا تقویٰ اور طہارت بالائے طاق ہو جاتا ہے۔ اللہ پاک شیطان کے ان تمام مکر و فریب سے ہم تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

اب پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ قَالَ إِنَّ إِبْلِيسَ لَمَّا
أُنْزِلَ إِلَى الْأَرْضِ قَالَ يَا رَبِّ
أَنْزَلْتَنِي إِلَى الْأَرْضِ وَ
جَعَلْتَنِي رَجِيمًا فَأَجْعَلْ لِي
بَيْتًا قَالَ الْحَمَامُ قَالَ
فَأَجْعَلْ لِي مَجْلِسًا قَالَ
الْأَسْوَاقُ وَجَعَلَ مَعَ الطُّرُقِ
وَقَالَ اجْعَلْ لِي طَعَامًا
قَالَ مَا لَا يَذْكُرُ اسْمُ اللَّهِ
عَلَيْهِ قَالَ اجْعَلْ لِي
شَرَابًا قَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ
قَالَ اجْعَلْ لِي مَوْذَنًا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپ نے
فرمایا کہ بیشک ابلیس کو جب زمین پر اتا دیا گیا
تو اس نے سوال کیا کہ اے میرے رب تو نے مجھے
زمین پر اتار دیا ہے۔ اور تو نے مجھے مردود بنا دیا
ہے۔ لہذا میرے لئے ایک گھر مقرر کر دے تو اللہ
نے فرمایا کہ حمام اور غسل خانہ تیرا گھر ہے۔ ابلیس
نے کہا میرے لئے ایک نشست گاہ مقرر کر دے تو
اللہ نے فرمایا بازار اور راستوں کے چوراہے تیرے
بیٹھنے کی جگہیں ہیں۔ ابلیس نے کہا میرے لئے
مخصوص کھانا مقرر کر دیں تو اللہ نے فرمایا وہ تیرا
کھانا ہے جس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو۔ ابلیس
نے کہا کہ میرے لئے پینے کی چیز مقرر کر دیں۔ تو
اللہ نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز تیرے پینے کی چیز ہے۔

خیال رکھو کہ کونسی سورت پڑھی جا رہی ہے کیا الفاظ پڑھے جا رہے ہیں۔ اسی پر دھیان جمائے تو انشاء اللہ شیطان کے مکر و فریب اور غفلت میں مبتلا نہ کرنے سے حفاظت ہو جائے گی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ فَإِذَا قُضِيَ الْقَبْلُ فَإِذَا انْشَبَّ بِهَا أَدْبَرَ فَإِذَا قُضِيَ الْقَبْلُ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْإِنْسَانِ وَ قَلْبِهِ فَيَقُولُ أَذْكَرُ كَذَا وَكَذَا حَتَّى لَا يَدْرِي أَثَلَثًا صَلَّى أَمْ أَرْبَعًا (بخاری شریف ۴۶۴/۱ حدیث ۲۱۴۹)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کیلئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پشت پھیر کر بھاگتا ہے اس حال میں کہ اس سے آواز کیسا تھرتھکا رہا ہو جاتی ہے پھر جب اذان مکمل ہوتی ہے تو واپس لوٹ آتا ہے پھر جب اذان کے الفاظ سے بکیر کہی جاتی ہے تو دوبارہ اسی طرح پشت پھیر کر بھاگتا ہے۔ پھر جب بکیر مکمل ہو جاتی ہے تو واپس لوٹ آتا ہے یہاں تک کہ آدمی اور اسکے دل کے درمیان تشویش اور خطرات پیدا کرتا ہے۔ اس کی طرف دھیان کر۔ اسکی طرف خیال کر۔ ایسا کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ نمازی کو یہ بھی یاد نہیں رہتا ہے کہ تین رکعت پڑھی ہیں یا چار رکعت پڑھی ہیں۔

انسان کی گدی میں گرہ کیسے لگاتا ہے؟

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب انسان سونے لگتا ہے تو شیطان انسان کے پیچھے کی جانب سے گدی پر تین گرہ لگاتا ہے اسکے بعد اسکے بدن کے جوڑوں میں اسکو بندش معلوم ہوتی ہے اور پورے بدن میں کسل اور سستی محسوس ہوتی ہے۔

اور شیطان جہاں پر گرہ لگاتا ہے وہاں پر ہر گرہ پر تھپکی لگاتے ہوئے یہ کہتا رہتا ہے ابھی تو کافی لمبی رات ہے سوتے رہیے ابھی سوتے رہیے کوئی فکر نہیں ہے۔ ابھی تو رات کافی لمبی ہے۔ لیکن وہ مسلمان جو رات کو اس فکر میں سوتا ہے کہ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ضرور پڑھنی ہے۔ اور فجر کی اذان پڑاٹھنا ہے۔ اور پھر شیطان کے گرہ لگانے کے باوجود سویرے اٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا ہے یعنی سونے سے بیدار ہوتے وقت جو دُعا پڑھی جاتی ہے وہی دُعا پڑھتا ہے اور استغفار کرتا ہے تو تین گزہوں میں سے ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر جب وضو کرنے لگتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر جب نماز پڑھتا ہے چاہے تہجد کی نماز پڑھتا ہو یا فجر کی سنت تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر نشاط اور چستی کی حالت میں صبح کر سکتا ہے۔ اور نشاط کی حالت میں بڑے آرام اور راحت کیساتھ صبح کو چلتا پھرتا ہے اور جو شخص بے فکری سے لیٹ جاتا ہے۔ اگرچہ نماز کا پابند کیوں نہ ہو اس کی گدی پر تین گرہ لگ جانیکی بعد جب بدن کے جوڑوں میں بندش محسوس ہوتی ہے تو اپنے آپ کو بیمار جیسا سمجھ کر پڑا رہتا ہے اور شیطان تھپکی لگا کر اس سے کہتا ہے ابھی لمبی رات ہے سونے کا وقت کافی ہے سوتے رہیے اس حالت میں فجر کی نماز جماعت سے چھوٹ جائے پھر کبھی سوتا رہے تو شیطان کی لگائی ہوئی گرہ اور مضبوط ہو جاتی ہے۔ بالآخر فجر کی نماز کا وقت بھی نکل جائے اور سورج بھی طلوع ہو جائے تو شیطان اپنے کام میں کامیاب ہو کر بڑا خوش ہو جاتا ہے کہ فجر کی نماز چھوڑا دی۔ اب جو تین گرہ لگائی گئی تھیں تینوں میں سے ایک بھی نہیں کھلی۔ اسکے بعد جو اٹھتا ہے تو کسل اور مستی کا یہ عالم ہوتا ہے گویا کہ بیمار ہے۔ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ شیطان نے جو گرہ لگائی تھی وہ کھل نہیں پائی۔ انسان کو اسکا پورا پورا تجربہ ہے کہ ایک شخص نماز کی ہے اور وہ سنت طریقے سے سویرے اٹھ جاتا ہے۔ بیدار ہوتے

وقت دُعا پڑھتا ہے پھر وضو کرتا ہے پھر تہجد یا جماعت سے پہلے فجر کی سنت پڑھتا ہے تو تینوں گِرہ کھل جانے کی وجہ سے نشاط کی حالت میں صبح کرتا ہے پھر وہی شخص اگر کسی دن سویرے نہیں اٹھتا ہے اور غفلت کی حالت میں پڑا رہتا ہے یہاں تک کہ فجر کی جماعت چھوٹ جائے یا سورج نکل کر فجر کی نماز قضا ہو جائے اسکے بعد اٹھتا ہے تو اُسے ایسا محسوس ہوگا گویا کہ اسکے بدن میں عجیب و غریب بندش ہے اور کسل اور سُستی کا عالم ایسا ہے جیسا کہ بیمار ہے اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ سنت طریقہ سے سویرے نہیں اٹھتا ہے پھر گھنٹوں تک طبیعت نہیں کھلتی ہے اسکا تجربہ ہر انسان کو ہے یہ صرف اسوجہ سے ہے کہ شیطان کے گھراؤ میں آنے میں خود ہی شیطان کی مدد کی ہے۔ اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان تم میں سے کسی کے سر کی طرف سے گدی پر تین گِرہ لگاتا ہے جب وہ سوتا ہے پھر گِرہ پر پھلکی مارتا ہوا کہتا ہے کہ ابھی رات لمبی ہے سوتے رہیے۔ پھر اگر سویرے بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گِرہ کھل جاتی ہے پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری کھل جاتی ہے پھر جب نماز شروع کرتا ہے تو تیسری گِرہ کھل جاتی ہے پھر وہ اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ طبیعت میں نشاط اور صحت کے ساتھ خوشی ہوتی ہے ورنہ اس حالت میں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى
قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ
نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ
عِنْدَ كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْدٌ
طَوِيلٌ فَأَرْقُدُ فَإِنْ
اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللَّهَ انْحَلَّتْ
عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ
عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ
عُقْدَةٌ فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبًا

صبح کریگا کہ کسل اور سستی کی حالت میں جی تملاتے ہوئے طبیعت بھاری ہو جائے گی۔

النَّفْسُ وَالْأَصْبَحَ خَبِيثَاتٌ لِّنَفْسٍ
كَسَلَانَ۔ (بخاری شریف ۱/۱۵۳،
حدیث ۱۱۳۱، ۴۶۳/۱ حدیث ۳۱۶۴)

السان کے کان میں کیسے پیشاب کرتا ہے؟

ایک حدیث شریف میں اس بات کی وضاحت ہے کہ جو شخص صبح کو اس طرح سوتا پڑا رہے کہ فجر کی جماعت ترک ہو جائے تو شیطان اسکے کان میں جا کر کے پیشاب کر دیتا ہے۔ پھر کیا حال ہوتا ہے، ہر انسان جانتا ہے کہ فجر کی جماعت ترک کرنے والوں کا دل خوش نہیں رہتا۔ صبح کو انہیں کبھی نشاط نصیب نہیں ہوتا جو لوگ صبح کو دیر میں اٹھنے والے ہوتے ہیں ان کو جو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں انہیں سے اکثر و بیشتر میں شیطان کے اثرات کا دخل ہوتا ہے کوئی پسینہ والا آدمی شبہ اور تشویش میں مبتلا ہو کر کبھی اپنا چیک اپ بھی کرا لیتا ہے حالانکہ یہاں چیک اپ کا کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ شیطان کے اثرات کی وجہ سے طبیعت میں بھاری پن آ جاتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا تذکرہ کیا گیا اس میں کہا گیا کہ فلاں صبح تک سوتا رہا فجر کی نماز میں نہیں آیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اسکے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ ذَكَرَ عِنْدَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَجُلٌ فَقِيلَ مَا زَالَ نَائِمًا
حَتَّى أَصْبَحَ مَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ
فَقَالَ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ۔

(بخاری شریف ۱/۱۵۳ حدیث ۱۱۳۲)

(۴۶۳/۱ حدیث ۳۱۶۵)

انسان کی ناک میں کیسے رات گزارتا ہے؟ | ایک حدیث شریف میں اسکی تاکید آئی ہے

کہ جب سویرے بیدار ہو کر وضو کیا جائے تو تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر ضرور جھاڑ لیا کریں اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان انسان کے ناک کے بانسے میں جا کر رات گزارتا ہے پھر اس میں پیشاب پاخانہ اور غلاظت کرتا ہے اور جب سوئیکے بعد انسان اٹھتا ہے تو ناک کے اندر میل کچیل بھرے ہوئے ملتے ہیں اس میں شیطان کی غلاظت کے اثرات ہوتے ہیں جب وضو میں ناک بھی طرح جھاڑ لی جائے گی تو شیطان کے اثرات صاف ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے سونے سے بیدار ہو جائے پھر وضو کرنے لگے تو ضرور تین مرتبہ ناک جھاڑ لیں اسلئے کہ شیطان اس کے ناک کے بانسے میں جا کر رات گزارتا ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا
اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ
فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْشِثْ ثَلَاثًا فَإِنَّ
الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيْشُومِهِ۔

(بخاری شریف ۴۲۵/۱ حدیث ۳۱۸۹)

شیطان کی چلت پھرت کا وقت کب؟ | حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب سورج غروب

ہو کر رات شروع ہو جائے اور معمولی اندھیرے کا سلسلہ شروع ہو جائے تو شیاطین اور سرکش جناتوں کی آمد و رفت اور چلت پھرت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور یہ ایسا وقت ہوتا ہے جس میں شیاطین ہر طرف منتشر ہو جاتے ہیں ایسے موقع پر چلتے پھرتے شیطان اور سرکش جنات چھوٹے بچوں اور عورتوں کو اور جانوروں کو نقصان پہنچاتے ہیں اسلئے آقائے نامدار علیہ السلام نے امت کی شفقت کیلئے فرمایا کہ سورج غروب ہونیکے

بعد تھوڑی دیر کیلئے چھوٹے بچوں اور جانوروں کو آنے جانے کے راستے اور گلی کوچوں میں نہ چھوڑے اس طرح حاملہ عورت کی آمد و رفت بھی ایسے اوقات میں نہیں ہونی چاہیئے۔ شیطان کا کام انسان کو ہر طرح سے ایمانی اور جسمانی نقصان پہنچانا ہے۔ اسلئے احتیاط کی ضرورت ہے۔ لہذا سورج غروب ہونیکے بعد تھوڑی دیر کیلئے احتیاط کے طور پر توقف کر لیا جائے تو پھر اسکے بعد بچے عورت اور جانوروں کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو جائے تو کچھ نقصان نہیں ہے تفصیل نووی ۲/۲۷۱ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ نیز حضرت سید الکونین علیہ السلام نے یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ رات کو سوتے وقت گھر کا دروازہ بِسْمِ اللہ پڑھ کر بند کر دیا جائے پھر شیطان نہیں کھول سکتا۔ پھر برتنوں اور مشکیزوں کو بِسْمِ اللہ پڑھ کر ڈھک دیا جائے پھر شیطان نہیں کھول سکتا۔ اور سوتے وقت چسراغ بجھا دیا جائے اسلئے کہ کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ بے خبری میں کہیں آگ لگ جائے۔ نیز پرانے زمانے میں سرسوں کے تیل وغیرہ سے چراغ جلا یا جاتا تھا بسا اوقات چوہیاں بتی میں منہ ڈال دیتی ہیں اس سے آگ منتشر ہو کر گھر میں آگ لگ سکتی ہے۔ اسلئے آقائے نامدار علیہ السلام نے چراغ بجھا کر سونے کی ہدایت فرمائی ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورج غروب ہو کر رات شروع ہو جائے تو بچوں کو چلنے پھرنے سے روک لو اسلئے کہ شیاطین ہر طرف منتشر ہو جاتے ہیں۔ پھر جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو پابندی چھوڑ دو اور اپنے گھر کا دروازہ بِسْمِ اللہ پڑھ کر بند کر دو اور اپنا چراغ بِسْمِ اللہ پڑھ کر بجھا دو اور اپنے

عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْتَجْنَحِ اللَّيْلُ أَوْ قَالَ كَانَ جَنَحَ اللَّيْلِ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ الْعِشَاءِ فَخَلُّوهُمْ وَأَغْلُقْ بَابَكَ

وَاذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ وَاطْفِئْ
مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ
وَإِيَّاكَ سَقَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ

مشکیزہ اور پانی کے برتن کو بِسْمِ اللہ پڑھ کر ڈھک دو
اور اپنے کھانیکے برتنوں کو بِسْمِ اللہ پڑھ کر پلٹ کر
رکھ دو۔

اللَّهُ وَخَيْرَانَاكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ۔ (بخاری شریف ۲۶۲/۱ حدیث نمبر ۳۱۴۲ مسلم شریف ۱۴۰/۲)
اور مسلم شریف میں بھی اس مضمون کی کئی روایتیں ہیں اسمیں بچوں کے ساتھ مولشی
اور جانوروں کی حفاظت کی بھی ہدایت مروی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْسُلُوا
مَوَاشِيَكُمْ وَصِبْيَانَكُمْ إِذَا
غَابَتِ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ
فَحِمَةُ الْعِشَاءِ فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ
تَتَّبِعُ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ
حَتَّى تَذْهَبَ فَحِمَةُ الْعِشَاءِ۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا کہ تم مت بھیجو اپنے مولشی (جانوروں)
اور اپنے بچوں کو جب سورج غروب ہو جائے
یہاں تک کہ رات کے اندھیرے کا کچھ حصہ گزر جائے
اسلئے کہ شیاطین جس وقت سورج غروب ہو جاتا
ہے ہر طرف پھیل جاتے ہیں یہاں تک کہ رات
کے اندھیرے کا کچھ حصہ گزر جائے۔

(مسلم شریف ۱۴۱/۲)

حضرت عمرؓ کے راستہ سے شیطان کیسے بھاگتا تھا؟

حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے
ایمان و یقین کا اتنا بلند مقام عطا فرمایا تھا کہ ہر ابلیس ہر شاطر ہر فتنہ حضرت عمرؓ
سے ڈرا کرتے تھے۔ ہر وقت حضرت عمرؓ کے خوف و ہراس میں رہا کرتے تھے شیاطین
ہر راستے اور ہر گلی کوچہ میں تا کا کرتے تھے کہ کہیں ادھر سے عمرؓ تو نہیں آرہے ہیں۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ جس راستہ سے عمرؓ گزرتے ہیں اس پر سے

شیطان نہیں گذرتا۔ بخاری شریف میں ایک لمبی حدیث شریف تین مقامات میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں قریش کی کچھ عورتیں بیٹھ کر زور زور سے باتیں کر رہی تھیں، اسی اثناء میں حضرت عمرؓ تشریف لے آئے اور جو نہی حضرت عمرؓ اندر تشریف لائے تو تمام عورتیں جلدی جلدی دوڑ دوڑ کر پردے میں چلی گئیں۔ اور بالکل خاموش ہو گئیں یہ منظر دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے۔ تو حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر حضورؐ نے فرمایا کہ میں اسلئے ہنس رہا ہوں کہ عورتیں میرے سامنے نہڑ رہی ہیں کر رہی تھیں، اور جو نہی تمہاری آواز سُنی تو پردے کے اندر گھس گئیں۔ اور بالکل خاموشی اختیار کر لی تو اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت تمہارے اندر نہیں ہے تو عورتوں نے جواب دیا کہ اے عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت گیر ہوا اسلئے تم سے ڈر لگتا ہے۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ اے عمرؓ جس راستہ سے تمہارا گذر ہوتا ہے، اُدھر سے شیطان گذر نہیں سکتا۔ حدیث شریف کافی لمبی ہے۔ اسلئے آخر کا مختصر کرا نقل کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اے عمرؓ سے کبھی بھی شیطان کسی راستے میں چلتا ہوا تمہارے سامنے نہیں آتا مگر تمہارے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلتا ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيْتُكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فِجِّكَ.

(بخاری شریف ۱/۲۶۵ حدیث ۳۱۸۸)

(۵۲۰/۱ حدیث ۳۵۵۱)

اجنبی عورت کیساتھ تنہائی میں شیطان کی مداخلت کیسے ہوتی ہے؟

حدیث پاک میں آیا ہے کہ کسی مرد کا اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا اور آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کرنا نہایت خطرناک اور دونوں کے گناہ عظیم میں مبتلا رہونیکا سخت خطرہ ہے۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم کھا کر فرمایا کہ جب بھی کوئی مرد کسی اجنبی عورت کیساتھ تنہائی اختیار کر لے گا تو ان دونوں کے درمیان شیطان کی مداخلت ضرور ہوتی ہے۔ اور یہ بات دنیا کے ہر انسان کو معلوم ہے کہ مٹی اور کچیڑ میں لت پت خنزیر کیساتھ کسی کا بدن لگ جانا یا ٹکرا جانا ناقابل برداشت نفرت کی چیز ہے۔ مگر آقاؐ نے فرمایا کہ اجنبی اور نامحرم عورت کے مونڈھے سے کسی مرد کے مونڈھے کا لگ جانا مٹی اور کچیڑ میں لت پت خنزیر سے لگنے اور ٹکرانے سے زیادہ گندی اور سخت نفرت کی چیز ہے۔ لیکن ابلیس کا کام انسان کو بہلا چھلا کر کسی بھی جیلے سے گندی چیز میں مبتلا کر دینا ہے۔ اسی وجہ سے جب کوئی مرد کسی اجنبی عورت کیساتھ تنہائی اختیار کرتا ہے تو اتنی خطرناک اور گندی چیز شیطان کی مداخلت کی وجہ سے اچھی لگتی ہے۔ اور دونوں دلچسپی کے ساتھ گندی اور ناپاک حرکت میں مبتلا ہو جاتے ہیں ماقبل میں یہ بات گذر چکی ہے۔ کہ شیطان نے اللہ سے نو چیزوں کی مانگ کی تھی انہیں سے ایک یہ بھی ہے کہ شیطان کے شکار کا ذریعہ مردوں کیلئے عورتیں ہیں۔ اسی طرح اسکے برعکس عورتوں کے لئے مرد ہیں۔ اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے آپ کو عورتوں

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
إِيَّاكُمْ وَالْخُلُوةَ بِالنِّسَاءِ

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا خَلَا
رَجُلٌ وَامْرَأَةً إِلَّا دَخَلَ
الشَّيْطَانُ بَيْنَهُمَا وَلِيَزْحَمَ
رَجُلٌ خِنْزِيرًا مُتَلَطِّخًا بِطِينِ
أَوْ حِمَاةٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ
يَزْحَمَ مِنْكَ بِهَامْرَأَةٍ
لَا تَحِلُّ لَهُ -

(المعجم الكبير ۸/۲۵۰ حدیث

۸۳۷، مجمع الزوائد ۴/۳۲۶)

کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے سے بچاؤ
اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ
قدرت میں میری جان ہے۔ کوئی مرد
اور عورت آپس میں تنہائی اختیار نہیں
کریں گے مگر ان دونوں کے درمیان
میں شیطان ضرور داخل ہوگا۔ اور
یقیناً آدمی کا مٹی اور کچھڑ میں لت پت
خنزیر سے ٹکڑا کھانا اس کے لئے اس
سے بہتر ہے کہ اس کا مونڈھا کسی
ایسی عورت کے مونڈھے کے ساتھ
ٹکڑا جائے جو اس کیلئے حلال نہیں ہے۔

ترمذی شریف میں یہ حدیث شریف دوسرے الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔
ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَلَا لَا يَخْلُونَ رَجُلٌ
بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ شَالِيَهُمَا
الشَّيْطَانُ -

(ترمذی ۲/۳۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ۔ کوئی مرد
کسی اجنبی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی
اختیار نہیں کرے گا مگر ان دونوں
کے ساتھ تیسرا ضرور شیطان
ہوتا ہے۔

ایک حدیث شریف اس سے بھی وضاحت کے ساتھ مروی ہے کہ ایک دفعہ

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ ایک عورت پر پڑ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش کے پاس جا کر اپنی ضرورت پوری فرمائی پھر مسجد نبوی میں تشریف لا کر صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں ہی جایا کرتی ہے جب بھی کسی مرد کی نگاہ کسی عورت پر پڑتی ہے تو مرد کے دل کے اندر نفسانی خواہش کیساتھ ساتھ نفسانی حرص بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے جس شخص کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آجائے وہ اپنی بیوی کے پاس جا کر اپنی ضرورت پوری کرے، جب آدمی اپنی بیوی کے پاس جا کر اپنی ضرورت پوری کرے گا تو شیطان نامراد اور ذلیل ہو کر واپس ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ایک عورت پر پڑ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اس وقت حضرت زینبؓ ایک کھال کی دباغت دے رہی تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس جا کر اپنی ضرورت پوری فرمائی۔ پھر اس کے بعد صحابہ کرام کی طرف تشریف لیجا کر فرمایا بیشک عورت

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَأَى امْرَأَةً فَكَانَتْ
امْرَأَتَهُ زَيْنَبَ وَهِيَ
تَمْعَسُ مَنِيَّةً لَهَا
فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ
خَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ
فَقَالَ إِنَّ الْمَرْأَةَ
تَقْبَلُ فِي صُورَةِ
شَيْطَانٍ وَتَدْبُرُ
فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ

فَإِذَا أَبْصَرَ أَحَدُكُمْ
امْرَأَةً فَلْيَاتِ أَهْلَهُ
فَإِنَّ ذَلِكَ يَرُدُّ مَكَافِي
نَفْسِهِ -

(مسلم شریف ۱/۴۴۹،

المعجم الكبير ۲۴/۵۰،

حدیث ۱۳۲، المعجم الاوسط

۲/۲۹ حدیث ۲۳۸۵)

شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے
اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی
ہے لہذا جب تم میں سے کوئی شخص
کسی عورت کو دیکھ لے تو چاہیے کہ اپنی
بیوی کے پاس جا کر اپنی ضرورت پوری
کمرے اس لئے کہ اس سے وہ خطرہ
دور ہو جاتا ہے جو دل کے اندر پیدا
ہوتا ہے۔

غسل خانہ میں شیطان سے کیسے بچیں؟

ما قبل میں ایک حدیث شریف نقل کی گئی تھی جس میں اس بات کا ذکر ہے، کہ
شیطان نے اللہ تعالیٰ سے نو چیزوں کی مانگ کی تھی۔ ان میں پہلی مانگ یہ تھی
کہ اے اللہ میرے لئے کوئی مخصوص گھر مقرر کر دیں تو اللہ کی طرف سے یہ جواب
ملا تھا کہ تیرا گھر حمام اور غسل خانہ ہے۔ اس لئے شیطان غسل خانوں اور
بیت الخلاء میں کثرت کے ساتھ رہتا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ
شیاطین اور سرکش جنات کے رہنے کی جگہ بیت الخلاء ہے اس لئے بیت الخلاء
میں داخل ہوتے وقت مخصوص دُعا پڑھنا حدیث سے ثابت ہے۔ اور
حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ غسل خانہ بھی شیطان اور سرکش جنات کے
رہنے کی جگہ ہے۔ اس لئے بے شمار واقعات ایسے پیش آچکے ہیں کہ غسل خانہ
میں داخل ہونے کے بعد وہیں سے آدمی کو مردہ نکالا گیا ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک غنیم المرتبت صحابی ہیں۔ انصاری مدینہ میں سے قبیلہ خزرج کے سردار تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسوں میں ان کا بہت بڑا مقام تھا، آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ملک شام منتقل ہو گئے تھے۔ اور ملک شام میں ایک مقام ہے »خوران« اسی میں انہوں نے قیام فرمالیا۔ ان کی وفات کا عجیب عبرتناک واقعہ ہے۔ کہ وہ اپنی ضرورت کے لئے غسل خانہ میں داخل ہو گئے پھر نہیں نکلے۔ تو لوگوں نے جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ غسل خانہ ہی میں ان کی موت واقع ہو گئی۔ اور اسی میں ان کی نعش پڑی ہوئی ملی۔ اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ جس دن ملک شام میں ان کی وفات کا یہ حادثہ پیش آیا تھا اسی دن مدینہ المنورہ کے ایک کنویں میں سے زور کی آواز کے ساتھ اشعار میں یہ الفاظ سنائی دے رہے تھے:

قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادۃ : رمیناہ بسہم فلم نخط فؤادہ
(ہم نے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا، اور ہم نے ان کو ایک تیرے مارا ہے پس ہم نے ان کے دل کو ٹھکانہ بنانے میں خطا نہیں کی ہے۔)

اور ان اشعار کے سنتے وقت ادھر ادھر خوب دیکھا گیا مگر کوئی نظر نہیں آیا۔ اور نظر نہ آنے کی وجہ یہی تھی کہ ان اشعار کا پڑھنے والا سرکش جن ہی تھا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۲/۲۰۶ م الاستیعاب ۲/۱۶۲، المعجم الکبیر ۶/۱۶۱ حدیث ۵۲۵۹)

یہ جلیل القدر صحابی رسول ہیں جن کے ساتھ غسل خانہ میں اتنا بڑا واقعہ پیش آیا ہے۔ اس کے علاوہ دُنیا میں اور بھی بے شمار واقعات غسل خانہ کے اندر ایسے ہی پیش آئے ہیں، اس لئے غسل خانہ میں داخل ہوتے وقت وہی دعا پڑھی جائے جو بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت پڑھی جاتی ہے، تاکہ ابلیس لعین کی شرارت اور سرکش جنات کی خباثت سے حفاظت ہو سکے۔

پیدائش کے وقت سے نقصان پہنچانے کا سلسلہ

جب انسان ماں کے پیٹ سے معصوم بچہ کی حیثیت سے پیدا ہوتا ہے تو شیطان مردود سب سے پہلے پہنچ جاتا ہے اور معصوم اور بے گناہ بچہ کی کوکھ پر انگلیوں سے کچو کا لگاتا ہے، تو اسلامی شریعت نے ہر چیز کا علاج بیان فرمایا۔ شیطان کو بھگانے کا علاج اذان ہے، اسلئے شریعت کا حکم ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اس کے داہنے کان میں اذان دی جائے اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے۔ اذان دینے سے دوفاندے ہیں۔ ۱۔ بچہ کے دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے اس کے کان میں اللہ کا نام سنائی دیتا ہے۔ ۲۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ شیطان ایسا بھاگتا ہے کہ اس سے آواز کے ساتھ ریح خارج ہونے لگتی ہے۔ مردود ایسا بے رحم ہے کہ معصوم بچہ جو ابھی پیدا ہو رہا ہے اسی کو جا کر نقصان پہنچانے لگتا ہے اور تکلیف دینے لگتا ہے۔ حدیث شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدم کے ہر بچہ کی کوکھ میں شیطان اپنی دو انگلیوں سے کچو کا مارتا ہے جس وقت بچہ پیدا ہوتا ہے علاوہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے کہ ان کو کچو کا مارنے لگا تھا لیکن اس کا کچو کا پردے میں پڑ گیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِي آدَمَ يَطْعَنُ الشَّيْطَانَ فِي جَنْبِهِ بِأَصْبَعَيْهِ حِينَ يُولَدُ غَيْرَ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعَنُ فَطَعَنَ فِي الْحَبَابِ۔
(بخاری شریف ۴۶۴/۱ حدیث نمبر ۲۱۸)

دوسری حدیث شریف کچھ اور وضاحت کے ساتھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
مَا مِنْ بَنِي آدَمَ مَوْلُودٍ إِلَّا يَمْسُهُ
الشَّيْطَانُ حِينَ يُولَدُ فَيَسْأَلُهُ
صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ
مَرِيَمَ وَإِسْمَئِيلَ

(بخاری شریف ۱/۲۸۸ حدیث ۳۳۱۶)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے
کہ آدم کی اولاد میں سے کوئی بچہ ایسا نہیں
ہوتا ہے کہ جسکو شیطان نہ پکڑتا ہو جس
وقت پیدا ہوتا ہے پھر شیطان کے
پکڑ کی وجہ سے بچہ چلا کر روتا ہے،
علاوہ حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے۔

شیطان سے حفاظت کیسے ہو؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں بداء الخلق کے
تحت میں ایک باب باندھا ہے "باب صفۃ ابلیس وجنودہ" اس کا
معنی یہ ہے کہ ابلیس اور اسکے لشکر اور فوج کی صفت کیا ہے۔ ابلیس کے
پاس بڑا لشکر اور فوج موجود ہے جس میں سرکش اور خبیث ترین جنات
بھی موجود ہیں۔ اور ابلیس اور اس کی تمام فوج ہر وقت انسان کے پیچھے لگی
رہتی ہے مگر انسان کو جسمانی اور ایمانی دونوں طرح کے نقصانات سے دوچار
کر دیا جائے، اس لئے ہمارے آقا حاتم الانبیاء حبیب کبریا علیہ
الصلاۃ والسلام نے ابلیس اور سرکش اور خبیث جنات سے
حفاظت کا علاج بیان فرمایا ہے۔ لہذا ہم یہاں پر ابلیس اور شیطاں
سے حفاظت کی چند چیزیں بیان کرتے ہیں۔

آیت الکرسی سے حفاظت | بخاری شریف میں ایک لمبی روایت ہے۔ اسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے موقع پر جو زکوٰۃ کا مال آیا ہوا تھا اس کی حفاظت کے لئے مجھ کو مقرر کر دیا۔ اور زکوٰۃ میں غلہ بھی آیا، پھل بھی آئے، کھجور بھی آئیں۔ میں اپنی ذمہ داری ادا کر رہا تھا، اسی اثناء میں ایک شخص آکر غلہ میں سے مٹھی بھر بھر کر لیجانے لگا، تو میں اُسے پکڑ کر حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے لیجانے لگا تو وہ بڑی لجاجت کے ساتھ آہ وزاری کرتے لگا اور کہنے لگا کہ میں ایک محتاج شخص ہوں، میرے بہت سے بال بچے ہیں۔ اور میں سخت ضرورت مند ہوں اسلئے لیا ہوں، تو میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی اور حضورؐ نے مجھ سے کہا: اے ابو ہریرہ تمہارے رات کے قیدی کا کیا ہوا؟ تو میں نے کہا یا رسول اللہ وہ بڑا ضرورت مند اور عیالدار ہے۔ اسلئے مجھ کو رخصم آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ تو آپؐ نے فرمایا اس نے آپؐ سے جھوٹ بولا ہے۔ وہ پھر دوبارہ لوٹ کر آئے گا۔ جب میں نے حضورؐ کی یہ بات سنی کہ دوبارہ لوٹ کر آنے والا ہے، تو میں دوسری رات اسکی تاک میں رہا۔ دیکھا کہ وہ آکر غلہ میں سے مٹھی بھر بھر کر لینے لگا تو میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا کہ اب ضرور میں تجھے حضورؐ کے پاس لیجاؤں گا، تو پھر اسی طرح لجاجت کے ساتھ کہنے لگا کہ میں فقیر محتاج عیالدار ہوں، اب آئندہ نہیں آؤں گا۔ اس کی لجاجت کی وجہ سے مجھ کو رخصم آیا، میں نے اس کو چھوڑ دیا، پھر صبح حضورؐ مجھ سے فرمانے لگے: اے ابو ہریرہ تمہارے رات کے قیدی کا کیا ہوا؟ تو پھر میں نے کہا کہ مجھے اس کی لجاجت اور آہ وزاری کی وجہ سے رخصم آگیا، اور میں نے اُسے چھوڑ دیا تو حضورؐ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے، وہ پھر آئے گا۔

تو تیسری رات میں پھر اس کی تاک میں رہا تو دیکھا واقعہ وہ پھر آکر غلہ لینے لگا۔ تو میں نے اُسے پھر پکڑ لیا اور کہا کہ اب میں تجھے نہیں چھوڑوں گا، اور ضرور حضورؐ کے پاس پیش کروں گا۔ اور یہ تیسری بار تیرا جھوٹ ثابت ہوا، اور تو نے ہر بار میں کہا ہے کہ دوبارہ نہیں آؤں گا۔ پھر آگیا تو اس نے کہا آپ مجھے چھوڑ دیجئے کہ میں آپ کو کچھ ایسے کلمات سکھا دوں گا کہ جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ فائدہ پہنچائے گا۔ میں نے کہا وہ کیا چیز ہے۔ تو اس نے کہا کہ جب تم سونے کے لئے بستر پر نہو یخ جاؤ تو آیت الکرسی پڑھ لو، اور اس نے پوری آیت الکرسی پڑھ کر سنائی، اگر تم آیت الکرسی پڑھ کر سوؤ گے تو اللہ کی طرف سے حفاظت کی پوری گارنٹی ہوگی اور صبح تک کبھی تمہارے پاس شیطان نہیں آسکتا۔ جب اس نے مجھے آیت الکرسی سے شیطان سے حفاظت کی بات سکھائی تو میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور صبح کو حضورؐ نے مجھ سے پھر پوچھا کہ تمہارے قیدی کا کیا ہوا تو میں نے پورا واقعہ بتلادیا اور آیت الکرسی کی بات بھی بتادی تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ بات صحیح ہے کہ اگر آدمی آیت الکرسی پڑھ کر سوئے گا تو پوری رات اس کے پاس شیطان نہیں آسکتا، اور اللہ کی طرف سے اس کی نگرانی ہوتی ہے۔ اور جو تمہارے پاس آیا ہے وہ شیطان ہے۔ اور جھوٹا ہے۔ لیکن آیت الکرسی کی بات صحیح کہی ہے۔ چنانچہ اس دن سے آیت الکرسی پر عمل کا سلسلہ شروع ہو گیا پھر کبھی شیطان نہیں آیا۔ یہ حدیث شریف بخاری شریف میں تین مقامات پر موجود ہے۔ عربی عبارت تفسیر نبأ آدمی صفحہ پر مشتمل ہے اس لئے عربی عبارت چھوڑ دی ہے جس کو دیکھنا ہو بخاری شریف ۳۱۰/۱ حدیث ۲۲۵۴ اور ۴۶۳/۱ حدیث ۳۱۶۹

مختصر بخاری شریف ۲/۴۹۷ حدیث ۴۸۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اور ترمذی شریف میں اسی طرح کی ایک حدیث شریف حضرت ابو ایوب
 انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ
 عنہ مدینہ کے سرمایہ دار لوگوں میں تھے۔ فصل کے موقع پر ایک کوٹھری میں انہوں
 نے کھجور کا ڈھیر لگا رکھا تھا، تو ایک سرکش جن آکر اس میں سے کھجور لیکر چلا جاتا
 تھا، تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضورؐ سے اس کی شکایت فرمائی
 تو آپؐ نے فرمایا: اب جب تم اس کو دیکھو تو یہ کہہ دینا بِسْمِ اللّٰهِ اَجِیْبِیْ
 رَسُوْلَ اللّٰهِ میں اللہ کا نام لیتا ہوں تم اللہ کے رسول کو جواب دو۔ یہ کہہ کر
 حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے اس کو گرفتار کر لیا، وہ جتنی تھتی، وہ قسم کھاتے
 لگی کہ آئندہ پھر نہیں آؤں گی تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے اس کو چھوڑ دیا۔
 صبح کو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے قیدی کا کیا ہوا تو فرمایا کہ اس نے قسم کھائی ہے
 کہ دوبارہ نہیں آئے گی، تو حضورؐ نے فرمایا کہ اس نے جھوٹ کہا ہے وہ دوبارہ لوٹ کر
 آئے گی۔ چنانچہ دوسری مرتبہ ابو ایوب انصاریؓ نے اسے پکڑ کر کہا کہ اب میں تجھے
 حضورؐ کی خدمت میں ضرور لے جاؤں گا، تو اس پر اس جتنیہ نے کہا میں تمہیں ایک
 چیز یاد کرا دوں گی پھر تمہارا رے پاس شیطان کبھی نہیں آئے گا۔ ابو ایوبؓ نے
 کہا بتاؤ، تو اس نے کہا تم اپنے گھر میں آیت الکرسی پڑھ لیا کرو پھر تمہارے پاس
 شیطان اور سرکش جنات کبھی نہیں آسکتے۔ پھر صبح کو حضورؐ نے پوچھ لیا کہ
 تمہارے قیدی کا کیا ہوا تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے پورا واقعہ بتلا دیا
 کہ اس نے حفاظت کا نسخہ بتایا ہے کہ آیت الکرسی پڑھ لی جائے پھر شیطان اور
 جنات نہیں آسکتے، تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ بات تو اس نے سچ کہی ہے، کہ آیت
 الکرسی پڑھنے سے شیطان و جنات قریب نہیں آسکتے۔ یہ حدیث پاک کے ترجمہ کا
 خلاصہ ہے جس کو عربی عبارت دیکھنی ہو وہ ترمذی شریف ۱۱۵/۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

سُورَةُ الْمُؤْمِنِ کی پہلی آیت اور آیتُ الْکُرْسِ سے حفاظت

ایک حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص آیتُ الْکُرْسِ اور سُورَةُ الْمُؤْمِنِ کی پہلی آیت صبح کو ایک مرتبہ پڑھیگا تو پورے دن کے لئے شیطان اور سرکش جنات کی شرارتوں اور دوسرے حوادث سے محفوظ ہو جائے گا، اور اسی طرح شام کو پڑھیگا تو پوری رات صبح تک کے لئے حفاظت ہو جائے گی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سُورَةُ الْمُؤْمِنِ کے شروع سے الیہ المصیر تک اور آیتُ الْکُرْسِ صبح کے وقت پڑھے گا تو ان دونوں کے ذریعہ سے اسکی شام تک حفاظت ہو جائیگی۔ اور جو شخص ان دونوں کو شام کو پڑھیگا تو ان دونوں کے ذریعہ سے صبح تک کے لئے حفاظت ہو جائے گی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَمَّ الْمُؤْمِنِ إِلَى إِلَيْهِ الْمَصِيرُ وَآيَةَ الْكُرْسِيِّ حِينَ يُصْبِحُ حَفِظَ بِهَا حَتَّى يُمَسِّيَ وَمَنْ قَرَأَهَا حِينَ يُمَسِّي حَفِظَ بِهَا حَتَّى يُصْبِحَ۔

(ترمذی شریف ۱۱۵/۲)

یہاں پر آسانی کے لئے سُورَةُ الْمُؤْمِنِ کی پہلی آیت اور آیتُ الْکُرْسِ مع ترجمہ کے درج کر دیتے ہیں تاکہ ناظرین کے لئے آسانی ہو جائے۔

سُورَةُ الْمُؤْمِنِ کی شروع کی آیتیں

حَمَّ ۝ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ | لفظ حم کی مراد اللہ کو زیادہ معلوم ہے

الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ
وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ
ذِي الطُّوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ
الْمَصِيرُ ۝

(سورة مؤمن آیت ۳ تا ۴)

کتاب کا اُتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو بڑا درست
ہے اور ہر شئی کی خبر رکھنے والا، گناہوں کا بخشنے
والا اور توبہ قبول کرنے والا اور سخت عذاب دینے
والا بہت بڑی طاقت والا ہے، اسکے سوا کوئی
بھی عبادت کے لائق نہیں اسی کی طرف ہم سب
کو لوٹ کر جانا ہے۔

آیۃ الکرسی

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝
لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ ۝
لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۝
مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا
بِإِذْنِهِ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ
وَمَا خَلْفَهُمْ ۝ وَلَا يُحِيطُونَ
بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۝
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ
وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ
الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ۝

(سورة بقرہ آیت ۲۵۵)

اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں،
وہی زندہ رہنے والا ہے، وہی ہر شے کو
تکھانے والا ہے، اسکو اُونگھ اور نیند کچھ نہیں
سکتی (وہ ہر قسم کے فتور اور بشری تقاضوں
سے پاک ہے) آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز
اسی کی ہے۔ ایسا کون ہے؟ جو اسکی اجازت
کے بغیر اسکے پاس سفارش کر سکتا ہو وہ
مخلوق کے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر شے کو
جانتا ہے اور مخلوق اسکے علم اور معلومات کی
کسی بھی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ ہاں
البتہ جتنا وہ چاہتا ہے اتنا جان سکتی

ہے۔ اس کی کرسی اتنی وسیع ہے کہ اس نے تمام آسمانوں اور زمینوں کو اپنے اندر
لے رکھا ہے۔ اور ان دونوں آسمان و زمین کو تھامنا ان کی حفاظت اس پر کوئی
گراں نہیں گذرتی۔ وہی عظیم الشان شانِ عالی کا مالک ہے۔

دُعائے توحید کے ذریعہ سے حفاظت

دُعائے توحید جس کو چوتھا کلمہ بھی کہا جاتا ہے حدیث پاک میں اس دُعاء کی اس قدر بے مثال فضیلتیں آئی ہیں کہ کسی اور دُعاء کے بارے میں اتنی فضیلت نہیں آئی۔ اور اس دُعاء کا پڑھنے والا شیطان مردود کی ہر شرارت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ بخاری شریف میں اس کے متعلق ایک حدیث شریف وارد ہوئی ہے کہ جو شخص دعائے توحید کو سو مرتبہ پڑھیں گا اس کے لئے چار قسم کی بشارتیں ہیں۔

- ۱۔ کانت له عدل عشر رقاب : اسکو دس غلام آزاد کر نیچے برابر ثواب ملیگا۔
 - ۲۔ وکتبت له مائة حسنة : اس کے لئے سونیکیاں لکھ دی جائیں گی۔
 - ۳۔ وحمیت عنه مائة سيئة : اور اس کے سونگناہ مٹا دیئے جائیں گے گویا کہ اس نے ان گناہوں کا ارتکاب کیا ہی نہیں ہے۔
 - ۴۔ وکانت له حرا من الشيطان يومه ذلك حتى يمسي : اس کیلئے اس دن شیطان مردود سے مکمل حفاظت ہو جائے گی، اور اس حفاظت کا سلسلہ صبح کو پڑھنے سے شام تک اور شام کو پڑھنے سے صبح تک رہیگا۔
- دُعائے توحید ملاحظہ فرمائیے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

ترجمہ پوری حدیث شریف کے ترجمہ کے ذیل میں آ رہا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ | حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ
رَسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

جو شخص ٹھو مرتبہ یہ کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی
بھی عبادت کے لائق نہیں وہ تنہا ہے اسکا
کوئی ہمسر نہیں، اسی کیلئے بادشاہت ہے
اور اسی کیلئے ہر تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر
ہے۔ تو اسکو دس غلام آزاد کر نیسکے برابر
ثواب ملے گا۔ اور اسکے واسطے سٹونیکیاں
لکھدی جائیں گی اور اسکے سٹو گناہ مٹا دیئے
جائیں گے۔ اور اسکے واسطے شام تک کیلئے
شیطان مردود سے مکمل حفاظت ہوگی۔

مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا
شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ
وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ مِائَةً
مَرَّةً كَانَتْ لَهُ عِدْلُ عَشْرِ رِقَابٍ
وَكُنْتُ لَهُ مِائَةً حَسَنَةً وَحُجَّتُ
عَنْهُ مِائَةً سَيِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهُ
حُرْمَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذَلِكَ
حَتَّى يَمُوتَ۔

(بخاری شریف ۴۶۵/۱ حدیث ۳۱۸۷)

ہمبستری کے وقت شیطان سے کیسے بچیں؟

شیطان مردود، ابلیس لعین کا کام انسان کو جڑ سے ختم کرنا ہے، اسلئے
ہر ایسے موقع کی تاک میں رہتا ہے جس میں انسان کو بنیادی اور فطری طور پر
گمراہ کر سکے۔ جب انسان کا اصلی نطفہ حلال طریقہ سے رحم مادر میں پہنچتا ہے
تو ابلیس لعین وہاں پہنچ کر نطفہ کو خراب اور گندہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
چنانچہ رحم مادر میں نطفہ کے ساتھ ساتھ مردود شیطان بھی پہنچ جاتا ہے۔
یہ ماں باپ اور بچہ کے لئے نہایت خطرناک اور نقصان کا باعث ہے۔ اسلئے
بیغمبر انسانیت نے شیطان کے ہر حملہ سے حفاظت کا نسخہ بتایا ہے۔ چنانچہ
آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب میاں بیوی ہمبستری کے وقت ذیل میں
لکھی ہوئی دُعا پڑھیں گے اور اسی ہمبستری سے حمل قرار پا جائے تو شیطان

اس بچہ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ دُعا کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔

اللہ کے نام سے یہ کام شروع کرتے ہیں
اے اللہ شیطان مردود سے ہماری حفاظت
فرما اور شیطان کو اس چیز سے دُور فرما۔
جو تو ہم کو عطا کریگا۔

یہ دُعا بیوی سے ہمبستری شروع کرتے وقت پڑھنا چاہئے۔ یہ نہ سمجھے کہ اسمیں
اللہ کا نام بھی ہے۔ ہمبستری کے وقت کیسے پڑھا جائے؟ ایسا ہرگز نہیں،
بلکہ ہمبستری شروع کرتے وقت ہی اس دُعا کا پڑھنا مسنون ہے۔ کسی قسم کا
شبہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ شیطان اس وقت اس کو پڑھتے وقت بھی تشویش
پیدا کر سکتا ہے، اسلئے اپنے دل سے تشویش کی بات نکال دیں۔
پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَّا أَنْ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ وَقَالَ بِسْمِ اللَّهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَرَزَقًا وَلَدًا لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
آگاہ ہو جاؤ کہ بیشک تم میں سے جو کوئی
جب اپنی بیوی کے پاس ہمبستری کیلئے آئے
اور یہ کہے کہ اللہ کے نام سے شروع
کرتے ہیں اے اللہ تو ہماری شیطان سے
حفاظت فرما اور شیطان کو اس چیز سے
دُور فرما۔ جو تو ہم کو عطا کریگا۔ پھر اللہ
تعالیٰ ان دونوں کو کوئی بچہ عطا کر دے
تو شیطان اس بچہ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(بخاری شریف ۱/۴۶۳ حدیث ۳۱۶۶)

(۱/۴۶۳ حدیث ۳۱۶۷)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مصیبت اور صدمہ میں صبر کیسے کریں؟

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۝
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا
بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ
الصَّابِرِينَ ۝ (سورہ بقرہ آیت ۱۵۳)
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ
وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَ
الْأَنْفُسِ وَالْثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ
الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ
مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ
وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ ۝
(سورہ بقرہ آیت ۱۵۶)

۝ عَلٰی حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
اے ایمان والو! (غم ہلکا کرنے کیلئے)
صبر اور نماز کے سہارے سے مدد حاصل
کرو بیشک اللہ پاک صبر کرنے والوں کیساتھ ہے
اور یقیناً ہم تمہاری آزمائش کریں گے
کسی قدر خوف سے اور کسی قدر فقر و فاقہ
سے اور کسی قدر مالی نقصان سے کسی قدر
جانی نقصان سے اور کھپلوں (پیداوار)
کی کمی کے ذریعہ سے۔ اور آپ صبر کرنے والوں
کو بشارت مٹا دیجئے جب ان پر کوئی
مصیبت آپڑتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ
ہی کی ملک میں اور ہم سب اللہ ہی کے
پاس جانے والے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے دنیا کو دارالامتحان بنایا ہے۔ اس دنیا
میں مسلمانوں کو طرح طرح کی آزمائشوں اور مصیبتوں سے پرکھا جائیگا۔ اگر
مسلمان دنیا کی ہر مصیبت اور مشقت کے موقع پر صبر سے کام لیتا ہے تو اللہ کی

طرف سے دُنیا اور آخرت میں آسمانی مدد کا وعدہ ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود فرمایا کہ ہم تمہیں خاص طور پر پانچ چیزوں کے ذریعے آزمائیں گے۔

۱۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ: یقیناً ہم تمکو خوف و ہراس کے ذریعہ سے آزمائیں گے۔ جیسا کہ

آج بھی ہر طرف سے مسلمانوں کو دشمنانِ اسلام کی طرف سے خوف زدہ اور ہراساں کیا جا رہا ہے تو ایسے موقع پر مسلمانوں کو صبر و ضبط اور رجوع الی اللہ سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

۲۔ وَالْجُوعُ فقر و فاقہ کی مصیبت سے دوچار کیا جائیگا اور فقر و فاقہ کی وجہ سے مسلمانوں کو اللہ کی مدد سے نا اُمید نہیں ہونا

چاہیئے اگر صبر و ضبط سے کام لیا جائے تو اللہ کی طرف سے کبھی بھی مدد آسکتی ہے۔
۳۔ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ: مالی نقصان کے ذریعہ سے آزمایا جائیگا۔ آج دنیا کا جائزہ لیکر دیکھا

جائے تو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ تجارت اور کاروبار کے اعتبار سے ہر جگہ مسلمان غیر مسلموں کے مقابلہ میں کمزور ہیں یہ مسلمانوں کی ساتھ عمومی آزمائشیں ہیں۔ اور انفرادی آزمائش یوں ہے کہ وقت کی روٹی کے محتاج ہیں بہت سے مسلمانوں کے کاروبار کمزور ہو گئے اور بہت سوں کے بند ہو گئے۔ اس طرح کے انفرادی واقعات مسلمانوں کے ساتھ انفرادی آزمائش ہے اور ایسی آزمائشوں پر صبر و ضبط سے کام لینے کا حکم ہے پھر کبھی اللہ کی مدد ضرور آئے گی۔

۴۔ وَالْأَنْفُسُ: جانی نقصانات کے ذریعہ سے آزمائش کی جائے گی۔ آج بھی دنیا کا جائزہ لیا جائے تو ہر جگہ مسلمانوں کا

جانی نقصان زیادہ ہے اور جانی نقصان میں جانی قربانیاں بھی داخل ہیں۔

اور جانی قربانیوں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا امتحان کرتا ہے کہ اس پر مسلمان کہاں تک صبر کرتے ہیں۔

۵ وَالشَّمَرَاتِ | باغات اور کھیتی اور دیگر پیداوار میں نقصان کے ذریعہ سے آزمائش کی جائے گی۔ ان آزمائشوں میں مسلمان

ایمان پر اور اپنے دین پر کس قدر قائم رہتے ہیں دیکھا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ان آزمائشوں میں مسلمان صبر و ضبط سے کام لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی خوش خبری کا اعلان ہے۔

مصیبت میں خدا سے مدد کیسے مانگیں؟ | اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں مصیبت کے

موقع پر دو چیزوں کے ذریعہ سے اللہ سے مدد مانگنے کا حکم فرمایا۔

۱ اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ | اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت آ پڑے تو اللہ کی مدد کیلئے صبر کو

سہارا بنائیں۔ صبر کرنے سے اللہ کی مدد کا اعلان ہے۔ اللہ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ کہ بیشک اللہ کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتی ہے۔

۲ اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّلٰوةِ | مصیبت اور صدمہ کے موقع پر رجوع الی اللہ ہی ایسا عمل ہے جو اللہ کو پسند ہے۔ اور رجوع

الی اللہ کیلئے سب سے بہترین چیز نماز اور عبادت ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے نماز اور عبادت کے سہارے سے خدا کی مدد کا انتظار کرنے کا حکم فرمایا۔

بلا و مصیبت میں مومن کی مثال عُمہ کھیتی کی طرح

حدیث پاک میں بلا اور مصیبت اُٹھانے میں مومنین کی مثال پھلدار درخت

اور عمدہ ترین کھیتی کے ساتھ دی گئی ہے کہ جس طرح پھلدار درخت کو ہر وقت مصیبت اٹھانی پڑتی ہے اسی طرح مومن کو بھی مختلف مصائب کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ جب پھل اُٹا ہے تو اسکے بوجھ اٹھانے کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے کہ ہر طرف سے پھلوں کا بوجھ منوں اور ٹنوں اٹھانا پڑتا ہے اور جب تیز ہوا چلتی ہے تو پھلدار درخت پر عجیب مصیبت آتی ہے جو ہر شخص جانتا ہے نیز جس درخت پر کوئی پھل نہیں ہے اُس پر کوئی ڈلا پتھر نہیں مارتا۔ مگر جیسے پھل ہے اس پر کوئی ڈلا پھینکتا ہے کوئی پتھر پھینکتا ہے کوئی ڈنڈا مارتا ہے کوئی سنگ پھینکتا ہے۔ ہر طرح سے مصیبت ہی مصیبت ہے لیکن اللہ کی مخلوق کو پھلدار درخت سے جو فائدہ پہنچتا ہے دوسرے درختوں سے اسکا ہزارواں حصہ بھی نہیں پہنچتا ہے مگر دیکھئے کہ پھلدار درخت کس قدر قیمتی ہوتا ہے۔ اسی طرح مومن کا حال ہے کہ مومن کی مثال پھلدار درختوں کی طرح ہے کہ جیسے ہر مخلوق کے نزدیک بے پھل کے درخت کے مقابلہ میں پھلدار درخت زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے نزدیک کافر اور منافق کے مقابلہ میں مومن ایسا محبوب اور پسندیدہ ہوتا ہے جیسا کہ پھلدار درخت کا حال ہے۔ اسی طرح مومن کی مثال عمدہ ترین تر و تازہ کھیت جیسی ہے جس کھیت میں پیداوار زیادہ ہوتی ہے اسکی بالیوں میں اناج زیادہ ہوتا ہے وہ کھیت زیادہ پسندیدہ اور قیمتی ہوتا ہے لیکن اس کھیت کو طرح طرح کی مصیبتیں بھی جھیلنی پڑتی ہیں۔ جب تیز ہوا چلتی ہے تو کبھی ادھر جھکنا پڑتا ہے اور کبھی ادھر جھکنا پڑ جاتا ہے تو مومن کا حال بھی یہی ہے کہ عمدہ ترین کھیتی کی طرح قیمتی ہے تو جس طرح عمدہ کھیت کو طرح طرح کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اسی طرح مومن کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اس کے برخلاف کافر اور منافق کی مثال صنوبر کے

درخت کی طرح ہے نہ تیز ہوا کی وجہ سے اس میں پچک پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی اس پر ڈولا اور پتھر پھینکتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی مثال عمدہ ترین کھیت کی طرح ہے جسکو ہر وقت ہوا ادھر ادھر جھکاتی پھرتی ہے اور مومن پر بھی اسی طرح ہر وقت مصیبتیں آتی رہتی ہیں۔ اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جسکو ہوا ادھر ادھر مائل نہیں کرتی حتیٰ کہ اُسے کاٹ دیا جائے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ مَثَلُ النَّارِ لَا تَزَالُ الرِّيحُ تَمْلِيهِ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيبُهُ الْبَلَاءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةٍ الْأَرْضُ لَا تَهْتَزُّ حَتَّى تُسْتَحْصَدَ.

(مسلم شریف ۲/۲۷۵، ترمذی شریف ۲/۱۱۴)

بالفاظ دیگر ۲/۸۴۳)

مومن سُرنگ اور بل میں بھی ایذا سے محفوظ نہیں

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسروں کی تکلیف اور ایذا سے بچنے کیلئے بالکل کنارہ کش ہو جاتا ہے تب بھی وہ لوگوں کی ایذا سے محفوظ نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ اگر روئے زمین پر چلتا پھرنا چھوڑ دے اور زمین کے نیچے کوئی سُرنگ بنالے اور پھر اسی میں جا کر چھپ جاتا ہے تاکہ لوگوں کی ایذا سے محفوظ رہے یا لومڑی کے بل میں گھس جائے تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ ایسے لوگ مسلط کر دے گا جو اس کو وہاں جا کر تکلیف پہنچائیں گے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مومن کسی

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كَانَ

الْمُؤْمِنُ فِي جَحْرِ لَقِيَصَ اللَّهُ
لَهُ فِيهِ مَنْ يُؤْذِيهِ -

(المعجم الاوسط جدید ۶/۴۲۵،

حدیث ۹۲۸۲، مجمع الزوائد ۷/۲۸۶)

سُرنگ اور سوراخ میں جا کر محفوظ ہو جاتا
ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس مومن کیلئے اس
سوراخ کے اندر بھی ایسے لوگ پیدا کر دیگا
جو وہاں جا کر بھی اسکو ایذا پہنچائیں گے۔

سب سے بڑی مصیبت و بلا کا شکار کون؟
حدیث میں آیا ہے کہ
جو بندہ اللہ کا زیادہ

محبوب ہوتا ہے اسکو اللہ تعالیٰ مصیبت میں زیادہ مبتلا کرنا ہے اور اللہ کے سب
سے پیارے اور محبوب بندے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اسکے بعد
حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نائبین ہیں۔ اور انبیاء کے نائب حضرات
علماء کرام ہوتے ہیں پھر اسکے بعد نیک صالح مومن ہوتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ
بلا اور مصیبتوں میں بھی اسی ترتیب کے ساتھ مبتلا کرنا ہے۔ سب سے زیادہ اور
سب سے بڑی مصیبت اور بلا حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ہوتی ہے پھر
اس سے کم درجہ کی مصیبت علماء پر آ پڑتی ہے پھر اس سے کم درجہ کی مصیبت
صالحین عابدین اور نیک لوگوں پر آتی ہے پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ سلسلہ رہتا
ہے۔ لیکن یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ جس پر جتنی زیادہ مصیبت آتی ہے اسکو
اجر و ثواب اتنا زیادہ ملتا ہے اور جب قیامت کے دن اجر و ثواب دینے کا سلسلہ
شروع ہوگا تو سب سے زیادہ خوشی اور مسرت میں اہل بلا رہوں گے۔ لیکن اللہ
سے بلا اور مصیبت کی دُعا نہیں کرنی چاہیے بلکہ عافیت اور خیر کی دُعا کرنی
چاہیے اسلئے کہ ہم بلا اور آزمائش کے متحمل نہیں ہیں۔ اللہ پاک ہماری حفاظت
فرمائے۔ آمین۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ
دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوْعَكَ فَوَضَعْتُ
يَدَيَّ عَلَيْهِ فَوَجَدْتُ حَرَّةً
بَيْنَ يَدَيَّ فَوْقَ اللَّحَافِ فَقُلْتُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَشَدُّهَا
عَلَيْكَ إِنَّا كَذَلِكَ يَضْعِفُ لَنَا
الْبَلَاءَ وَيَضْعِفُ لَنَا الْآخِرُ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ النَّاسِ
أَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْأَنْبِيَاءُ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ثُمَّ مَنْ قَالَ
ثُمَّ الصَّالِحُونَ إِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ
لَيَبْتَلَى بِالْفَقْرِ حَتَّى مَا يَجِدُ
أَحَدُهُمْ إِلَّا الْعِبَاءَةَ يُحَوِّبُهَا
وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمْ لَيَفْرَحُ بِالْبَلَاءِ
كَمَا يَفْرَحُ أَحَدُكُمْ بِالرِّخَاءِ -

(ابن ماجہ ۱۰۲۹۱، الترغیب والترہیب ۱۴۱/۲)

بالفاظ دیگر شعب الایمان ۴/۱۴۲،

حدیث ۹۷۷۴)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے وہ فرماتے
ہیں کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں اس حال میں حاضر ہوئے جبکہ آپ سخت بخار
میں مبتلا رکھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ
صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا ہاتھ رکھا بخار اتنا
شدید تھا کہ میں نے لحاف کے اوپر سے
حرارت کی بھاپ محسوس کی پھر میں نے کہا
اے اللہ کے رسول آپ کو کس قدر بخار ہے۔
تو آپ نے فرمایا کہ ایسے ہی ہم لوگوں پر شدید
بلا اور مصیبت آتی ہے اور ہمارا اجر و
ثواب بھی ایسا ہی گونا گوا ہوتا ہے پھر حضرت
ابوسعید خدریؓ نے پوچھا یا رسول اللہ لوگوں
میں سب سے زیادہ بلا اور مصیبت کا شکار کون
ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ حضرات انبیاء
ہوتے ہیں پھر پوچھا کہ اسکے بعد کون ہوتے

ہیں، تو فرمایا کہ صالحین اور نیک

لوگ ہوتے ہیں بیشک انہیں سے کسی کو

ایسے فقر و فاقہ میں مبتلا کیا جاتا ہے

کہ ان کے پاس اپنے پہننے کے عبا ر اور کھانے کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے اور بیشک
انہیں سے کوئی قیامت کے دن بلا اور مصیبت سے ایسا خوش ہوگا جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے

مال اور سرمایہ کے عیش میں خوش ہوتا ہے۔

بلا و مصیبت سے گناہ جھڑنا

اگر کسی پر بلا اور مصیبت آپڑے
تو وہ خدا کی رحمت سے ناامید

نہ ہو۔ اللہ کی طرف سے اس بات کا اعلان ہے کہ جس بندہ کو گناہوں سے پاک کرنا مقصود ہوتا ہے اسکو اللہ تبارک و تعالیٰ قسم قسم کی مصیبتوں اور بلاؤں سے دوچار کرتا ہے اس میں جتنا صبر کریگا اتنا اسکا گناہ معاف ہوتا رہیگا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت بخاریں مبتلا رہیں۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ سخت ترین بخار میں مبتلا رہیں تو آپ نے فرمایا کہ جی ہاں بیشک میرا بخار تمہارے دواؤں کے برابر ہے تو میں نے کہا کہ پھر آپ کو دوا ہر اجر دیا جائیگا تو آپ نے فرمایا کہ جی ہاں ایسا ہی ہوگا پھر آپ نے فرمایا کہ کسی بھی مسلمان کو کوئی ایذا پہنچ جائے چاہے ایک کانٹے یا اس سے زیادہ کی تکلیف کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس تکلیف کی وجہ سے ضرور اسکا گناہ معاف فرما دیگا اور تکلیف سے گناہ اس طرح جھڑ جائیگا جیسا کہ موسم خریف کے زمانہ میں درختوں سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَوْعُكَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ تَوْعُكَ وَعُكَاشِدِيدًا قَالَ أَجَلُ إِنِّي أَوْعُكَ كَمَا يَوْعُكَ رَجُلَانِ مِنْكُمْ قُلْتُ ذَلِكَ بَأَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ فَتَالَ أَجَلُ ذَلِكَ كَذَلِكَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَدَى شَوْكَةٍ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا كَمَا تَحْطُ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا

(بخاری شریف ۲/۸۴۳ حدیث

۵۴۳ بالفاظ دیگر شعب الایمان، ۱۴۱

حدیث ۹۷۷۲)

ایک حدیث شریف میں اور وضاحت کیساتھ حضور کا ارشاد ہے کہ جب کسی مومن کو جسمانی ذہنی یا فکری تکلیف اور پریشانی لاحق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ ہر ایک ابھرنے کے بدلہ میں اسکی خطاؤں اور گناہوں کی مغفرت کا اعلان کرتا ہے۔ حدیث پاک کے اندر چھ قسم کی تکلیفوں کو گن کر بتلایا ہے کہ ہر ایک تکلیف سے گناہوں کی معافی کا اعلان ہے۔

۱۔ النَّصَبُ : جسمانی تھکاوٹ کی تکلیف جب مومن جسمانی محنت کرتا ہے اور اس سے تھکاوٹ محسوس کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس تھکاوٹ کی تکلیف کی وجہ سے اسکا گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

۲۔ الْوَصَبُ : بدن میں کوئی درد کی تکلیف ہوتی ہے مثلاً سر میں درد ہے پینڈلی میں درد ہے گھٹنوں میں درد ہے یا پھوڑے پھنسی کی تکلیف ہے اللہ تعالیٰ ان تکلیفوں کی وجہ سے اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے۔

۳۔ الْهَمُّ : ذہنی فکر اور بھن میں مبتلا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے بھی مومن کا گناہ معاف فرماتا ہے۔

۴۔ الْحُزْنُ : دماغی رنج اور خطرہ لاحق ہو جائے تو اسکو بھی اللہ تعالیٰ مومن کے گناہوں کیلئے کفارہ بناتا ہے۔

۵۔ الْأَذَى : مومن کو کہیں سے بھی ایذا پہنچتی ہو اور ستایا جانا ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو بھی گناہوں کیلئے کفارہ قرار دیتا ہے۔

۶۔ الْغَمُّ : ذہنی غم اور کوفت میں مبتلا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسکو بھی گناہوں کیلئے کفارہ قرار دیتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | حضرت ابو سعید خدریؓ اور ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ
نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا
حُزْنٍ وَلَا آذًى وَلَا غَمٍّ
حَتَّى الشُّوْكَةِ يَشْكَا كُفَّهَا
إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ
خَطَايَاهُ —

(بخاری شریف ۲/۸۴۳ حدیث ۵۴۲۴)
مسلم شریف ۲/۳۱۹ ترمذی ۱/۱۹۱)

نے فرمایا کہ مومن کو جسمانی تھکاوٹ اور
جسمانی تکلیف اور ذہنی فکر اور دماغی رنج
اور کسی کی طرف سے ایذا اور تائے جانے
کی تکلیف اور قلبی کوفت اور رنج نہیں
پہنچے گا مگر اللہ تعالیٰ انہیں سے ہر چیز
کے بدلہ میں اسکے گناہوں کو معاف فرمادے گا
حتیٰ کہ وہ کانٹے جو مومن کے بدن میں لگتے
ہیں اسکی وجہ سے بھی گناہوں کو معاف
فرمادیتے ہیں۔

ایک اور حدیث شریف میں گناہوں کو مٹانے کیساتھ ساتھ درجات بلند ہونے کی
بھی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو ایک تکلیف کی وجہ سے اسکا گناہ بھی معاف
فرماتا ہے اور اس کے درجات بھی بلند فرماتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کسی مومن کو
کانٹے چبھنے یا اس سے اوپر کی کوئی تکلیف
نہیں پہنچے گی مگر اس کے ذریعہ سے
اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتا
ہے اور اس کے ذریعہ سے اسکا ایک
گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُصِيبُ
الْمُؤْمِنُ مِنْ شَوْكَةٍ فَمَا فَوْقَهَا
إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً أَوْ حُطَّتْ
عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ —
(مسلم شریف ۲/۳۱۸)

کسی کی مصیبت پر خوشی کی مذمت | حدیث پاک میں آیا ہے کہ انسان کی بدترین عادت اور غلط کردار

یہ ہے کہ کسی کی مصیبت پر خوش ہو جائے، اور پھر خوشی کا اظہار دوسروں کے سامنے بھی کیا جائے، یہ انسان کی بڑی بدبختی اور محرومی ہے۔ اسلئے کہ جو شخص کسی کی مصیبت اور پریشانی پر خوشی کا اظہار کریگا تو اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کو مصیبت سے نجات دیگا اور خوش ہونے والے اس مصیبت میں مبتلا کر دیگا، اسلئے ڈرنے کی ضرورت ہے کہ کبھی کسی کی پریشانی اور مصیبت پر خوش ہو کر مطمئن نہیں رہنا چاہئے، بلکہ اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ اور جو مصیبت میں مبتلا ہے اس کے لئے دُعا کرنا چاہئے۔

حضرت واثلہ بن اسقع فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کریگا اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔

عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْظُرُوا فِي شِمَاتَةِ لِأَخِيكَ فَيَرْجِمَهُ اللَّهُ بِبُتْلَيْكَ (ترمذی ۲/۷۷)

اور ایک دوسری حدیث شریف میں اس بات کا ذکر ہے کہ اگر کسی مسلمان بھائی سے کوئی گناہ صادر ہو جائے اور وہ اس گناہ پر نادم ہے، اور اللہ سے توبہ کر لیتا ہے پھر کوئی شخص اس کے گناہ کے عیب کو اُچھالتا ہے، اور اسے اس گناہ پر عار دلاتا ہے، تو عار دلانا خود بہت بڑا گناہ ہے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اس کی سزا دیگا کہ اس شخص کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اسلئے دوسروں کے عیبوں کو دیکھنا اور دوسروں کے عیبوں کو اُچھالنا اور دوسروں کی مصیبتوں پر خوش ہونا سخت محرومی اور بدبختی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَعْمَلَهُ۔ (ترمذی ۲/۷۷) | حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کسی بھائی کو گناہ کرنے پر عار دلاتا ہے اور (ترمذی ۲/۷۷) اس پر عیب لگاتا ہے تو وہ شخص اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک خود اس گناہ کے ارتکاب میں مبتلا نہ ہو جائے۔

یہاں ایسا گناہ مُراد ہے کہ گناہ کرنے والے نے نادان ہو کر گناہ سے توبہ کر لی ہے پھر کوئی دوسرا اُسے اُچھا لکر عار دلاتا ہے۔

لوگوں کی ایذا پر صبر کی فضیلت

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان عام لوگوں کے ساتھ میل جول کر زندگی گزارتا ہے، اور اس میں لوگوں کی طرح طرح کی مصیبتوں پر صبر کرتا ہے وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو عام لوگوں سے الگ ہو کر تنہائی کی زندگی گزارتا ہے اور کسی کی طرف سے ایذا اور تکلیف پر صبر کا اسکو واسطہ نہیں پڑتا ہے۔ اسلئے جن لوگوں کو ماحول میں رہ کر دوسروں کی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچتی رہتی ہیں اور صبر کا کڑوا گھونٹ پیتے رہتے ہیں تو انہیں اللہ کی رحمت اور اسکے یہاں سے عظیم ترین اجر سے ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ انشاء اللہ اونچا مقام حاصل ہونے کا عنقریب وقت آنے والا ہے۔ اسلئے تکلیف اور اذیت کے موقع پر صبر اور تحمل سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آزمائش میں مبتلا نہ فرمائے۔ اور سکون و عافیت نصیب فرمائے۔ آمین۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شیخ یعنی ابن عمر مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک مسلمان جب عام لوگوں میں مخلوط اور میل جول کر رہتا ہو، اور لوگوں کی اذیت اور تکلیف پر صبر کرتا ہو تو وہ اس مسلمان سے بہتر اور افضل ہے جو لوگوں سے نہیں ملتا، اور ان کی ایذاؤں پر صبر نہیں کرتا ہے۔

عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ابن عمر) عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ خَيْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ۔

(ترمذی شریف ۷/۷۷)

کسی کی بے خیالی کے حادثہ پر ہنسنے کی مذمت

عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص بے خیالی میں ٹھوکر کھاتا ہے یا چلتے چلتے دوسری طرف دیکھنے کی وجہ سے

بے خیالی میں کسی چیز سے ٹکر کھا جاتا ہے یا سواری کے اوپر سے گر جاتا ہے۔ یا سائیکل چلاتے چلاتے خود ہی گر جاتا ہے یا اسکوٹر چلاتے ہوئے خود ہی گر جاتا ہے یا راستہ چلتے چلتے پھسل کر گر جاتا ہے تو ایسے بے خیالی کے حادثہ پر عام لوگ ہنستے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں۔ حالانکہ ہنسنا اور مذاق اڑانا شرعی طور پر جائز نہیں ہے۔ اسی ہنسی اور مذاق میں شیطان کی طرف سے ترغیب ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایسے موقع پر بجائے ہنسنے کے افسوس کرنا لازم ہے۔ اگر اس سے غلطی سے کوئی نا سمجھی کی بات ہوتی ہے تو اسے محبت کیساتھ سمجھانے کی ضرورت ہے۔ اور ایسے حادثہ اور تکلیف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسکے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور ہنسنے والے اپنے اوپر گناہوں کا بوجھ لا دیتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ قریش کے نوجوانوں کی ایک جماعت حضرت عائشہؓ کی خدمت میں زور زور سے ہنستے ہوئے حاضر ہوئی جس وقت حضرت عائشہؓ منیٰ میں تھیں ان کو ہنستے ہوئے دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ کس چیز کی وجہ سے تم ہنستے ہو تو ان لوگوں نے کہا کہ فلاں خیمہ کی رسی سے پھنسل کر گر پڑا، جس سے قریب تھا کہ اسکی گردن ٹوٹ جاتی یا اس کی آنکھ پھوٹ جاتی (یہ منظر دیکھ کر ہنس رہے ہیں) تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تم ہنسو اسلئے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کسی بھی مومن کو کانٹے جیسے یا اس سے زیادہ

عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ دَخَلَ شَبَابٌ
مِّنْ قُرَيْشٍ عَلَى عَائِشَةَ
وَهِيَ بِمِخْيَةٍ وَهُمْ يَضْحَكُونَ
فَقَالَتْ مَا يَضْحَكُكُمْ قَالُوا
فُلَانٌ خَذَّ عَلَى طَبِ فُسْطَاطٍ
فَكَادَتْ عُنُقُهُ أَوْعَيْنُهُ أَنْ
تَذْهَبَ قَالَتْ لَا تَضْحَكُوا
فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُشَاكُ شَوْكَةً
فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كُتِبَتْ لَهُ
بِهَا دَرَجَةٌ وَحُجِبَتْ عَنْهُ بِهَا

خَطِيبَةٌ۔

(مسلم شریف ۲/۳۱۸، ترمذی ۱/۱۹۱)

کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی مگر اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے
اسکا ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور اس کے ذریعے
ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں اس کی وضاحت ہے کہ جو شخص اپنی جان یا مال کے
سلسلہ میں مصیبت میں مبتلا ہو جائے اور اپنی مصیبت کی بات کسی انسان کے
سامنے پیش نہیں کرتا اور نہ ہی شکوہ و شکایت کرتا ہے بلکہ اپنی مصیبت و پریشانی
کو چھپاتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا اعلان
ہے کہ اللہ پاک اسکی ضرور مغفرت کریگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
وہ شخص جسکو اپنی مالی مصیبت میں مبتلا کر دیا
جائتا ہے یا اپنی جسمانی مصیبت میں مبتلا کر دیا
جاتا ہے پھر وہ اپنی مصیبت کو چھپاتا ہے
اسکی شکایت لوگوں کے سامنے پیش نہیں کرتا
تو اللہ نے اپنے اوپر اس بات کو لازم کر لیا ہے
کہ اللہ پاک ضرور اس کی مغفرت کریگا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أُصِيبَ بِمُصِيبَةٍ
فِي مَالِهِ أَوْ جَسَدِهِ فَكَتَمَهَا
فَلَمْ يَشْكُهَا إِلَى النَّاسِ كَانَ
حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ۔
(المجم الكبير ۱/۱۴۸، حدیث ۱۱۴۳۸)

امت محمدیہ کیلئے سب سے بڑا حادثہ

امت محمدیہ کیلئے سب سے بڑا اور دناک حادثہ اور ناقابل فراموش مصیبت حضرت
خاتم الانبیاء سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا المناک سانحہ ہے۔ امت کیلئے
آپ کی وفات سے بڑھکر کوئی مصیبت اور کوئی حادثہ نہیں ہو سکتا۔ آپ کیلئے امت کا

ایک ایک فرد اپنی جان سوار قربان کر دے تب بھی کم ہے۔ امت کے ہر فرد کو اپنی جان کے مقابلہ میں آپ کی ذات محبوب۔ لہذا ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ جسوقت حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سانحہ پیش آیا تھا اسوقت امت پر مصیبت کا کتنا بڑا پہاڑ ٹوٹا ہوگا۔ وفات سے کچھ دیر پہلے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شدت تکلیف کی وجہ سے بار بار غشی طاری ہو رہی تھی یہ دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بے اختیار یہ الفاظ کہے۔

”وَ اَكُوْبُ اَبَاہُ“ ”ہائے میرے والد کو کس قدر تکلیف ہو رہی ہے“ ”ہائے میرے باپ کس قدر تکلیف میں مبتلا ہیں“ اس پر آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

تمہارے باپ کو آج کے بعد کبھی تکلیف نہیں ہوگی۔

پیر کے دن صبح کو آپ کو معمولی سا آفاقہ معلوم ہوا حضرت ابو بکرؓ کی نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے حجرہ مبارکہ سے چادر ہٹا کر جھانکا اس سے تمام صحابہ پر ایک عجیب و غریب حرکت پیدا ہو گئی سب کے دلوں پر جو نا اُمیدی چھائی ہوئی تھی اس پر اُمید بھرائی۔ حضرت ابو بکرؓ نے مدینہ کے ایک کنارے مقام شیح میں ایک شادی کر رکھی تھی کئی روز مسلسل آپ کی تیمارداری میں رہنے کی وجہ سے اس بیوی کی خبر گیری کیلتے نہیں جاسکے۔ آج جب حضورؐ کو رُوبصحت دیکھنے میں آیا تو آپ سے اجازت لیکر وہاں تشریف لے گئے۔ اسی اثناء میں آپ کی وفات کا الم ناک سانحہ پیش آیا۔

فحول امت عمر ابن خطابؓ جیسے باہمت سپہ سالار بھی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے اور منبر پر تشریف لیجا کر زور زور سے کہنے لگے

وَاللّٰهُ مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کہ اللہ کی قسم حضورؐ کی وفات نہیں ہوئی ہے جب یہ المناک سانحہ پیش آیا تو اسکی اطلاع بجلی کی طرح تیز رفتاری سے ہر طرف پہنچ گئی جب حضرت ابو بکرؓ کو معلوم ہوا تو گھوڑے پر سوار ہو کر تیز رفتاری سے پہنچ گئے۔ حضرت عمرؓ کی

گفتگو کا منظر دیکھ کر کچھ نہیں فرمایا۔ اولاً حجرہ مبارکہ میں تشریف لیجا کر حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخسار مبارک کو بوسہ دیا آنکھوں سے زار زار آنسو جاری ہیں۔ فرمانے لگے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، جو موت آپ کے مقدر میں تھی اسکا مزہ آپ نے چکھ لیا ہے۔ اب دوبارہ آپ پر موت نہیں آئیگی۔ پھر مسجد نبوی میں تشریف لیجا کر حضرت عمرؓ سے فرمانے لگے اے قسم کھانیوالے بیٹھ جاؤ مگر حضرت عمرؓ نہیں بیٹھے۔ مسلسل تین مرتبہ فرماتے رہے مگر حضرت عمرؓ نہیں بیٹھے آخر حضرت ابوبکرؓ نے دوسری جانب تشریف لیجا کر اللہ کی حمد و ثنا کے بعد اپنی تقریر شروع فرمادی تو سب لوگ حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو گئے اور یہاں سے تقریر شروع فرمائی کہ جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا بیشک وہ وفات پا چکے ہیں۔ اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا بیشک وہ زندہ ہے اور قرآن پاک کی دُعا آیت پڑھ کر سنائی اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُونَ۔ آپ کو بھی موت کا مزہ چکھنا ہے اور ان سب کو بھی موت کا مزہ چکھنا ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے مبعوث کردہ ایک سچے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول دنیا میں تشریف لے آئے لیکن سب کو موت کا مزہ چکھنا پڑا۔ جو نبی حضرت صدیق اکبرؓ کی زبان سے حضرت عمرؓ نے مذکورہ آیتیں تلاوت کرتے سنا۔ ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ منبر سے اتر کر خود بھی حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہو گئے اور تمام صحابہؓ حضرت ابوبکرؓ کی تقریر سنکر بے اختیار ہچکی لے لے کر زار و قطار رونے لگے اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ واقعی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے جدا ہو کر پردہ فرما چکے ہیں۔ ابوبکرؓ کی اس تقریر سے جاں نثار صحابہؓ ہوش میں آ گئے اسکی تفصیل بخاری شریف ۱/۶۶۱ حدیث ۱۲۲۸ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ادھر حضرت سیدہ فاطمہؓ کا کیا حال ہو رہا تھا بیان سے باہر ہے۔ بخاری شریف

اور طبرانی شریف میں عجیب کیفیت کیساتھ حضرت فاطمہؓ کا صدمہ بیان کیا گیا ہے۔ جب آپ کی وفات ہوگئی تو حضرت فاطمہؓ کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ جاری ہو گئے۔

يَا أَبَتَا أَجَابَ رَبًّا دَعَا
يَا أَبَتَا مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ
مَا وَاهُ يَا أَبَتَا إِلَى جَبْرِيلَ
نَعَا (بخاری شریف ۱/۶۴۱)

ہائے میرے والد جنہوں نے اپنے رب کے دعوت پر لبیک کہا ہے۔ ہائے میرے آبا جان جنکا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے۔ ہائے میرے مشفق والد جبریل امین علیہ السلام کے سامنے جنکی وفات پر ہم گریہ و زاری کر رہے ہیں۔

جب حضرات صحابہ آقائے نامدار علیہ السلام کی قبر مبارک پر مٹی دیکر فارغ ہو گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے بے ساختہ فرمایا کہ اے انس! تمہارے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ تم اپنے ہی ہاتھوں سے حضرت سرکارِ دو عالم سید الکونین خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مٹی ڈال دی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ وَأكْرَبَ أَبَاهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلَيَّ إِبْرِيكَ كَرِبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ يَا أَبَتَا أَجَابَ رَبًّا دَعَا يَا أَبَتَا مَنْ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَا وَاهُ. يَا أَبَتَا إِلَى جَبْرِيلَ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی شدت بڑھ گئی تو شدت تکلیف سے بار بار غشی کی بے ہوشی طاری ہونے لگی تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ ہائے میرے آبا جان کس قدر تکلیف میں مبتلا ہیں تو آپ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ پھر جب آپ کی وفات ہوگئی تو حضرت فاطمہؓ نے بے اختیار کہا ہائے میرے آبا جان جنہوں نے اپنے رب کی دعوت کو قبول فرمایا ہے۔ ہائے میرے والد

نَعَاہُ، فَلَمَّا دَفَنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ
يَا أَنَسُ أَطَابَتْ أَنْفُسُكُمْ
أَنْ تَحْتُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ.
(بخاری شریف ۲/۶۲۱ حدیث ۴۲۴۸
المعجم الکبیر ۲/۴۱۷ حدیث ۱۰۲۹-۱۰۳۱)

جنگا ٹھکانا جنت الفردوس ہے۔ ہائے میرے شفق باب
جبریل علیہ السلام کے سامنے جنگی وفات پر ہم گریہ دزاری
کر رہے ہیں پھر جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہ
نے خادم رسول حضرت انسؓ سے فرمایا کہ اے صحابہ
کی جماعت تمہارے دلوں نے یہ کیسے گوارا کیا ہے کہ تم
نے اپنے ہاتھوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
پر مٹی ڈال دی۔

اس کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قبر مبارک پر تشریف لیا کر مٹی
اٹھا کر اپنی پیشانی پر رکھی اور اے سونگھا اسکے بعد کھیر یہ اشعار پڑھے۔

مَاذَا عَلَى مَنْ شِمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدَ : أَنْ لَا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا
صَبَّتْ عَلَى مَصَائِبُ لَوَّاتِهَا : صَبَّتْ عَلَى الْآيَامِ عَدَنَ لَبَايَا

ترجمہ: حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی مٹی سونگھنے والا اگر مصیبت کی
بیہوشی میں کھو کر پھر عمر بھر کچھ سونگھنے کے قابل نہ رہے تو ایسی حیرت اور تعجب کی بات نہیں اسلئے
کہ اس حادثے سے میرے اوپر مصیبتوں کے جو پہاڑ ٹوٹے ہیں کہ اگر ایسی مصیبت دنوں پر آپڑی
ہوتی تو وہ اندھیری راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

(اشرف الوسائل ۵۸۷ بحوالہ اللہ سے شرم کیجئے ۲۳۸)

المعجم الکبیر ۲/۴۱۶ میں ایک لمبی حدیث ہے اس میں ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک بار سرگوشی فرمائی تو حضرت
سیدہ فاطمہؓ رونے لگیں۔ پھر جب دوبارہ سرگوشی فرمائی تو مسکرا کر ہنسنے لگیں۔ جب
حضرت عائشہؓ نے آپ کا راز معلوم فرمایا تو حضرت سیدہؓ نے کہا کہ میں آپ کے راز
کھولنا نہیں چاہتی۔ پھر آپ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ نے دوبارہ معلوم کیا۔

تو فرمایا کہ پہلی بار جب سرگوشی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں وفات پا جاؤں گا تو اس پر مجھے رونا آگیا۔ اور پھر جب دوسری بار سرگوشی ہوئی تو فرمایا کہ میری آل میں سے سب سے پہلے تم ہی وفات پا کر مجھ سے ملاقات کرو گی تو میں مسکرا کر رونے لگی یہ بڑی عبرت کی بات ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہؓ کو جب مرنے کی خبر دی گئی تو بجائے غمگین اور رنجیدہ ہونے کے خوش ہو کر مسکرانے لگیں۔ یہ دنیا سے بے تعلقی کی سبق آموز عبرت کا واقعہ ہے۔

صاحبزادہ حضرت ابراہیمؑ کی وفات کا سانحہ

حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اخیر عمر میں حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے ایک صاحبزادہ عطا فرمایا آپ کو ان کی پیدائش سے بڑی مسرت و خوشی ہوئی۔ اور فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹے کا نام اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کے نام کیساتھ رکھا ہے۔ پھر اس کے بعد دودھ پلانے کیلئے حضرت ام سیف کے حوالہ کر دیا۔ اور ام سیف کے یہاں بھٹی چلا کرتی تھی اسلئے کہ ان کے یہاں لوہار کا کام ہوتا تھا۔ کبھی کبھی بھٹی کا دھواں زیادہ نقصان کا باعث بھی ہو جاتا تھا اور حضورؐ وقتاً فوقتاً حضرت ام سیف کے گھر تشریف لیجا کر تے تھے پھر حضرت ابراہیمؑ کو پیار کر کے واپس آجاتے اور کبھی اپنے پاس بلالیا کرتے تھے۔ اسی میں حضرت ابراہیمؑ کی عمر سولہ یا سترہ مہینے کی ہو گئی لیکن قضائے الہی بہتت کر گئی۔ حضرت ابراہیمؑ کی وفات کا وقت آگیا تو حضورؐ کو جب معلوم ہوا تو آپ دایہ کے گھر پہنچے۔ آپ کیساتھ میں حضرت عبدالرحمن ابن عوف وغیرہ اکابر صحابہ بھی موجود تھے جب آپ وہاں پہنچے تو اس وقت حضرت ابراہیمؑ نزع کے عالم میں تھے۔ تو آپ نے حضرت ابراہیمؑ کو گود میں لے لیا اور بوسہ دیا اور آپ ہی کی گود میں حضرت ابراہیمؑ کی روح

پرواز ہو گئی تو آپ کی آنکھوں سے زار زار آنسو بہنے لگے تو اس پر حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ نے کہا یا رسول اللہؐ آپ تو رونے سے منع فرماتے ہیں آج آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں تو اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ رحمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہے میں چیخنے چلانے سے منع کرتا ہوں۔ آنسو جاری ہونے سے منع نہیں کرتا اور آنسوؤں کا جاری ہونا صبر کے خلاف نہیں ہے۔ چیخنا چلانا صبر کے خلاف ہے۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بہنے کا سلسلہ جاری ہو گیا پھر آپ نے فرمایا آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور قلب میں رنج و غم ہے مگر اللہ کی مرضی کے حدود کے دائرہ سے باہر نہیں نکلتے ہیں اسی حدود میں رہ کر رحمت و شفقت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری اولاد ہے۔ اسلئے آپ کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی۔ آپ نے ان کی وفات پر صبر کی بے نظیر مثال پیش فرمائی اور امت کو تلقین فرمائی کہ آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہونا ممنوع نہیں ہے بلکہ رحمت ہے چیخ و پکار ممنوع ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس ابن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسف لوہار کے پاس گئے۔ اور وہ حضرت ابراہیمؑ کی دایہ کے شوہر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیمؑ کو گود میں لیکر بوسہ دیا اور ان کو سوگھا پھر کچھ دنوں کے بعد ہم پھر حضرت ابراہیمؑ کے پاس گئے اس حال میں کہ حضرت ابراہیمؑ جانکنی کے نزع میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَيْفِ الْقَيْنِ وَكَانَ ظَنَرًا لِابِرَاهِيمَ فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِبْرَاهِيمَ يَجُودُ بِنَفْسِهِ فَجَعَلَتْ عَيْنَا

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَذَرَفَانِ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ
ابْنُ عَوْفٍ وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحِمَةٌ
ثُمَّ اتَّبَعَهَا بِأُخْرَى فَقَالَ إِنَّ
الْعَيْنَ تَذْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ
وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا وَإِنَّا
بِفِرَاقِكَ يَا أَبْرَاهِيمَ لَمَحْزُونُونَ

بہہ پڑیں۔ تو حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ نے فرمایا
یا رسول اللہ آپ کیسے رو رہے ہیں تو حضورؐ نے
فرمایا اے ابن عوفؓ بیشک یہ رحمت و شفقت ہے
پھر حضورؐ نے دوسرا جملہ فرمایا کہ بیشک آنکھ آنسو
بہاتی ہے اور دل رنج و غم کا شکار ہوتا ہے۔ اور ہم
صرف وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی
رہتا ہے اور بیشک اے ابراہیمؑ ہم تمہارے فراق
سے غمگین ہیں۔

(بخاری شریف ۱۷۴/۱ حدیث ۱۲۸۹ بالفاظ دیگر مسلم شریف ۲/۳۵۴)

حضرت زینبؓ کے معصوم بچہ کی وفات کا واقعہ

حضورؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا ایک معصوم بچہ نزع کی حالت میں مبتلا ہو گیا
تو حضرت زینبؓ نے حضورؐ کو بلا بھیجا تو حضورؐ خود تشریف نہیں لے گئے بلکہ کسی کے ہاتھ
یہ کہلا بھیجا کہ زینبؓ کو پہلے میرا سلام پیش کرو۔ اور یہ کہہ دو کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس
ہے ہم اور ہماری جان سب اللہ کی امانت ہے۔ اللہ کو حق ہے جو چاہے لے لے اور
جو چاہے عطا کرے۔ ہر ایک کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے سب کو
اسی کا انتظار ہے۔ اور اپنے وقت مقررہ پر سب کو جانا ہے۔ اسلئے صبر کے علاوہ
کوئی چارہ کار نہیں۔ اگر اللہ سے ثواب کی امید پر صبر کیا جائے تو اس کا بہت بڑا اجر
ہے۔ پھر صاحبزادی حضرت زینبؓ نے اس قاصد کے ہاتھ دوبارہ قسم دیکر بھیجا کہ
آپ ضرور تشریف لے آئیں تو حضرت زینبؓ کے اصرار پر حضورؐ تشریف لے گئے اور
آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ

اور حضرت زید بن ثابتؓ اور ان کے علاوہ اور بھی صحابہؓ کی ایک جماعت تشریف لے گئی۔ جب حضورؐ وہاں پہنچ گئے تو بچہ کو آپؐ کی گود میں رکھ دیا۔ اس وقت بچہ جانکنی کے نزع میں تھا آپؐ کو بچہ کی یہ حالت دیکھ کر رحمت و شفقت اُبھرائی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونیکا منظر دیکھا گیا تو حضرت سعد بن عبادہؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہؐ یہ کیا ہو رہا ہے کہ آپؐ کیسے رو رہے ہیں آپؐ تو خود رونے سے منع فرماتے ہیں تو اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں آنکھوں سے آنسو جاری ہونے سے منع نہیں کرتا بلکہ چیخ و پکار سے منع کرتا ہوں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہونا شفقت و رحمت کی علامت ہے اسلئے یہ اللہ کی مرضی کے خلاف نہیں آنکھوں سے آنسو جاری ہونا صبر کے خلاف نہیں ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت اُسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپؐ کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ بیشک میرا بیٹا نزع کی حالت میں ہے آپؐ ہمارے یہاں تشریف لے آئے تو حضورؐ نے ایک آدمی کے ذریعہ سلام کہلوایا اور یہ کہلوایا کہ بیشک اللہ کیلئے وہ ہے جو وہ لے لیتا ہے اور اس کیلئے وہ بھی ہے جو وہ عطا کرتا ہے۔ اور ہر ایک اللہ کے یہاں کیلئے وقت مقررہ کے انتظار میں ہے۔ لہذا تم صبر کرو اور ثواب کی امید رکھو۔ تو صاحبزادی نے پھر حضورؐ کے پاس قسم دیکر بھیجا کہ آپؐ ضرور تشریف لے آئے تو حضورؐ جانے

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أُرْسِلَتْ
بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَيْهِ أَنْ ابْنًا لِي قُبِضَ فَأَنْتِنَا
فَارْسَلْتُ يُقْرِئُ السَّلَامَ وَيَقُولُ
إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أُعْطِيَ
وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى
فَلْتَصَبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَارْسَلَتْ
إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لِيَأْتِيَنِيهَا
فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ
عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ
وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ

سیلے کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد
ابن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی ابن کعب، زید ابن
ثابت اور کچھ افراد چلے تو حضور کی خدمت میں بچہ
کو اس حالت میں پیش کیا گیا کہ وہ جانکنی کی حالت
میں نزع کا سانس لے رہا تھا تو حضور کی آنکھوں
سے آنسو بہہ پڑے تو حضرت سعد نے فرمایا کہ
یا رسول اللہؐ یہ کیا ہو رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ
ایک رحمت ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے
قلوب میں داخل فرمایا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ
اپنے بندوں میں سے رحمت اور شفقت والے لوگوں پر رحمت نازل فرماتا ہے۔

وَرَجَالَ فَرَّغَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِي
وَنَفْسُهُ تَتَقَعَّقُ... فَفَاضَتْ
عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ مَا هَذَا قَالَ هَذِهِ رَحْمَةٌ
جَعَلَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ
وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مَنْ عِبَادِهِ الرَّحْمَاءُ
(بخاری شریف ۱/۱۷۱ حدیث ۱۲۷۷،
۸۴۲/۲ حدیث ۵۴۳۷ ۹۸۳/۲ حدیث ۶۳۷۱)

چیخ و پکار کی ممانعت

عزیز و اقارب کے انتقال اور وفات پر
واویلا مچانا چیخ و پکار کرنا، کپڑا پھاڑنا
گریباں چاک کرنا، چہرے پر مارنا اور جاہلوں کی طرح زور زور سے چلانا سخت منع
ہے۔ اس سے میت کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور زور زور سے رونے سے میت کے
اوپر عذاب ہوتا ہے۔ اسلئے چیخ و پکار سے ہر ایک کو باز رہنا چاہیئے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
وہ شخص ہم میں سے نہیں جو اپنے چہروں
پر مارتا ہے اور گریبان چاک کرتا ہے
اور جاہلیت کی پکار پکارتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا
مَنْ ضَرَبَ الْخَدَّ وَدَوَّ شِقَّ الْجُيُوبِ
وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ۔

(بخاری شریف ۱/۲۷۳ حدیث ۱۲۸۳)

ایک دوسری حدیث میں اس سے زیادہ وضاحت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نَبَّحَ عَلَيْهِ. الْحَدِيثُ (بخاری ۱۴۲/۱)

حضرت ابن عمرؓ اپنے والد سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میت کو نوحہ چیخ و پکار کرنے سے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔

ایک حدیث شریف میں اس سے بھی وضاحت کیساتھ مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسو بہنے سے اور دل کے رنج و غم کی وجہ سے عذاب نہیں دیتا ہے بلکہ چیخ و پکار کی وجہ سے واد بلا چانے کی وجہ سے میت کو عذاب دیتا ہے۔ اور حضرت عمرؓ چیخ و پکار کرنے والے کو ڈنڈے سے مارتے تھے اور ایسے چیخنے چلانے والے کے منہ میں مٹی ڈالتے تھے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَلَا تَسْمَعُونَ أَنَّ اللَّهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهَذَا
وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ أَوْ يُرْحِمُ وَإِنَّ
الْمَيِّتَ يُعَذِّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ
وَكَانَ عُمَرُ يُضْرِبُ فِيهِ بِالْعَصَا
وَيُرْفِي بِالْحَجَارَةِ وَيُحْصِي بِالتُّرَابِ
(بخاری ۱۴۲/۱ حدیث ۱۲۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کیا تم نے یہ بات نہیں سنی کہ بیشک اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو بہنے اور دل کے رنج و غم سے میت کو عذاب نہیں دیتا اور اپنی لسان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لیکن اس کے ذریعہ عذاب دیا جاتا ہے، یا خیر کی بات کرنے سے رحمت کا مستحق ہوتا ہے۔ اور بیشک میت کو اسکے گھر والوں کے اس پر آواز سے رونے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اور حضرت عمرؓ چیخ و پکار کیساتھ رونے پر لاکھی سے مارتے تھے اور پتھر سے مارتے تھے، اور منہ میں مٹی ٹھونس دیا کرتے تھے۔

اہلِ بلاہ کی فضیلت

اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک دو قسم کے لوگ بہت زیادہ پسندیدہ ہیں اور ان کا مقام بھی بہت اونچا ہوگا ۱۔ شہید ۲۔ سخی۔ لیکن جب میدانِ محشر میں اللہ کے دربار میں عدالت قائم ہوگی تو حساب و کتاب کیلئے شہید کی بھی پیشی ہوگی اور سخی کی بھی پیشی ہوگی اور ان کیلئے بھی حساب و کتاب کے دفاتر پیش ہوں گے۔ پھر اسکے بعد اہلِ بلاہ کی پیشی ہوگی جن کو دنیا کے اندر طرح طرح کی مصیبتیں اور بلائیں جھیلی ہیں۔ اور انہوں نے ان مصیبتوں پر بے صبری نہیں کی بلکہ صبر و ضبط سے کام لیا تھا۔ اور جب اللہ کے دربار میں پیشی ہوگی تو ان کیلئے انصاف کی ترازو قائم کی جائے گی، اور نہ ہی حساب و کتاب کے دفاتر پیش کئے جائیں گے۔ بلکہ بغیر حساب و کتاب کے جنت کے اعلیٰ مقام کا فیصلہ ہوگا۔ پھر اللہ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ انہوں نے دنیا میں جو مصیبتیں جھیلی ہیں ان کا اجر دینے کا سلسلہ جاری ہو جائے۔ چنانچہ اللہ کی طرف سے اجر و ثواب کا ایسا دریا بہایا جائیگا کہ ان کا اجر دیکھ کر دوسرے لوگ جنہوں نے ان کی طرح دنیا میں مصیبتیں نہیں اٹھائیں ہیں، آرزو اور تمنا کریں گے کہ اگر ہمارے جسم کو قینچی سے کاٹ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے اور ہم اس پر صبر کر لیتے تو اچھا ہوتا۔ آج ہم اجر و ثواب کے اس بے پایاں سمندر سے محروم ہیں جو مصیبت زدہ کو مل رہا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے دربار میں شہید کی پیشی ہوگی اس کو حساب و کتاب کیلئے کھڑا کر دیا جائیگا۔ اور صدقہ کرنیوالے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
يُؤْتَى بِالشَّهِيدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
فَيُنْصَبُ لِلْحِسَابِ وَيُؤْتَى

بِالْمُتَّصِدِّقِ فَيُنْصَبُ لِلْجَسَّادِ
ثُمَّ يُؤْتَى بِأَهْلِ الْبَلَاءِ
وَلَا يُنْصَبُ لَهُمْ مِيزَانٌ وَ
لَا يُنْشَرُ لَهُمْ دِيْوَانٌ فَيُصَبُّ
عَلَيْهِمُ الْأَجْرُ صَبًّا حَتَّىٰ أَنْ
أَهْلَ الْعَافِيَةِ يَتَمَنُّوْنَ فِي
الْمَوْقِفِ أَنَّ أَجْسَادَهُمْ قُرِضَتْ
بِالْمُقَارِضِينَ مِنْ حُسْنِ ثَوَابِ
اللَّهِ لَهُمْ - (المعجم الكبير ۱۲/۴۱ احديث ۱۸۲۹۷)
الترغيب والترهيب للمذري ۴/۱۴۲

سختی کی بھی پشی ہوگی اسکو بھی حساب و کتاب کیلئے
کھڑا کر دیا جائیگا پھر اسکے بعد اہل بلا کی پیشی
ہوگی اور نہ ان کے حساب و کتاب کے لئے انصاف
کی ترازو قائم کی جائے گی اور نہ ہی ان کے نامہ
اعمال کے دفاتر پیش کئے جائیں گے پھر ان کے
اوپر اجر و ثواب ایسا بہایا جائیگا حتیٰ کہ اہل عافیت
مخبر میں یہ تمنا کریں گے کہ کاش انکے جسموں کے
کاٹ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ اللہ
کی طرف سے مصیبت زدوں کو عمدہ ترین ثواب
دیئے جانے کی وجہ سے۔

حضرت ام سلیم کا بے مثال صبر

حضرت ام سلیم بنت ملحانؓ دورِ
نبوتؐ کی ان خوش نصیب خواتین

میں سے ہیں جنکو آفتابِ نبوتؐ کی طرف سے بار بار خوش خبری نصیب ہو چکی ہے۔
یہ حضرت انسؓ کی والدہ محترمہ ہیں جب آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرتِ مکر کے
تشریف لائے تو حضرت ام سلیم حضرت انسؓ کو ساتھ لیکر بارگاہِ نبوتؐ میں حاضر ہو کر
فرمانے لگیں یا رسول اللہؐ آپ کو خدمت کیلئے ہوشیار اور سمجھدار بچے کی ضرورت پڑیگی۔
یہ پیارے انسؓ بہت ہوشیار اور سمجھدار ہیں میں اس کو آپ کی خدمت کیلئے وقف
کرتی ہوں۔ چنانچہ حضرت انسؓ نے حضورؐ کی وفات تک ایسی خدمت کی ہے
کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اولاد اور مال کیلئے خاص دُعا ردی۔ چنانچہ
لوگوں کے باغات میں سال میں ایک بار پھل آتا تھا۔ اور حضرت انسؓ کے باغ
میں دو دو فصل آتی تھیں اور حضرت انسؓ کو اللہ نے ایک سو بیس سے زیادہ اولاد

عطا فرمائی۔ (مسند احمد ۳/۱۰۸، حدیث ۱۲۰۶، ۳/۱۸۹، حدیث ۱۲۹۸) اور حضرت ام سلیم اقلے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ایک بات کو اپنی زندگی میں داخل فرما لیا کرتی تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس عورت کے تین نابالغ بچے دنیا سے گزر جائیں اور ماں باپ صبر کریں تو یہی بچے جہنم سے نجات اور جنت کے درجات کے سبب بنیں گے۔ تو ام ایمنؓ نے سوال کیا کہ اگر کسی کے دو بچے ہوں تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کو بھی وہ درجہ مل جائیگا۔ پھر ام ایمنؓ نے سوال کیا کہ اگر کسی کا ایک بچہ گزر جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس پر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی وہ درجہ عطا فرمائیگا۔ (المجم البکیر ۲/۲۲۵، اوسط ۲/۲۲۸۹۷) حضرت ام سلیمؓ نے حضور کے اس ارشاد کو اس یقین کے ساتھ دماغ میں بٹھالیا کہ عورت جیسی کمزور اور نازک طبیعت کے باوجود معصوم بچہ کی موت پر عجیب و غریب صبر کا نقشہ پیش فرمایا۔ ان کا ایک چھوٹا بچہ تھا وہ سخت مرض میں مبتلا ہو گیا۔ ان کے شوہر حضرت ابو طلحہ انصاریؓ جب بھی گھر تشریف لاتے تو بچہ کے حالات معلوم کرتے تھے۔ ایک دن حضرت ابو طلحہؓ گھر سے باہر کہیں تشریف لے گئے تھے اس درمیان میں بچہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت ام سلیمؓ نے ایسے صبر کا منظر پیش فرمایا کہ انہوں نے بچہ کو گھر کے ایک کناے اس طرح لٹا دیا کہ گویا بچہ آرام کی نیند سو رہا ہے اور شوہر کے لئے اچھا کھانا تیار فرمایا اور خود بھی صاف ستھرا کپڑا پہن کر تیار بیٹھیں۔ جب حضرت ابو طلحہؓ گھر تشریف لائے تو نہایت ہشاش بشاش ہو کر کے شوہر کے سامنے آئیں۔ اور معمول کے مطابق جب بچہ کے بارے میں معلوم کیا گیا تو حضرت ام سلیمؓ نے فرمایا کہ بچہ وہ اسکو بالکل سکون ہے۔ ام سلیم کا مطلب یہ تھا کہ اب اسے کوئی تکلیف نہیں۔ اسلئے کہ موت واقع ہونے کے بعد مرض کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ شوہر نے یہ سمجھا کہ بچہ کو افاقہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے ام سلیمؓ کے ساتھ خوش و خرم رات گزاری اور چونکہ کوئی غم نہیں تھا۔ رات میں

بیوی سے ہمبستر بھی ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو ام سلیمؓ نے کہا کہ جاؤ بجہ کی نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دو تو اس پر حضرت ابو طلحہؓ چونک پڑے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر پورا واقعہ پیش فرمایا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ام سلیمؓ نے صبر کا عجیب نقشہ پیش کیا پھر حضورؐ نے پوچھا کہ آج کی رات میں تمہارے درمیان ہمبستری ہوئی ہے تو حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا کہ جی ہاں تو حضورؐ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے دن گنتے جاؤ انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ اسکا نعم البدل عطا فرمائے گا۔ چنانچہ اسی رات میں ام سلیم حاملہ ہو گئیں اور اس سے اسلام کے مشہور محدث اور فقیہ عبد اللہ بن ابی طلحہ پیدا ہوئے۔ ان کے پیدا ہوتے ہی انکو حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے کھجور چبا کر تخنیک فرمائی اور انکا نام عبد اللہ رکھا۔ یہ حدیث شریف بخاری شریف میں دو جگہ موجود ہے۔ جلد ثانی میں مفصل ہے اور جلد اول میں مختصر ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ النَّبِيِّ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ ابْنُ لَاحِي طَلْحَةَ يَشْتَكِي فُجُورَ أَبِي طَلْحَةَ فَقَبِضَ الصَّبِيَّ فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ مَا فَعَلَ ابْنِي قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ هُوَ اسْكُنْ مَا كَانَ فَقَرُبْتُ إِلَيْهِ الْعِشَاءَ فَتَعَشَّى ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ وَارِ الصَّبِيَّ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ کا ایک بچہ بیمار ہو گیا پھر اسکا انتقال اس حالت میں ہوا کہ حضرت ابو طلحہؓ باہر کہیں تشریف لے گئے تھے پھر حضرت ابو طلحہؓ واپس تشریف لائے تو فرمایا کہ میرے بیٹے کا کیا حال ہے تو ام سلیمؓ نے فرمایا کہ وہ پہلے سے زیادہ سکون سے ہے پھر شام کا کھانا لا کر پیش فرمایا تو حضرت ابو طلحہؓ نے کھانا تناول فرمایا۔ پھر بے فکری میں بیوی کیساتھ ہمبستر بھی ہو گئے پھر فراغت کے بعد بیوی نے کہا جاؤ بجہ کو دفن کر دو

فَاخْبَرَهُ فَقَالَ عَاثِرٌ سَتَمُ اللَّيْلَةُ
قَالَ نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ
لَهُمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَتَالَ لِ
اَبُو طَلْحَةَ اَحْفَظْهُ حَتّٰى تَأْتِي
بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ اَمَعَ شَيْءٌ قَالُوا نَعَمْ
تَمَرَاتٌ فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَضَغَهَا ثُمَّ اَخَذَ
مِنْ فِيْهِ فَجَعَلَهَا فِي الْصَّبِيِّ وَ
حَنَّكَهُ بِهِ وَسَمَّاهُ عَبْدُ اللّٰهِ -
(بخاری شریف ۸۲۲/۲ حدیث ۵۲۵۸)

(بخاری شریف ۱/۱۲۸۷)

جب صبح ہوئی تو حضرت ابو طلحہ نے حضورؐ
کے پاس آکر پوری بات کی اطلاع کر دی
حضورؐ نے پوچھا کہ کیا تم نے آج کی رات میں
ہمبستری کی ہے، تو حضرت ابو طلحہ نے فرمایا
کہ جی ہاں حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں
کیلئے برکت عطا فرمائے، پھر ام سلیمؓ سے
ایک لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت ابو طلحہ نے مجھ سے
کہا کہ آج کی تاریخ کو یاد کرو یہاں تک کہ تم
اسکو حضورؐ کے پاس لیجا کر پیش کر سکو۔
چنانچہ حضورؐ کی خدمت میں بچہ کو لایا گیا۔
اور ساتھ میں ام سلیمؓ نے کچھ کھجور بھی لے گئی۔
حضورؐ نے بچہ کو اپنی گود میں لیکر فرمایا کہ کیا

اسکے ساتھ کوئی چیز ہے تو لوگوں نے فرمایا کہ کھجور ہے آپؐ نے کھجور لیکر چبائی اور بچہ کا منہ
پکڑ کر کھجور کو اسکے منہ میں رکھ کر تحنیک فرمائی اور بچہ کا نام عبد اللہ رکھا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو صبر کی تلقین اور غزتی خط

حضرت معاذ بن جبلؓ آقائے نامدار علیہ السلام کی طرف سے مع اہل و عیال تشریف
لے گئے تھے۔ آپؓ نے حضرت معاذؓ کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا اسی اثنا میں حضرت
معاذ بن جبلؓ کے صاحبزادہ کا انتقال ہو گیا تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس ایک تعزیتی خط لکھوایا اس میں آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم
نے صبر کی تلقین اور نابالغ بچے کے دنیا سے گزر جانے سے صبر کرنے پر کیا اجر و

ثواب ہے۔ اس سلسلہ میں ایک تسلی بخش نامہ مبارک ارسال فرمایا۔ آقائے نامدار علیہ السلام کا یہ خط پوری امت کیلئے درس عبرت ہے کہ ہماری اولاد ہمارے اہل و عیال اور ہمارا مال و دولت سب اللہ کی امانت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی امانت جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ ہمارے لئے صبر و شکر کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں ہے۔ جزع فزع کرنے سے مرنے والا واپس نہیں آتا اور نہ ہی اس سے دل کا غم دور ہوتا ہے۔ اسلئے صبری نسخہ عبرت ہے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے لہذا ہر مسلمان کیلئے ایسے صدمہ کے موقع پر صبری سب سے بہترین چیز ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انکے ایک لڑکے کا انتقال ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تعزیت نامہ لکھوایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللّٰہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے معاذ بن جبل کے نام آپ پر سلامتی ہو میں پہلے اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوار کوئی معبود نہیں بعد ازاں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس صدمہ کا اجر عظیم دے اور تمہارے دل کو صبر عطا فرمائے اور ہم کو اور تم کو نعمتوں پر شکر کی توفیق دے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری جانیں اور ہمارے مال اور ہمارے اہل و عیال یہ سب اللہ تعالیٰ کے مبارک عطیہ ہیں اور اسکی سوچی ہوئی امانتیں ہیں (اس

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّهُ مَاتَ ابْنٌ لَهُ فَكُتِبَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّعْزِيَةُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَإِنَّي أَحْمَدُ اللَّهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَمَّا بَعْدُ فَأَعْظَمَ اللَّهُ لَكَ الْأَجْرَ وَالْهَمَلَ الصَّبْرَ وَرَزَقْنَا وَإِيَّاكَ الشُّكْرَ فَإِنَّ أَنْفُسَنَا وَأَمْوَالَنَا وَأَهْلَنَا مِنْ مَوَاهِبِ اللَّهِ

اصول کے مطابق آپ کا لڑکا بھی اللہ کی امانت تھا (اللہ تعالیٰ نے جب چاہا خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا۔ اور جب چاہا اپنی اس امانت کو تم سے اپنے مقررہ وقت پر واپس لے لیا۔ اور یقیناً ہم اللہ سے اپنی دی ہوئی نعمت پر شکر کی توفیق کا سوال کرتے ہیں اور صبر کا سوال کرتے ہیں جب آزمائش میں مبتلا کرائے اور آپ کا بیٹا بھی اللہ کا مبارک عطیہ اور اسکی سوچی ہوئی امانت ہے، اللہ تعالیٰ نے تم کو اسکے ذریعہ سے خوشی اور عیش کے ساتھ فائدہ اٹھانے کا موقع دیا، اسکو تم سے اجر عظیم کے ساتھ اٹھا لیا ہے اللہ تعالیٰ کی خاص نوازش اور اسکی رحمت اور اسکی ہدایت کی تم کو بشارت ہے اگر تم نے ثواب اور رضا الہی کی نیت سے صبر کیا، لہذا اے معاذ صبر کرو اور ایسا نہ ہو کہ جزع فزع تمہارے اجر کو غارت کر دے اور پھر تمہیں مذمت ہو اور یقین رکھو کہ جزع فزع سے کوئی مرنے والا واپس نہیں آتا اور نہ اس سے دل کا رنج و غم دور ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم اترتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے بلکہ یقیناً ہو چکا ہے۔

الْهَيْبَةُ وَعَوَارِيهِ الْمُسْتَوْدَعَةُ
يَمْتَحِنُ بِهَا إِلَى الْحَلِّ وَيَقْبِضُهَا
إِلَى وَقْتٍ مَعْلُومٍ وَإِنَّا نَسْأَلُ
الشُّكْرَ عَلَى مَا أَعْطَى وَ
الصَّبْرَ إِذَا ابْتُلِيَ وَكَانَ
أَبْنُكَ مِنْ مَوَاهِبِ اللَّهِ
الْهَيْبَةُ وَعَوَارِيهِ
الْمُسْتَوْدَعَةُ مَتَّعَكَ اللَّهُ بِهَا
فِي غِبْطَةٍ وَسُرُورٍ وَقَبْضَةٍ
مِنْكَ بِأَجْرِ كَثِيرٍ الصَّلَاةِ
وَالرَّحْمَةِ وَالْهُدَى إِنْ
اِحْتَسَبْتَهُ فَاصْبِرْ وَلَا
يَحْبُطُ جَزَعُكَ أَجْرَكَ فَتَنْدَمُ
وَأَعْلَمُ أَنَّ الْجَزَعَ لَا يَرُدُّ مَيْتًا
وَلَا يَدْفَعُ حَزَنًا وَمَا هُوَ نَازِلٌ
فَكَانَ قَدْ وَالسَّلَامُ۔

(المعجم الكبير ۲/۱۵۶ حدیث ۳۲۴)

(المعجم الاوسط ۱/۳۶ جدید ۸۳)

(المستدرک قدیم ۳/۲۷۳ جدید)

۵/۱۹۳۰ حدیث ۵۱۹۳،

(مجمع الزوائد ۳/۳)

اول صدمہ میں صبر کا حکم

جب کسی مسلمان کو اچانک صدمہ پہنچے تو اسی وقت صبر کا حکم ہے صبر کے ثبوت پر نشان اجر و ثواب اس وقت ملتا ہے کہ جب صدمہ اولیٰ میں صبر کر لیا جائے۔ ایک دفعہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک قبر کے پاس سے گذر ہوا تو آپ نے دیکھا کہ ایک عورت ایک قبر کے پاس بیٹھ کر رو رہی ہے تو آپ نے اس عورت کو خوفِ خدا اور صبر کی تلقین کی اس عورت کو معلوم نہیں تھا کہ کہنے والے حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اُس نے غصے سے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ جو تکلیف مجھے پہنچی ہے اس کی تمہیں کیا خبر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو کر وہاں سے تشریف لے گئے تو لوگوں نے اس عورت سے کہا کہ تو نے یہ کیا حرکت کی ہے وہ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ وہ عورت فوراً آپ کی خدمت میں جا کر معذرت خواہی کرنے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَىٰ کہ صبر کا اعتبار جب ہی ہوتا ہے کہ آدمی شروع ہی کے صدمہ میں صبر کر لیتا ہے یہ حدیث شریف بڑی عبرت کی ہے کہ ہم لوگ شروع میں بے صبری کا ثبوت پیش کرتے ہیں اور بعد میں صبر کرتے ہیں حالانکہ شروع میں صبر کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو آزمائش میں مبتلا نہ کرے۔ لیکن اگر کہیں صدمہ اور آزمائش کا شکار ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسی عورت کے پاس سے گذر ہوا جو ایک قبر کے پاس بیٹھ کر رو رہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور صبر

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ
مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ تَبْكِي عِنْدَ
قَبْرِ فَقَالَ إِنَّهُ لَشَدِيدٌ

وَاَصْبِرِي قَالَتْ اِلَيْكَ عَنِّي
فَاِنَّكَ لَمْ تُصَبِّ بِمُصِيبَتِي
وَلَمْ تَعْرِفْهُ فَقِيلَ لَهَا اِنَّهُ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَانَّتْ بِأَبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ
بَوَاقٍ فَقَالَتْ لَمْ أَعْرِفْكَ
فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ
الصَّدْمَةِ الْأُولَى -

(بخاری شریف ۱/۱۷۱ حدیث ۱۲۶۹)

کرو تو عورت نے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ
اسلئے کہ جو مصیبت مجھے پہنچی ہے وہ تم کو نہیں
پہنچی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس عورت نے آپ کو نہیں
پہچانا پھر اس سے کہا گیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم تھے تو وہ عورت آپ کے دروازہ پر آئی
تو دیکھا کہ آپ کے پاس کوئی دربان نہیں ہے۔
عورت نے معذرت کے طور پر کہا کہ میں نے
آپ کو پہچانا نہیں تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ صبر اسی کا نام ہے جو پہلے ہی صدمہ کے
وقت میں کیا جاتا ہے۔

فخر و خوش فہمی سے صبر کی بربادی

صبر نہایت پسندیدہ اور محبوب ترین چیز ہے لیکن اگر صبر کرنے کیساتھ ساتھ
اس طرح خوش فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ہم تجیسا صبر کیا ہے کوئی دوسرا نہیں
کر سکتا اور دل دل میں اس کے فخر اور خود ستائی ہے تو اس سے صبر کا جو ثواب
اللہ کے یہاں جمع ہوتا ہے وہ سب ختم ہو جاتا ہے حدیث پاک میں آیا ہے کہ
خوش فہمی اور خود پسندی چار قسم کی نیکیوں کیلئے مصیبت بن جاتی ہے۔
۱۔ الصَّيْرُ : خوش فہمی اور خود ستائی کی وجہ سے صبر کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔
۲۔ التَّوَاضُّعُ : اللہ تعالیٰ کو عاجزی و انکساری بہت پسند ہے اور اس کا
بہت ثواب ہے لیکن خوش فہمی اور خود پسندی سے اس کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔
۳۔ ذِكْرُ اللَّهِ : اللہ کا ذکر بھی اللہ کو بہت پسندیدہ ہے اس کا بھی اللہ کے

یہاں بہت بڑا اجر و ثواب ہے مگر خوش فہمی اور خود ستائی کی وجہ سے اس کا ثواب بھی برباد ہو جاتا ہے۔

۲۔ قِلَّةُ الشَّيْءِ : کفایت شعاری اللہ کو یہ بھی بہت پسند ہے کہ آدمی ہر کام کفایت سے کرے۔ اگر بہت بڑا مالدار ہے فضول خرچی نہیں کرتا کفایت اور سادگی سے خرچ کرتا ہے تو یہ اللہ کو بہت پسندیدہ ہے۔ اور اگر غریب اور تنگ دست ہے اور غربت کی زندگی پر صبر کرتا ہے تو یہ بھی اللہ کو بہت پسند ہے اور اس کا بھی بڑا اجر و ثواب ہے لیکن کفایت شعاری سے اگر خود فہمی اور خود ستائی میں مبتلا رہتا ہے تو اللہ کے یہاں جو اجر و ثواب ہے وہ سب برباد ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ لَا يُصَبُّنَ إِلَّا بِعُجْبِ الصَّبْرِ وَهُوَ أَوَّلُ الْعِبَادَةِ وَالْتَوَاضِعُ وَذِكْرُ اللَّهِ وَقِلَّةُ الشَّيْءِ ۶۔ (المعجم الكبير ۲۵۶/۱)

حدیث ۷۴، الترغیب والترہیب ۴/۱۳۹،

المستدرک للحاکم جدید ۸/۲۸۰۳،

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزوں پر صرف عجب اور خود پسندی کی وجہ سے مصیبت آتی ہے ۱۔ صبر اور وہ عبادت کے پہلے مرحلے میں ہے ۲۔ تواضع اور عاجزی ۳۔ اللہ کا ذکر ۴۔ قِلَّةُ الشَّيْءِ یعنی کفایت شعاری۔

حدیث ۱۷۸۶۲ قال الحاکم لهذا الحديث صحيح الاسناد وفيه الصمت مقام الصبر

جو شخص مصیبت پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن گناہوں سے ایسا

صبر کا اجر و ثواب

پاک صاف کر کے اٹھائے گا جیسا کہ معصوم بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت شدا بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ بیشک میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی بندہ مومن کو کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہوں پھر بھی وہ میری حمد و ثنا کرتا ہے اور جس مصیبت پر مبتلا کیا ہے اس پر صبر کرتا ہے تو وہ اپنے خواب گاہ سے گناہوں سے پاک ہو کر اس دن کی طرح اٹھے گا جس دن اس کو اس کی ماں نے جنا ہے۔

عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنًا فَحَمِدَنِي وَصَبَرَ عَلَى مَا ابْتَلَيْتُهُ بِهِ فَإِنَّهُ يَقُومُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذَلِكَ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ مِنَ الْخَطَايَا.

(المعجم الاوسط جدید ۲/۳۱۸ حدیث ۴۰۹)

حدیث پاک میں آیا ہے کہ دنیا کے اندر سب سے بڑا زاهد کون ہے لوگ یہ سمجھتے

سب سے بڑا زاهد کون؟

ہیں کہ زاهد وہ شخص ہے جس نے دنیا سے ایسی بے رغبتی اختیار کر لی ہے کہ اللہ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے ان کو بھی عملاً اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے۔ کبھی استعمال کا ارادہ بھی نہیں کرتا اور وہ اسکو تقویٰ اور ترک دنیا سمجھتا ہے یا اپنے مال اور دولت کو جہاں چاہے خرچ کر دیتا ہے اپنے پاس جمع ہونے نہیں دیتا، تو حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح حلال چیزوں کو عملاً اپنے اوپر حرام کر لینا اور اپنے مال و دولت کو ضائع کر دینا زہد اور تقویٰ نہیں ہے بلکہ زہد و تقویٰ یہ ہے کہ اللہ کی حلال کردہ نعمتوں کو استعمال کیا جائے اور اپنے مال و دولت کو موقع و محل میں خرچ کیا جائے اور پھر اسی حالت میں دو خوبیاں اسکے اندر موجود ہوں۔

لَا تَكُونُ بِمَا فِي يَدَيْكَ أَثَقٌ مِمَّا فِي يَدِ اللَّهِ : پہلی خوبی یہ ہے کہ جو کچھ

مال و دولت تمہارے قبضہ و دائرہ اختیار میں ہو اس پر تمہیں بھروسہ نہ ہو اگر بھروسہ ہو تو صرف اس دولت کے اوپر ہو جو اللہ کے دائرہ اختیار میں ہوتی ہے۔ اسلئے کہ تمہارے قبضہ میں جو کچھ دولت ہے اس کے زائل ہونے میں صبح سے شام تک بھی نہیں لگ سکتی کسی بھی وقت ختم ہو سکتی ہے۔ اور اللہ کے دائرہ اختیار میں جو کچھ ہے وہ لازوال نعمت ہے۔ اسی کے اوپر بھروسہ اور امید ہو اسلئے کہ جب وہ اپنے لامحدود خزانہ سے دینے پر آتا ہے تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جب اپنی دی ہوئی دولت لینے پر آتا ہے تو اس پر بھی کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔ لہذا سب سے بڑا زہد و تقویٰ یہی ہے کہ اپنے مال و دولت پر بھروسہ نہ ہو بلکہ اللہ پر بھروسہ ہو۔

۲۔ وَأَنْ تَكُونَ فِي ثَوَابِ الْمُصِيبَةِ إِذَا أَنْتَ أَصَبْتَ بِهَا أَدْغَبَ فِيهَا لَوَانُهَا أَبْقَيْتَ لَكَ هَذَا۔ جب تم پر کوئی مصیبت آپڑے تو اس کے اجر و ثواب کی رغبت میں مستغرق ہو جاؤ اور مزید یہ آرزو کرنے لگو کہ یہ مصیبت لگی رہے اور اس کا ثواب ملتا رہے۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ کو یہ دو خوبیاں بہت پسند ہیں کہ انسان اپنے اور اپنے مال پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ اور اللہ کے لامحدود خزانہ پر بھروسہ رکھے۔ اور جب مصیبت آئے تو جزع و فزع نہ کرے بلکہ اجر و ثواب کی امید میں مستغرق ہو جائے۔ آقائے نامدار نے فرمایا کہ جس شخص کے اندر یہ صفات موجود ہوں اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی متقی اور عابد زاہد نہیں ہو سکتا۔ اسلئے مصیبت اور صدمہ کے موقع پر صبر سے کام لیا جائے تو سب سے بڑی کامیابی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّهَادَةُ | حضرت ابو ذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں زہد و تقویٰ

فِي الدُّنْيَا لَيْسَتْ بِتَحْوِيلٍ إِلَى الْحَلَالِ
وَلَا إِضَاعَةٍ الْمَالِ وَلَكِنَّ
الزَّهَادَةَ فِي الدُّنْيَا أَنْ لَا تَكُونَ
بِمَا فِي يَدِكَ أَوْشَقُ بِمَا
فِي يَدِ اللَّهِ وَأَنْ تَكُونَ فِي
ثَوَابِ الْمُصِيبَةِ إِذَا أَنْتَ
أُصِيبْتَ بِهَا أَرْغَبَ فِيهَا لَوْ
أَنَّهَا أَبْقَيْتَ لَكَ۔

(ترمذی شریف ۲/۵۹، الترغیب والترہیب)

(۱۳۹/۴)

حلال کو حرام کر چکے ذریعہ سننے نہیں ہوتا
اور نہ ہی مال ضائع کر چکے ذریعہ سننے ہوتا
ہے بلکہ دنیا میں زہد و تقویٰ یہی ہے کہ
جو کچھ تمہارے قبضہ اور دائرہ اختیار میں
ہے اس پر اتنا بھروسہ نہ ہو جتنا اللہ کے
قبضہ کی چیزوں میں ہوتا ہے اور مصیبت
کے ثواب کی امید میں تم ڈوب جاؤ جب
تم مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ تو مزید ثواب
کی امید میں یہ آرزو ہو کہ وہ مصیبت تمہارے
ساتھ باقی رہے۔

ایک اور حدیث شریف میں زہد کی پانچ صفتیں بیان کی ہیں۔

۱۔ مَنْ لَمْ يَنْسَ الْقَبْرَ وَالْبِلَىٰ : — کہ زہد وہ شخص ہے جو قبر اور قبر کے اندر
کے گوشت پوست گل کر ہڈیاں تک بوسیدہ ہو کر مٹی ہو جائے نیکو نہیں بھولتا ہے۔
۲۔ وَتَرَكَ فَضْلَ زِينَةِ الدُّنْيَا : — دنیا کی زیب و زینت چھوڑ دیتا ہے۔
۳۔ وَاشْرَأَ مَا يَبْقَىٰ عَلَىٰ مَا يَفْنَىٰ : — ہمیشہ باقی رہنے والی چیزوں کو دنیا کی
فنا ہونے والی چیزوں پر ترجیح دیتا ہے۔

۴۔ وَلَمْ يُعِدْ غَدًا فِي آيَاتِهِ : — اور اپنی زندگی میں آئینہ والے گل کو نہ شمار
کرتا ہے اور نہ اس کو کوئی حیثیت دیتا ہے کیا خبر ہے کہ آئینہ والا گل اپنی زندگی میں
نصیب ہو گا یا نہیں۔

۵۔ وَعَدَّ نَفْسَهُ مِنَ الْمَوْتَىٰ : — اور اپنے نفس کو مردوں میں شمار کرتا ہے
زندگی پر کوئی بھروسہ نہیں رکھتا۔ ساری امیدیں آخرت سے متعلق ہیں۔ دنیا کی

زندگی اور دنیا کی زیب و زینت پر کوئی آرزو اور بھروسہ نہیں ہے۔ آقاؐ نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ صفات موجود ہوں صبح معنی میں وہی زاہد اور متقی ہے۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

وَعَنِ الصَّحَّاحِ قَالَ أَمَّا
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَجَدُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
مَنْ أَزْهَدُ النَّاسِ قَالَ
مَنْ لَمْ يَنْسَ الْقَبْرَ وَالْبُلَى
وَتَرَكَ فَضْلَ زِينَةِ الدُّنْيَا
وَأَثَرَ مَا يَبْقَى عَلَى مَا يَفْنَى
وَلَمْ يَعْذِ غَدًا فِي أَيَّامِهِ
وَعَدَّ نَفْسَهُ مِنَ الْمَوْتَى.
(الترغيب والترہیب ۴/۷۵)

حضرت صحاحؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر سوال کیا کہ
یا رسول اللہ لوگوں میں سب سے بڑا زاہد کون ہے
تو آپؐ نے فرمایا کہ سب سے بڑا زاہد وہ ہے جو قبر
کو نہیں بھولتا ہے اور قبر میں جا کر گوشت پوست
گل کر ہڈیاں بوسیدہ ہونی کو نہیں بھولتا ہے۔ اور
دنیا کی زیب و زینت کو ترک کر دیتا ہے۔ اور
ہمیشہ باقی رہنے والی چیزوں کو دنیا کی فنا ہونے
والی چیزوں پر ترجیح دیتا ہے۔ اور آئندہ گل کو
اپنے زندگی کے ایام میں شمار نہیں کرتا ہے۔ اور
اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرتا ہے۔

مریض کی عیادت کی فضیلت

اگر کوئی مسلمان مرض میں مبتلا ہو جائے یا مصیبت میں مبتلا ہو جائے
تو اس مسلمان کی عیادت اور تسلی کیلئے جانا عظیم فضیلت کا باعث ہے۔ حدیث
پاک میں آیا ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کیلئے جاتا ہے تو
جب تک واپس نہیں آئے گا تو اس وقت تک اسکے بار میں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ یہ
شخص جنت کے باغات میں سیر کرتا ہے۔ کتنی بڑی خوش خبری ہے کہ کسی مسلمان بھائی
کی عیادت کیلئے جانا جنت کے باغات میں سیر و تفریح کے مترادف ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے
عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ
مَرِيضًا لَمْ يَزَلْ فِي خُرْقَةِ الْجَنَّةِ
حَتَّى يَرْجِعَ۔

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مریض کی
عیادت کرتا ہے تو وہ جنت کے باغات
میں ہوتا ہے حتیٰ کہ واپس لوٹ آئے۔

(مسلم شریف ۲/۳۱۴، ترمذی شریف ۱/۱۹۱)

ایک حدیث شریف میں اس سے بھی وضاحت کیسا تھ مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کیلئے جاتا ہے تو
اس کیلئے ستر ہزار فرشتے رحمت کی دُعا کرتے ہیں اور جب شام کو جاتا ہے تو صبح
تک ستر ہزار فرشتے رحمت کی دُعا کرتے ہیں۔ اور اس کیلئے جنت میں ایک باغ کا
وعدہ ہوتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِمًا
عُدَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُونَ
أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُمِيسَ وَإِنْ
عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ
سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتَّى يُصْبِحَ
وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی عیادت
کیلئے صبح کو نہیں جائیگا مگر شام تک
ستر ہزار فرشتے اس کیلئے رحمت کی دُعا
کریں گے۔ اور اگر شام کو عیادت کو جاتا
ہے تو ستر ہزار فرشتے صبح تک رحمت کی
دُعا کرتے ہیں اور اس کیلئے جنت میں
ایک باغ کا اعلان ہے۔

(ترمذی شریف ۱/۱۹۱)

(الترغیب والترہیب ۴/۱۶۴)

ایک اور حدیث شریف میں اس کی بھی وضاحت ہے کہ جو شخص کسی مسلمان مریض کی عیادت کو جاتا ہے یا کسی مسلمان بھائی سے دینی رشتہ اور تعلق کی بنا پر زیارت اور ملاقات کیلئے جاتا ہے تو اللہ کی طرف سے بشارت دینے والے فرشتے اس کو پیکاریں گے کہ ہم بشارت دیتے ہیں کہ تمہارا چلنا مبارک ہو، تمہاری زندگی مبارک ہو، تم نے جنت میں اپنا ایک مکان بنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مریض کی عیادت کرنے والے سے بہت خوش ہوتا ہے اور اس کیلئے جنت میں ایک محل تیار کرتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيضًا نَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ طِبْتُ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَدَّاتِ مِنْ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا۔

(ابن ماجہ / ۱۰۴)

ترمذی شریف ۲/۲۱)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرنے کیلئے جاتا ہے یا کسی مسلمان بھائی سے دینی تعلق کی بنا پر ملاقات کو جاتا ہے تو آسمانوں سے پیکارنے والے فرشتے اس طرح پکارتے ہیں کہ تم بہت اچھے آدمی ہو تمہارا کام اچھا ہے تمہارا چلنا مبارک ہو اور تم نے جنت میں اپنی ایک منزل اور ایک مکان تیار کر لیا ہے۔

اسلام سہرا یا خیر خواہی ہمدردی اور غمخواری کا نام ہے مسلمانوں کیساتھ خیر خواہی اور

یہودی بچہ کی عیادت

غمخواری تو ہوتی ہے لیکن اگر کوئی غیر مسلم تمہارا پڑوسی ہے یا تمہارا نوکر یا خادم ہے اور وہ بیمار ہو جائے تو اسکی عیادت کرنا بھی مسنون ہے۔ اسلام نے انسانی دنیا کو انسانی ہمدردی اور رواداری سکھائی ہے۔ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بارگاہ میں ایک یہودی بچہ آیا کرتا تھا اور وہ حضورؐ کی خدمت بھی کرتا تھا

جب وہ بچہ بیمار ہوا تو حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام بنفس نفیس یہودی کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر اس کی عیادت فرمائی اور اس بچہ کے سر کے قریب جا کر کے فرمایا کہ تمہارا وقت قریب ہے اسلام لے آؤ۔ جب آپ نے اسلام کی دعوت پیش فرمائی تو وہ بچہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا تو باپ نے حضور کی اطاعت کیلئے کہہ دیا اس پر اس بچہ نے اسلام قبول کر لیا تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا فرمایا یہ ہمارے لئے درس عبرت ہے کہ ہمارے آقا نے یہودی جیسے دشمنوں کی بھی عیادت فرمائی ہے۔ اور اس سے دشمنوں کے دل نرم ہو گئے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا۔ پھر وہ بیمار ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کیلئے پہنچ گئے، اپنے اس کے سر کے پاس بیٹھ کر اس کو اسلام لانے کی دعوت دی تو وہ بچہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا اور اس کا باپ بھی اس کے پاس موجود تھا تو باپ نے کہا (ابو القاسم) کی اطاعت کرو تو اس بچہ نے اسلام قبول کر لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے وہاں سے نکلے کہ ہر تعریف اس اللہ کیلئے جس نے اس بچہ کو جہنم سے بچا لیا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ أَسْلِمَ فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ فَقَالَ أَطِيعْ أَبَا الْقَاسِمِ فَأَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَكُمْ مِنَ النَّارِ (بخاری شریف ۱۸۱/۱ حدیث ۱۳۴۲)

مریض کی عیادت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ مریض کے پاس پہنچ کر اس کو تسلی دیجائے

عیادت کے آداب و دُعا

اور کثرت مرتبہ ذیل میں درج کی جانے والی دُعا پڑھے اگر مریض کے مقدر میں شفا یابی ہے تو اس دُعا کو کثرت مرتبہ پڑھنے سے انشاء اللہ شفا یاب ہو جائے گا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی عیادت کے موقع پر یہ دُعا پڑھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ دُعا کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يُشْفِيكَ - اس اللہ سے سوال کرتا ہوں جو بڑی عظمت والے ہیں اور عظمت والے عرش کے مالک ہیں کہ وہ تم کو شفا دیدیں۔ (ترمذی شریف ۲/۲۸)

ایک حدیث شریف میں مریض کی عیادت کے آداب میں سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مریض کی اعادت کیلئے مریض کے پاس پہنچ جائے تو اسکو اس طرح تسلی دیجائے کہ ابھی تمہاری زندگی باقی ہے گھبراہٹ کی ضرورت نہیں۔ اللہ تمہیں صحت عطا فرمائے۔ اس سے مریض کے دل کو تسلی ہوتی ہے اگر اسکی زندگی ہے تو انشاء اللہ اس تسلی سے اسکو فائدہ ہوگا اور اگر زندگی نے ساتھ نہیں دیا ہے تو اسکے کہنے کا کوئی نقصان نہیں ہوگا لیکن مریض کو تسلی ہو جائے گی۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اسکو زندہ رہنے کی امید دلاؤ کیونکہ یہ عمل کسی چیز کو رد تو نہیں کر سکتا (یعنی اس طرح کہنے سے تقدیر الہی تو بدل نہیں سکتی) لیکن اسکا جی اس سے خوش ہو جائے گا۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيضِ فَنَقِسُوا لَهُ فِي أَحْلِهِ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَيَطِيبُ نَفْسَهُ - (ترمذی شریف ۲/۲۹)

عیادت کی فضیلت اور نجات کی پانچ چیزیں

جب کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کے لئے جانا اسلامی فریضہ ہے۔ اور مریض کی عیادت کی فضیلت بھی بے مثال ہے۔ ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ایک چیز بھی کسی میں پائی جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے بارے میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہے کہ اسے ہرگز جہنم میں داخل ہونے نہیں دیگا، اسے ضرور جنت میں داخل فرمائے گا۔

(۱) مَنْ عَادَ مَرِيضًا: جو شخص کسی مسلمان بھائی کی بیماری میں عیادت کیلئے جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ہر طرح کی حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہے۔

(۲) خَرَجَ مَعَ جَنَازَةٍ: جو شخص جنازہ کے ساتھ جاتا ہو اس کی بھی ذمہ داری ہے۔
(۳) خَرَجَ غَازِيًا: اللہ کا کلمہ بلند ہونے کے لئے جہاد کے لئے نکلتا ہے اس کی بھی ذمہ داری ہے۔

(۴) دَخَلَ عَلَى إِمَامِهِ يُرِيدُ تَعْرِيزَهُ وَتَوْقِيرَهُ: جو شخص اپنے پیشوا اور سربراہ کے پاس اس ارادہ سے پہنچتا ہے تاکہ اس کی مدد اور اسکی تعظیم اور توقیر کرے، اور جائز معاملات میں ہر طرح اس کو طاقت پہنچائے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی بھی ذمہ داری لیتا ہے۔

(۵) قَعَدَ فِي بَيْتِهِ فَسَلِمَ النَّاسُ مِنْهُ وَسَلِمَ مِنَ النَّاسِ: جو شخص فتنہ کے زمانہ میں اپنے گھر بیٹھ جاتا ہے اور لوگوں سے ملاقاتیں نہیں کرتا ہے، لوگ اس کے فتنہ سے محفوظ اور وہ لوگوں کے فتنہ

سے محفوظ رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بھی ذمہ داری لیتا ہے۔ یہ پانچ قسم کے لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ اور رسول کی طرف سے ذمہ داری کا اعلان ہے۔ اور اللہ کی حفاظت کی ذمہ داری دنیا اور آخرت دونوں میں ہو سکتی ہے، لہذا دنیا کی پریشانیوں سے محفوظ ہوگا اور آخرت کے فتنوں سے بھی حفاظت ہوگی، اور جو شخص آخرت کے فتنوں سے محفوظ ہوگا لازمی طور پر اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا۔ اس مضمون کی کئی حدیثیں ہیں، کچھ مفصل ہیں اور کچھ مختصر ہیں۔ ہم یہاں پر ایک مختصر حدیث شریف نقل کر دیتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جو شخص ان میں سے کسی ایک پر عمل کرے گا اس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ خود اپنے اوپر لے لیا ہے (۱) جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے (۲) جو شخص جنازہ کے ساتھ جاتا ہے (۳) جو شخص جہاد کیلئے غازی بن کے جاتا ہے (۴) جو شخص اپنے سربراہ اور پیشوا کے پاس اس ارادہ کے حاضر ہوتا ہے تاکہ اس کی مدد کرے اور اس کی تعظیم و توقیر کرے (۵) جو شخص فتنہ سے بچنے کیلئے اپنے گھر بیٹھ جاتا ہے لوگ اس کے فتنہ سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور وہ لوگوں کے فتنہ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مَنْ فَعَلَ وَاحِدَةً مِّنْهُنَّ كَانَ ضَامِنًا عَلَى اللَّهِ مِنْ عَادِ مَرِيضًا أَوْ خَرَجَ مَعَ جَنَازَةٍ أَوْ خَرَجَ غَازِيًا أَوْ دَخَلَ عَلَى إِمَامٍ يُرِيدُ تَعَزُّزَهُ وَتَوَقُّبَهُ أَوْ قَعَدَ فِي بَيْتِهِ فَسَلِمَ النَّاسُ مِنْهُ وَسَلِمَ مِنَ النَّاسِ - (المعجم الكبير ۲/۳۸۸ حدیث ۵۵)

سند احمد بن حنبل ۵/۲۴۱،

بالفاظ دیگر السنن الکبریٰ للبیہقی نسخہ قدیم ۱۶۶

نسخہ جدید ۱۳/۵۴۸ حدیث ۱۹۰۵،

مجمع الزوائد ۱۰/۳۰۴

مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھنے کی دُعا | حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی مصیبت میں

مبتلا شخص کو دیکھا جائے تو اللہ کی حمد و ثنا اور ایسی مصیبت سے عافیت کی دُعا کرنا مسنون ہے۔ اگر کسی نابینا کو دیکھا جائے یا کسی لنگڑے لہجے کو دیکھا جائے یا کسی کو ہاتھ پاؤں سے معذور دیکھا جائے یا کسی خطرناک مرض میں مبتلا شخص کو دیکھا جائے تو اگر ذیل میں درج کی جانے والی دُعا پڑھی جائے گی تو انشاء اللہ پڑھنے والے کیلئے موت تک اس طرح کی مصیبتوں سے حفاظت ہو جائیگی۔ دُعا کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا۔

پوری حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو مصیبت میں مبتلا ہوتے ہوئے دیکھے اور دیکھنے کے بعد یہ دُعا پڑھے تمام حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے مجھے اس سے محفوظ و مامون رکھا جیسا کہ تجھے مبتلا کیا اور اپنی مخلوقات میں سے بہتوں پر مجھے فضیلت دی ہے۔

عَنْ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَأَى صَاحِبَ بَلَاءٍ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا أَعُوذُ مِنْ ذَلِكَ الْبَلَاءِ كَأَنَّا

مَا كَانَ مَا عَاشَ۔ (ترمذی ۲۸۱/۱، الترغیب والترہیب ۱۳۸/۲)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا : عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
اللَّهُ اَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَاَصِيلًا ۝

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

موت کے بعد ثواب کا سلسلہ کیسے جاری رہے؟

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۝ عَلَىٰ حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے۔ اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو دنیا میں سے کچھ دیں گے۔ اور آخرت میں اس کیلئے کوئی حصہ نہیں۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ
نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ
يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا
وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ هـ
(سورۃ شوریٰ آیت ۱۷)

چار قسم کے لوگوں کا اجر موت کے بعد بھی جاری

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کسی قسم کے عمل کے کرنے پر قادر نہیں ہوتا ہے۔ وہ ہر طرف سے مجبور اور محتاج ہو جاتا ہے۔ لیکن چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کے دنیا سے گذر جانے کے بعد بھی عمل کے ثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ وہ قبروں میں سو رہے ہیں اور یہاں ان کے نیک اعمال کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔ اور ان کے ثواب کے خزانہ میں مسلسل جمع ہوتا جا رہا ہے۔

اور یہ سلسلہ اپنی شرائط کے ساتھ ہمیشہ جاری رہے گا۔ وہ چار قسم کے لوگ حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ: جو شخص سَرحدِ اسلام کی حفاظت کی حالت میں مرجاتا ہے، یا دین کی خاطر جہاد فی سبیل اللہ میں دُنیا سے فوت ہو جاتا ہے، ایسا آدمی جب مرجاتا ہے تو اس کے مرنے کے بعد بھی قیامت تک سَرحدِ اسلام کی حفاظت کا ثواب اور دین کی خاطر جہاد کرنے کا ثواب اس کے لئے تسلسل کے ساتھ جاری رہے گا۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص سَرحدِ اسلام کی حفاظت کی حالت میں وفات پا جاتا ہے اس کے عمل کا سلسلہ بھی ہمیشہ جاری رہتا ہے، اور وہ قیامت تک قبر کے عذاب سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت فضالہ بن عبید بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر میت کا عمل اس کی موت پر ختم ہو جاتا ہے مگر وہ شخص جو سَرحدِ اسلام کی حفاظت کرتے ہوئے اللہ کے راستہ میں فوت ہو جائے اس لئے کہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہے گا اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ ہو جائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی کہتے ہوئے سنا ہے کہ حقیقت میں مجاہد وہی ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔

عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ كُلُّ مَيِّتٍ يَخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الَّذِي مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يُنْمَى لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيَأْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَتَسْمِعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمَجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ۔ الْحَدِيثُ

(ترمذی شریف ۱/۲۹۱)

۲۔ مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا أَجْرِي لَهُ أَجْرُهُ مَا عُمِلَ بِهِ :- جو شخص علم دین سکھانے

کے بعد پھر علم دین کا

درس دیتا رہا۔ یا دینی اصلاحی کتابیں تصنیف کر کے مسلمانوں میں عام کر دیا ہے اور اس کے علوم سے بہت سے مسلمانوں کو علم دین حاصل ہوا ہے۔ پھر اس کے بعد اس علم کے مطابق جتنے لوگ عمل کریں گے ان سب کو اپنے اپنے اعمال کا جو ثواب ملتا رہے گا ان سب کی طرف سے ایک ایک ثواب کے برابر اس کو بھی ثواب ملتا رہیگا۔ گویا کہ یہ چشمہ علم ہے۔ اور اس چشمہ علم کا فیضان جب تک جاری رہے گا اس وقت تک اس کو ثواب پہنچتا رہے گا اور جتنے لوگ غسل کرتے رہیں گے ان سب کے برابر اس کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ان سب کے برابر اس کو ثواب ملنے کی وجہ سے انہیں سے کسی کے اجر میں کسی قسم کی کمی نہیں آئے گی جیسا کہ حضرت امام الکبیر مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ نے دارالعلوم دیوبند قائم فرمایا۔ اور مراد آباد میں جامعہ قاسمیہ مدرسہ ہی قائم فرمایا۔ اور ان دونوں مدرسوں کا حال یہ ہے کہ جب سے یہ مدرسے قائم ہوئے ہیں اس وقت سے ہمیشہ تسلسل کے ساتھ قرآن و حدیث کی ابتدائی تعلیم سے لیکر دورہ حدیث شریف تک ہمیشہ تعلیم کا سلسلہ جاری رہا ہے اور عالم ہونے کے بعد پھر اسلام کے آخری کورس تکمیلات اور افتاء پڑھ کر ہزار ہا علمائے کرام ان دونوں مدرسوں سے محدث اور مفتی تیار ہوئے ہیں پھر پوری دنیا میں ان دونوں مدرسوں کا فیض اس قدر پھیلا ہے کہ برصغیر ایشیائے کوچک اور افریقہ اور یورپ اور امریکہ اور کناڈا چین اور جاپان انڈونیشیا اور ملیشیا اور آسٹریلیا تک یہاں کے فضلاء واسطہ در واسطہ پھیلے ہوئے ملیں گے۔

ان سب کے نیک اعمال کا ثواب اور ان سب کے ذریعہ سے جو علوم و اعمال کا سلسلہ جاری ہے انہیں سے ایک ایک کے برابر اجر و ثواب حضرت نانوتوی علیہ الرحمہ کے خزانہ میں بھی جمع ہو رہا ہو گا یہ چشمہ فیوض ہے جو انشا اللہ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ نیز ان دونوں مدرسوں کے ذریعہ سے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان اور افریقہ، برطانیہ اور امریکہ غرضیکہ پوری دنیا میں مدارس اسلامیہ کا ایک ایسا جال پھیلا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ایسی امید ہے کہ یہ جال کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

نیز ان مدارس میں پڑھانے والے محدثین اور فقہاء جیسے حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمن دیوبندی، علامہ انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الادب مولانا اعجاز علی امرہوی اور مولانا عبدالعلی میرٹھی، مولانا احمد حسن محدث امرہوی، مولانا محمود حسن سہسوانی، مولانا سید فخر الدین احمد، مولانا سید محمد میاں دیوبندی، مولانا عبد الجبار اعظمی وغیرہ محدثین و مفتیان کرام کے علوم و فیوض کا سلسلہ پوری دنیا کے اندر روز روشن کی طرح واضح ہے اور الحمد للہ یہ سلسلہ ان کے شاگردوں کے واسطے در واسطے دنیا میں ہر طرف پھیل رہا ہے۔ اور ان محدثین کرام کے ایسے ایسے شاگرد ہیں جن کی خدمات چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی ہیں۔

انہی مدارس سے مولانا عابد اللہ سندھی پیدا ہوئے۔ امیر تبلیغ حضرت مولانا الیاس صاحب پیدا ہوئے۔ حضرت جی مولانا الیاس علیہ الرحمہ نے دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۲۶ھ میں حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی

کے ساتھ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی سے دو روزہ بیٹھ کر
کی تعلیم حاصل کی ہے آج ان کی خدمات دُنیا کے ہر گوشہ میں جا رہی ہیں۔
ایسے علمی حشرِ نبوی ہیں جو انشاء اللہ کبھی ختم ہونے والے نہیں ہیں۔
اللہم زدْ فِزْدُ۔ اَللّٰهُمَّ احْشُرْ لِيْ فِيْ ذِمْرَةٍ لَّهُوَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَيُّ۔

۳۔ وَمَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاجْرُهَا يَجْرِيْ لَهٗ مَا جَرَتْ۔

تیسرا آدمی وہ شخص ہے جس نے دُنیا میں ایسے صدقات و خیرات کر رکھے ہیں جنکے
ثواب کا سلسلہ مستقل جاری ہے۔ جب ایسا آدمی دُنیا سے گزر جائے تو
اس کے چشمہ ثواب کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا، مستقل جاری رہتا ہے۔
مثال کے طور پر خوش قسمتی سے اس کو مسجد بنانے کا موقع نصیب ہوا۔ یا
مدرسہ تعمیر کرنے کا موقع عنایت ہوا تو جب تک مسجد میں نماز پڑھنے کا سلسلہ
جاری رہے گا اور جب تک مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہے گا،
اس کے ثواب کے خزانے میں اسکی موت کے بعد بھی ثواب جمع ہونے کا
سلسلہ رہے گا۔ جتنے نمازی نماز پڑھیں گے ان کی نمازوں کا ثواب اور
جتنے طالبانِ علم دین اس کے تعمیر کردہ مدرسہ میں تعلیم حاصل
کرتے رہیں گے ان سب کا ثواب اس کے ثواب کے خزانے میں جمع
ہوتا رہے گا۔

لیکن نمازیوں کے اپنے ثواب میں اور طالبانِ علم دین کے علم
سیکھنے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

اسی طرح غریب علاقہ میں پانی کے لئے کنواں کھود دیا ہے۔ یا
پانی کا نل گارڈ دیا ہے یا دینی کتا بین خرید کر کتا بول سے فائدہ

اٹھانے والے علما اور طلباء کو دیدیا ہے یا کوئی نہر کھدوا دی ہے۔
 جب تک اس سے دوسرے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس وقت تک
 ثواب کا سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہے۔
 اسی طرح کسی غریب یا یتیم بچے کو دینی تعلیم کا خرچہ دیا ہے۔ اور
 اس کے خرچہ کے سہارے سے اللہ تعالیٰ نے اس غریب اور یتیم بچے کو
 عالم دین بنا دیا تو اس عالم دین کے ذریعہ سے جتنے دینی کام ہوتے رہیں گے
 ان سب کا ثواب خرچہ دینے والے کو ملتا رہے گا۔

۷۔ وَرَجُلٌ تَرَكَ وَلَدًا صَالِحًا فَهُوَ يَدْعُو لَهُ:-

جو شخص آدمی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمائی اور اس
 نے اولاد کو ایسی نیک تربیت دی جس سے اولاد نیک صالح عبادت گزار
 بن جائے اور اولاد کا تعلق اور لگاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا مضبوط
 ہو جائے کہ وہ ہر وقت رجوع الی اللہ کا عادی بن جائے۔
 پھر باپ کے مرنے کے بعد باپ کیلئے زندگی میں دعائیں کرتا رہے
 تو جب تک یہ بیٹا باپ کے لئے دعائیں کرتا رہے گا تو اس کے
 نیک عمل اور دعاء کا اجر باپ کے نامہ اعمال میں درج ہوتا
 رہے گا۔

یہ چار قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ بظاہر دنیا سے گزر چکے ہیں
 قبروں میں سو رہے ہیں لیکن پھر بھی ان کی نیکیوں کے خزانہ میں
 ثواب جمع ہونے کا سلسلہ جاری رہے گا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي أَمَامَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
أَرْبَعَةٌ تَجْرِي عَلَيْهِمْ أَجُورُهُمْ
بَعْدَ الْمَوْتِ مَنْ مَاتَ مُرَاطِبًا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَنْ عَلَّمَ عِلْمًا
أُجِرَ لَهُ أَجْرُهُ مَا عَمِلَ بِهِ وَ
مَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَجْرُهَا
يَجْرِي لَهُ مَا جَرَتْ وَسَاحِلُ
تَرَكَ وَلَدًا صَالِحًا فَهُوَ يَدْعُو
لَهُ —

(المعجم الكبير ۸/۲۰۶ حدیث ۷۸۳۱)

مسند احمد بن حنبل ۵/۲۶۹

حدیث ۲۲۶۴، ۵/۲۶۰ حدیث ۲۲۶۲

مجمع الزوائد ۱/۱۶۷

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کے
اجر و ثواب کا سلسلہ ان کی موت کے
بعد بھی جاری رہتا ہے ۱۔ وہ شخص جو
سرخِ اسلام کی حفاظت میں جہاد
فی سبیل اللہ کی حالت میں وفات پا گیا
ہو ۲۔ وہ شخص جو لوگوں کو علم سکھاتا ہو
اس کیلئے اس کا اجر اس وقت تک جاری
رہے گا جب تک اس علم پر عمل کیا جاتا رہے گا
۳۔ وہ شخص جو ایسا صدقہ کرتا ہے کہ اس کے
اجر کا سلسلہ جاری رہتا ہے جب تک صدقہ
کا فیض جاری رہے ۴۔ وہ شخص جس نے
نیک صالح لڑکا اپنے پیچھے چھوڑا ہے پھر
وہ لڑکا اس کیلئے دُعا کرتا رہتا ہے۔

یہی حدیث شریف المعجم الکبیر میں دوسری جگہ کچھ اور انداز کے ساتھ
مروی ہے اور اسمیں چار چیزوں کا وعدہ ہے۔

لیکن تفصیل میں سرحدِ اسلام کی حفاظت کرنے والا اور غازی اسلام
کا ذکر نہیں ہے۔ اور وہ حدیث شریف سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے

عَنْ سَلْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مِنْ عَمَلِ الْأَحْيَاءِ مَجْبُورِي لِلْأَمْوَاتِ رَجُلٌ شَرَكَ عَقِيبًا صَالِحًا يَدْعُو لَهُ يَتَّبِعُهُ دُعَاؤُهُمْ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ جَارِيَةٍ مِنْ بَعْدِهِ لَهُ أَجْرُهَا مَا جَرَتْ بَعْدَهُ وَرَجُلٌ عَلَّمَ عِلْمًا فَعُمِلَ بِهِ مِنْ بَعْدِهِ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهِ فِي غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهِ شَيْءٌ

(المعجم الكبير ۲۶۸/۲ حدیث ۶۱۸۱)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم کے اعمال ایسے ہیں جو صرف زندہ لوگوں کے اعمال میں سے ہیں، مگر ان اعمال کا ثواب مردوں کے لئے بھی جاری رہتا ہے۔

۱۔ وہ شخص جو اپنے پیچھے نیک اولاد چھوڑ کر مرتا ہے پھر وہ اولاد اس کے لئے دعا کرتی ہے اور ان کی دعا اس کا سلسلہ اسکے ساتھ پے درپے لگا رہتا ہے ۲۔ وہ شخص جو ایسا صدقہ کرتا ہے جو اسکے بعد بھی جاری رہتا ہے اس کے لئے اس صدقہ کا ثواب اس کے بعد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک صدقہ کا فیض جاری رہے گا۔

۳۔ وہ شخص جو علم دین سکھاتا ہے پھر اس کے اس علم پر اس کے بعد عمل کیا جاتا رہے تو اس کے لئے ان لوگوں کے برابر ثواب جاری رہے گا جو اس علم پر عمل کریں گے۔ مگر ان لوگوں کے اجر میں کچھ بھی کمی نہیں ہوگی جو اس پر عمل کریں گے۔

۱۔ سرحد اسلام کی حفاظت کرنے والا غازی ہے، جو اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے اللہ کے راستہ میں نکلا ہوا ہے۔ اس حدیث شریف میں اس کا ذکر رہ گیا ہے۔ پہلی حدیث شریف میں اس کا ذکر بھی موجود ہے۔ اور ایک حدیث

مسلم شریف میں ہے اکثر علماء وعظما و تقریر میں اس حدیث شریف کو سنا یا کرتے ہیں۔ اس میں بھی اتفاق سے صرف تین ہی چیزوں کا ذکر ہے۔ نہ حدیث اسلام کی حفاظت کرنے والے کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہ حدیث شریف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ -

(مسلم شریف ۲/۴۱، السنن الکبریٰ للبیہقی

۳۸۹/۹ حدیث ۱۲۹۰۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس سے اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تین قسم کے عمل ایسے ہیں جن کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ ۱۔ صدقہ جاریہ ۲۔ ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاسکے ۳۔ ایسا نیک صالح لڑکا جو اس کے لئے دعا کرتا رہے۔

امام ابو بکر بیہقیؒ نے مجمع الزوائد میں مسند بزار کے حوالہ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے۔ اس میں سات چیزوں کا ذکر ہے کہ سات چیزوں کا اجر موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔

۱۔ علم دین۔ جس شخص نے علوم دینیہ یعنی قرآن و حدیث، تفسیر و فقہ کے علوم کو دنیا میں پھیلا یا ہے۔ درس و تدریس کے ذریعہ سے پھیلا یا ہو یا قرآن کی تفسیر لکھ کر یا حدیث کی کتاب لکھ کر

یا حدیث وفقہ کی کتاب لکھ کر یا دوسری دینی علمی اصلاحی کتابیں تصنیف کر کے علوم دینیہ کو پھیلایا ہے، تو اس علم سے جب تک فائدہ اٹھایا جاسکے گا اس کے ثواب کے خزانہ میں اجر و ثواب جمع ہونے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ یا دینی تعلیم کے لئے مدرسہ یا درسگاہ تعمیر کر دی یا طالبانِ علم دین کی رہائش کے لئے کمرہ بنوادیا ہے تو جب تک مدرسہ اور درسگاہ میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہیگا، رہائش گاہ میں طلبہ کی رہائش کا سلسلہ جاری رہیگا اس وقت ثواب کا سلسلہ بھی تسلسل کے ساتھ جاری رہیگا۔

۲۔ کوئی نہر کھدوا دی ہے۔ تو اس نہر سے جب تک اللہ کی مخلوق فائدہ اٹھاتی رہے گی اس کو ثواب پہنچتا رہے گا۔

۳۔ کوئی کنواں کھدوا دیا ہے۔ تو جب تک اس کنویں سے پانی استعمال ہوتا رہیگا، ثواب کا سلسلہ جاری رہے گا۔

۴۔ کھجور یا دوسرے پھل کا باغ لگایا ہے۔ تو جب تک اس باغ سے پرندے چرنندے یا دوسری مخلوق فائدہ اٹھاتی رہے گی صدقہ جاریہ کا ثواب پہنچتا رہے گا۔

۵۔ مسجد کی تعمیر کر دی ہے۔ تو جب تک اس مسجد میں نماز پڑھنے کا سلسلہ جاری رہے گا اس وقت تک ثواب پہنچنے کا سلسلہ بھی جاری رہیگا۔

۶۔ قرآن کریم یا دینی کتب خرید کر پڑھنے والوں کو دی ہیں، یا کتاب تصنیف کر کے شائع کر دی ہے۔ تو جب تک اس قرآن سے اور اس کتاب سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں گے تو اس کو بھی ثواب پہنچتا رہیگا۔

۷۔ ایسا بچہ چھوڑ کر مرا ہے جو اس کی موت کے بعد اس کے لئے مغفرت کی دُعا سائیں کرتا رہے گا۔

ان ساتوں میں غور کرنے کے بعد معلوم ہو جائیگا کہ ان ساتوں کا خلاصہ تین ہی ہے۔ اس لئے کہ نہر کھدوا دینا اور کنواں کھدوا دینا، اور باغ لگانا اور مسجد تعمیر کر دینا یہ سب کے سب صدقہ جاریہ میں شامل ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم خرید کر یا دینی کتب ہیں خرید کر پڑھنے والوں کو دینا یہ بھی صدقہ جاریہ میں شامل ہے۔ تو یہ پانچوں صدقہ جاریہ ہونے کی وجہ سے ماقبل کی حدیث شریف میں صدقہ جاریہ کا جو نمبر قائم کیا گیا ہے اسی ایک نمبر میں شامل ہو جائیں گے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ النَّبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ يَجْرِي لِلْعَبْدِ أَجْرُهُنَّ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ وَهُوَ فِي قَبْرِهِ مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا أَوْ كَرَى نَهْرًا أَوْ حَفَرَ بَيْتًا أَوْ غَرَسَ نَخْلًا أَوْ بَنَى مَسْجِدًا أَوْ وَرَّثَ مَصْحَفًا أَوْ تَرَكَ وَلَدًا يَسْتَغْفِرُ لَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ۔

(مجمع الزوائد / ۱۶۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات قسم کے عمل ایسے ہیں کہ بندہ کے لئے ان کا ثواب بندہ کی موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے اس حال میں کہ بندہ اپنی قبر میں ہو ۱۔ وہ شخص جس نے علم سکھایا ہے ۲۔ جس نے نہر کھدوا دیا ہے ۳۔ جس نے کنواں کھدوا دیا ہے ۴۔ جس نے کھجور یا دوسرے پھل کا پیڑ لگا دیا ہے ۵۔ جس نے مسجد بنادی ہو ۶۔ جس نے قرآن کریم یا دوسری دینی کتاب کا مالک بنا دیا ہے ۷۔ جس نے ایسا لڑکا چھوڑا ہے جو اس کی موت کے بعد اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جنتی لوگ کیسے ہوتے ہیں ؟

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ۖ عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ مُحَمَّدٍ

بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں سے ان کی جان و مال کو اس قیمت پر خریدتا ہے کہ ان کیلئے جنت ہے۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں دشمنوں کو مارتے ہیں اور خود شہید ہوتے ہیں۔

وہ توبہ کرنے والے ہیں، بندگی کرنیوالے ہیں شکر کرنیوالے ہیں، بے تعلقی رہنے والے ہیں، رکوع کرنیوالے ہیں، سجدہ کرنیوالے ہیں، نیک بات کا حکم کرنیوالے ہیں، بُری باتوں سے منع کرنیوالے ہیں اور حدود اللہ کی حفاظت کرنیوالے ہیں اور آپ ایمان والوں کو خوشخبری سنادیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بَِاَنْ يَّسَبِّلُوْا الْجَنَّةَ يَفْقَاتُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ۔

(الآیہ ۱۱۱)

التَّائِبُوْنَ الْعِبْدُوْنَ الْحَمِدُورَ السَّائِجُونَ الرُّكْعُونَ السَّجْدُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ

(الآیہ ۱۱۲)

جنت کے طالب کو نیند کیسے آ سکتی ہے ؟ | حدیث پاک میں آیا ہے کہ آقائے نامدار

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کو تاکید سے نصیحت فرمائی کہ اپنی طاقت بھر
کوشش کر کے جنت حاصل کر لو۔ اور طاقت بھر کوشش کر کے جہنم سے
بھاگنے اور فرار اختیار کرنے میں کامیابی حاصل کر لو۔ لیکن یاد رکھو کہ
جنت آسانی سے نہیں ملتی۔ اس کیلئے ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔ عیش و آرام کی
نیند سے اپنے آپ کو محروم کرنا پڑتا ہے۔ جو شخص جنت کا طلب گار ہوتا ہے وہ
نعیش و آرام میں زندگی گزار سکتا ہے اور نہ ہی بے فکری کی نیند سو سکتا ہے۔
اُسے راتوں کو جاگنا پڑتا ہے۔ سحر گاہی عبادت میں بارگاہ الہی سے
خصوصی تعلق قائم کرنا پڑتا ہے۔

اسلئے آقائے نامدار علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت کے طلب گار کو نیند نہیں
آتی ہے۔ اور جہنم سے بھاگنے والے کو بھی نیند نہیں آتی ہے۔ اور فرمایا کہ
اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت کو ہر طرف سے مشقتوں سے گھیر رکھا ہے۔ جنت کی
نعمتیں مشقتیں جھیلنے کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔ بزرگوں کا مقولہ ہے۔
إِنَّ الْعَطَايَا عَلَى مَتْنِ الْبَلَايَا اللہ کی عطائیں اور جنت کی نعمتیں بلار اور
مصیبتوں پر سوار ہو کر آتی ہیں۔ اور دنیا کو شہوتوں اور عیش و عشرت سے
ہر طرح سے گھیر دیا گیا ہے جو شخص دُنیا کی عیش و عشرت میں مبتلا رہتا
ہے وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور آقائے نامدار
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص جہنم سے بھاگنا چاہتا ہے
اُسے بھی راتوں کو نیند نہیں آتی۔ بے فکری اور عیش و عشرت کی زندگی میں
جہنم سے راہ فرار نہیں اختیار کیا جاسکتا۔ اسلئے آقائے نصیحت فرمائی
کہ بے آرامی اور شب بیداری اور سحر گاہی عبادت کے ذریعہ سے جنت حاصل کرو۔
اور جہنم سے دوری اختیار کرو۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ كَلِيبِ بْنِ حَزْنٍ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ يَا قَوْمِ أَطْلُبُوا الْجَنَّةَ
جَهْدَكُمْ وَاهْرَبُوا مِنَ النَّارِ
جَهْدَكُمْ فَإِنَّ الْجَنَّةَ لَا يَتَنَامُ
طَالِبُهَا وَإِنَّ النَّارَ لَا يَتَنَامُ
هَارِبُهَا إِلَّا أَنَّ الْآخِرَةَ الْيَوْمَ
مُحَقَّقَةٌ بِالْمَكَارِهِ وَإِنَّ الدُّنْيَا
مُحَقَّقَةٌ بِالشَّهَوَاتِ -

(المعجم الكبير ۲۰/۱۹ حدیث ۴۴۹ ،

المعجم الاوسط نخبة جدید ۲/۳۹۸ ، ،

حدیث ۳۶۴۳ نخبة قدیم ۴/۳۸۶ ،

حدیث ۳۶۵۶ مجمع الزوائد ۱۰/۲۳۰)

حضرت کلب بن حزن فرماتے ہیں کہ میں
نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے
ہوئے سنا ہے کہ اے میری قوم تم اپنی طاقت
بھر کوشش کر کے جنت طلب کرو۔ اور
طاقت بھر کوشش کر کے جہنم سے راہ فرار
اختیار کرو اسلئے کہ بیشک جنت کا طلب گار
خواب غفلت میں سو نہیں سکتا اور بیشک
جہنم سے راہ فرار اختیار کرنے والا بھی
خواب غفلت میں سو نہیں سکتا۔ خبردار
ہو جاؤ کہ بیشک آج آخرت کو تکلیفوں
اور مشقتوں سے گھیر دیا گیا ہے اور بیشک
دنیا کو خواہش نفسانی سے گھیر دیا گیا ہے۔

دُنیا کے نقصان سے آخرت کی کامیابی

جو شخص آخرت کی کامیابی کو چاہتا ہے اُسے دُنیا کے عیش و آرام دُنیا کی
نعمت، دُنیا کی دولت، دُنیا کی عزت اور دُنیا کی شوکت میں نقصان اٹھانا پڑیگا۔
اور جو شخص دُنیا کے عیش و آرام میں پڑ جاتا ہے وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم
ہو جاتا ہے۔ اور آخرت کی ترقیوں میں نقصان اٹھاتا ہے اور دُنیا کی

نعمتیں فنا ہونے والی ہیں۔ اور آخرت کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔ اس لئے فرمایا گیا کہ دُنیا کی فنا ہونے والی چن دوں کی دولت میں اور چن دوں کے عیش و آرام سے متعلق نقصان اٹھایا کرو۔ آخرت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے مالا مال ہو جاؤ گے۔ پھر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے دور میں اور آنے والے دور میں بہت بڑا فرق ہوگا۔ تمہارے زمانہ میں اہل علم و علماء اور صلحاء کی کثرت ہے۔ لیکن اسکے باوجود لوگوں کے سامنے خطابت اور وعظ و تقریر کی شہرت حاصل کر نیوانے بہت کم ہیں۔ اور صدقہ خیرات کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مانگنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ لہذا جب تم نمازوں میں لگ جاؤ دنیا سے بے خبر ہو کر لمبی لمبی نوافل میں مشغول ہو جاؤ۔ اور جب وعظ و تقریر میں لگ جاؤ تو لمبی لمبی تقریر سے لوگوں کو اکتاہٹ میں مت ڈالو۔ مختصر بیانات سے لوگوں کو فائدہ پہنچاؤ۔ اور اگر سحر بیانی اور جادو بیانی ہے تو لوگوں کو اپنے بیانات سے مسحور کر دو گے اور تم اپنے آپ کو بھول جاؤ گے پھر بد اعمالی اور محرومی کا شکار بن جاؤ گے۔ اور تمہارے بعد ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس زمانہ میں لمبی لمبی تقریریں کرنے والے اور مسند خطابت میں لفاظی کرنے والے بہت ہوں گے اور اہل علم اور علمائے کی تعداد کم ہو جائیگی اور صدقہ خیرات کرنے والوں کی تعداد کم ہو جائے گی۔ اور مانگنے والوں کی تعداد زیادہ ہو جائے گی۔

لہذا اگر تمہیں آخرت کی کامیابی چاہیے تو دُنیا کی نعمتوں میں نقصان اٹھاؤ۔ اگر تمہیں دُنیا کی عیش و عشرت حاصل نہیں ہے تو کبیدہ خاطر ہو کر غم و رنج کے شکار مت بنو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے

دائمی اور ہمیشہ رہنے والی جنت کے اعلیٰ مقام کی امید رکھو۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ مَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ
أَضَرَّ بِالدُّنْيَا وَمَنْ أَرَادَ الدُّنْيَا
أَضَرَّ بِالْآخِرَةِ وَأَمْرُهُمْ أَنْ
يَضُرُّوا بِالْفَاقِي لِلْبَاقِي، وَقَالَ
إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ كَثِيرٍ عُلَمَاءُ وَ
قَلِيلٌ خُطَبَاءُ وَكَثِيرٌ مُعْطَوَةٌ
قَلِيلٌ سُؤَالُهُ فَاطِطُوا الصَّلَاةَ
وَأَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ وَإِنَّ مِنْ
الْبَيَانِ لَسِحْرًا وَإِنَّ مِنْ بَعْدِكُمْ
زَمَانًا كَثِيرٌ خُطَبَاءُ وَ قَلِيلٌ
عُلَمَاءُ وَكَثِيرٌ سُؤَالُهُ قَلِيلٌ
مُعْطَوَةٌ۔

(المعجم الكبير ۱۰۸/۹ حدیث ۸۵۶۶)

مجمع الزوائد ۱۰/۲۴۹)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جو
شخص آخرت کی کامیابی کو چاہتا ہے وہ
دنیا میں نقصان اٹھاتا ہے اور جو شخص
دنیا کی ترقی کو چاہتا ہے وہ آخرت میں
نقصان اٹھائے گا۔ اور لوگوں کو اس بات
کا حکم فرمایا کہ تم فنا ہونے والی دنیا کا
نقصان برداشت کرو ہمیشہ رہنے والی
آخرت کو حاصل کرنے کے لئے، اور فرمایا
کہ تم ایسے زمانے میں ہو کہ اس زمانہ میں
علماء زیادہ ہیں اور لفاظی سے شہرت حاصل
کرنے والے کم ہیں، اور عطا کرنی والے
زیادہ ہیں اور لوگوں سے مانگنے والے
کم ہیں، لہذا تم اپنی نمازوں میں دیر تک
مشغول رہا کرو، اور خطبہ اور تقریر مختصر
کیا کرو۔ اور بیشک بعض بیان جادو کی طرح ہوتے ہیں، اور بیشک تمہارے بعد ایسا
زمانہ آنے والا ہے جس میں شہرت حاصل کرنی والے خطباء زیادہ ہوں گے اور اسمیں علماء کم ہونگے
لوگوں سے مانگنے والے زیادہ ہوں گے اور دینے والے کم ہوں گے۔

حُبِ دُنیا سے تین مصیبتیں

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ جس کا دل حُبِ دُنیا میں ڈوب جاتا ہے۔ اور ہر وقت دُنیا ہی دُنیا اس کے دماغ میں گھومتی رہتی ہو، اور آخرت کی فکر اس کے دل و دماغ سے نکل جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ دُنیا ہی میں تین قسم کے نقصانات اور مصیبتوں میں اس کو مبتلا کر دیتا ہے۔ اور جب دُنیا میں جو اس کی آرزو اور تمنا ہے وہ یونہی رکھی رہ جاتی ہے، اور کبھی اس کی آرزو پوری نہیں ہو پائیگی۔ اور اوپر سے تین قسم کی مصیبتوں سے اسکو دوچار ہونا پڑ جاتا ہے۔

- ۱۔ شِقَاءٌ لَا يَنْفَدُ عَنْهُ: ایسی بد بختی جس کی مشقت کبھی دُور نہیں ہوگی۔ بالآخر اسی مشقت میں رخصت ہونا پڑیگا۔ نہ دُنیا ملی اور نہ آخرت۔
- ۲۔ وَحِرْصٌ لَا يَبْلُغُ غِنَاهُ: ایسے حرص و لالچ کی مشقت میں مبتلا ہو جائیگا جس کی وجہ سے وہ کبھی کسی چیز سے آسودہ اور مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اور حرص اپنی جگہ باقی رہے گی۔ اور آسودگی کبھی حاصل نہیں ہوگی جس کے نتیجہ میں سرمایہ دار ہونے کے باوجود فقیروں اور مسکینوں سے بھی زیادہ دُنیا کی مشقتوں کا شکار ہوگا۔ کبھی چین و سکون نصیب نہیں ہوگا۔
- ۳۔ وَأَمَلٌ لَا يَبْلُغُ مَنَّتَهُ: ایسی امیدوں اور آرزوؤں کی مشقت میں مبتلا ہو جائیگا کہ کبھی بھی اس کی آرزو اور تمنا پوری نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ وہ ایسی آرزو اور تمناؤں کی مصیبت میں مبتلا ہے جو اسکی قسمت میں نہیں ہے۔ اور جو اس کی قسمت میں نہیں ہے اس کی تلاش میں لگ جانے سے علاوہ مشقت اور الجھن اور غم و غصہ کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آ سکتا۔

پھر آقا نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ انسان دو قسموں پر ہے۔
 ۱۔ ایک انسان وہ ہے جس نے دنیا کے ہر عیش و آرام اور ہر خواہشات کو
 طلبِ آخرت میں قربان کر دیا ہے۔ ایسے لوگوں کو دنیا خود طلب کرتی ہے، اور
 جو اس کی قسمت میں دنیا میں ہے وہ اس کو ضرور مل جاتی ہے۔

۲۔ وہ انسان جو دنیا کے عیش و عشرت اور اس کی خواہشات میں مبتلا
 ہو گیا ہے، اور طلبِ دنیا کی وجہ سے آخرت کو بھلا دیا ہے تو وہ دنیا کی
 طلب میں مشغول ہے۔ اور قدم قدم پر آخرت اس کو بلارہی ہے بالآخر کسی دن
 موت کا شیر اس کی گردن کو دبوچ لیتا ہے پھر دنیا کی تمام آرزوئیں اور
 تمام خواہشات یوں ہی رکھی رہ جاتی ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
 کہ جو شخص اپنے دل کو حبِ دنیا میں ڈلو دیتا
 ہے تو دنیا کی تین مصیبتوں کے ساتھ چپک
 جاتا ہے ۱۔ ایسی بد بختی جس کی مشقت
 و ذلت ختم نہیں ہوتی ہے ۲۔ ایسا حرص
 اور لالچ جو کبھی اپنی بے نیازی اور استغناء
 تک نہیں پہنچ سکتا ۳۔ ایسی امید اور
 آرزو جو اپنی انتہا تک کبھی نہیں پہنچ سکتی۔
 لہذا دنیا طالب بھی ہے اور مطلوب بھی
 ہے۔ پھر جو شخص دنیا کی تلاش میں رہتا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ مَنْ أَشْرَبَ قَلْبَهُ حُبَّ
 الدُّنْيَا التَّاطَتْ مِنْهَا بِثَلَاثٍ:
 شِقَاءٌ لَا يَنْفَدُ عَنْهُ وَحِرْصٌ
 لَا يَبْلُغُ غِنَاهُ وَآمِلٌ لَا يَبْلُغُ
 مُنْتَهَاهُ فَالدُّنْيَا طَالِبَةٌ وَ
 مَطْلُوبَةٌ فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا
 طَلَبَتْهُ الْآخِرَةُ حَتَّى يَأْتِيَهُ
 الْمَوْتُ فَيَأْخُذُهَا وَمَنْ طَلَبَ
 الْآخِرَةَ طَلَبَتْهُ الدُّنْيَا حَتَّى

يَسْتَوِي فِي مَنَازِلِهِمْ۔

(المعجم الكبير ۱۰/۱۶۳ حدیث ۱۳۲۸)

(جمع الزوائد ۱۰/۲۴۹)

ہے آخرت اس کو طلب کرتی ہے بالآخر موت
آکر اسکو پکڑ لیتی ہے۔ اور جو شخص آخرت
کی تلاش میں پڑ جاتا ہے دنیا اسکو طلب
کرتی ہے، بالآخر دنیا میں سے وہ شخص اپنا
رزق پورا کر لیتا ہے۔

سب سے پہلے جنت میں کون داخل ہوگا؟

حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر ایک براعظم میں سے ایک ایک
آدمی کو جنت میں پہلے داخل فرمائے گا۔ اور جزیرۃ العرب اگرچہ ایشیا میں داخل
ہے لیکن حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت کی
وجہ سے اس کا حکم الگ رکھا گیا ہے۔ اور آپ علیہ السلام کے زمانہ میں
براعظم امریکہ اور آسٹریلیا کی دریافت نہیں ہوئی تھی، اور اس زمانہ
میں بین براعظم تھے۔ براعظم افریقہ، براعظم یورپ، براعظم ایشیا۔
آخر نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اہل عرب میں سے سب سے
پہلے جنت میں داخل ہونے والے حضرت سید الکونین خاتم الانبیاء علیہ السلام
ہوں گے۔ اور براعظم افریقہ کے لوگوں میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل
ہونے والے حضرت بلال حبشیؓ ہوں گے۔ اور براعظم یورپ کے لوگوں میں سے
سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے حضرت صہیب رومیؓ ہوں گے۔
اور براعظم ایشیا کے لوگوں میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے
حضرت سلمان فارسیؓ ہوں گے۔ صحابہ میں سے یہ تین افراد ایسے نفوس قدسیہ

میں سے ہیں جنہوں نے اسلام کی خاطر ایسی ایسی مشقتیں اٹھائی ہیں جن سے انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ حضرت بلال حبشیؓ کو ایمان کی وجہ سے گرم پتھر پر لٹا دیا جاتا تھا۔ ایسے ہی حضرت صہیب رومیؓ کو بھی بے دردی کے ساتھ تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ لیکن اسلام اور ایمان کی خاطر سب کچھ برداشت کیا۔ ان تکلیفوں کی وجہ سے ان کے ایمان میں اور بختگی آگئی۔

حضرت سلمان فارسی صحیح دین کی تلاش میں یحیٰی سے اپنے ماں باپ کو فارس میں چھوڑ کر عراق، ملک شام، اردن، فلسطین، اٹلی، مصر وغیرہ مختلف ملکوں میں سفر فرمایا، کہیں ان کو غلام بنا کر بیچ دیا گیا، کہیں ان کی دولتوں کو چھین لیا گیا۔ کہیں وہ بیوی بچوں سے بے گھر ہو گئے۔ ایسے ایسے میں ان کی عمر کے ڈھائی سو یا ساڑھے تین سو سال گذر گئے۔ اس کے بعد مدینۃ المنورہ میں یہودی غلام بنا کر لائے، اور حضرت سید الکونین علیہ السلام کے مشورہ سے غلامیت سے گردن چھڑانے کے لئے مالکوں سے بدل کتابت کا معاملہ کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ کے حکم سے صحابہ نے مل جل کر حضرت سلمان فارسیؓ کا بدل کتابت ادا کر کے حضرت سلمان فارسیؓ کی گردن چھڑالی گئی۔ جس وقت وہ ایمان لارہے تھے اس وقت ان کی عمر ایک روایت کے مطابق ڈھائی سو سال ہو گئی تھی۔ اور ایک روایت کے مطابق ساڑھے تین سو سال ہو گئی تھی۔ (حاشیہ بخاری شریف ۱/ ۵۶۲)

اندازہ لگایا جاسکتا ہے ساڑھے تین سو سال میں کتنی نسلیں گزر جاتی ہیں حضرت سلمان فارسیؓ نے صحیح دین کے حاصل کرنے کی خاطر ساڑھے تین سو سال تک جسمانی اور ذہنی مشقتیں اٹھائی ہیں۔ اس قدر مشقتیں اٹھانے کے بعد حضرت سید الکونین علیہ السلام کی زبان مبارک سے

ان کے بارے میں یہ بشارت کے الفاظ نکل رہے ہیں کہ پورے بڑے ایشیا کے رہنے والوں میں سے سب سے پہلے جنت میں جایاں والے لوگوں میں ان کا نام نامی ہے۔ س لئے کہ اللہ کی عطائیں بغیر مشقت اور مصیبت کے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اور حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو مشقتیں اٹھائی ہیں آج انسانی عقل اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ اس لئے علماء کا مقولہ — إِنَّ الْعَطَايَا عَلَى مَتْنِ الْبَلَايَا کہ اللہ کی عطائیں اور اس کی بخششیں بلا اور مصیبتوں پر سوار ہو کر آتی ہیں۔

حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو امامہ بابلیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عرب کے انسانوں میں سب سے پہلے جنت میں پہنچوں گا۔ اور یورپ اور روم کے رہنے والوں میں سے سب سے پہلے صہیبؓ جنت میں پہنچیں گے۔ اور حبشہ کے رہنے والوں میں سے سب سے پہلے بلالؓ جنت میں پہنچیں گے۔ اور فارس اور ایشیا کے رہنے والوں میں سب سے پہلے سلمانؓ جنت میں پہنچیں گے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَنَا سَابِقُ الْعَرَبِ إِلَى الْجَنَّةِ وَصُهَيْبٌ سَابِقُ الرُّومِ إِلَى الْجَنَّةِ وَبِلَالٌ سَابِقُ الْجَنْشَةِ إِلَى الْجَنَّةِ وَسَلْمَانٌ سَابِقُ الْفَرَسِ إِلَى الْجَنَّةِ۔

(المعجم الکبیر ۸/ ۱۱۱ حدیث ۷۵۲۶)

بروایت انسؓ ۸/ ۲۹ حدیث ۷۲۸۸

مسند رک حاکم حدیث ۵۲۴۲،

(۵۷۱۵)

تین قسم کے لوگوں کیلئے اللہ کی ضمانت

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کے اندر ان تین چیزوں میں سے ایک چیز بھی موجود ہوگی اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی نجات و کامیابی کی ذمہ داری لیتا ہے

(۱) مَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَانَ ضَامِنًا عَلَى اللَّهِ۔ جو شخص اللہ کے راستہ میں جہاد اور دین کی خاطر نکلتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے واسطے ہر طرح کی ذمہ داری لیتا ہے۔ اگر اللہ کے راستے ہی میں وفات پا جاتا ہے تو اس کے لئے جنت کی گارنٹی ہے۔ اور اگر واپس لوٹ آتا ہے تب بھی کامیابی ہے۔ اسلئے کہ اگر مال غنیمت لیکر آتا ہے تو مال غنیمت کے ساتھ ساتھ اجر و ثواب بھی لیکر آئے گا۔ اور اگر بغیر مال غنیمت کے لوٹ آئے گا تو اجر و ثواب لیکر آئے گا۔

(۲) وَرَجُلٌ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ: جو شخص نماز اور عبادت کی غرض سے مسجد میں داخل ہوتا ہے اللہ پاک اس کی بھی ذمہ داری لیتا ہے۔ اسی طرح مسجد میں اگر اعتکاف کے لئے بیٹھ جاتا ہے اور اسی حالت میں وفات پا جاتا ہے تو اس کے لئے بھی جنت کی ذمہ داری ہے۔ اور اگر صحیح سالم اپنے گھر واپس آتا ہے تو اس کی کامیابی ایسی ہے جیسی مجاہد فی سبیل اللہ کی ہوتی ہے کہ مال غنیمت اور اجر و ثواب دونوں ساتھ لیکر آتا ہے۔

(۳) وَرَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهُ بِسَلَامٍ: وہ شخص جو اپنے گھر میں سلام کے ساتھ داخل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی بھی حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہے۔ گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے سے گھر والوں کے درمیان آپس میں محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ بچوں کی تربیت اسلامی طریقہ پر ہوتی ہے۔ یہ تین

چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کسی شخص میں ان میں سے ایک صفت بھی موجود ہو اسکے واسطے اللہ کی طرف سے ہر طرح سے حفاظت کی ذمہ داری ہے۔ دنیا میں بھی حفاظت اور آخرت میں جہنم سے محفوظ ہو کر جنت کی گارنٹی کی ذمہ داری ہے۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو امامہ باہلیؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کی حفاظت اور کامیابی کی ذمہ داری اللہ پر ہے (۱) وہ شخص جو مجاہد بن کر اللہ کے راستہ میں نکلا ہو وہ اللہ کی ضمانت اور کفالت میں ہے یہاں تک کہ وفات پا جائے تو اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کریگا یا صحیح سالم واپس آجائے تو اجر و ثواب یا مال غنیمت لیکر آئیگا۔ (۲) وہ شخص جو مسجد میں جاتا ہے تو وہ بھی اللہ کی کفالت میں ہوتا ہے حتیٰ کہ اس پر موت آجائے تو اللہ اسکو جنت میں داخل کریگا، یا اجر و ثواب کے ساتھ یا مال غنیمت کے ساتھ گھر واپس لوٹ کر آئیگا۔ (۳) وہ شخص جو اپنے گھر میں سلام کیساتھ داخل ہوتا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی کفالت میں ہوتا ہے۔

عَنْ ابْنِ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ رَجُلٌ خَرَجَ غَارِبًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُ فَيَدْخُلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ وَغَنِيمَةٍ وَرَجُلٌ رَاحَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُ فَيَدْخُلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ وَغَنِيمَةٍ وَرَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهُ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ۔ (السنن الكبرى للبيهقي ۱۶۶/۹)
مستدرک حاکم ۸۳/۲، نسخہ قدیم ۴۳-۴۲
حدیث نمبر ۲۴، المعجم الکبیر ۸/۱۰۰
حدیث نمبر ۴۹۱

ایک حدیث شریف معمولی الفاظ کے فرق کے ساتھ اس طرح وارد ہے ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كَانَتْ فِيهِ وَاحِدَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَ ضَامِنًا عَلَى اللَّهِ عِزًّا وَجَلَّ مَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَانَ ضَامِنًا عَلَى اللَّهِ إِنْ تَوَفَّاهُ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَإِنْ رَدَّاهُ إِلَى أَهْلِهِ فِيمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ وَرَجُلٌ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ إِنْ تَوَفَّاهُ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَإِنْ رَدَّاهُ إِلَى أَهْلِهِ فِيمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ وَرَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهُ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللَّهِ عِزًّا وَجَلَّ۔

(المعجم الكبير ۸/ ۱۰۰ حدیث ۷۴۹۱)

حضرت ابو امامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں ان میں سے ایک چیز بھی موجود ہوگی تو وہ اللہ تعالیٰ کی کفالت میں ہوگا۔ ۱۔ وہ شخص جو مجاہد بن کر اللہ کے راستہ میں نکلا ہو تو وہ اللہ کی ضمانت اور کفالت میں ہے۔ یہاں تک کہ وفات پا جائے تو اُسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کریگا یا صحیح سالم واپس آجائے تو اجر و ثواب یا مال غنیمت لیکر آئیگا۔ ۲۔ وہ شخص جو مسجد میں عبادت کیلئے رہتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی کفالت میں رہتا ہے اگر اسی حالت میں وفات پا جاتا ہے تو جنتی ہوگا۔ اور اگر گھر واپس آ جاتا ہے تو اجر اور غنیمت لیکر آئے گا۔ ۳۔ وہ شخص جو اپنے گھر میں سلام کے ساتھ داخل ہوتا ہے تو وہ بھی اللہ کی کفالت میں ہوگا۔

تین قسم کے لوگ مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ تین قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن نہ خوف و ہراس ہوگا۔ اور نہ ہی ان سے کوئی حساب و کتاب ہوگا۔ ان کا مقام مشک کے ٹیلوں پر ہوگا۔ اور ادھر اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا حساب کتاب فرما رہے ہوں گے۔ اور ہر انسان نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا۔ مگر ان تین قسم کے لوگوں پر کسی قسم کا خوف و خطر نہ ہوگا۔ خوب موج میں ہوں گے

۱۔ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ :- وہ آدمی جو اللہ کی رضا کیلئے قرآن پڑھتا ہے اور کسی قوم کی امامت کرتا ہے اور قوم بھی اس سے راضی خوش ہے۔

۲۔ وَدَاعِيَةٌ يَدْعُو إِلَى الصَّلَاةِ الْخَمْسِ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ :- وہ شخص جو لوگوں کو پانچوں نمازوں کیلئے بلایا کرتا ہے محض اللہ کو راضی کرنے کیلئے۔

۳۔ وَعَبْدٌ أَحْسَنَ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَبِّهِ :- وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور ساتھ میں مالکوں کے حقوق میں کوئی کمی نہیں کرتا ہے۔ اسی طرح آج کل کے زمانہ میں وہ نوکر اور ملازم جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوئی کمی نہیں کرتا ہے اور ساتھ ساتھ مالکوں کی ذمہ داری ادا کرنے میں بھی کوئی کوتاہی نہیں کرتا ہے۔ یہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کے بارے میں یہ بشارت ہے کہ قیامت کی ہولناکی کے بارے میں سب لوگ نفسی نفسی کے عالم میں ہوں گے۔ اور سب میں حساب و کتاب کا جھگڑا ہوگا مگر یہ لوگ نہ سائیت عیش کے ساتھ خوش و خرم کی حالت میں بے خوف و خطر مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ
لَا يَهْوُلُهُمُ الْفَزَعُ وَلَا يَنَالُهُمُ
الْحِسَابُ عَلَى كَثِيبٍ مِنْ مَسْكٍ
حَتَّى يَفْرَغَ اللَّهُ مِنْ حِسَابِ
الْعِبَادِ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ ابْتِغَاءً
وَجْهَ اللَّهِ فَأَمَّ بِهِ قَوْمًا
وَهُمْ رَاضُونَ بِهِ وَدَاعِيَةٌ
يَدْعُوْنَ إِلَى الصَّلَاةِ الْخَمْسِ
ابْتِغَاءً وَجْهَ اللَّهِ وَعَبْدٌ
أَحْسَنَ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَبِّهِ
وَفِي مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَوَالِيهِ-

(المعجم الاوسط جدید ۶/۲۲۵،

حدیث عنہ ۹۲۸ قدیم ۲/۱۲۹،

حدیث ۹۲۷۷)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہونگے
کہ نہ ان پر گھبراہٹ کا ہول ہوگا اور نہ
ان پر حساب و کتاب ہوگا، ان کا مقام
مشک کے ٹیلوں پر ہوگا۔ یہ سلسلہ
اس وقت تک رہیگا جب تک اللہ تعالیٰ
تمام بندوں کے حساب و کتاب سے فارغ
نہ ہو جائے۔ ۱۔ وہ آدمی جو اللہ کی رضا
کے لئے قرآن پڑھتا ہے، پھر قرآن پڑھنے
میں کسی قوم کی امامت کرتا ہے، اور وہ
قوم اس سے راضی بھی ہے۔ ۲۔ وہ شخص
جو پانچوں نمازوں کیلئے لوگوں کو بلاتا ہے
صرف اللہ کی رضا جوئی کے لئے۔

۳۔ وہ غلام جو اس ذمہ داری کو بحسن و
خوبی انجام دیتا ہے جو اسکے درمیان
اور اللہ کے درمیان میں ہے۔ اور اس
ذمہ داری کو بھی بخوبی ادا کرتا ہے جو اسکے
اور اس کے مالکوں کے درمیان
میں ہے۔

چار قسم کے لوگوں پر دنیا و آخرت میں لعنت

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم کے لوگ حق تعالیٰ کے نزدیک سخت ترین مُردود ہیں۔ دُنیا اور آخرت دونوں جہان میں ان پر لعنت کی جاتی ہے۔ اور ملائکہ رحمت لعنت کی بددعا پر آمین کہتے ہیں۔

۱۔ رَجُلٌ جَعَلَهُ اللَّهُ ذَكَرًا فَانْثَ نَفْسَهُ وَتَشَبَّهَ بِالنِّسَاءِ :-
ایسا آدمی جسکو اللہ تعالیٰ نے مرد بنایا ہے مگر اس نے اپنے آپ کو عورت بنالیا اور عورتوں کی مشابہت اختیار کر لی ہے۔ مرد ہونیکے باوجود عورتوں کا لباس اختیار کرتا ہے۔ عورتوں کی طرح بال بنالیتا ہے۔ عورتوں کی طرح زیور پہن لیتا ہے۔ چال چلن، بات چیت، رہن سہن سب کچھ عورتوں کی طرح کرتا ہے جیسا کہ سحر طے اور زنجہ ہیں۔ ایسوں پر دُنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور فرشتے اس لعنت پر آمین کہتے ہیں۔

۲۔ وَامْرَأَةٌ جَعَلَهَا اللَّهُ اُنْثٰی فَتَذَكَّرَتْ وَتَشَبَّهَتْ بِالرِّجَالِ :- ایسی عورت جسکو اللہ تعالیٰ نے عورت بنایا ہے پھر اس نے اپنے آپ کو مرد بنالیا اور مردوں کی مشابہت اختیار کر لی ہے۔ اس نے اپنا لباس مردوں جیسا اختیار کر لیا جیسا کہ ماڈرن ٹائپ کے لوگ انگریزی لباس کوٹ پتلون پہنتے ہیں یہ عورت بھی کوٹ پتلون پہنتی ہے۔ آج کل کے زمانہ میں انگریزی جُست چینیٹ اور غیبیان پہنتے ہیں یہ عورت بھی ماڈرن لڑکوں کی طرح

جُست پینٹ اور بنیالی پہن لیتی ہے اور ماڈرن لڑکوں کی طرح بالوں کو
کاٹ کر کے انگریزی ہستی بال بنا لیتی ہے۔ چھوٹے بچے والے بچہ جو لیتے ہیں
کہ واقعی کوئی ماڈرن لڑکا آ رہا ہے جب قریب پہنچ جاتے ہیں تو دیکھ لیتے ہیں
کہ سید اچھا ہوا ہے یہ کیسا لڑکا ہے ہر طرف سے بگ آنکھیں اٹھ
اٹھا کرتے رہتے ہیں۔ یہ کب غیر فطری منظر ہے

ایسی عورتوں کے بارے میں دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اور
آخرت میں بھی لعنت ہوگی اور فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔

وَالَّذِي يُضِلُّ الْأَعْمَى: ایسے شخص پر بھی دنیا اور آخرت میں
لعنت جو نابیناؤں اور اندھوں کو غلط راستہ بتاتا ہے۔ اسی طرح لڑکی
مسافر کو غلط راستہ بتاتا ہے تاکہ کھٹکتے ہوئے پریشان ہو جائے۔ یہ
لعنت ہے۔ اور فرشتے آمین کہتے ہیں۔

دوسری روایت میں يُضِلُّ الْأَعْمَى کے بجائے مُضِلُّ الْمَسْكِينِ کے
الفاظ بھی آئے ہیں۔ مسکین لوگ جسکے گھر کچھ مانگنے کیلئے جاتا چاہیں کسی سے
راستہ معلوم کریں وہ غلط راستہ بتائے اسی طرح فقیروں میں جو نابینا ہوتے
ہیں وہ صحیح راستہ پر چلیں پھر یوں کہے کہ سامنے کنواں ہے نہ پتے جاؤ تو حالاً کنواں
نہیں ہے یا یوں کہے کہ سامنے جانور کھڑا ہے پتے ہوئے جاؤ۔ یہ بے چارے
نابینا چلتے ہوئے پریشان ہو جائے تو ایسوں کے اور دنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔
وَرَجُلٌ ضَلَّ سَبِيلَهُ وَلَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ حُصُونًا إِلَّا تُحِيطُ بِذَنْبِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
جو تھا وہ آدمی جو بغیر شاہی کے ازواجی زندگی سے دور رہتا ہے حالانکہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے علاوہ باقی کسی کو ایسا نہیں
بنایا ہے جو بغیر شاہی کے رہے۔ ہر ایک پر اللہ تعالیٰ نے شاہی کو

لازم کر دیا ہے۔ لہذا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے شادی کی گنجائش عطا فرمائی ہے پھر بھی وہ شادی نہیں کرتا ہے تو اس پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اور ملائکہ رحمت اس پر آمین کہتے ہیں۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةٌ
لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ
أَمَّنَتْ الْمَلَائِكَةُ رَجُلٌ جَعَلَهُ
اللَّهُ ذَكَرًا فَأَنْثَتْ نَفْسُهُ وَتَشَبَّهَ
بِالنِّسَاءِ وَامْرَأَةٌ جَعَلَهَا اللَّهُ
أُنْثَى فَتَذَكَّرَتْ وَتَشَبَّهَتْ
بِالرِّجَالِ وَالَّذِي يُضِلُّ الْأَعْمَى
وَرَجُلٌ حَصُورٌ وَلَمْ يَجْعَلِ
اللَّهُ حَصُورًا إِلَّا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا
عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(المعجم الكبير ۸/۲۰۴ حدیث ۷۸۲۷)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہیں دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے، اور ملائکہ اس پر آمین کہتے ہیں۔ ۱۔ ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے مرد بنایا ہے پھر اس نے اپنے آپ کو عورت بنالیا، اور عورتوں کی مشابہت اختیار کر لی۔ ۲۔ ایسی عورت جس کو اللہ نے عورت بنایا ہے پھر اس نے اپنے آپ کو مرد بنالیا ہے اور مردوں کی مشابہت اختیار کر لی ہے۔ ۳۔ وہ شخص جو نابینا کو غلط راستہ بتاتا ہے۔ وہ شخص جو باوجود طاقت کے شادی سے کنارہ کش ہو چکا ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے شادی سے کنارہ کشی کے لئے کسی کو پیدا نہیں کیا مگر صرف حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو۔

دوسری حدیث شریف اس سے بھی وضاحت کے ساتھ مروی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جن پر اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے عرش کے اوپر سے لعنت بھیجتا ہے اور ان پر اللہ کے فرشتے آمین کہتے ہیں ۱۔ وہ شخص جو اپنے نفس کو عورتوں سے پاک رکھتا ہے، اور شادی نہیں کرتا ہے، اور نہ ہی باندی رکھتا ہے تاکہ اس کی کوئی اولاد پیدا نہ ہو ۲۔ ایسا آدمی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے حالانکہ اللہ نے اس کو مرد پیدا فرمایا ہے ۳۔ ایسی عورت جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہے حالانکہ اللہ نے اس کو عورت پیدا فرمایا ہے ۴۔ وہ شخص جو مسکینوں اور اندھوں کو غلط راستہ بتاتا ہے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعَةٌ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَوْقَ عَرْشِهِ وَأَمَّنْتَ عَلَيْهِمْ مَلَائِكَتُهُ وَالَّذِي يُحْصِنُ نَفْسَهُ عَنِ النِّسَاءِ وَلَا يَتَزَوَّجُ وَلَا يَتَسَرَّى لَأَنْ لَا يُؤَلِّدَ لَهُ وَلَدٌ وَالرَّجُلُ يَتَشَبَّهُ بِالنِّسَاءِ وَقَدْ خَلَقَهُ اللَّهُ ذَكَرًا وَالْمَرْأَةُ تَتَشَبَّهُ بِالرِّجَالِ وَقَدْ خَلَقَهَا اللَّهُ عَرْزًا وَجَلَّ أَنْثَى وَمُضِلُّ الْمَسَاكِينِ.

(المعجم الكبير ۸/۹۹ حدیث ۷۸۹)

(مجمع الزوائد ۴/۲۵۱)

شادی کیسے کریں

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ أَرْوَاجًا وَجَعَلَ بَيْنَهُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً،
وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْخَلْقِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا، اَمَّا بَعْدُ
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا : عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

شادی کے بارے میں نو موضوعات پر ترتیب وار کچھ باتیں عرض کرنی ہیں۔

- ۱۔ نکاح کے فضائل۔
- ۲۔ نکاح کے فوائد۔
- ۳۔ نکاح کے مستحب اور پسندیدہ امور۔
- ۴۔ ٹیلیفون پر نکاح۔
- ۵۔ نکاح کیسی عورت سے کریں۔ ایسی پندرہ عنوانات ہوں گے۔
- ۶۔ مہر کیسے ادا کریں۔
- ۷۔ شادی میں ولیمہ کیسے کریں۔
- ۸۔ لڑکی والوں کے یہاں کا کھانا۔
- ۹۔ لڑکی کو رخصت کیسے کریں۔



۱۔ نکاح کے فضائل | نکاح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوع انسانی کیلئے ایک ایسی نعمت ہے کہ اس کے ذریعے سے انسان چاہے مرد ہو یا عورت دونوں کو سکون کی زندگی حاصل ہوتی ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے انسانی زندگی کے اندر سکون اور راحت کے واسطے ایک دوسرے کیلئے زندگی کا ساتھی پیدا فرمایا ہے۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ شادی کے بعد میاں بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے سے کیا سکون حاصل ہوتا ہے۔ اور مزید اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے درمیان محبت و مودت کا سلسلہ جاری فرمایا ہے۔ آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً۔
(سورہ روم آیت ۲۱)

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے تم ہی میں سے جوڑا پیدا فرمایا ہے تاکہ تم اس کے پاس جا کر سکون حاصل کر سکو اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان پیار و محبت اور مہربانی کا ذریعہ بنایا۔

آقاہ نامدار سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے۔ اس لئے کسی مسلمان کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے گریز نہیں کرنا چاہیئے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔ (ابن ماجہ شریف ۱۳۲)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نکاح میری سنت ہے جو شخص میری سنت پر عمل نہیں کرتا ہے وہ میرے طریقے پر نہیں۔

اور دوسری حدیث شریف میں یہ فرمایا۔

فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ | بلند جو شخص میری سنت سے گریز کرتا ہے تو وہ

مِیَی۔ (اسلم شریف ۱/۴۴۹) | میرے طریقے سے ہٹا ہوا ہے۔

نیز نکاح انسانی زندگی کی تکمیل اور سکون و راحت کا ذریعہ ہونیکے ساتھ ساتھ ایک اہم ترین عبادت بھی ہے چنانچہ حدیث پاک میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے نکاح کر لیا تو اس نے اپنے دین کو دو حصہ کر کے ایک حصہ کی تکمیل کر لی۔ باقی دوسرے حصہ کے بار میں اللہ کی مرضی اور احکام خداوندی کے مطابق زندگی بسر کرنے کیلئے حلال و حرام سے بچ کر تقویٰ اختیار کرنیکی کوشش کرنا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اللہ نے نیک بیوی عطا فرمائی تو یقیناً اللہ نے اس کے نصف دین پر مدد فرمائی ہے۔ لہذا آئندہ باقی نصف کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من تزناہ اللہ امرأۃ صالحۃ فقد أعانہ اللہ علی شطر دینہ فلیتق اللہ فی الشطر الثانی۔

(المعجم الاوسط ۵۲۲/۱ حدیث ۹۷۶، مجمع الزوائد ۴/۲۷۳)

اور دوسری روایت میں ہے:

جب بندہ نکاح کر لیتا ہے تو یقیناً وہ اپنے آدھے دین کو مکمل کر لیتا ہے۔ لہذا باقی نصف کے بار میں اللہ سے ڈرا کرے۔

اذا تزوج العبد فقد کمل نصف الدین فلیتق اللہ فی النصف الباقی۔ (شعب الایمان ۴/۲۸۳ حدیث ۵۴۸۶)

اسلئے آقا نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شادی کے لائق جوانوں کو بار بار ترغیب دی کہ تم میں سے جو بھی نکاح کی طاقت رکھتا ہے وہ ضرور نکاح کر لیا کرے۔ اس لئے کہ نکاح کے ذریعہ سے نگاہ اور شرمگاہ دونوں کی حفاظت ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جو بھی شادی کی طاقت رکھتا ہے وہ ضرور نکاح کرے
اس لئے کہ نکاح بد نگاہی اور شر مگاہ دونوں کی حفاظت
کا ذریعہ ہے۔

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ
مِنْكُمْ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ
أَعْيُنٌ لِلْبَصَرِ وَاحْصَنٌ لِلْفَرْجِ -

(اسلم شریف ۲۲۹/۱، بخاری شریف ۵۸/۲، حدیث ۴۸۴۵، ترمذی شریف ۲۰۶/۱)

علامہ علامہ عبداللہ بن حصکفی اور علامہ ابن عابدین شامی علیہما الرحمۃ
نے نکاح کے چھ فوائد بیان فرمائے ہیں۔

۲۔ نکاح کے فوائد

- ۱۔ جب انسان مَر جاتا ہے تو اس کے نیک اعمال اور عبادت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے لیکن
وہ عبادتیں ایسی ہیں جن کا سلسلہ دنیا سے جنت تک باقی رہتا ہے۔ (۱) ایمان (۲) نکاح۔
کہ جس طرح دنیا میں نکاح کے ذریعے سے ازدواجی زندگی کا سلسلہ رہتا ہے اسی طرح جنت میں
بھی میاں بیوی کی رفاقت کی زندگی کا سلسلہ رہیگا۔
- ۲۔ نکاح انسانوں کی پیدائش اور وجود کا ذریعہ ہے۔
- ۳۔ نکاح امت محمدیہ کی کثرت کا ذریعہ ہے۔

۴۔ اشتغال بالنکاح تنہا بالعبادت سے افضل ہے یعنی ترک دنیا اختیار کر کے تنہائی
کی عبادت کے مقابلہ میں نکاح کر کے اجتماعی اور شہری زندگی گزارنا زیادہ افضل ہے۔

۵۔ نکاح کے ذریعے سے بد نگاہی اور بُری نظر کی حفاظت ہو جاتی ہے۔

۶۔ نکاح کے ذریعے شر مگاہ کی حفاظت اور حرام کاری سے بچکر پاکدامنی کی زندگی حاصل
ہوتی ہے۔ (درمختار مع الشامی ذکر یا ۴/۵۷)

۳۔ نکاح کے مستحب اور پسندیدہ امور

علماء نے لکھا ہے کہ نکاح کے وقت
جانبین میں کچھ امور کا خیال

رکھنا مستحب اور افضل ہے، لازم نہیں۔ چنانچہ علامہ عبداللہ بن حصکفی علیہ الرحمۃ نے
الدر المختار مع الشامی ذکر یا ۴/۶۷ میں ایسی سولہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جن کا لحاظ رکھنا

نکاح کے وقت میں مستحب اور افضل ہے۔

۱۔ نکاح سے پہلے اسکا اعلان اور شہرت کرنا۔

۲۔ نکاح سے پہلے ایک خطبہ پڑھنا۔ یہ مسنون ہے لازم نہیں۔ لہذا بغیر خطبہ کے بھی نکاح صحیح ہو جائیگا۔

۳۔ نکاح کی مجلس مسجد میں قائم کرنا۔

۴۔ اگر ممکن ہو تو جمعہ کے دن نکاح کرنا۔

۵۔ کسی عالم دین سے نکاح پڑھوانا۔

۶۔ دیندار گواہوں کی موجودگی میں نکاح منعقد ہونا۔ لہذا فاسق اور بددین مسلمانوں کی گواہی میں بھی نکاح صحیح ہو سکتا ہے۔

۷۔ اگر ضرورت پڑے تو قرض لیکر نکاح کرنا لیکن شرط یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی کا پختہ ارادہ ہو۔

۸۔ شادی سے پہلے بیوی کو ایک نظر دیکھ لینا۔ یہ شریعت میں مستحب اور افضل کام ہے۔ لیکن ہمارے معاشرہ میں اس کو برا مانا جا رہا ہے۔

۹۔ بیوی کی عمر شوہر کے مقابلہ میں کم ہونا افضل ہے لیکن اگر زیادہ عمر والی عورت سے نکاح کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو وہ بھی سنت کے خلاف نہیں ہے۔

۱۰۔ خاندانی اعتبار سے بیوی شوہر کے مقابلہ میں کمزور ہو۔

۱۱۔ عزت اور شرف کے اعتبار سے بیوی کے مقابلہ میں شوہر کا بڑھا ہوا ہونا۔

۱۲۔ مالی حیثیت سے بیوی کے مقابلہ میں شوہر کا فائق ہونا۔

۱۳۔ بیوی کا اخلاق شوہر کے مقابلہ میں فائق ہونا تاکہ بیوی سے شوہر کی محبت زیادہ ہو جائے۔

۱۴۔ ادب و احترام میں بیوی کا شوہر سے فائق ہونا اسلئے کہ شوہر کا مرتبہ بیوی سے اونچا ہوتا ہے۔

۱۵۔ عفت و پاکدامنی کے اعتبار سے بیوی کا شوہر سے فائق ہونا، تاکہ اجنبیوں سے کنارہ کش ہو کر صرف شوہر کے ساتھ تعلق رہے۔

۱۶۔ حسن و جمال کے اعتبار سے بیوی کا شوہر پر فائق ہونا، تاکہ شوہر کی نگاہ ہر طرف سے یکسو ہو کر بیوی پر قائم رہے۔ یہ ساری چیزیں درمختار کی عبارت میں موجود ہیں۔ اس کا مطلب خیر ترجمہ ہم نے یہاں نقل کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان امور میں سے کسی سے کسی مسلمان کو فائدہ پہنچ جائے۔

۱۷۔ ٹیلی فون پر نکاح

اسلامی شریعت میں نکاح کے صحیح ہونے کے لئے بہت سی شرطیں ہیں۔ ان میں سے دو شرطیں نہایت بنیادی اور لازمی ہیں۔ ان دونوں شرطوں کے بغیر نکاح کا وجود نہیں ہو سکتا۔ اگر ان دونوں شرطوں میں سے ایک بھی شرط نہیں ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

۱۔ وَمِنْ شَرَائِطِ الْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ اِتِّحَادُ الْمَجْلِسِ۔ (الدر المختار مع الشامی ۴/۸۷) نکاح میں ایجاب و قبول کے صحیح ہونے کے لئے جانبین کی مجلس کا ایک ہونا لازمی شرط ہے۔ لہذا اگر مجلس نکاح میں جانبین میں سے ایک بنفس نفیس موجود ہے یا اس کا وکیل موجود ہے، اور دوسری جانب سے نہ خود بنفس نفیس موجود ہے نہ اس کا وکیل موجود ہے، بلکہ دوسری جگہ سے ٹیلی فون پر ایجاب یا قبول کرتا ہے، تو شرعی طور پر یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اور اس سے میاں بیوی کے درمیان ازدواجی تعلق قائم نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی ایک دوسرے کے لئے حلال ہوں گے۔

۲۔ وشرط حضور شاہدین (الدر المختار کراچی ۲/۲۱، ذکر یا ۴/۸۷)

مجلس نکاح میں دو گواہوں کا ایک ساتھ موجود ہونا شرط ہے۔ اور دونوں گواہوں کا اسی مجلس میں ہونا عاقدین کی باتوں کا ایک ساتھ سننا بھی شرط ہے۔ اور ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ نکاح میں ایجاب و قبول کرنے والے دونوں بنفس نفیس یا ان دونوں کے وکیل موجود ہوں۔ لہذا اگر مسکال بیوی میں سے ایک بنفس نفیس یا اسکا وکیل اسی مجلس میں موجود ہے، اور دونوں گواہوں نے ایک ساتھ اس کی بات براہ راست سنی ہے۔ اور دوسرا بہ نفس نفیس یا اسکا وکیل مجلس میں موجود نہیں ہے بلکہ اس کی آواز ٹیلی فون سے سنی جا رہی ہے تو دونوں گواہوں کا اس ٹیلی فون میں سننے کا اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ دوسری جانب سے بھی بہ نفس نفیس یا اس کے وکیل کا مجلس نکاح میں موجود ہو کر ایجاب و قبول کرنا اور دونوں گواہوں کا اس مجلس میں سننا شرط ہے، اسلئے یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ ان دونوں شرطوں کے علاوہ نکاح کے صحیح ہونے کے لئے اور بھی شرطیں ہیں۔ لیکن یہ دونوں شرطیں ایسی بنیادی شرطیں ہیں جو نہایت اہمیت کی حامل ہیں، اور ٹیلی فون میں ایجاب و قبول کی صورت میں یہ دونوں شرطیں پائی نہیں جاتیں۔ لہذا ٹیلی فون میں ایجاب و قبول شرعی طور پر معتبر نہیں ہوگا۔

دوسرے ملک یا دوسرے علاقہ میں رہ کر ٹیلی فون کو واسطہ بنا کر نکاح کے درست ہونے کے لئے چند متبادل شکلیں ہیں، جن کو اختیار کر کے نکاح کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ لڑکے کی طرف سے ٹیلی فون میں جہاں لڑکی رہتی ہے وہاں کے کسی معتبر آدمی کو وکیل بنادے۔ اور ٹیلی فون میں وکیل بتانا جائز اور درست ہے۔ پھر جہاں لڑکی ہے وہاں مجلس نکاح قائم ہو جائے، اور جیسا کہ ہمارے ملک میں لڑکی سے اجازت لیکر جہاں لڑکی ہے وہاں سے ہٹ کر مجلس قائم

ہوتی ہے، اب بھی ایسی ہی مجلس قائم ہو جائے۔ اور لڑکی کی طرف سے قاضی لڑکے کے وکیل سے گواہوں کی موجودگی میں لڑکے کی طرف سے مقرر کردہ وکیل کو مخاطب کر کے یوں کہے کہ میں نے فلانی لڑکی کا نکاح اتنے مہر پر آپ کے موکل فلاں لڑکے کے ساتھ کر دیا ہے، آپ نے اپنے موکل کی طرف سے اس کو قبول کر لیا؟ تو لڑکے کا وکیل اس طرح قبول کرے کہ میں نے فلاں لڑکی کو اپنے موکل کے نکاح میں قبول کر لیا، تو یہ نکاح درست ہو جائیگا۔

۲۔ دوسری شکل یہ ہے کہ لڑکی والے لڑکی سے نکاح کی اجازت لیکر ٹیلی فون پر براہ راست لڑکے کو اطلاع کر دیں کہ اتنے مہر پر فلانی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کرنے کی اجازت مل گئی ہے میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ اپنے یہاں نکاح کی مجلس قائم کر لو، اور دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیں۔ اب وہ لڑکا تین آدمیوں کو جمع کر کے ان میں سے دو کو گواہ بنائے، ایک کو لڑکی کی طرف سے وکیل بنادے، پھر اس طرح ایجاب و قبول ہو جائے کہ لڑکی کا وکیل یہ کہے کہ میں نے فلاں لڑکی کا نکاح اتنے مہر پر آپ کے ساتھ کر دیا ہے، اور لڑکا یہ کہے کہ میں نے قبول کر لیا تو اس طرح نکاح منعقد ہو جائیگا۔ اب وہ لڑکی اس کی بیوی بن گئی۔ اب اس کا نکاح کسی دوسری جگہ جائز نہیں ہوگا۔

۳۔ لڑکی سے اجازت لیکر لڑکی کا وکیل جہاں لڑکا رہتا ہے وہاں کے کسی معتبر آدمی کو ٹیلی فون پر وکیل بنادے، پھر وہ وکیل نکاح کی مجلس قائم کرے، دو گواہوں کی موجودگی میں لڑکے کو مخاطب کر کے کہے کہ میں نے فلانی لڑکی جو فلاں جگہ رہتی ہے اس کا نکاح اتنے مہر پر تمہارے ساتھ کر دیا ہے تو لڑکا کہے کہ میں نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کر لیا، تو اب شرعی طور پر نکاح منعقد ہو گیا۔ وہ لڑکی اس لڑکے کی بیوی بن گئی۔ اب اس لڑکی کا نکاح کسی

دوسری جگہ جائز نہیں ہوگا۔

یہ ٹیلی فون پر نکاح کے لئے متبادل شکلیں ہیں، جن کو اختیار کر کے دوسری جگہ کے لڑکے یا دوسری جگہ کی لڑکی کے ساتھ عقد نکاح عمل میں آسکتا ہے۔

انٹرنیٹ پر نکاح | انٹرنیٹ پر آدمی کی تصویر نظر آتی ہے۔ آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ جس

لڑکے یا لڑکی کے ساتھ انٹرنیٹ پر نکاح کیا جا رہا ہے وہ مجلس نکاح میں موجود ہے، ادھر سے جب قاضی مجلس نکاح میں ایجاب کرتا ہے تو لڑکا یا لڑکی کی تصویر انٹرنیٹ پر آواز کے ساتھ بولتی ہے اور قبول کرنے کے الفاظ استعمال کرتی ہے، اس سے کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ نکاح کی ساری شرطیں یہاں موجود ہیں۔ یہ محض ایک دھوکہ ہے۔ اس سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

اس لئے کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لئے ایجاب و قبول کرنے والے عاقدین کا بنفس نفیس یا دونوں کے وکیل کا بنفس نفیس مجلس نکاح میں موجود ہونا شرط ہے۔ اور انٹرنیٹ پر جو نظر آتا ہے وہ اصل آدمی نہیں ہوتا ہے بلکہ تصویر ہوتی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ انٹرنیٹ پر جو تصویر اور آواز آرہی ہے وہ محفوظ رہ جائے اور جو اصل آدمی ہے اس کی موت واقع ہو جائے اور وہ قبر میں دفن بھی ہو جائے تب بھی انٹرنیٹ پر اس کی وہی تصویر اور وہی آواز باقی رہتی ہے، جبکہ اصل آدمی زندہ بھی نہیں ہے، اس لئے تصویر کا سامنے موجود ہونا شرعی طور پر اصل آدمی کے موجود ہونے کے قائم مقام نہیں ہوگا۔

لہذا انٹرنیٹ پر بھی جائیں سے ایجاب و قبول اسی طرح معتبر نہیں ہے۔ جس طرح ٹیلیفون پر معتبر نہیں ہوتا ہے۔ ہاں البتہ انٹرنیٹ پر نکاح کے صحیح ہونے کے لئے وہی مستبادل شکلیں اختیار کی جاسکتی ہیں جو ٹیلی فون میں اختیار کرنا جائز ہے، کہ انٹرنیٹ پر لڑکے کی طرف سے وکیل بنا دیا جائے، پھر وہ وکیل جہاں لڑکی ہے وہاں مجلس نکاح قائم کرے۔ یا اس کے برعکس لڑکی کی طرف سے انٹرنیٹ پر وکیل بنا دیا جائے پھر وہ وکیل جہاں لڑکا ہے وہاں مجلس نکاح قائم کرے، پھر مجلس نکاح میں ایجاب و قبول ہو جانے کے بعد ٹیلی فون یا انٹرنیٹ سے دوسرے کو اطلاع کر دی جائے کہ تمہارے شرائط کے مطابق یہاں نکاح ہو چکا ہے۔ یہ سب شکلیں ایسی ہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت خبثی نے حضرت ام المؤمنین ام حبیبہؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وکیل بن کر کر دیا تھا۔

اسی طرح وکالت کے جواز کی دلیل یہ بھی ہے کہ شرعاً خط و کتابت کے ذریعہ وکیل بنا نا جائز ہے۔ اور دور نبوت، دور صحابہؓ اور ائمہؓ مجتہدین اور فقہاء کے دور میں خط و کتابت ہی ایک ذریعہ تھا، ٹیلی فون، فیکس، ٹیلی ویژن کے چینل، انٹرنیٹ وغیرہ جدید ذرائع مواصلات کا اس زمانہ میں تصور اور وہم و گمان بھی نہ تھا۔ آج کے دور میں جب جانے پہچانے آدمی سے فون پر جو بات ہو جاتی ہے وہ رجسٹری خط اور ڈو آدمی کے ذریعہ لائے ہوئے خط سے بھی کہیں زیادہ معتبر اور قابل اعتماد ہوتی ہے۔

ہمارے ہندوستانی تاجروں کا یورپ و امریکہ سے تجارتی کاروبار ہے۔
 صرف ایک فون یا فیکس پر اعتماد کر کے کروڑوں کا مال روانہ کر دیا جاتا ہے۔
 اور ادھر سے بھی ایک فون یا انٹرنیٹ پر اعتماد کر کے کروڑوں روپیہ روانہ
 کر دیا جاتا ہے۔ مگر رجسٹری خط پر اتنا بڑا اعتماد نہیں ہوتا۔ لہذا جانے
 پہچانے آدمی سے فون یا انٹرنیٹ پر بات کرنا رجسٹری خط اور ڈو آدمی کے
 لئے ہوئے خط سے کم درجہ کا نہیں۔ اس لئے فون یا انٹرنیٹ پر وکیل بنا کر
 مذکورہ تینوں طریقے سے نکاح جائز اور درست ہے۔
 فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیے۔

اور ایسے ہی جو تحریر لوگ اپنے مابین
 لکھتے ہیں وہ لازمی طور پر حجت شرعی
 ہے لوگوں کے درمیان متعارف
 ہونے کی وجہ سے۔

حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ
 نے شاہد اور قاضی اور اسکے متعلق خط
 پر عمل کرنا جائز قرار دیا ہے، جب خط کو
 دیکھ لے۔ اور فتویٰ ان دونوں کے قول پر
 ہے جب اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ
 خط اس کا ہے۔ چاہے یہ خط فیصلہ سے متعلق
 ہو یا روایت سے، یا دستاویز پر

① وَكَذَٰلِكَ مَا يَكْتُبُ النَّاسُ
 فِيمَا بَيْنَهُمْ يَجِبُ أَنْ
 تَكُونَ حُجَّةً لِّلْعُرْفِ الْخ
 (شامی زکریا ۸/۱۳۶، کراچی ۵/۴۳۶)

② اجاز ابو یوسف و محمد
 الْعَمَلُ بِالْخَطِّ فِي الشَّاهِدِ
 وَالْقَاضِي وَامْرَأَتِهِ إِذَا
 رَأَى خَطَّهُ — وَالْفَتْوَى
 عَلَى قَوْلِهِمَا إِذَا تَبَيَّنَ
 أَنَّهُ خَطُّهُ سَوَاءٌ كَانَ
 فِي الْقَضَاءِ أَوِ الرَّوَابِةِ أَوْ

شَبَابَةٌ
وَقَوْلُهُ وَقَلَّمْ يَشْتَبِهُ الْخَطُّ
عَنْ كُتْبٍ وَجْهٍ فَإِذَا تَيَقَّنَ
جَازَ الْأَمْرَ عَلَيْهِ تَوْسِعَةً
عَلَى النَّاسِ۔

دستخط کریم/۸/۳۸، شامی کراچی

۲۳۷/۵، البحر الرائق ۷/۷۲

③ إِذَا وَكَّلْتَ الْمَرْأَةَ
رَجُلًا أَنْ يُزَوِّجَكَ أَوْ
أَجَازَتْ مَصْنَعَهَا وَصَى
الْوَكِيلُ إِلَى رَجُلٍ أَنْ
يُزَوِّجَهَا ثُمَّ مَاتَ الْوَكِيلُ
كَانَ لِلْوَصِيِّ أَنْ يُزَوِّجَهَا۔

(ہندیہ ۲/۶۱۰)

شہادت سے متعلق ہو۔ اور کلی طور پر
دوسرے کے خط سے بہت کم مشابہ ہوتا ہے۔
لہذا جب یقین پیدا ہو جائے تو لوگوں کے
اوپر آسانی کے واسطے اس پر اعتماد بھی
جائز ہو سکتا ہے۔

جب عورت کسی مرد کو اس بات کا وکیل
بنادے کہ وہ مرد اس عورت کا نکاح
کسی سے کر دے یا اس بات کی
اجازت دیدے کہ وکالت میں جو چاہے
عمل کرے تو وکیل نے کسی دوسرے آدمی
کو اس عورت کے نکاح کی وصیت کی،
پھر وکیل مر جائے تو وصی کیلئے جائز ہے
کہ اس عورت کا نکاح کسی کے ساتھ
کر دے۔

۵۔ نکاح کیسی عورت سے کریں؟

اس عنوان کے ذیل میں پندرہ باتیں عرض کرنی ہیں۔ جو علی الترتیب بیان کی جا رہی ہیں۔

- ① تین چیزیں دیکھ کر نکاح کرنا۔
- ② دیندار عورت سے نکاح کی ترغیب۔
- ③ فرماں بردار جنتی عورت کون؟
- ④ نافرمان عورت پر وعید۔
- ⑤ سعادت مندی اور خوش نصیبی کی چار چیزیں۔
- ⑥ محرومی کی چار چیزیں۔
- ⑦ نیک بیوی جسے ملی، دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں اُسے مل گئیں۔
- ⑧ نیک عورت سے نکاح نصف دین۔
- ⑨ نکاح تمام انبیاء کی سنت۔
- ⑩ نکاح کے لئے قرض میں اللہ کی مدد۔
- ⑪ بیوی کے ساتھ خیر خواہی و ہمدردی۔
- ⑫ بیوی کے منہ میں لقمہ کا ثواب۔
- ⑬ صرف لڑکیاں پیدا ہونا۔
- ⑭ لڑکیوں کی پرورش کا اجر و ثواب۔

⑮ ماں باپ پر بچوں کا حق ۔

۱۔ تین چیزیں دیکھ کر نکاح کرنا

آقارِ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُمت کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ عورت میں تین چیزوں کو دیکھ کر شادی کرو۔

① عورت میں شوہر سے خوب محبت کرنے کی صلاحیت ہو۔

② کثرت سے بچے جننے کی صلاحیت ہو۔

③ عورت دیندار اور نیک صلاح ہو۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ شوہر سے محبت اور زیادہ بچے جننے کی صلاحیت کا پتہ کیسے چلے۔ تو حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی عورت سے نکاح کرنا ہو تو پہلے اس خاندان کی ان عورتوں کا پتہ لگا لیا جائے جن کی شادیاں ہو چکی ہیں۔ ان عورتوں میں دو قسم کی صفتیں ہیں یا نہیں؟ ۱۔ ان میں اپنے شوہر سے محبت اور شوہر کو خوش رکھنے اور اس کی فرماں برداری کا مزاج ہے یا نہیں۔ ۲۔ انہیں کثرتِ اولاد کا سلسلہ، یا نہیں اور انہیں اولاد کی پرورش اور اولاد کے بچے برداشت کر کے ان کی پرورش کرنیکی صلاحیت ہے یا نہیں؟ اگر یہ دونوں خوبیاں اس خاندان کی عورتوں میں ہیں تو انشاء اللہ بہت جلد تک اس میں بھی ہونگی۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سے ان دونوں خوبیوں کو دیکھ کر کسی عورت سے شادی کرنے کی ترغیب دی ہے۔ حدیث شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

عن معقل بن یسار قال جاء رجلٌ | حضرت معقل بن یسارؓ نے فرمایا کہ ایک شخص دُور دربارِ رسالت
إلى رسول الله ﷺ | میں آکر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصَبْتُ
امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَمَنْصِبٍ وَ
مَالٍ إِلَّا أَنَّهُ لَا تِلْدَافًا تَزَوَّجَهَا؟
فَنَهَاهَا ثُمَّ أَتَاهَا الثَّانِيَةَ فَقَالَ لَهُ
مِثْلُ ذَلِكَ ثُمَّ أَتَاهَا الثَّالِثَةَ فَقَالَ
لَهُ تَزَوَّجُوا الْوُدُودَ الْوُكُودَ فَإِنِّي
مُكَاشِرٌ بِكُمْ الْأُمَمَ - الْحَدِيثُ

(ابوداؤد ۱/۲۸۰، الترغیب ۲/۳۱)

ایک ایسی عورت پائی جو اپنے خاندان والی ہے، اور اچھا
منصب، اچھی دگری اور تعلیم یافتہ ہنرمند ہے اور مالدار بھی
مگر اس میں ولادت کی صلاحیت نہیں ہے تو کیا میں اس
سے شادی کر لوں۔ تو آپ نے منع فرمایا۔ اس نے دوبارہ
آکر یہی کہا۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ اور پھر اس نے تیسری
مرتبہ آکر یہی کہا۔ تو آپ نے اس سے کہا کہ تم لوگ زیادہ
محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے
شادی کیا کرو۔ اسلئے کہ میں قیامت کے دن تمہاری
کثرت تعداد کے ذریعہ دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

۲۔ دیندار عورت سے نکاح کی ترغیب | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ دنیا میں چار باتوں میں سے

کسی ایک کو دیکھ کر کسی عورت سے نکاح کرتے ہیں۔

① عورت کے مال کو دیکھ کر نکاح کیا جاتا ہے حالانکہ عورت کے مال سے شوہر کبھی مالدار
نہیں ہوتا، اور نہ ہی مالدار کے یہاں شوہر کی کوئی عزت ہوتی ہے بلکہ ذلت و خواری کی زندگی سے
دوچار ہونا پڑتا ہے۔

② عورت کی خاندانی برتری اور خاندانی عزت کو دیکھ کر نکاح کیا جاتا ہے۔ اس میں بھی اکثر و
بیشتر عورت اپنی برتری شوہر کے سامنے جتاتی رہتی ہے، اور شوہر کو کمینہ اور گھٹیا بن کر
رہنا ہوتا ہے۔

③ عورت کے حسن و جمال کو دیکھ کر نکاح کیا جاتا ہے حالانکہ حسین عورت اپنے حسن و جمال کے
ناز و غرور میں اکثر و بیشتر شوہر کو اپنے ماتحت بنانے کی کوشش کرتی ہے آخر کار نافرمانی
کی آخری حد تک پہنچ جاتی ہے اور شوہر کی زندگی اجیرن بن کر رہ جاتی ہے۔

(۴) عورت کی دینداری اور اُس کی نیکی کو دیکھ کر نکاح کیا جاتا ہے آقا پر نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ان چاروں قسموں میں وہی کامیاب اور کامران رہتا ہے جس نے نیک دیندار عورت سے شادی کر رکھی ہے۔ اسلئے آپ نے اپنی امت کو اس بات کی تاکید سے ترغیب دی ہے کہ تم دیندار عورتوں سے ہی شادی کا اہتمام کرو۔ اسی میں تمہاری کامیابی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم عورتوں سے انکے حسن و جمال کی بنا پر نکاح مت کرو بہت ممکن ہے کہ انکا حسن انہیں اترا ہٹ اور ہلاکت میں ڈال دے اور عورتوں سے ان کے مال کے لالچ میں نکاح نہ کرو بہت ممکن ہے کہ انکا مال انہیں سرکش اور نافرمان بنادے تو تمکو ہمیشہ بھگتنا پڑ جائے۔ لیکن تم عورتوں سے ان کی دینداری کو دیکھ کر نکاح کرو۔ یقیناً کان کٹی کالی دیندار باندی مالدار حسین عورتوں سے بہتر اور افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں سے چار باتوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے (۱) اس کے مال کی وجہ سے (۲) اسکی خاندانی شہرت کی وجہ سے (۳) اسکے حسن و جمال کی وجہ سے (۴) اسکی دینداری اور نیکی کی وجہ سے، تم تو دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر لو۔ تمہارے دونوں ہاتھ گھسی میں ہوں گے۔

عن عبد اللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزوجوا النساء لحسنہنّ فعسیٰ حسنہنّ ان یردینہنّ ولا تزوجوہنّ لاموالہنّ فعسیٰ اموالہنّ ان تطغیہنّ ولكن تزوجوہنّ علی الدّین ولا مہ خرماء سوداء ذات دین افضل۔ الحدیث

(ابن ماجہ/۱۳۳)

عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تنکح المرأة لأربع لمالها ولحسنہا ولجمالها ولدینہا فاظفر بذات الدّین تربت یداک۔ الحدیث

(بخاری شریف ۲/۶۲، حدیث ۲۸۹۹)

ابوداؤد ۱/۲۸۰، مسلم ۱/۴۲، ابن ماجہ/۱۳۳

۳۔ فرماں بردار جنتی عورت کون ہے؟

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ خوش نصیب عورت وہ ہوتی ہے

جو ہمیشہ اپنے شوہر کو خوش رکھتی ہے، اتفاق سے اگر شوہر کو غصہ آجائے تو بے چین ہو کر شوہر کو راضی کرنے کیلئے ہر طرح سے اس کے خزع برداشت کر کے اس کی خوشامدی میں لگ جاتی ہے۔ اور اس سے کہتی ہے کہ میرا ہاتھ آپ ہی کے ہاتھ میں ہے میں اس وقت تک سونے کیلئے آنکھ بند نہیں کروں گی جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں۔ چنانچہ اقار نامدار علیہ السلام نے چھ قسم کے انسان کیلئے جنت کی بشارت دی ہے ① اللہ کے نبی ② بالیقین جنتی ہونگے ③ شہید جس نے اللہ کے راستے میں جہاد میں جان دیدی ہے ④ صدیق، جس نے کبھی زندگی میں بھوٹ نہیں بولا ہمیشہ سچ بولتا رہا ہو ⑤ نو مولود بچہ جس نے دنیا کا کوئی مزہ نہیں چکھا اس کو بلا حساب و کتاب کے جنت مل جائے گی ⑥ وہ آدمی جو اپنے مسلمان بھائی سے صرف رضائے الہی اور دین کی خاطر ملاقات کیلئے جاتا ہو۔ ⑦ وہ عورت جو شوہر سے بہت زیادہ محبت کرتی ہو اور کثرت سے اولاد کی پیدائش کو برداشت کرتی ہو۔ اور جب اس کو غصہ آجائے یا اس کے ساتھ بدسلوکی اور ظلم ہو جائے یا شوہر اس پر غصہ ہو جائے ہر صورت میں شوہر کو خوش کرنیکی کوشش میں رہتی ہو ایسی عورت بھی صرف شوہر کی فرمانبرداری کی بنا پر بلا حساب و کتاب جنت میں جائے گی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت کعب بن عجرۃؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو تمہارے ان مردوں کو بتلا دوں جو جنتی ہیں تو ہم نے کہا کیوں نہیں۔ ضرور بتلائیے یا رسول اللہؐ تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کے نبی جنت میں جائیں گے۔ اور شہید جنت میں جائے گا۔ اور صدیق بھی جنت میں جائے گا۔ نو مولود بچہ جنت میں

عن کعب بن عجرۃ و ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الا انخبرکم برجالکم من اهل الجنة قلنا بلی۔ یا رسول اللہ قال النبی فی الجنة، والشہداء فی الجنة والصدیق فی الجنة، والمولود فی الجنة، والرجل

جائیگا۔ اور وہ فرد بھی جنت میں جائیگا جو اپنے مسلمان
بھائی سے رضائے الہی اور دین کی خاطر شہر کے کنارے پر
زیارت اور ملاقات کیلئے جاتا ہے۔ کیا میں تم کو تہساری
عورتوں کے بار میں نہ بتلاؤں؟ تو ہم نے کہا ضرور بتلایئے
یا رسول اللہ، تو آپ نے فرمایا شوہر سے بہت زیادہ
محبت کرنیوالی۔ کثرت ولادت کے بوجھ کو برداشت کرنے
والی عورت، جب اسکے ساتھ ظلم اور بدسلوکی کیجائے،
یا اس کو غصہ آجائے یا شوہر غصہ ہو جائے تو شوہر سے کہتی
ہے کہ میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہے میں اس وقت تک ہونے
کیلئے آنکھ بند نہیں کروں گی جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں۔
تین قسم کے لوگوں کی نماز، روزہ وغیرہ کوئی
عبادت قبول نہیں ہوتی اور انکی کوئی نیکی

یزور اسخلافی ناحیۃ المصیر
لا یزورہ الا للہ فی الجنۃ، الا
اخبارکم بنساءکم من اہل الجنۃ
قلنا بلی یا رسول اللہ قال الودود
الود الاتی ان ظلمت او ظلمت
او غضبت او غضب قالت ہذا
یدی فی یدک لا اکتحل بغض
حتی ترضی۔ الحدیث۔ (المجم البکیر ۱۹/۱۴۰)
حدیث ۳۶ - ۶۴/۱۲ حدیث ۱۲۶۶ (نوٹ :-
ایہیں حضرت کعب بن عجرہ اور
ابن عباس کی حدیث کو ملا کر مشترک لکھا
گیا ہے۔

۱۔ نافرمان عورت پر وعید

آسمان پر نہیں جائے گی۔

- ① وہ غلام جو اپنے مالکوں کو چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے اسکی عبادت اس وقت تک قبول نہیں ہوگی
جب تک واپس آکر مالکوں کی فرمانبرداری میں نہ لگ جائے۔
- ② وہ عورت جس سے اسکا شوہر ناراض ہو اسکی عبادت اس وقت تک قبول نہیں ہوگی جب
تک شوہر کو راضی نہ کر لے۔

- ③ سکران اور شرابی جو نشہ کی حالت میں رہتا ہے اسکی عبادت اس وقت تک قبول نہیں ہوگی
جب تک کہ شراب چھوڑ کر توبہ نہ کر لے۔

لہذا جن لوگوں کی نماز و عبادت قبول نہیں ہوتی ہے انہیں شوہر کی نافرمان عورت
بھی ہے۔ اسلئے عورت کو اسکے اہتمام اور کوشش میں رہنا چاہیئے کہ شوہر خوش رہے ناراض

نہ ہو پائے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث لا تقبل لهم صلوة ولا تصعد لهم إلى السماء حسنة، العبد الأبق حتى يرجع إلى موالیه فیضع یداً فی ایدیم، والمرأة الساخط علیها زوجها حتى یرضی

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ آقاؐ نامدا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تین قسم کے لوگوں کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی ان کی کوئی نیکی آسمانوں پر جاتی ہے (۱) وہ غلام جو اپنے آقاؐ کو چھوڑ کر بھاگ گیا ہوتا آنکھ واپس آ کر اپنے آقاؐوں کے ہاتھ میں ہاتھ نہ رکھ دے (۲) وہ عورت جس پر اس کا شوہر ناراض ہو۔ تا آنکہ شوہر راضی نہ ہو جائے (۳) شرابی تا آنکہ شراب کے نشہ سے صحیح ہو کر توبہ نہ کر لے۔

والسکران حتی یصحو، الحدیث ۱۱، المعجم الاوسط ۱۰، /۱۰، حدیث ۹۲۲، شعب الایمان ۵/۱۱ حدیث ۵۵۹۲، (الزغیب ۳/۳۹)

۵۔ سعادت مندی اور خوش نصیبی کی چار چیزیں

حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزوں کے ذریعے آدمی کو خوشحالی اور خوش نصیبی حاصل ہوتی ہے۔

① نیک صالح اور خیر خواہ بیوی جب شوہر بیوی کی طرف دیکھتا ہے تو شوہر کو خوش کر دیتی ہے اور دن بھر کی محنت و مشقت کی تھکاوٹ بیوی کے پاس آ کر بھول جاتا ہے اور جب شوہر گھر سے باہر کہیں چلا جاتا ہے تو بیوی کی طرف سے ہر اعتبار سے مطمئن رہتا ہے۔

② ضرورت کے مطابق کثادہ مکان جس میں ضروریات زندگی کا ہر کام آسانی کے ساتھ پورا ہو سکتا ہے۔

③ نیک اور دیندار پڑوسی جس کی طرف سے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہر اعتبار سے خیر خواہ اور نفع رساں ہے۔ اگر اپنے بال بچوں کو گھر میں چھوڑ کر کہیں سفر میں جانا ہوتا ہے تو اپنے پڑوسی کی طرف سے ہر طرح کا اطمینان رہتا ہے اور پڑوسی اپنے گھر کے لوگوں کی طرح جان و مال و آبرو ہر چیز کا خیال رکھتا ہے کسی کو ایسا پڑوسی حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے

غیبی مدد بھی جاتی ہے۔ ورنہ آج کل کے زمانہ میں ایسا پڑوسی کہاں ملتا ہے۔

۴) اپنی ضرورت کے مطابق آرام دہ اور نفع مند سواری کہ جس کے پاس ضرورت کے مطابق اچھی اور عمدہ سواری ہوتی ہے۔ اسکو اپنی ضرورت پوری کرنے کیلئے ادھر ادھر جانے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی یہ چار چیزیں ذہنی الجھنوں اور پریشانیوں سے حفاظت کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش نصیبی کی علامت بتلائی ہے۔

۵) دنیا میں محرومی کی چار چیزیں | چار چیزیں انسان کیلئے دنیا میں محرومی اور زندگی کی تباہی کا باعث بنتی ہیں۔

۱) ایسے بدترین پڑوسی کہ اس کی طرف سے عزت و آبرو جان و مال کسی چیز کے بارے میں اطمینان نہیں کیا جاسکتا ہر وقت نقصان پہونچانے کے درپے رہتا ہے گھر والوں کو چھوڑ کر سفر میں جانیکی ہمت نہیں ہوتی کہ پیٹھ پیچھے گھر والوں کو کیا نقصان پہونچا دے۔

۲) بد اخلاق اور نافرمان بیوی کہ اس بیوی کی نافرمانی اور بد اخلاقی کی وجہ سے زندگی کڑوی ہو جاتی ہے۔ زندگی کے سارے سکون سے شوہر ہاتھ دھو بیٹھتا ہے یہ انسان کی سب سے بڑی بد قسمتی ہے کہ رفیقہ حیات اور زندگی کی ساتھی جو ہر وقت ساتھ رہتی ہے وہی امن و سکون کی دشمن بن کر زندگی کو اجیرن بنا دیتی ہے بالآخر شوہر اس زندگی سے موت بہتر سمجھنے لگتا ہے۔

۳) بدترین سواری ایسی غلط سواری ہے کہ اس سواری پر اطمینان سے سوار ہو کر سفر نہیں کیا جاسکتا کہیں نہ کہیں حادثہ پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

۴) ایسا تنگ مکان کہ اس سے گھر یلو زندگی کی ضرورت آسانی سے پوری نہیں ہو پاتی یہ چار چیزیں انسان کی زندگی کو بے چین اور اجیرن بنا دیتی ہیں۔ نہ دنیا میں سکون سے گزارا کر پانا ہے۔ اور نہ ہی اضطرابی حالت کی وجہ سے سکون سے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو پاتی ہے۔

ہر وقت پریشانی کے ساتھ مارا مارا پھرتا ہے۔ ایسے حالات میں آدمی کبھی اپنے دین کو بھی کھو بیٹھتا ہے جو بالآخر تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ لیکن اگر ایسا ہو جائے کہ ان پریشانیوں

کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور خدا کے دربار میں گریہ و زاری کرتا ہے تب تو بڑی خوبی کی بات ہے مگر انسانی ضرورت غالب آجائیکے وجہ سے دھیان خدا کی طرف نہیں ہوتا بلکہ اپنی ضرورت کی تکمیل کی طرف ہوتا ہے کہ کہاں سے ضرورت پوری ہو سکتی ہے اور کس طرح ہو سکتی ہے اسی میں آدمی خدا کو بھول بیٹھتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أربع من السعادة، المرأة الصالحة والمسكن الواسع، والجار الصالح والمركب الهنيئ، وأربع من الشقاء، الجار السوء، والمرأة السوء، والمركب السوء، والمسكن الضيق۔

حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں سعادت اور خوش نصیبی کی علامت ہیں (۱) نیک بیوی (۲) ایسا وسیع مکان جس سے ضرورت پوری ہو۔ (۳) نیک صالح پڑوسی (۴) تابع دار عمدہ سواری۔ اور چار چیزیں انسان کی محرومی اور تبہا ہی میں سے ہیں۔ (۱) بدترین پڑوسی (۲) بدترین اور بدتمیز عورت (۳) غلط سواری (۴) ایسا تنگ مکان جس سے ضرورت پوری نہ ہو۔

(مسند امام احمد ۱/۱۶۸، نسخہ رقم ۱۴۲۵ المستدرک حدیث ۲۶۸۴۔ الترغیب ۳/۲۸ حدیث ۵)

نیک بیوی جسے ملی دنیا و آخرت کی ساری بھلائی اُسے مل گئی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو چار چیزیں نصیب ہو گئیں تو وہ شخص دنیا و آخرت دونوں جہاں کی خیر اور بھلائی سے مالا مال ہوگا۔

- ① قلباً شاکراً۔ ایسا دل نصیب ہو کہ جو کچھ بھی میسر ہو اُس پر دل سے شکر کرتا ہو۔
- ② لساناً ذاکراً۔ ذکر کرنیوالی زبان۔ اسکی زبان سے ہر وقت خدا کا ذکر ہی نکلتا ہے۔
- ③ وبدناً علی البلاء صابراً۔ ایسا بدن نصیب ہو جو ہر بلا و مصیبت کو آسانی سے بھیل لیتا ہو۔ بے صبری نہ کرتا ہو۔

④ وزوجة لا تبغیه حوْباً فی نفسہا ومالہ۔ ایسی با وفار بیوی نصیب ہو جو شوہر کے

مال اور اپنے نفس کی حفاظت میں شوہر کی بدخواہ نہ ہو۔ اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

المرأة الصالحة تراها تعجبك وتغيب تأمنها على نفسها ومالك - (الترغيب والترہیب للمندری ۱۲۸/۳) - ایسی نیک ہوئی نصیب ہو جائے کہ جب تم اس کی طرف دیکھو تو تم کو خوش کر دیتی ہو۔ اور جب کہیں غائب ہو جاؤ تو تمہاری غیبت میں تمہارے مال اور اپنی ذات کی غیروں سے حفاظت کرتی ہو تو تم اس سے مامون رہتے ہو۔ حدیث شریف یہ ہے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں جسکو وہ چیزیں مل گئیں تو اسکو دنیا و آخرت دونوں جہاں کی بھلائی حاصل ہو گئی (۱) شکر گزار قلب (۲) ذکر کرنے والی زبان - (۳) ایسا بدن جو ہر مصیبت پر صبر کرتا ہو (۴) ایسی بیوی جو شوہر کے حق میں اپنی ذات و نفس اور اس کے مال میں بُرائی نہ چاہتی ہو۔

عن ابن عباسٍ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربعٌ من اعطین فقد اعطی خیر الدنیا والاخرۃ، قلباً شاکراً ولساناً ذاکراً وبدناً علی البلاء صابراً وزوجۃ لا تبغیہ حوباً فی نفسہا ومالہ الحدیث۔ (الترغیب والترہیب للمندری بحوالہ ظہری ۲۸)

اللہ تعالیٰ نے پورے دین کو آدھا آدھا دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے

۵۔ نیک عورت سے نکاح نصف دین

ان میں سے ایک حصہ کا تعلق کسی عورت سے نکاح کر کے اس کے ساتھ گھر بلو زندگی گزارنے کے ساتھ ہے۔ دوسرے حصہ کا تعلق زندگی کے باقی تمام گوشوں کیساتھ ہے۔

لہذا جو شخص نکاح نہیں کرتا ہے اس کے دین کا نصف حصہ ناقص رہ جاتا ہے چاہے وہ کتنا ہی عبادت و ریاضت میں وقت گزارتا ہو پھر بھی نکاح نہ ہونے کی وجہ سے اس کا دین و ایمان کبھی کامل نہیں ہو سکتا ناقص ہی رہیگا۔ اور جس نے کسی عورت سے نکاح کر لیا ہے اور عورت بھی نیک صالحہ ہے تو اس نکاح کے ذریعہ سے اللہ پاک اس کے دین کے نصف حصہ کو کامل کر دیتا ہے۔ اب صرف بقیہ نصف حصہ میں محنت کر کے تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنا ہے

عن انیس رضی اللہ عنہ ارس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال من رزقه الله امرأةً صالحةً
فقد اعانه على شطر دينه فليتق
الله في الشطر الباقي - وفي رواية
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اذا تزوج العبد فقد استكمل

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جبکہ اللہ نے نیک بیوی عطا فرمائی تو یقیناً
اس کا آدھا دین اللہ کی مدد سے پورا ہو گیا بقیہ آدھے
دین کے بار میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ ایک دوسری
روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب بندہ نکاح کر لیتا
ہے تو یقیناً اس کا آدھا دین مکمل ہو جاتا ہے لہذا باقی
آدھے دین کی تکمیل میں خدا سے ڈرتا رہے۔

نصف الدين فليتق الله نصف الدين - (الترغیب والترہیب ۲/۲۹)

۹ نکاح تمام انبیاء کی سنت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ جو شادی کی طاقت اور گنجائش

کے باوجود شادی نہیں کرتا ہے وہ میری سنت اور میرے طریقے سے خارج ہے۔
(الترغیب ۲/۲۹) اور ایک دوسری روایت میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں حضراتِ انبیاء
علیہم السلام کی سنتوں میں شامل ہیں جو شخص ان چیزوں پر عمل کریگا اس کا تعلق تمام
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہو جائیگا۔ اسکا چلنا تمام انبیاء کی سنتوں اور طریقوں پر
چلنا ثابت ہوگا۔ ① حیار اور شرم۔ لہذا جیسے حیار نہیں وہ انبیاء کے طریقہ پر نہیں۔
② خوشبول گانا اور اس کو پسند کرنا اور اسکا اہتمام کرنا ③ مسواک کا اہتمام کرنا۔ نیز
مسواک کے بہت سارے فوائد ہیں انہیں اہم ترین فائدہ منہ کی بدبودور ہو جانا اور دانتوں کی
بیماریوں سے محفوظ ہو جانا اور ایمان پر خاتمہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ④ نکاح کر کے زندگی کو
باعصمت بنانا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابویوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ سید الکونینؐ
نے فرمایا کہ چار چیزیں رسولوں کی سنتوں میں سے ہیں۔

عن ابی ایوب قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم اربع من سنن

المرسلین الحیاء والتعطر والسوال | (۱) حیار و شرم (۲) خوشبو لگانیکا اہتمام (۳) مسواک کا
والنکاح۔ (ترمذی ۲۹۵۱، الترغیب ۲۹۵۱)

نکاح کیلئے قرض لینے میں اللہ کی مدد | اسلامی شریعت میں نکاح اتنا
اہم اور ضروری کام ہے کہ اگر

نکاح کے خرچ کیلئے کسی کے پاس پیسہ نہیں ہے اور وہ شخص نکاح کر کے باعصمت زندگی گزارنا
چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ قرض لیکر نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قرض کی ادائیگی کیلئے غیبی
خرانہ سے مدد فرمائے گا۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ تین قسم کے لوگوں کے قرض کی ادائیگی
میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی مدد شامل رہتی ہے۔ پھر ان کو قرض کی ادائیگی میں کسی قسم
کی تنگی اور پریشانی نہیں اٹھانی پڑتی۔

- ① وہ شخص جو قرض لیکر جنگی سامان فراہم کر کے اللہ کے راستے میں جہاد کیلئے نکل جاتا ہے۔
- ② وہ غلام جو اپنے مالک سے معاملہ کتابت کر کے بدل کتابت کا پیسہ ادا کرنا چاہتا ہے۔
- ③ وہ شخص جو نکاح کے ذریعے گناہ سے بچکر باعصمت زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ ان تینوں
کیلئے غیبی خزانہ سے باری تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے اور جسکے ساتھ خدا کی مدد شامل ہو جائے
وہ کبھی کسی کے سامنے شرمندہ یا ذلیل نہیں ہو سکتا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث حق علی
اللہ عونہم المجاہد فی سبیل اللہ
والمکاتب الذی یرید الاداء، و
الناکح الذی یرید العفاف۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے
اپنے اُپر واجب کر لیا ہے (۱) مجاہد فی سبیل اللہ
(۲) بدل کتابت ادا کرنے والا غلام (۳) باعصمت و
باعفت زندگی کے ارادہ سے نکاح کرنے والے۔

(ترمذی شریف ۱/۲۹۵، الترغیب والترہیب ۲/۲۹)

حدیث ۱۲۷

۱۔ بیوی کے ساتھ خیر خواہی و ہمدردی | اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو نازک مزاج پیدا فرمایا ہے انکی فطرت میں اللہ

تعالیٰ نے ٹیڑھاپن رکھا ہے جو ان کے اختیار کی چیز نہیں ہے ان کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلیوں میں سے بالکل اوپر کی پسلی سے پیدا فرمایا اور اوپر کی پسلی زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے کوئی مرد اگر اپنی بیوی کے ٹیڑھاپن کو ختم کر کے سیدھی کرنا چاہے گا تو وہ ہرگز سیدھی نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ اور زیادہ ٹیڑھی ہوتی جائیگی۔ بالآخر طلاق ہو کر جدائیگی ہو سکتی ہے مگر سیدھی نہیں ہوگی، اسلئے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کے ٹیڑھے پن کو برداشت کرنا مرد کے ذمہ ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہاری زندگی کا بہترین سا کھتی بنایا ہے۔ ان کے ساتھ ہر وقت خیر خواہی اور ہمدردی کرنا ان کی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنا مردوں پر لازم اور ضروری ہے۔ اسلئے جو مرد اپنی بیوی کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کر نیسکے پیچھے پڑ جاتا ہے اسے زندگی کے سکون سے یا خود بیوی سے محروم ہو جانا پڑتا ہے اسلئے مردوں کو گھریلو زندگی میں نہایت صبر و تحمل سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز اپنے پڑوسی کو نہ ستائے اور تم عورتوں کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی کا معاملہ کیا کرو اسلئے کہ ان کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی بھی اوپر والی زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے۔ لہذا اگر تم اسے سیدھی کرنا چاہو گے تو اسے ٹوڑ ڈالو گے اگر یوں ہی چھوڑ دو گے تو ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی، اسلئے اس کام کے پیچھے مت پڑو بلکہ عورتوں کیساتھ خیر خواہی اور بھلائی کرتے رہو۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یؤمن باللہ و الیوم الآخر فلا یؤذی جاردہ ، و استوصوا بالنساء خیرا فانھن خلقن من ضلع وان اعوج شیء فی الصلع اعلاہ فان ذہبت تقیمہ کسرۃ وان ترکۃ لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء خیرا۔ الحدیث (بخاری ۵۹۹۱، ترمذی ۲۲۶۱)

۱۲ بیوی کے منہ میں لقمہ کا ثواب

حدیث شریف میں عورتوں کی دل جوئی اور انکے ساتھ ہمدردی اور محبت کے

بار میں یہاں تک آیا ہے کہ تم اخلاص اور للہیت کیساتھ اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ دیتے ہو وہ بھی تمہارے واسطے عبادت ہے تم کو اسکا بھی ثواب ملیگا۔ حالانکہ اس میں خواہش نفس کا تعلق بھی ہے۔ پھر بھی صدقہ خیرات کا ثواب ملیگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنی ایک لمبی حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنے گھروالوں پر جو بھی خرچ کرو گے تو تمکو اس سے صدقہ کا ثواب ملیگا۔ حتیٰ کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں دیتے ہو اسکا بھی ثواب ملیگا۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (إِلَى قَوْلِهِ) مِمَّا أَنْفَقْتَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ حَتَّى اللَّقْمَةُ تَرْفَعُهَا فِي فَمِ امْرَأَتِكَ - الْحَدِيثُ (بخاری شریف ۱۳/۱ حدیث ۵۱، ۲۰۵۱/۲۳۳)

حدیث ۲۳۳۱ ۸۰۶/۲ حدیث ۵۱۲۵، ۸۲۶/۲ حدیث ۵۲۴۶،

ترمذی شریف ۳۲/۲، مسند احمد ۱۴۲/۱، ۱۴۳/۱

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کو خدا کو خوش کرنے کیلئے خرچ کرنے میں جو ثواب ملتا ہے اس میں سب سے افضل ترین خرچ جہیں سب سے زیادہ ثواب ملیگا اس پیسہ کا ثواب ہوگا جو اپنی بیوی بچوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اس میں اہم ترین صدقہ کا ثواب ملیگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ثوبانؓ سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ سب سے افضل ترین دینار یعنی افضل ترین پیسہ وہ ہے جسکو آدمی اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے۔ آگے فرمایا کہ اور کونسا آدمی ہے؟ جس کو اس شخص سے زیادہ ثواب مل سکتا ہے جو بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَفْضَلُ الدِّينَارِ دِينَارٌ يُنْفَقُهُ الرَّجُلُ عَلَى عِيَالِهِ (إِلَى قَوْلِهِ) وَآتَى رَجُلٌ أَكْثَرَ أَجْرًا مِنْ رَجُلٍ يُنْفِقُ عَلَى عِيَالٍ لَهُ صَغَارٌ يَعْفَرُهُمُ اللَّهُ بِهِ

و یغنیہم بہ - الحدیث

(ترمذی شریف ۱۸/۲)

عن ابی مسعود الانصاری عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا انفق المسلم
نفقۃً علی اہلہ وہو یحتسبہا
کانت لہ صدقۃ۔

(بخاری شریف ۸۰۵/۲، حدیث ۵۱۴۲)

(رہتا ہے)

اسکے چھوٹے بچے بھی ہوں اس سے اللہ ان کو پاکہ امنی عطا
کرتا ہے اور لوگوں کی سختی سے بے نیاز کر دیتا ہے۔
حضرت ابو مسعود انصاری بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جب مسلمان اپنی بیوی بچوں پر
ثواب کی امید سے کوئی پیسہ خرچ کرتا ہے تو وہ اس کیلئے
صدقہ ہوتا ہے (جبکہ اللہ تعالیٰ قیامت تک بڑھاتا
رہتا ہے)

اور ایک حدیث میں پانچ قسم کے خرچوں کو صدقہ قرار دیا ہے۔

- ① آدمی کا اپنی ذات پر خرچ کرنا ② اپنی اولاد پر خرچ کرنا ③ اپنی بیوی پر خرچ کرنا
- ④ اپنے ذورحم محرم یعنی ماں باپ، بھائی بہن، چچا تایا، بھوپھی خالہ پر خرچ کرنا ⑤ دوسرے
قربنداروں اور رشتہ داروں پر خرچ کرنا۔ اس میں اخلاص ہوگا تو صدقہ کا ثواب ملیگا۔

حضرت جابر نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل
فرمایا کہ جو پیسہ آدمی اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے اور جو
اپنی اولاد پر اور جو اپنی بیوی پر، اور جو اپنے ذورحم محرم پر
اور جو رشتہ داروں پر خرچ کرتا ہے وہ اس کیلئے صدقہ ہے۔

عن جابر قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ما انفق المرء
علی نفسہ وولادہ واهلہ وذی
رحمہ وقرابتہ فہو لہ صدقۃ۔

(الترغیب والترہیب ۴۳/۲) المعجم الاوسط حدیث ۶۸۹۶ -

اگر کسی کے یہاں صرف لڑکیاں ہی
لڑکیاں پیدا ہو گئی ہیں تو یہ بیوی کا قصور

۱۳ صرف لڑکیاں پیدا ہونا

نہیں ہے۔ اور نہ مرد کا یہ مقدر کا مسئلہ ہے اللہ پاک اپنی مرضی سے جسکو چاہتا ہے صرف
لڑکیاں ہی دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے صرف لڑکے ہی لڑکے دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے
لڑکے اور لڑکی دونوں دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے بالنبھ بنا دیتا ہے ہر قسم کی اولاد سے محروم

کر دیتا ہے۔ یہ خالق کائنات کی قدرتِ کاملہ کا مظہر ہے۔ اسی میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ بعض لوگ صرف لڑکیاں پیدا ہونے کی وجہ سے بیوی سے ناراض رہتے ہیں یہ نہایت حماقت اور جہالت کی بات ہے۔ عورت کو بھی تو اس معاملہ میں شوہر پر ناراض ہونے کا حق ہے کیونکہ جو لڑکیاں پیدا ہوئیں ہیں انہیں تنہا عورت کا حصہ نہیں ہے بلکہ برابری کیساتھ دونوں کے حصے کا دخل ہے۔ بعض واقعات کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ کسی کی بیوی سے سب لڑکیاں ہی پیدا ہوتی جا رہی ہیں۔ آخر کار شوہر نے لڑکے کی آرزو میں دوسری شادی کر لی۔ خدا کا کرنا تھا کہ دوسری بیوی سے بھی سب لڑکیاں ہو رہی ہیں۔ اور بیٹش پچیس سال کے بعد اللہ نے اسی پہلی بیوی کے پیٹ سے ایک لڑکا عطار فرما دیا اور دوسری بیوی سے لڑکیاں پیدا ہونے کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ ہی کیلئے ہے آسمانوں اور زمینوں کا راج و سلطنت جو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے جسکو چاہتا ہے لڑکیاں بخشتا ہے اور جسکو چاہتا ہے لڑکے بخشتا ہے یا اسکو جوڑے بیٹے اور بیٹیاں دونوں دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے سب کام کرنے پر قادر ہے۔

بِإِلَهِ مُلْكِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَهْبِئُ لِمَنْ يَشَاءُ
إِنَّا شَاءُ وَيَهْبِئُ لِمَنْ يَشَاءُ الذَّكَورَ
أَوْ إِنَّا شَاءُ وَيَهْبِئُ لِمَنْ يَشَاءُ
مَنْ يَشَاءُ عَقِيبًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ
(سورہ شوریٰ آیت ۴۹، ۵۰)

۱۲ لڑکیوں کی پرورش کا اجر و ثواب | حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو شخص لڑکیوں کے خرچہ،

اخراجات، ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت ہر طرح کی ذمہ داریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ وہ انکی تربیت اور ان کے اخراجات میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا ہے ہر طرح کی پریشانیوں اور ہر طرح کی زیرباریاں صبر و ضبط کے ساتھ برداشت کرتا ہے تو اس کیلئے جنت واجب اور لازم

ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں لڑکیوں کی پرورش کو اسکے لئے جہنم سے حفاظت کا ذریعہ بنا دے گا۔ اور یہی کام ان کیلئے نجات کا سامان بنے گا۔ جب سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں کی کفالت کی اس کیلئے جنت واجب ہے تو ایک صحابی نے سوال کیا کہ اگر کسی نے دو لڑکیوں کی کفالت کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس کیلئے بھی جنت لازم ہوگی۔ پھر ایک صحابی نے سوال فرمایا کہ اگر کسی نے صرف ایک لڑکی کی کفالت کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اسکو بھی یہی مقام ملیگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن عائشة قالت دخلت على امرأة ومعها ابنتان لها تسأل فلم تجد عندي شيئاً غير تمرّة واحدة فاعطيتها اياها۔ فقسمها بين ابنتيهما ولم تأكلُ منها شيئاً ثم قامت فخرجت فدخل النبي صلى الله عليه وسلم علينا فاخبرته فقال من ابنتي من هذه البنات بشيءٍ فاحسن اليهن كنّ له سترًا من النار۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ان کے پاس ایک عورت اپنی دو لڑکیوں کو لیسکر آئی اور کچھ مانگا اور حضرت عائشہ کے پاس صرف ایک بھجور تھی وہ دیدی تو عورت نے اُسے دو حصے کر کے دونوں لڑکیوں کو دیدی خود نہیں کھائی پھر اٹھ کر چلی گئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے پوری بات آپ کو بتلا دی تو اس پر آپ نے عبرت کیساتھ فرمایا کہ جسکو ان لڑکیوں کی پرورش میں مبتلا راہ مشغول کر دیا گیا اور اس نے انکی اچھی تربیت کی اچھا معاملہ کیا ہے۔ اللہ پاک انہیں لڑکیوں کو اس کے لئے جہنم سے حفاظت کا پردہ اور دیوار بنا دے گا۔

(بخاری شریف ۱۹۰/۱، حدیث ۱۴۰، ۸۸۷/۲، حدیث ۵۷۹۱، ترمذی ۱۳/۲)

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کنّ له ثلاث بنات فصبر علی لوائهنّ و ضرائهنّ و سرائهنّ ادخلہ اللہ

حضرت ابو ہریرہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جس کی تین لڑکیاں ہوں اور ان کی مشقتوں اور ان کی طرف کی تکلیفوں اور ان کے لئے سہولتوں کی فراہمی سب باتوں پر صبر اور برداشت سے

کام لیا ہے ان کیلئے ان کیساتھ رحمت و مشقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو جنت نصیب فرمائے گا۔ تو ایک شخص نے کہا اگر صرف دو لڑکیاں ہوں تو آپ نے فرمایا اسکو بھی جنت نصیب فرمائے گا۔ پھر ایک نے سوال کیا کہ اگر صرف ایک لڑکی ہو تو آپ نے فرمایا کہ اس کی پرورش کی وجہ سے بھی اس کو جنت نصیب ہوگی۔

الجنة برحمة اياهن فقال رجل
واثنتان يا رسول الله قال
واثنتان قال رجل وواحدة
قال وواحدة - الحديث.

الترغيب ۴، مستدرک حاکم ۴/۲۶۲۲
حدیث ۴۲۴۶، بالفاظ دیگر مسند احمد
ص ۱۵ حدیث ۱۷۵۳۸۔

جب بچہ پیدا ہو جائے تو ماں باپ پر
چار حقوق متعلق ہو جاتے ہیں۔

۱۵ ماں باپ پر بچوں کا حق

- ① اسکا ایک خوبصورت نام رکھا جائے، ناموں میں سب سے اچھا نام انبیا علیہم السلام کے نام ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ کسی نبی کے نام کے ساتھ نام رکھو۔ سب سے خوبصورت نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے، انہیں سے کوئی نام رکھ لو۔ لڑکیوں کا نام ازواج مطہرات و صحابیات کے ہم نام رکھو۔
- ② بچہ کا عقیقہ کر دیا جائے، اس سے ہر قسم کے خطرہ، بیماری، آسیب اور جنات وغیرہ سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ عقیقہ ساتویں دن کرنا مستحب اور افضل اور مسنون ہے۔ مثلاً اگر جمعرات کو پیدا ہوا ہے تو بدھ کو عقیقہ کرنا مسنون ہے کسی عذر کی وجہ سے اس بدھ کو نہیں ہو سکا تو چودھویں دن جو اگلا بدھ ہے اس دن کرے۔ اس دن بھی نہ ہو سکے تو تیسرا بدھ اکیسویں دن ضرور کر دیا جائے۔

حضرت سمرہ بن جندب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بچہ اپنے عقیقہ سے محفوظ ہوتا ہے۔ ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کر دیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر منڈا دیا جائے، اگر ساتویں دن نہ کر سکے تو چودھویں

عن سمرۃ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الغلام ممرتھن
بعقیقته یذبح عنہ یوم السابع
ویسمی ویخلق رأسہ - الحديث
(ترمذی شریف ۲۷۸/۱) وقولہ فان

لم يتكفيا يوم السابع فيوم الرابع
عشر فان لم يتكفيا عتق عنه يوم

احد اثنى وعشرين - (ترمذی شریف ۱/۲۷۸)

۳) بچہ کی تعلیم و تربیت کا بہت اہتمام کیا جائے ایسا آزاد نہ چھوڑا جائے جس سے بچہ بگڑ جائے۔
ہمیشہ اُسے اچھے ماحول سے مانوس کیا جائے۔

۴) بچہ اگر شادی کے لائق ہو جائے تو اچھی جگہ اسکی پسند کے مطابق شادی کر دی جائے شادی
میں زیادہ تاخیر نہ کی جائے جس سے بچہ کا خیال معصیت کی طرف ہونے لگے۔ حدیث شریف
ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ابو وہب جشمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
نقل فرمایا کہ تم اپنی اولاد کا نام حضرات انبیاء علیہم السلام کے ناموں
کے ساتھ رکھا کرو۔ اور اللہ کے نزدیک سب سے محبوب
ترین نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے۔ سب سے بچا نام
حارث اور ہمام ہے۔ اور سب سے بُرا نام حرب
اور مرہ ہے

عن ابی وہب الجشمی قال قال
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَسْمُوا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ وَ أَحَبُّ
الْأَسْمَاءِ إِلَى اللَّهِ عَبْدُ اللَّهِ وَ
عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَ اَصْدَقُهَا حَارِثُ
وَهُمَا مَوْاقِبُهُمَا حَرْبٌ وَ مُرَّةٌ الْحَدِيثُ

(ابوداؤد شریف ۲/۶۷۶، الترغیب ۲/۴۸)

حضرت ایوب بن موسیٰ اپنے باپ کے واسطے سے اپنے
دادا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمانے ہیں
کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی باپ اپنی کسی اولاد کو اچھا ادب
اور اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی احسان اور عطیہ
عطا نہیں کرتا۔

عن ایوب بن موسیٰ عن ابیہ عن
جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَّ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ
نَحْلِ أَفْضَلٍ مِنْ آدَبٍ حَسَنٍ الْحَدِيثُ
(ترمذی شریف ۲/۱۶، الترغیب ۲/۵۰)

۶۔ مہر کیسے ادا کریں | حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کے مطابق مہر کی مقدار کم سے کم دس درہم ہے جسکا وزن موجودہ زمانے کے گراموں

کے حساب سے تیس گرام چھ سواٹھارہ ملی گرام ہوتا ہے۔ لہذا دس گرام کے تولہ کے حساب سے تین تولہ ۶۱۸ ملی گرام ہوتے ہیں۔ (ایضاح الطحاوی ۱۹۳/۳) اس مقدار یا اسکی قیمت سے کم مہر باندھنا جائز نہیں ہے۔ اگر کم مہر باندھا جائے تو بقول امام زفرؒ مہر مثل یعنی اس لڑکی کی پھوپھی اور بہن وغیرہ کا مہر جو باندھا جا چکا ہے وہی ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے اور ظاہر الروایۃ کے مطابق دس درہم سے کم مہر باندھنے سے دس ہی درہم لازم ہو جاتا ہے اسی پر فتویٰ ہے، اور مہر کی مقدار زیادہ سے زیادہ کتنی ہے۔ اسکی کوئی مقدار شرعیہ کی طرف سے متعین نہیں ہے۔ آپس کی رضامندی سے جتنی طے ہو جائے اتنی مقدار مقرر کرنیکا اختیار ہے (مستفاد ہدایہ ۲/۳۰۴) اب مہر کے بار میں تین باتیں عرض کرنی ہیں۔

۷۔ مہر کی ادائیگی میں کوتاہی کا عذاب | شریعت کا اصل حکم یہی ہے کہ بیوی کا مہر جلد از جلد ادا

کر دیا جائے۔ لہذا جب کوئی کسی عورت سے مہر کی خاص مقدار پر نکاح کرتا ہے اور اس کے دل میں ادا کرنیکا ارادہ بھی ہے اور کسی وجہ سے ادا نہیں کر سکا، اور بیوی کی طرف سے مطالبہ بھی نہیں رہا ہے پھر اسی حالت میں موت آجائے تو اس کے ترکہ میں سے حساب لگا کر بیوی کو مہر ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر بیوی کا انتقال ہو جائے اسکو بیوی کی میراث میں شامل کر کے ورثہ میں تقسیم کر دینا لازم ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں انشاء اللہ تعالیٰ خدا کے یہاں کی بکڑ سے بچنے کی اُمید ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ دو قسم کے لوگوں پر سخت ترین عذاب ہوگا۔ ۱۔ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے اس ارادہ سے نکاح کر لیا ہے کہ مہر ادا ہی نہیں کرنا ہے تو ایسی صورت میں بیوی نے مہر کا مطالبہ کیا ہو یا نہ کیا ہو دونوں شکل میں شریعت کے نزدیک یہ شخص سخت فریب اور دھوکہ باز شمار ہوگا۔ اور اس کی بدبختی کی وجہ سے اللہ کے دربار میں اسکو وہی سزا اور وہی عذاب دیا جائے گا جو زنا کار کو دیا جائیگا۔

۲ جو شخص کسی سے قرض لیکر ادا نہیں کرتا ہے اور نہ ہی ادا کرنیکا ارادہ ہے تو اس کا شمار چوروں میں ہوگا۔ اور چور و ڈکیت کا عذاب اس پر ہوگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عن میمون الکردی عن ابیہ رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامرأة ولا مرتین ولا ثلاثة حتى يبلغ عشر مرار ایما رجلا تزوج امرأة علی ما قل من المهر او کثر لیس فی نفسه ان یؤدی الیها حقها خدعها فمات ولم یؤد الیها حقها لقی اللہ یوم القیامة وهو زانی، وایما رجلا استدان دینا لا یرید ان یؤدی الی صاحبہ حقه خدعہ حتی اخذ ماله فمات ولم یؤد دینه لقی اللہ وهو سارق۔

حضرت میمون کردی اپنے والد سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے آپ سے فرماتے ہوئے ایک مرتبہ دو مرتبہ تین مرتبہ نہیں سنا بلکہ دس بار سنا ہے کہ جو بھی فرد کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر کی کسی مقدار پر نکاح کرتا ہے اور اسکا ارادہ ادا کر نیکا نہیں ہے تو اس نے اس عورت کو دھوکہ دیا ہے۔ لہذا اگر اسی حالت میں ادار نہ کر کے مرجاتا ہے۔ تو قیامت کے دن اللہ سے اس حالت میں ملاقات کریگا کہ اسکا شمار زانیوں میں ہوگا اور جو بھی آدمی کسی سے اس ارادہ سے قرض لیتا ہے کہ ادا نہیں کرنا ہے پھر قرض ادار نہ کر کے مرجاتا ہے تو اللہ سے اس حالت میں ملاقات کریگا کہ اس کا شمار چوروں میں ہوگا۔

(المعجم الاوسط حدیث ۱۸۵۱-۶۲۱۳۔ الترغیب والترہیب ۲/۳۷۴، ۳/۳۱)

عربوں میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی سے پیشگی

۲ اہل عرب مہر کیسے ادا کرتے ہیں

اور نقد مہر ادا کرنیکا دستور رہا ہے۔ اور آج بھی اہل عرب کے درمیان پیشگی مہر ادا کرنیکا سلسلہ جاری ہے۔ اور اسوقت اسکی یہ شکل زیادہ رائج ہے کہ مہر کیسے جو رقم طے ہوتی ہے اس رقم کو لیکر دونوں طرف کے ذمہ دار لوگ ساتھ میں جا کر لڑکی کیلئے زیورات خرید لیتے ہیں۔ اور بعض لوگ ساتھ میں لڑکی کو بھی برقعہ میں بازار لیجاتے ہیں۔ اور لڑکی کی پسند کے زیورات خرید لیتے ہیں

پھر شادی کے دن وہی زیور لڑکی کو پہنا کر لایا جاتا ہے۔ اور لڑکی والے جو زیور دیتے ہیں وہ بھی پہنا کر رخصت کرتے ہیں۔ اور یہ مہر کی ادائیگی کیلئے نہایت عمدہ اور بہتر اور آسان طریقہ ہے کہ زیورات ہی کو مہر قرار دیا جائے پھر زندگی بھر شوہر کے اوپر بیوی کے مہر کے قرض کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی اگر ہمارے برصغیر ہندوستان و پاکستان وغیرہ میں بھی یہی طریقہ رائج ہو جائے تو شوہر کی طرف سے مہر ادا نہ کرینگی لعنت جڑ سے ختم ہو جائے گی۔

۳۔ دورِ نبوت اور دورِ صحابہ میں چار قسم کے مہر

ثبوت ملتا ہے۔ یہ چاروں قسمیں آدمی کی مالی حیثیت کے اعتبار سے ہیں۔ لہذا ان چاروں قسموں میں سے کوئی بھی قسم اپنی حیثیت کے اعتبار سے اختیار کی جائے تو خلافِ سنت نہ ہوگا۔ بلکہ شریعت سے ثابت شدہ مہروں میں سے کسی ایک قسم کے مہر کے دائرہ میں داخل ہوگا۔

① اقل مہر اور مہرِ اتم سلمہ رض

غریب، مزدور، رکشہ والے، ٹھیلہ والے، اور نوکر پیشہ لوگ جن کا گزر بسر روزی کمانی پر ہوتا ہے۔ اتفاق سے اگر ہفتہ عشرہ کمانی کا سلسلہ رک جائے تو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور قرض لینے کی نوبت آجاتی ہے ایسے لوگوں کے زکاح میں کم سے کم مہر باندھنے کا حکم ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک دس درہم ہے جس میں ماشہ کے حساب سے دو تولہ سارٹھے سات ماشہ چاندی ہوتی ہے جس کا وزن موجودہ زمانہ کے گراموں کے حساب سے ۳ گرام چھ سو اٹھارہ ملی گرام ہوتا ہے۔ (ایضاح الطحاوی ۱۹۳/۳، ایضاح المسائل ۱۲۹، جواہر الفقہ ۱/۲۲۲)

اگر کوئی شخص اس سے کم مہر باندھے گا تو اس کے اوپر پھر کبھی یہی مقدار یا اسکی قیمت مہر میں دینا واجب ہو جاتا ہے۔ (ہدایہ ۲/۳۰۴)۔ لہذا غریب لوگوں کیلئے اپنی حیثیت کے اعتبار سے ۳ تولہ ۶۱۸ ملی گرام چاندی یا اس کی قیمت سے اوپر اور لحاظ رکھتے ہوئے اتنا مہر باندھنا مسنون ہوگا جتنا وہ آسانی کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں۔ اسلئے ایسے غریب لوگوں کیلئے

مہر فاطمی مسنون نہیں ہوگا بلکہ انکی حیثیت کے مطابق کم سے کم مہر باندھنا ہی ان کیلئے مسنون ہوگا۔ اسی کو حدیث شریف میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

قال عمر بن الخطاب ألا لا تغلوا
صدقة النساء فانها لو كانت مكرمة
في الدنيا او تقوى عند الله لكان
اولكم بها نبي الله صلى الله عليه وسلم
ما علمت رسول الله صلى الله عليه
وسلم نكح شيئا من نسائه ولا
انكح شيئا من بناته على اكثر من
ثلاثي عشرة اوقية ونشأى
نصف اوقية۔ (ابوداؤد شریف ۱/۲۸۴،
ابن ماجہ شریف ۱۳۵، ترمذی شریف ۱/۲۱۱، مشکوٰۃ ۲/۲۷۷)

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ کہ تم عورتوں کے مہر بہت گراں اور اتنا زیادہ مت باندھو جو شوہروں پر بار بن جائے۔ اسلئے کہ اگر زیادہ مہر باندھنا دنیا کے اندر عزت کی چیز ہوتی یا اللہ کے نزدیک تقویٰ کی چیز ہوتی تو اس معاملہ میں اللہ کے نبی تمہارے مقابلہ میں زیادہ حقدار ہوتے کہ میں نہیں جانتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ راست کسی عورت سے نکاح کیا ہو یا اپنی بیٹیوں میں سے کسی کا نکاح کر دیا ہو سارے بارہ اوقیہ یعنی پانچ سو درہم سے زیادہ پر۔

اس حدیث شریف سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

① کہ گراں مہر باندھنا جسکی ادائیگی شوہر کیلئے دشوار کن ہو جائے وہ خلاف سنت ہے اسلئے شوہر اگر اپنے روزگار اور کمائی پر کھڑے ہو کر مہر فاطمی کی ادائیگی اہلیت نہ رکھتا ہو تو ایسوں کیلئے مہر فاطمی باندھنا مسنون نہیں ہے لہذا ایسے لوگوں کے اوپر مہر فاطمی باندھ کر بار گراں ڈالنا دونوں خاندان کیلئے نہ عزت کی چیز ہے اور نہ عند اللہ تقویٰ کی چیز ہے۔ اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہوگا۔ چنانچہ شروع ہجرت میں جب زیادہ تنگی کا زمانہ تھا اس وقت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم سلمہؓ کے ساتھ نکاح فرمایا تھا اس میں ان کا مہر صرف دس درہم یعنی تین تولہ ۶۱۸ ملی گرام چاندی مہر میں باندھا تھا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

وكان مهر بعض ازواج النبی | آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج مطہرات جیسا کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَمِّ سَلَمَةَ | حضرت ام سلمہؓ کا مہر دس درہم کے برابر تھا۔
مَا يَسَاوِي عَشْرَةَ دَرَاهِمٍ - (حاشیہ: ابوداؤد ۱/۲۸۴)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ عَلَى مَتَاعٍ بَيْتٍ قِيمَتُهُ عَشْرَةُ دَرَاهِمٍ - حضورؐ نے حضرت ام سلمہؓ سے دس درہم کی قیمت کے سامان پر نکاح فرمایا۔

(المعجم الاوسط حدیث ۲۶۳، سند ابی یعلیٰ حدیث ۳۳۴۲)

② حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ پانچ سو درہم سے اوپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ راست نہ ازواج مطہرات میں سے کسی کا مہر باندھا ہے، اور نہ ہی صاحبزادیوں میں سے کسی کا مہر باندھا ہے، بلکہ اس سے نیچے نیچے باندھا ہے۔ لہذا ادنیٰ درجہ کے خوشحال لوگ جو تیس چالیس ہزار پچاس ہزار کے مالک ہیں ان کے لئے مہر فاطمی یا اس سے نیچے نیچے کے مہر باندھنا مسنون ہوگا۔ اس سے زیادہ مسنون نہیں ہوگا۔ جس کی تفصیل مہر فاطمی کے ذیل میں آرہی ہے۔

② مہر فاطمی | دوسری قسم کا مہر جو دو رتبہ اور صحابہ سے ثابت ہے وہ مہر فاطمی ہے جو مسلمانوں کے درمیان بہت زیادہ شہرت یافتہ ہے۔ اسکی مقدار

کے بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔ انہیں سے سلف صالحین اور ہمارے اکابر نے پانچ سو درہم کے قول کو زیادہ رائج اور زیادہ صحیح ثابت فرمایا ہے۔ اسلئے کہ حضرت علیؓ کی زرہ کی قیمت کا حساب پانچ سو درہم ہوتا ہے۔ اور اسی کو فروخت کر کے حضرت فاطمہؓ کا مہر ادا کیا گیا تھا، اور یہی قول زیادہ رائج ہے۔ اور پانچ سو درہم میں بارہ ماہ کے تولہ کے حساب سے ۱۳۱ تولہ تین ماہ چاندی ہوتی ہے۔ اور موجودہ زمانہ کے گراموں کے حساب سے پندرہ سو تیس گرام اور نو سو ٹولی گرام چاندی ہے۔ یعنی ڈیڑھ کلو تیس گرام نو سو ٹولی گرام چاندی مہر فاطمی کی مقدار ہے۔ کسی کو تفصیل سے دیکھنا ہو تو ایضاح الطحاوی ۳/۱۹۳، ایضاح المسائل ۱۳۰ میں دیکھ سکتے ہیں۔ مہر کی یہ مقدار ہمارے زمانہ کے ادنیٰ درجہ کے سرمایہ دار لوگ جو چالیس پچاس ہزار سے لیکر تین چار لاکھ کے مالک ہوتے ہیں ان کے حق میں مسنون ہے۔ اسلئے کہ مہر فاطمی کی مذکورہ مقدار کی قیمت اس زمانہ میں گیارہ بارہ ہزار کے درمیان میں ہے۔ ایسے لوگ مہر میں اتنا پیسہ آسانی سے ادا کر سکتے ہیں۔ اور شریعت کا اصل تقاضا یہ ہے کہ جتنا مہر باندھا جائے اتنا ادا بھی کر دیا جائے۔ اور حضرات علماء مہر فاطمی کی مقدار کے ثبوت میں اس حدیث شریف کو پیش کرتے

ہیں جو حضرت عمرؓ سے ماقبل میں گزر چکی ہے۔ اور اس کے علاوہ حضرت عائشہؓ کی روایت بھی اسی کے موافق ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عن ابی سلمة قال سألت عائشة
عن صدق رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقالت ثنتا عشرة أوقية
ونش فقلت وما نش قالت نصف
أوقية (ابوداؤد شریف ۲۸۴/۱) وفي
النسائي وذلك خمساثة درهم
(نسائی شریف ۷۲/۲)

(السنن الکبریٰ ۳۱۵/۲) وفي الترمذی
والأوقية عند اهل العلم أربعون

حضرت ابوسلمہؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہؓ سے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مہروں کے متعلق سوال کیا تو
حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ساڑھے بارہ اوقیہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے یہاں مہر کی مقدار ہوتی تھی اور نسائی میں ہے
کہ یہ کل پانچ سو درہم ہو گئے۔ اور ترمذی شریف میں علماء
امت کے نزدیک اوقیہ کی مقدار نقل فرمایا ہے کہ ایک
اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ لہذا بارہ اوقیہ میں
چار سو اسی درہم ہوتے ہیں۔ تو ساڑھے بارہ اوقیہ میں
پانچ سو درہم ہو گئے۔

درہم و ثنتا عشرة أوقية هو أربع مائة وثمانون درهماً۔ (ترمذی شریف ۲۱۱/۱)

تیسری قسم کا مہر جو زمانہ نبوت سے ثابت ہے۔ وہ حضرت
اتم المؤمنین اُم حبیبہ کا مہر ہے۔ جسکی مقدار ابوداؤد اور نسائی

③ مہر اُم حبیبہؓ

وغیرہ کی روایت کے مطابق چار ہزار درہم ہے جو مہر فاطمی کے آٹھ گنا ہے۔ چنانچہ موجودہ زمانہ کے
گراموں کے حساب سے ۱۲۲۲۴ گرام ۹۴۴ ملی گرام ہوتا ہے یعنی بارہ کلو ۲۴۴ گرام ۹۴۴ ملی
گرام چاندی ہوگی۔ اسوقت اس کی قیمت انٹرنی روپیہ تولہ کے حساب سے اٹھانوے ہزار روپے
ہوتے ہیں۔ حضرت اُم حبیبہ کا یہ مہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت نجاشیؓ نے ادا فرمایا
تھا۔ لہذا مہر کی یہ مقدار ادا کرنا ایسے لوگوں کیلئے مسنون ہوگا جو لکھ پتی اور کروڑ پتی کی حیثیت
رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر یہ مقدار ادا کرنا کسی قسم کا گراں نہیں گذریگا۔ جو شادی کے موقع پر
دیگر اخراجات کے علاوہ صرف شادی ہال کے کرایہ میں انٹرنی نوے ہزار روپے یا اس سے بھی

زیادہ خرچ کر دیتے ہیں۔ ہمارے مُراد آباد میں تو درمیان درجہ کے سرمایہ دار لوگ بھی ایک ایک لاکھ سے اوپر شادی ہال میں خرچ کر ڈالتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کے سرمایہ دار لوگ اس سے بھی زیادہ دُو، دُو، دھائی، دھائی، اور تین تین لاکھ تک شادی ہال کی سجاوٹ میں خرچ کر دیتے ہیں۔ اور شریعت کے اندر قرآن و حدیث میں شادی کے موقع پر اہم ترین خرچہ جس کو قرار دیا ہے وہ مہر کا خرچہ ہے۔ جب مہر کے علاوہ زائد اور غیر ضروری چیزوں میں لاکھوں روپیہ خرچ کر دیتے ہیں تو ایسے لوگوں کے لئے مہر فاطمی کے بجائے مہر اُمّ حبیبہؓ باندھنا مستنون ہوگا۔ اس لئے کہ مہر اُمّ حبیبہؓ جو حضرت نجاشیؓ نے ادا کیا ہے وہ خلاف سنت نہیں تھا اگر خلاف سنت ہوتا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور نکیر فرماتے: اور سرکار نے نکیر نہیں فرماتی کیونکہ حضرت نجاشیؓ کے پاس اتنی گنجائش تھی۔ لہٰذا ایسی گنجائش والے کیلئے یہی مہر مستنون ہوگا۔ لیکن ہم ساتھ میں ان سرمایہ دار بھائیوں سے یہ بھی گزارش کریں گے کہ وہ شادی ہال کی نمائش میں اس قدر رقم خرچ نہ کریں۔ صرف ایک رات کی نمائش کا خرچہ اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ آسانی کے ساتھ ایک مسجد بن جائیگی۔ حضرت اُمّ حبیبہؓ کے مہر کے بارے میں حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت اُمّ حبیبہؓ سے مروی ہے کہ وہ عبید اللہ بن جحش کے تحت میں تھیں۔ پھر عبید اللہ سرزمین حبشہ میں مر گیا تو حضرت اُمّ حبیبہؓ کا نکاح حضرت نجاشیؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ اور حضرت نجاشیؓ نے آپؐ کی طرف سے اُمّ حبیبہؓ کا مہر چار ہزار درہم باندھ کر کے ادا کر دیئے۔ اور حضرت اُمّ حبیبہؓ کو حضرت شرجیل بن حسنہؓ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔

عن اُمّ حَبِیْبَةَ اَنَّمَا کَانَتْ تَحْتَ
عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ
فَرَّوْجَهَا النِّجَاشِيُّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَامْلَأَهَا عِنْدَ أَرْبَعَةِ
أَلْفٍ وَبَعَثَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ شَرْحَبِيلِ
ابْنِ حَسَنَةَ۔ (ابوداؤد شریف ۱/۲۸۷،
نسائی شریف ۲/۷۲، سنن کبریٰ

④ مہر ام کلثومؓ

حضرت ام کلثومؓ حضرت علیؓ کی بیٹی ہیں جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے پیدا ہوئی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ چالیس ہزار درہم مہر پر نکاح فرمایا تھا۔ اور چالیس ہزار درہم کی مقدار مہر فاطمی کے اتنی گنا ہوتی ہے۔ اور مہر ام حبیبہؓ کے دس گنا ہوتی ہے۔ تو اس کی قیمت اتنی روپیہ تولہ کے حساب سے نولاکھ اتنی ہزار روپیہ ہوتے ہیں۔ جو لوگ کروڑ پتی، ارب پتی، اُمراء، سلاطین، اور بادشاہوں میں سے ہیں، ان کیلئے مہر ام کلثومؓ کی یہ مقدار مہر میں باندھنا خلاف شریعت اور خلاف سنت نہیں ہوگا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ بھی خلفاء راشدین میں سے ہیں۔ اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عَلَیْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْحَقِّ (ترمذی ص ۹۶) اسلئے حضرت عمرؓ کا یہ عمل بھی سنت ہی کے دائرہ میں داخل ہوگا۔ اور اس میں اس بات کا لحاظ ضرور رکھا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو چالیس ہزار درہم مہر مقرر فرمایا ہے اس وقت ان کے پاس اس مہر کی ادائیگی کی حیثیت تھی۔ لہذا اگر اُمراء اور سلاطین میں سے کوئی اپنی بیوی کا مہر، مہر ام کلثومؓ باندھتا ہے اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں ہوگی۔ کیونکہ ایسے مہر کے علاوہ دیگر اخراجات میں پچاسوں ہزار اور لاکھوں روپیہ خرچ کر ڈالتے ہیں جو مقصد نکاح کی ضروریات کے دائرہ میں داخل نہیں ہے۔ چاہے مہر کی یہ مقدار بیوی کو زیورات کی شکل میں ادا کریں۔ یا مکان اور جائداد کی شکل میں یا روپیہ پیسہ کی شکل میں ہر طرح سے جائز ہے۔ حدیث شریف کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ام کلثومؓ سے چالیس ہزار درہم مہر پر نکاح فرمایا۔
بیشک حضرت عمرؓ نے حضرت ام کلثومؓ بنت علیؓ کا مہر چالیس ہزار درہم باندھا ہے۔

تَزَوَّجَ عُمَرُ أُمَّ كَلْثُومَ عَلِيٍّ مَهْرًا
أَرْبَعِينَ أَلْفًا۔ (الاصابة ۸/۴۶۶)
أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ أَصْدَقَ أُمَّ كَلْثُومَ بِنْتِ عَلِيٍّ

أَرْبَعِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی جدید ۶/۱۴۶۹۰ حدیث ۱۴۶۹۰ قدیم ۲۳۲)

حضرت علیؑ کے پوتے حسن بن حسن فرماتے ہیں کہ جب حضرت ام کلثوم بنت علیؑ حضرت عمرؓ کی وفات سے بیوہ ہو گئیں تو ان سے عوف بن جعفر بن ابی طالب نے نکاح کیا۔

اور امام دارقطنی نے اس کو کتاب الاخوة میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ بیشک ان کو بیوہ چھوڑ کر عوف نے وفات پائی، تو ان کے بھائی محمد بن جعفر نے ان سے نکاح کر لیا، پھر جب محمد کا انتقال ہوا تو ان کے بھائی عبداللہ بن جعفر نے ان سے نکاح کیا۔ پھر حضرت عبداللہ کے پاس رہ کر وفات پائی۔

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ
قَالَ لَمَّا تَأَيَّمْتُ أُمَّ كَلْثُومَ
بِنْتِ عَلِيٍّ عَنْ عُمَرَ إِلَى قَوْلِهِ
فَتَزَوَّجَهَا عَوْفُ بْنُ جَعْفَرَ
ابْنِ أَبِي طَالِبٍ وَذَكَرَهَا
الدَّارِقُطْنِيُّ فِي كِتَابِ الْأَخُوَّةِ
أَنَّ عَوْفًا مَاتَ عَنْهَا فَتَزَوَّجَهَا
أَخُوهُ مُحَمَّدٌ ثُمَّ مَاتَ عَنْهَا
فَتَزَوَّجَهَا أَخُوهُ عَبْدُ اللَّهِ
ابْنُ جَعْفَرَ فَمَاتَ عِنْدَهُ -

(الإصابة ۸/۴۶۵)

خلاصہ کلام

مہر کی چار قسمیں بیان کی گئیں ہیں وہ سب انسان کی مالی حیثیت اور معیار زندگی کے اعتبار سے جائز ہیں۔ اسلئے کہ شریعت اسلامی

میں افراط و تفریط جائز نہیں ہے۔ اور عوام میں صرف مہر فاطمی ہی مسنون ہونا مشہور ہے۔ اس سے کم یا اس سے زیادہ بھی کوئی مہر مسنون ہے یا نہیں؟ عوام کو اس کی خبر نہیں۔ لکھپتی کروڑ پتی اور اُمراء و سلاطین کو بھی سنت ادا کر نیکی نام سے مہر فاطمی کی ترغیب دیتے جالانکہ اس مقدار کا پیسہ ان کے یہاں ہفتہ بھر کا خرچ بھی نہیں ہوتا۔ بیوی کو قطعاً یہ محسوس نہیں ہوتا کہ مہر کے عنوان سے شوہر کی طرف سے اس کو کچھ ملا بھی ہے؟ خدا نخواستہ اگر طلاق کی نوبت آگئی تو نہ شوہر کو احساس ہوگا کہ ہمیں کچھ دینا ہے۔ اور نہ ہی بیوی کو یہ محسوس ہوگا کہ ہمیں کچھ ملا ہے۔ جبکہ مہر شرعاً عورت کیلئے ایک اہم ترین سرمایہ ہے۔

لہذا ادارہ سنت کے عنوان سے اُمراء و سلاطین اور کروڑ پتی کو مہر فاطمی کی ترغیب دینا

انکی عورتوں کے حق میں حق تلفی اور ظلم ہوگا۔ چنانچہ حضرت مولانا سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ نے حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت ہونیکے بعد اپنی لڑکی کی شادی کی اور اسیں مہرِ فاطمی باندھا، حالانکہ مولانا ندوی خود مالدار تھے۔ اور جہاں لڑکی کی شادی ہوئی تھی وہ لوگ بھی سرمایہ دار تھے۔ پھر حضرت حکیم الامت کے پاس لکھا کہ لڑکی کی شادی ہو گئی۔ الحمد للہ مہرِ فاطمی مقرر ہوا تو حضرت تھانویؒ نے جواب لکھا کہ آپ نے مہرِ فاطمی کے نام سے لڑکی کا جو حق مہرِ مثل تھا اسیں لڑکی کی حق تلفی کر کے اس پر ظلم کیا ہے۔ اسلئے یہ خوشی کی بات نہیں ہوئی۔ اسی طرح غریب مزدور، نوکر پیشہ لوگوں کو بھی ادارِ سنت کے عنوان پر مہرِ فاطمی کی ترغیب دینا اور پھر مہرِ فاطمی بندھوانا ان کے مردوں اور عورتوں پر مشکلات پیدا کرنا ہوگا۔ مردوں پر یوں ہے کہ وہ طلاق کے بعد بھی ادار نہیں کر سکیں گے۔ اور عورتوں پر یوں ہے کہ ان کو ان کا مقررہ حق نہیں مل سکے گا۔ اسلئے اس اقرارِ تفری سے بچکر منشاءِ شریعت کے مطابق ہر ایک کو اسکی مالی حیثیت اور معیارِ زندگی کے اعتبار سے مسائل بتلانے چاہئیں۔

اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اپنی پہلی بات سے رجوع فرما کر یہ ارشاد فرمایا ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر شخص اپنے معاملہ اور حالت کو عمر سے زیادہ سمجھتا ہے یہ بات دو یا تین مرتبہ فرمائی، پھر منبر پر تشریف لا کر فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو عورتوں کے مہر میں گراں اور زیادہ کرنے سے منع کیا تھا۔ خبردار ہو جاؤ کہ ہر ایک آدمی اپنے مال میں اپنے اختیار اور اپنی حیثیت کے مطابق جو بھی گنجائش ہو خرچ کر سکتا ہے۔

فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كُلُّ أَحَدٍ
أَفْقَهُ مِنْ عُمْرِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا
ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمَنْبَرِ فَقَالَ لِلنَّاسِ
إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ أَنْ تُغَاوُوا
فِي صَدَاقِ النِّسَاءِ إِلَّا فَلْيَفْعَلُوا
رَجُلٌ مِّنْ مَّالِهِ مَا بَدَأَ لَهُ
الْمَحْدِثُ۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۲۳۲ نسخہ جدید ۵)

(حدیث ۱۳۶۸۳ -)

۱۔ شادی کا ولیمہ کیسے کریں؟

مرد و عورت کے ازدواجی تعلق کیلئے نکاح کو اللہ تعالیٰ نے حلت و جواز کا ذریعہ بنایا ہے پہلے جس عورت کے آمنے سامنے ہونا اور اسکے ساتھ میاں بیوی کی طرح بات چیت کرنا سب حرام اور ناجائز تھا۔ اس نکاح کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کو ایسا حلال اور جائز کر دیا ہے کہ آپس میں پیار و محبت کی بات کرنا۔ دونوں کا ایک بستر پر آرام کرنا جائز ہونیکے ساتھ ساتھ کارِ ثواب بھی ہے۔ اسلئے نکاح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک اہم ترین نعمت ہے۔ اس نعمت کے شکریہ میں ولیمہ کے نام سے دوست و احباب عزیز و اقارب کو کھانا کھلانا سنتِ رسولؐ قرار دیا گیا ہے۔

اب ولیمہ کے بار میں سات باتیں علی الترتیب پیش کرتے ہیں۔ شاید کسی اللہ کے بندے کو فائدہ پہنچ جائے۔

۱۔ دعوتِ ولیمہ قبول کرنا ۲۔ ولیمہ رخصتی کے بعد یا پہلے ۳۔ ولیمہ کتنے دنوں تک جائز۔ ۴۔ ولیمہ میں کیا کھلایا جائے ۵۔ آقائے یہاں کا بڑا ولیمہ ۶۔ کھجور و احباب کے کھانے سے ولیمہ ۷۔ دعوت کی چار قسمیں۔

۱۔ دعوتِ ولیمہ قبول کرنا

دعوتِ ولیمہ تمام انبیاء اور مرسلین کی سنت ہے۔ اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی بھی شادیاں فرمائی ہیں ان میں سے ہر ایک میں وقت کی حقیقت کے اعتبار جو بھی میسر تھا اس کے ذریعہ سے ولیمہ فرمایا ہے۔ اس لئے ولیمہ کی دعوت قبول کرنا ایسی سنت لازمہ ہے کہ

بعض روایات میں واجب بھی کہا گیا ہے۔ اور بلا عذر قبول نہ کرنا معصیت اور گناہ ہے۔

عن ابی ہریرۃؓ قال الولیمۃ حق^۱ وسنۃ فمن دعی فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ۔ (المحدث)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ولیمہ لازم اور سنت ہے۔ لہذا جسکو دعوت دی جائے پھر وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

(العم الاوسط ۴/۵۶۳ حدیث ۳۹۶۰) نسخہ جدید حدیث ۳۹۴۸ مجمع الزوائد ۴/۵۲

۲۔ ولیمہ رخصتی کے بعد یا پہلے

نکاح سے قبل ولیمہ مشروع نہیں۔ اگر کیا جائیگا تو شرعاً ولیمہ نہ ہوگا۔

بعض جگہ لڑکے والے برأت جانے سے پہلے کھانا کھلاتے ہیں اور پھر نکاح کے بعد نہیں کھلاتے وہ لوگ ولیمہ کی سنت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اسلئے کہ ولیمہ عقد نکاح کے بعد ہی مشروع ہوتا ہے۔ اور عقد نکاح کے بعد میں حالتیں ہیں۔

۱۔ صرف نکاح ہوا رخصتی نہیں ہوتی ۲۔ نکاح بھی ہو گیا رخصتی بھی ہو گئی مگر شب زفاف نہیں ہوتی۔ ۳۔ نکاح بھی ہو گیا رخصتی بھی ہو گئی اور شب زفاف بھی ہو گئی۔ ان تینوں حالتوں میں ولیمہ جائز اور مشروع ہے۔ لیکن نکاح کی نعمت کی تکمیل زفاف کے بعد ہوتی ہے۔ اسلئے ان تینوں شکلوں میں سے سب سے افضل شکل شب زفاف کے بعد ہے۔

یحوزان یولمہ بعد النکاح او بعد الرخصة او بعد ان یبني بها والثالث هو الاولی الخ (بذل الجہود ہندی ۴/۲۲۵)

ولیمہ جائز ہے نکاح کے بعد یا رخصتی کے بعد یا شب زفاف کے بعد اور تیسری شکل زیادہ افضل ہے۔

۳۔ ولیمہ کتنے دنوں تک جائز؟

نکاح کے بعد پہلی مرتبہ اور پہلے دن کا کھانا ہی ولیمہ ہوتا ہے۔

اور دوسری مرتبہ یا دوسرے دن کا کھانا زائد اور فاضل ہے۔ اور پھر تیسری مرتبہ نکاح اور شادی کے عنوان سے کھانا کھلانا شرعاً ناجائز ہے بلکہ اس کو حدیث میں ریاکاری اور

نمائش کا کھانا کھا گیا ہے۔ جو گناہ اور معصیت کا باعث ہے۔ اسلئے تمام مسلمانوں کو اس سے اپنے آپ کو دور رکھنے کی ضرورت ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ اور ایک دن کا کھانا سنت اور ضروری ہے۔ اور دوسری مرتبہ یا دوسرے دن کا کھانا ایسا ہے جو زائد و فاضل ہے جس کی کچھ گنجائش ہے۔ اور تیسری مرتبہ یا تیسرے دن کا کھانا ریاکاری اور معصیت ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ پہلے دن کا کھانا ولیمہ ہے جو کہ لازم اور ضروری ہے۔ اور دوسرے دن کا فاضل اور زائد ہے۔ اور تیسرے دن کا ریاکاری اور نمائش ہے اور جو نمائش کریگا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی ذلت کی نمائش کریگا۔

عن عبد اللہ قال الولیمة اول یوم حق والثانی فضل والثالث ریاة وسمعة ومن یسمع یسمع اللہ بہ (المحدث) المعجم الکبیر ۹/۱۹۷ حدیث نمبر ۸۹۲۷

حضرت وحشی بن حرب بن وحشی عن ابیہ عن جَدِّہ قال: قال رجلٌ یا رسول اللہ الولیمة قال الولیمة حق والثانیة معروف والثالثة فخر ورجح۔ الحدیث (المعجم الکبیر ۱۳/۳۶۲ حدیث نمبر ۳۶۲۲)

حضرت وحشی بن حرب بن وحشی عن ابیہ عن جَدِّہ قال: قال رجلٌ یا رسول اللہ الولیمة قال الولیمة حق والثانیة معروف والثالثة فخر ورجح۔ الحدیث (المعجم الکبیر ۱۳/۳۶۲ حدیث نمبر ۳۶۲۲)

۳۔ ولیمہ میں کیا کھلایا جائے

سوال یہ ہے کہ ولیمہ میں کس قسم کا کھانا کھلانا چاہئے؟ نکاح کی خوشی میں جو کھانا کھلایا

جاتا ہے۔ اس کو ولیمہ کہا جاتا ہے اور اس میں کسی خاص قسم کے کھانا کھلانے کی تخصیص نہیں ہے۔ بلکہ جو بھی میسر ہو کھلا سکتا ہے۔ نیز اگر احباب کو کھلانے کیلئے نہیں ہے تو ایسا بھی ولیمہ جائز ہے کہ ہر ایک اپنا اپنا کھانا دو لہا کے یہاں لا کر دو لہا کے ساتھ بیٹھ کر کھائیں تو یہ بھی ولیمہ ہو جائے گا۔

۵۔ آقار نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں سب سے بڑا ولیمہ

آقار نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو سب سے بڑا ولیمہ فرمایا تھا وہ حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے موقع پر فرمایا جن کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں کر دیا تھا۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں سورہ احزاب ۳۷ میں فرمایا ہے۔ اور اس ولیمہ میں بھی سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف ایک بکری سے ولیمہ کا کھانا کھلایا۔

حضرت انسؓ نے فرمایا کہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ازدواجی مطہرات میں سے جتنا بڑا ولیمہ حضرت زینبؓ کا فرمایا ہے اتنا بڑا ولیمہ کسی اور کے ساتھ شادی میں نہیں فرمایا۔ اور حضرت زینبؓ کے ولیمہ میں بھی صرف ایک بکری سے ولیمہ فرمایا تھا۔

عن انس قال ما اولم النبي صلى الله عليه وسلم على شيء من نسائه ما اولم على زينب اولم بشاة الحديث بخاری شریف ۲ / ۷۷۷ حدیث ۲۹۷۷، معجم کبیر ۲۲ / ۴۳ حدیث ۱۱۸

۶۔ کھجور اور احباب کے کھانے سے ولیمہ

حضرت ام المؤمنین صفیہؓ کے ساتھ نکاح کے موقع پر سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ولیمہ فرمایا تھا اس میں نہ کوئی روٹی تھی اور نہ گوشت تھا۔ بلکہ صرف معمولی کھجور اور کچھ پنیر کے ٹکڑوں کو کھلایا گیا۔ وہی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا ولیمہ تھا۔ ہم کو اس کا خیال کرنا چاہیے کہ ہم شادیوں میں کس قدر خرچ کرتے ہیں اگر اپنے پاس نہیں تو لوگوں سے اس کام کیلئے بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ اور لوگوں کی زکوٰۃ کے پیسہ کو اس فضول خرچی میں صرف کرتے ہیں اور اس میں زکوٰۃ دہندگان بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنی زکوٰۃ کو صحیح مصرف میں خرچ کیا ہے۔ ایک غریب کی شادی میں خرچ کیا ہے۔ حالانکہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور سنت کے خلاف ہے۔ اس کو اچھا اور عمدہ مصرف سمجھنا ہماری

اپنی غلطی ہے۔ اسلئے احقر اپنے احباب سے ہمیشہ یہ گزارش کرتا ہے کہ شادیوں میں آپ لوگ زکوٰۃ کا پیسہ نہ دیا کریں۔ بلکہ اگر ضرورت پڑے تو جیب خاص سے امداد کا پیسہ دیا کریں۔
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آقاؐ کا نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیبر سے واپسی میں خیبر اور مدینہ کے درمیان (وادی القرئی) میں تین راتیں قیام فرمایا اور اسی اثنا میں حضرت اُم المؤمنین صفیہؓ کے ساتھ شب زفاف ہوئی۔ پھر میں نے مسلمانوں کو آپؐ کے ولیمہ میں بلایا اور اس میں روٹی اور گوشت نہیں تھا۔ اور صرف حضرت بلالؓ کو چھڑے کا دسترخوان بچھانے کو فرمایا تو دسترخوان بچھا دیا گیا اُس پر کھجور اور پنیر اور گھی ڈال دیا گیا وہی ولیمہ میں کھایا گیا۔

عن انس یقول اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین خیبر والمدینۃ ثلاثۃ لیال یمشی علیہ بصفیۃ فدعوت المسلمین الی ولیمتہ و ما کان فیہا من خبز ولا لحم و ما کان فیہا الا ان امر ببلال بالانطاع فبسطت فالقی علیہا التمر والاقط والسمن۔ (بخاری شریف ۶۰۶)

(حدیث غنیۃ ۴۰۶)

ایک دوسری حدیث شریف میں احباب کی چیزوں سے ولیمہ کا ذکر ہے دیکھئے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عروسی (شب زفاف) کے صبح کو اٹھ کر فرمایا کہ جس کے پاس جو کچھ بھی کھانے کی چیزیں ہوں وہ ساتھ میں لائیں اور دسترخوان بچھا دیا گیا تو کوئی شخص کھجور لیکر آیا اور کوئی گھی لیکر آیا اسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھ کر کھایا گیا تو وہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

فاصبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم عروسا فقال من کان عندک شئ فلیجئ بہ ویسط نطعا وجعل الرجل یجئ بالخبز وجعل الرجل یجئ بالسمن (الحی قولہ) فكانت ولیمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری شریف ۵۴/۱ حدیث ۳۶۹)

۱۔ دعوت کی چار قسمیں

زمانہ نبوت سے چار قسم کی دعوتوں کا سلسلہ جاری تھا۔

- ۱۔ دعوت ولیمہ جو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔
- ۲۔ دعوت عقیقہ یہ بھی سنت اور مستحب ہے۔ لیکن اس میں باقاعدہ کھانا کھلانا ضروری نہیں بلکہ عقیقہ میں جانور ذبح کر کے گوشت تقسیم کر دینے سے بھی عقیقہ صحیح ہو جاتا ہے۔
- ۳۔ بچے کے ختنہ کے موقع پر دعوت کھلانا۔ دور نبوت اور دور صحابہ میں کوئی اہتمام اور دستور نہیں تھا۔ اگر کوئی اتفاقاً کرے تو اس کی دعوت قبول کرنا ضروری نہیں جس کا دل چاہے قبول کرے اور جس کا نہ چاہے نہ قبول کرے۔

۴۔ نیا مکان، دوکان وغیرہ کے افتتاح کرتے وقت دعوت کرنا۔ اس کا بھی دور نبوت اور دور صحابہ میں کوئی اہتمام اور کوئی دستور نہیں تھا۔ لہذا اگر کوئی شخص ایسے مواقع میں دعوت کرتا ہے تو اس کی دعوت میں شرکت کسی پر لازم یا ضروری نہیں دل چاہے شرکت کرے اور دل نہ چاہے تو شرکت نہ کرے اگر رسم کے طور پر ہو تو بالکل شرکت نہیں کرنی چاہیے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:-

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ولیمہ سنت اور لازم ہے لہذا جس کو دعوت دی جائے پھر قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی اور خرس اور اعذار اور توکیر کی دعوت میں آپ کو اختیار ہے۔ سائل نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ خرس اور اعذار اور توکیر کیا چیز ہے تو فرمایا کہ خرس ولادت کے وقت عقیقہ کو کہا جاتا ہے۔ اور اعذار ختنہ کے وقت کی دعوت کو کہا جاتا ہے۔ اور توکیر نئے مکان میں دعوت کو کہا جاتا ہے اور کسی کے

عن ابی ہریرۃ قال الولیمۃ حق و سنت فمن دعی فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ والخرس والاعذار والتوکید انت فیہ بالخیار قال قلت انی واللہ لا ادری ما الخرس والاعذار والتوکید قال الخرس الولادۃ والاعذار الختان والتوکید الرجل یبنی الدار وینزل فی القوم

کسی قوم کے یہاں یہ منہ نہ کھنے کے وقت جو دعوت ہوتی ہے اس کو بھی تو کبیر کہا جاتا ہے۔ لہذا سب لوگوں کو اختیار ہے اگر چاہے قبول کریں اور اگر چاہے رُک جائیں قبول نہ کریں۔

فَيَجْعَلُ الطَّعَامَ فَيَدْعُوهُمْ فَهُمْ
بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءُوا جَاءُوا وَاِنْ
شَاءُوا قَعَدُوا۔
(المعجم الاوسط ۵۶۳ حدیث ۳۹۶۶) نسف جلد ۱
۵۸۳ حدیث ۳۹۴۸ مجمع الزوائد ۵۲

شادی ہال کی نمائش اور فضول خرچی

قدیم زمانہ میں شادی کی تقریب گھروں میں ہوا کرتی تھی۔ اور اس زمانے میں گھر اور حویلی وسیع ہوا کرتی تھی۔ مہمانوں کو ٹھہرانے میں کوئی تنگی نہیں ہوتی تھی۔ نیز اس زمانہ میں بارات میں اس قدر زیادہ لوگ بھی نہیں جایا کرتے تھے۔ اور مٹھائی لوگوں کی بھیڑ بھی اس قدر نہیں ہوتی تھی۔ اور اگر کسی کا گھر چھوٹا ہے تو پڑوسی اپنا مکان مہمانوں کے لئے ایشارہ کر دیا کرتے تھے۔ مگر آج کے زمانہ میں خاص طور سے شہروں میں چھوٹے چھوٹے مکانات میں تنگی کے ساتھ گزارا ہو رہا ہے جس کی وجہ سے مہمانوں کے لئے الگ سے کسادہ جگہ کی فراہمی کی ضرورت پڑنے لگی۔ شروع شروع میں گھر سے متصل سڑک یا چوراہا یا کسی میدان میں شامیانہ لگا کر یہ ضرورت پوری کی جاتی رہی۔ اور کسی کے ذہن میں اس بات کا وہم و گمان تک نہ ہوتا تھا کہ شادی کی جگہ پر بھی کوئی پیسہ خرچ کیا جائے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ لوگوں کے سرمایہ میں اضافہ ہوتا گیا، اور شادی کی جگہ پر خرچ کا سلسلہ بھی شروع ہوتا گیا۔ پھر شدہ شدہ شادی ہال میں خرچ بڑھتا گیا، حتیٰ کہ آج یہاں تک نوبت آگئی کہ شادی کے موقع پر شادی ہال کا خرچ دیگر اخراجات سے

آگے بڑھ کر اہم ترین بنیادی اخراجات میں شمار ہونے لگا۔ پھر جن لوگوں کے پاس گنجائش ہے انہوں نے آمدنی کے لئے شادی ہال بنانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ایک سے ایک عمدہ شادی ہال تیار ہونے لگا۔ حتیٰ کہ بعض بعض شادی ہال کا یومیہ کرایہ پچاس ہزار، ایک لاکھ، دیرھ لاکھ، دو دو لاکھ تک ہونے لگا۔ نیز اگر بہت بڑا سرمایہ دار ہے تو وہ شادی ہال میں بھی شادی کی تقریب کرنا اپنی حیثیت اور اپنے مقام سے نیچے اور اپنی برتری کے خلاف سمجھتا ہے۔ لہذا آبادی کے کنارہ پر جہاں وسیع ترین میدان ہو وہاں پر صرف ایک یوم یا ایک رات کے لئے دسیوں لاکھ روپیہ خرچ کر کے سینکڑوں قسم کی نمائش اور عیش و آرام کی اشیاء و اسباب کے ساتھ خوبصورت مارکیٹ یا خوبصورت قلعہ کی شکل میں شادی ہال بنایا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں شادی ہال میں ضرورت کا لحاظ ختم ہو جاتا ہے۔ نمائش اور فخر اور برتری کے علاوہ کوئی مقصد نظر نہیں آتا۔ اور نمائش اور فخر کے لئے اتنا زیادہ اسراف و فضول خرچی کی جاتی ہے کہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس پیسہ سے دسیوں بیسیوں غریب لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کی جاسکتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسراف اور فضول خرچی کی سخت مذمت فرمائی ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں فضول خرچی اور بے محل خرچ کر نیوالے کو شیطان کا بھائی اور شیطان کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے۔ کہ جس طرح شیطان کو اللہ نے عقل کی دولت عطا فرمائی ہے اور اس نے عقل کی دولت کو نافرمانی میں خرچ کیا ہے، اسی طرح اسراف اور فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ نے مال کی دولت عطا فرمائی ہے مگر وہ لوگ اس دولت مال کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ کرتے ہیں، اسلئے ایسے

لوگوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔ آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیے۔

وَلَا تَبْذُرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ
الْمُبْذِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ
وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۝
(سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۶-۲۷)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے بیجا اسراف اور زیادتی کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کے نظریے اور خیالات کے مطابق ان کے اسراف اور زیادتی کو انکی نگاہ میں مزین کر دیتے ہیں۔ پھر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں موقع محل کے مطابق ہی کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ازراہ ہمدردی فضول خرچی اور بے موقع مال اڑانے سے جب منع کیا جائے تو بسا اوقات منع کرنے والوں سے ناراضگی کا اظہار کیا جاتا ہے، اور اپنی فضول خرچی کو بر محل ثابت کرنے کے لئے قسم قسم کے دلائل پیش کرتے ہیں، اسلئے کہ ان کے نظریے میں بر محل اور موقع کے مطابق ہے، حالانکہ حقیقت میں بے موقع اور فضول خرچی ہے۔ جس کو اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔

كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا
كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
(سورہ یونس آیت ۷۷)

اسی طرح حد سے تجاوز کرنے والے بے باک لوگوں کے لئے ان کے ان اعمال کو مزین کر دیا گیا ہے، جو وہ لوگ کرتے ہیں۔
حدیث پاک میں بے تکا مال ضائع کرنے کی بڑی مذمت آئی ہے۔ حضرت منیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ سے حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مروی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سات چیزوں کی مذمت فرما کر ان کو ناجائز قرار دیا ہے۔

(۱) حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقُ الْأُمَّهَاتِ۔ | ماں کی نافرمانی تم پر حرام ہے۔
حدیث شریف میں خاص طور پر والدہ کی نافرمانی کو اہمیت کے ساتھ
ذکر فرمایا ہے۔ اسلئے کہ والدہ کے کمزور ہونے کی وجہ سے اولاد اس کی نافرمانی
کی زیادہ جرات کرتی ہے۔

(۲) وَأَذُّ الْبَنَاتِ :- لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں کسی کو
اپنی لڑکی دینا غیرت کے خلاف سمجھا جاتا تھا، اسلئے معصوم بچیوں کو زندہ
دفن کر دیا جاتا تھا۔

(۳) مَنَعًا :- دوسروں کا حق ان کو دینے سے گریز کرنا۔ یعنی تم پر ایسا کام حرام
اور ناجائز ہے کہ دوسروں کا جو حق تم پر لازم ہے اس کو حقدار کے حوالہ کرنے
سے گریز کرو۔

(۴) هَاتِ : جو چیز تمہاری نہیں ہے اس کو دوسروں سے زبردستی لینا۔

(۵) قِيلَ وَقَالَ : آپس میں بے مقصد اور بے فائدہ بحث بندی کرنا۔

(۶) كَثْرَةُ السُّؤَالِ : بے ضرورت دوسروں کے ذریعہ کثرت کے ساتھ دست
سوال دراز کرنا۔ یا ایسی چیز کے بارے میں بار بار پوچھتے رہنا جس سے منع
کیا گیا ہو۔

(۷) إِضَاعَةُ الْمَالِ : فضول خرچی اور بے موقع مال ضائع کرنا۔ اللہ نے جو
دولت کی نعمت عطا فرمائی اس کی قدر کرنا لازم اور ضروری ہے۔ اس میں
اسراف کرنا، اس کو بے موقع اڑانا ناجائز اور حرام ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عَنِ الْمُغْبِرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ | حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور معصوم لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کو اور دوسروں کے حق مارنے کو حرام کر دیا ہے، اور بیجا بحث بندی اور کثرتِ سوال اور مال ضائع کرنے کو نفرت کے ساتھ ممنوع قرار دیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ
وَوَادَّ الْبَنَاتِ وَمَنْعًا وَهَاتِ وَكَرِهَ
لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ
وَإِضَاعَةَ الْمَالِ - الحديث

(بخاری شریف ص ۲۱۴ حدیث ۲۳۴۵)

ص ۸۸۴ حدیث ۵۷۴۱

رزق و نعمت کی ناقدری

ہم سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ ہماری پیدائش سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے رزق کو مقدر فرمایا ہے۔ اور رزق خدا، خالق اور رزاق کی طرف سے ایک ایسی نعمت ہے کہ آج دنیا کے اندر انسانوں کا بڑا طبقہ اس کی تلاش اور اس کے حصول میں عیش و آرام سب کچھ قربان کر کے دنیا میں مارا مارا پھرتا ہے۔ کوئی سخت گرمی اور ٹوکے زمانہ میں دھوپ کی تپش برداشت کرتے ہوئے سڑکوں کی کھدائی کرتا ہے، کوئی زمین کی جستائی کرتا ہے۔ کوئی کھیت کی کٹائی کرتا ہے۔ کوئی بال بچے عزیز و اقارب اور وطن چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں جا کر حصولِ معاش میں مسافرت کی زندگی گزارتا ہے۔ اور اس رزق کی نعمت کو حاصل کرنے میں ہر انسان اپنی زندگی کو مختلف انداز سے پریشانی اور تکلیفوں کی نذر کر دیتا ہے۔ پھر جب اللہ تبارک و تعالیٰ کسی کو اس رزق کی نعمت میں فراوانی عطا فرماتا ہے تو اس کی قدر کرنے کے بجائے ناقدری کا سلسلہ شروع کر دیتا ہے۔ اور رزق کی ناقدری کا سب سے بڑا منظر شاہیوں کے موقع پر نظر آتا ہے۔ بعض بعض شاہیوں میں ایک وقت میں دسیوں بیسیوں قسم کے

کھانے تیار کیے جاتے ہیں۔ اگر ایک ایک لقمہ بھی کھایا جائے تب بھی بعض کھانے کا نمبر ہی نہیں آتا ہے۔ یہ رزق کی ناقدری اور اللہ کی نعمتوں میں اسراف بجا اور فضول خرچی ہے۔ قیامت کے دن اللہ کے دربار میں اس اسراف اور فضول خرچی کی وجہ سے ایک ایک نعمت کا جواب دینا ہو گا۔ نیز ایک ناقدری یہ بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ جہاں مرغ کی دعوت ہوتی ہے وہاں مرغ کھاتے ہوئے نظر آتا ہے کہ کچھ بوٹی کھالیا اور کچھ ہڈیوں کے ساتھ لگا رہ گیا، اسی حالت میں پھینک دیا۔ دیکھ کے حسرت ہوتی ہے کہ غریبوں کو ہڈیوں میں لگا ہوا جو پھینک دیا جاتا ہے وہ بھی نصیب نہیں۔ اس عظیم نعمت کی کس قدر ناقدری ہے۔ اسی طرح نعمتوں کو ضائع کرنا اسراف بجا اور گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ کے دربار میں اس ناقدری کی سخت دار و گیر ہو گی۔ ہمارے آقا حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہڈیوں سے نوح نوح کر گوشت کو صاف فرمالیا کرتے تھے۔

جہاں تک ہڈیوں کو چبا کر چوس کر اس میں سے مغز اور رس حاصل کیا جاسکتا ہے اس کو حاصل کرنا لازم اور ضروری ہے۔ جب ہڈیاں پھینک کی جائیں اس میں گوشت کا کوئی ریشہ تک باقی نہیں رہنا چاہئے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو حکم فرمایا کہ اگر کھانے کا کچھ حصہ تمہاری انگلیوں میں لگا رہے اس کو چاٹ کر کھا لو۔ اور اگر کچھ برتن میں لگا رہے اسے بھی چاٹ لو۔ اسی طرح اگر کوئی جڑ نیچے گر جائے اس کو اٹھا کر کھا لو۔ حتیٰ کہ یہاں تک حکم ہے کہ اگر نیچے گرنے کی وجہ سے اس میں مٹی لگ جائے تو اسے بھی صاف کر کے کھالے۔ شیطان کے لئے یونہی نہ چھوڑ دے۔ جب یہاں تک حکم ہے تو بالقصد کچھ کھا کر کچھ یونہی پھینک دیا جائے یا ہڈی کے ساتھ چھوڑ دیا جائے تو یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس طرح ضائع کرنے والوں کو شیطان کا بھائی

کہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ، وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل ۷۷)

بیشک بے محل مال اڑانے والے شیطان کے بھائی بند اور اسکے مشابہ ہونے ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نعمتوں کو قدر دانی کیساتھ

کھاؤ اور پیو، اور اس میں بیجا اسراف مت کرو۔ ملاحظہ فرمائیے:

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝ (سورۃ اعراف آیت ۳۱)

کہ اللہ کی نعمتوں سے کھاؤ اور پیو۔ اور بیجا اسراف کر کے حد شرعی سے نہ نکلو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بیجا خرچ کر کے حد سے تجاوز کرنا والوں کو پسند نہیں کرتے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے کہ کس قدر اہمیت کے ساتھ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعمت کے ایک ایک جز کی قدر دانی کا حکم فرمایا۔

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِلُعَى الْأَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ وَقَالَ إِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ فِي أَيِّ الْبَرَكَةِ (مسلم شریف ۵۷۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کو چاٹنے اور برتنوں کو صاف کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں ہے کہ کھانے کے کس جز میں برکت ہے۔

دوسری روایت اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةٌ أَحَدِكُمْ فَلْيَأْخُذْهَا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ نیچے گر جائے تو چاہئے

فَلْيَمِطْ مَا كَانَ فِيهَا مِنْ أَذًى | کہ اُسے اٹھالے، پھر اس میں جو کچھ مٹی وغیرہ لگی ہے
وَلْيَاكُلْهَا وَلَا يَدْغُهَا الشَّيْطَانُ | اُسے صاف کر کے کھالے، اور شیطان کے لئے
(مسلم شریف ۱۷۵۰ ترمذی شریف ۲۰۰۰) نہ چھوڑے۔

کھڑے ہو کر کھانا پینا

اللہ کی نعمت کی قدردانی میں یہ بھی ہے کہ حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے دائرہ میں رہ کر اس نعمت کا مسنون طریقہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ بیٹھ کر اطمینان و سکون کے ساتھ کھانا کھایا جائے۔ اور مشروبات کو بیٹھ کر پیا جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کو ہر معاملہ اور ہر کام میں دیگر مخلوق سے الگ ایک امتیازی شان عطا فرمائی ہے۔ دوسری مخلوق کو اللہ نے اس طرح بنایا کہ ان کا کھانا پینا اسی حالت میں ہوتا ہے جس حالت میں وہ مخلوق چلتی پھرتی ہے۔ چوپایوں کو دیکھو، گھوڑے گدھوں کو دیکھو، بیل بھینسوں کو دیکھو، مرغ بطخ کو دیکھو، کتے بلی کو دیکھو کہ وہ بھی اطمینان کے ساتھ کھاپی سکتے ہیں کہ جب وہ اپنی فطرت اور حالت میں پیروں پر کھڑے ہوں۔ نیز یہ تمام جانور کھڑے ہو کر بھی کھاتے ہیں اور پیروں پر چلتے پھرتے بھی کھاتے ہیں۔ مگر اللہ نے انسان کو ان تمام مخلوق سے الگ تھلگ ایک امتیازی شان عطا فرمائی ہے۔ کہ بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ کھائیں پئیں۔ اور بیٹھ کر کھانا انسان کی فطرت بھی ہے۔ اور انسان کو اسی میں سکون بھی ملتا ہے۔ اور جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے اور چلتے پھرتے کھانا انسان کی فطرت اور امتیازی شان کے خلاف ہے۔ اسلئے اللہ نے انسان کو اشرف المخلوقات

قرار دیا ہے کہ اللہ کی تمام مخلوق میں انسان اشرف اور افضل ہے۔ اور پھر اشرف
 المخلوقات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے پوری کائنات میں حضرت سید الکونین
 خاتم الانبیاء رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب سے افضل و اشرف بنایا۔
 اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم پر یہ فضل فرمایا ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے ہم کو
 سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں شامل فرمایا ہے۔ اسلئے ہم پر
 ایک ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے کہ فطرت انسانی کے خلاف جانوروں کی طرح
 اور چلتے پھرتے کھانا کسی بھی انسان کے لئے زیبا نہیں ہے، تو پھر سید الانبیاء
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت ہونے کی وجہ سے جانوروں کا طریقہ اختیار کرنا
 کیسے زیب دے سکتا ہے، اس لئے ہم مسلمانوں کے لئے کسی طرح درست نہیں ہے
 کہ کھڑے ہو کر کھائیں یا کھڑے ہو کر کھانے کے لئے انتظام کریں۔ افسوس کی بات
 یہ ہے کہ زندگی کی اچھائی اور بُرائی کا اور ضرورت زندگی کا سارا مدارِ شادی
 بیاہ پر ہے۔ جب سارا مدارِ شادی بیاہ پر ہے تو اس کا ہر کام سنت کے طریقہ پر
 ہونا ضروری اور لازم ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ شادی جیسے اہم کام ہر پہلو
 کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ مسنونہ سے ہٹ کر انجام دیا جاتا ہے۔
 اور کھانے کا انتظام بھی اس طرح کرتے ہیں کہ لوگ کھڑے کھڑے کھائیں۔ اور جو
 لوگ کھڑے ہو کر کھانا نہیں چاہتے ہیں طریقہ مسنونہ پر انتظام نہ ہونے کی وجہ
 سے ان کو بھی کھڑے ہو کر کھانے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ لہذا گناہ اور ساری
 ذمہ داری حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ اور انسانی فطرت
 کے خلاف کھانے کا انتظام کرنے والے کے سر ہوگی۔ نیز کھڑے ہو کر کھانیوالے
 بھی ذمہ داری سے بری نہیں ہوں گے۔ بلکہ سب لوگ پیارے رسول صلی اللہ
 علیہ وسلم کے طریقہ اور سنت کو ذبح کرنے میں شامل ہوں گے، اللہ ہم تمام مسلمانوں

کی حفاظت فرمائے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ آب زمزم اور وضو سے پیئے ہوئے پانی کے علاوہ باقی کسی قسم کے کھانے کو کھڑے ہو کر کھانا یا کسی بھی قسم کے مشروب کو کھڑے ہو کر پینا بغیر عذر کے جائز نہیں ہے۔ ایک دفعہ جب آتائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا تو کسی نے کہا کہ کھڑے ہو کر کھانا کیسا ہے؟ تو جواب ملا کہ کھڑے ہو کر کھانا پینے سے زیادہ بدترین اور خبیث عمل ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا۔ اس پر سوال کیا گیا کہ کھڑے ہو کر کھانا کیسا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ کھڑے ہو کر کھانا اور زیادہ سخت بُرا اور گناہ ہے۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَشْرَبَ قَائِمًا فَقِيلَ الْأَكْلُ قَالِ ذَاكَ أَشَدُّ

(ترمذی شریف ۱۶۱)

دوسری روایت میں اس سے بھی سخت الفاظ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا، تو قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کھانے کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ کھڑے ہو کر کھانا اور زیادہ بدترین اور خبیث عمل ہے۔

عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا قَالِ قَتَادَةُ فَقُلْنَا فَأَلَاكُلُ قَالِ ذَاكَ أَشَدُّ وَأَخْبَثُ

(مسلم شریف ۱۷۲)

نیز اسی طرح کی روایات مسلم شریف میں حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہیں۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بعض روایات میں کھڑے ہو کر پینے کی بات ہے۔
 وہ روایات حالتِ عذر پر محمول ہیں۔ کہ شریعت نے معذورین کو اجازت دی ہے
 کہ عذر کی حالت میں جس طرفیتہ پر آسانی ہو اس طرفیتہ پر کھائیں پئیں۔ اور
 جس طرفیتہ پر آسانی ہو اس طرفیتہ پر منہ از پڑھیں۔

۵۔ لڑکی والوں کے یہاں کا کھانا

لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانا کسی صحیح اور مشہور حدیث سے امت میں شہرت کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ البتہ امام طبرانی کی المعجم الکبیر اور مصنف عبد الرزاق کی بعض کمزور روایات سے لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانے کا ثبوت ملتا ہے۔ حدیث شریف کافی لمبی ہے جس کو دیکھنا ہو، المعجم الکبیر ۲۲/۴۱۱ حدیث ۱۰۲۲، مصنف عبد الرزاق ۵/۲۸۷ حدیث ۹۷۸۲، مجمع الزوائد ۹/۲۰۷ میں دیکھ سکتے ہیں۔

مسند الہند حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے اپنی مشہور تصنیف مدارج النبوة فارسی ۵۴/۲ اردو قسط ۱۲/۱۱۲۸، امام قسطلانی نے المواہب اللدنیہ قلمی المقصد الثانی ۱۱۸، نسخہ جدید ۴۶/۱ طبقات ابن سعد ۷/۷۸

علامہ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ ۴/۱۲۴ میں حضرت نجاشیؒ کے قول و عمل کے ذریعے سے لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانے کو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

حضرت ابوالحسنات علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے فتاویٰ عبدالحی نسخہ قدیم ۵۴/۲ میں لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانے کو طریقہ مانورہ لکھا ہے۔ اس پر ایک تفصیلی فتویٰ دارالافتاء مدرستہ شاہی کے رجسٹر الف ۲۷۴۲ میں موجود ہے۔

بہر حال لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانے کو نہ بالکل ناجائز کہہا جاسکتا ہے اور نہ ہی ولیمہ کی طرح سنت کہا جاسکتا ہے۔ بلکہ مباح اور لا بأس بہ کے درجہ میں قرار دینا ہوگا۔

اور لاہائیں یہ کامطلب یہ ہے کہ نہ گناہ ہے اور نہ ہی کارِ ثواب ہے۔
 اب لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانے کی آٹھ شکلیں ہمارے سامنے ہیں ہر ایک کا
 حکم بھی بیان کرتے ہیں۔

۱۔ اگر لڑکی والے بہت بڑے سرمایہ دار ہیں تو وہ اپنی حسبِ حیثیت جتنے لوگوں کو چاہیں کھانا
 کھلا سکتے ہیں۔

۲۔ لڑکی والے بہت بڑے سرمایہ دار نہیں ہیں لیکن اپنے پیروں پر کھڑے ہیں کسی کے مقروض
 یا کسی کے محتاج نہیں تو وہ حسبِ استطاعت اور حسبِ گنجائش جتنے افراد کو چاہیں کھلا سکتے ہیں
 ۳۔ لڑکی والے غریب محتاج ہیں انہیں اپنے کھانے کو نہیں ہے تو ایسے غریب لوگوں کے یہاں
 کھانا کھلانے اور کھانے کا شرعاً کوئی جواز نہیں۔ ایسے غریب لوگ نہ اپنے رشتہ داروں کو کھانا
 کھلائیں اور نہ ہی بارات میں آنے والوں کو بلکہ ایسے غریبوں کے یہاں بارات میں دو چار سے
 زیادہ افراد قطعاً نہیں آنا چاہیئے۔ ورنہ اس غریب کے یہاں بارات میں آنا نہیں گا بلکہ اس
 غریب کی عزت لوٹنے کیلئے آنا ثابت ہوگا۔

۴۔ لڑکی والے نہایت غریب اور محتاج ہیں کسی اور سرمایہ دار نے بخوشی اپنی جیب خاص سے
 تعاون کر کے اس کے یہاں آئیوالے مہمانوں کو کھانا کھلایا ہے جس میں زکوٰۃ کا کوئی پیسہ نہیں ہے
 تو اس میں کوئی بُرائی نہیں بلکہ تعاون کرنے والے سرمایہ دار کو انشاء اللہ ثواب بھی ملیگا۔

۵۔ لڑکی والے غریب محتاج ہیں دوسروں سے شادی کیلئے زکوٰۃ وصول کرتے ہیں تو لوگوں کو
 ایسے غریب محتاج کے یہاں نہ کھانا کھانے کیلئے جانا چاہیئے۔ اور نہ ہی اس غریب کو بھیک
 مانگ کر کھانا کھلانا درست ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی صاحبِ حیثیت اپنی جیب خاص کے پیسہ
 سے اس غریب کی طرف سے کھلاتا ہے تو اس میں کوئی بُرائی نہیں۔

۶۔ صاحبِ حیثیت لوگ اپنی حیثیت کے مطابق لڑکے کے ساتھ میں آنے والے لوگوں
 کو کھلا سکتے ہیں۔

۱۔ لڑکی والے کہتے ہیں کہ سٹو افراد بارات میں لاسکتے ہیں اور لڑکے والے کہتے ہیں ڈیڑھ یا دو سٹو افراد آئیں گے۔ تو یہ لڑکے والوں کی طرف سے ناجائز و باؤہ ہے جو شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔
 ۲۔ آپس میں سٹو افراد کی بات طے ہوئی تھی لیکن لڑکے والے اپنی طرف سے بلا اطلاع ڈیڑھ سٹو یا دو سٹو افراد لیکر لڑکی والوں پر چڑھائی کر دیں تو یہ دن و دھاڑے ڈکیتی ہے جو شرعاً چوری و ڈکیتی کی طرح ناجائز اور حرام ہے۔ نیز اگر لڑکی والے سرمایہ دار بھی ہیں تب بھی دو چہوں سے ناجائز ہے۔ کسی کے یہاں بلا بلائے کھانے کیلئے جانا حدیث میں منع آیا ہے۔ ۳۔ لڑکی والوں سے جتنے لوگوں کی بات طے ہوگئی تھی اتنے کیلئے انتظام کیا گیا ہے اور اس سے زائد کا انتظام نہیں کیا گیا۔ اب جب اتنے سارے زیادہ لوگ آگئے تو ان کی مہانداری صحیح طریقہ سے نہیں کر سکیں گے جس سے ان کی زبردست ذلت اور رسوائی ہو سکتی ہے۔ نیز لڑکے والوں کی طرف سے ایک بدعنوانی یہ بھی ہوتی ہے کہ جس ٹائم بارات پہنچنے کی بات طے ہو جاتی ہے اس ٹائم نہیں پہنچتے بلکہ کئی کئی گھنٹے تاخیر کر کے پہنچتے ہیں جس سے لڑکی والوں کا سارا نظام خراب ہو جاتا ہے۔

ہم سب سید الکونین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری امت ہیں ہم کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس سے ہمارے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ٹھیس پہنچ جائے۔ اللہ پاک ہم سب کو ہر کام اپنے حبیب کی سنت کے مطابق کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین



۹۔ لڑکی کو رخصت کیسے کریں؟

لڑکی والے اپنی بیٹی کو شادی کے وقت ضروریاتِ زندگی کا جو سامان دیتے ہیں اس کو جہیز کہتے ہیں۔ اور وہی جہیز کے نام سے مشہور ہے۔ کوئی بھی ماں باپ اپنی بیٹی کو گھر سے خالی ہاتھ رخصت کرنا گوارا نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ جو لوگ آگے بڑھ کر یہ کہنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جہیز سرے سے بالکل جائز ہی نہیں ہے، وہ لوگ بھی کم و زیادہ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت چھپ چھپا کر ہی کیوں نہ ہو ضرور کچھ دیکر رخصت کرتے ہیں۔ اسلئے افراط و تفریط سے بھی بالاتر ہو کر شریعت کا معتدل حکم جاننے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلئے جہیز کے بارے میں دس باتیں علی الترتیب پیش کی جاتی ہیں۔

- ① آپ کی صاحبزادیوں کو کیا دیا گیا؟
- ② صحابہ میں کچھ دینے کا دستور۔
- ③ جہیز پر دباؤ کی لعنت۔
- ④ کمینہ پن اور گھر کی بربادی۔
- ⑤ دو لہٹا کا مہر دہن کا نہیں۔
- ⑥ تین قسم کے لوگوں کو نکاح کے بعد ندامت۔
- ⑦ تین قسم کے لوگوں کو نکاح کے بعد عزت۔
- ⑧ جہیز کا منظر اور لڑکی والوں کی قسرت۔
- ⑨ جہیز کی نمائش۔
- ⑩ راہِ اعتدال۔

۱۔ حضرت سید الکونین علیہ السلام کی صاحبزادیوں کو کیا دیا گیا؟

آقائے نامدار خاتم الانبیاء سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں کو بھی شادی کے موقع پر گھر سے رخصتی کے وقت حسب حیثیت کچھ نہ کچھ دیا گیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رخصتی کے وقت حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے جو سامان دیا گیا ہے اس کی ایک فہرست بہشتی زیور میں نقل فرمائی ہے۔ اور اس کے حاشیہ میں جمع الفوائد اور تاریخ النخیس کے حوالہ سے عربی عبارتیں بھی نقل فرمائی ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دس چیزوں کی فہرست نقل فرمائی ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

- (۱) دو مینی چادر (۲) دو نہالی (روئی کے بستر) (۳) چار گدے۔
- (۴) چاندی کے دو بازو بند (۵) ایک کھلی (۶) ایک تنکے۔
- (۷) ایک پیالہ (۸) ایک چکی (۹) پانی رکھنے کا ایک مشکیزہ۔
- (پانی کا گھڑا) (۱۰) ایک پلنگ۔ (بہشتی زیور ۶/۲۳)

احقر کو یہ تمام چیزیں کسی ایک حدیث شریف میں اکٹھی دستیاب نہیں ہوئیں۔ البتہ مختلف حدیثوں میں الگ الگ طور پر یہ چیزیں مل جاتی ہیں۔ مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت فاطمہؓ کے جہیز سے متعلق ایک حدیث شریف تین مقامات میں مذکور ہے۔ اور یہی حدیث شریف نسائی شریف میں بھی مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو رخصت کرتے وقت ایک اونی چادر، ایک مشکیزہ اور ایک تنکیہ جس میں اذخرہ گھاس بھرا ہوا تھا عنایت فرمایا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت فاطمہؓ کو ایک اونی چادر
اور ایک مشکیزہ اور ایک ایسا
تکیہ جس میں اذخر گھاس بھرا ہوا تھا
دیگر رخصت فرمایا۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
بَهَّزَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فِي خِمِيلٍ وَقِرْبَةٍ
وَوِسَادَةٍ حَشَوَهَا إِذْ خَرَّ -

(نسائی شریف ۲/۷۷، سند امام احمد بن حنبل ۸۴)

حدیث ۶۲۳۲/۱ ۹۳/۱ حدیث ۱۵۷۱/۱ ۱۰۸/۱ (حدیث ۸۵۳)

اور طبقات ابن سعد میں اس سلسلہ میں کئی حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ انہیں
سے ایک حدیث شریف میں ۵ چیزوں کا ذکر ہے۔

(۱) ایک اونی چادر (۲) کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا ایک تکیہ۔
(۳) دو چکیاں (۴) ایک مشکیزہ (۵) دو پانی کے گھڑے
حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فاطمہؓ سے
ان کا نکاح فرمایا تو حضرت فاطمہؓ کو رخصت
کرتے وقت ساتھ میں ایک اونی چادر اور
کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا ایک پمڑے کا تکیہ
اور دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے
بھی بھیجے ہیں۔

عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا زَوَّجَ فَاطِمَةَ
بَعَثَ مَعَهَا بِخِمْلَةٍ وَوِسَادَةٍ
أَدَمَ حَشَوَهَا لَيْفٌ وَرَحَائِثُ وَ
سِقَاءً وَجَرَّتَيْنِ -

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۸/۲۱)

اور طبقات الکبریٰ میں ایک روایت کچھ اور چیزوں کے اضافہ کے ساتھ
بھی مروی ہے، اور اس میں ایک مسہری اور ایک برتن کا بھی اضافہ ہے۔

اور اس حدیث شریف میں چار چیزوں کا ذکر ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے

عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ لَمَّا زَوَّجَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا
فَاطِمَةَ كَانَ فِيهَا جَهَنزُتٌ بِهِ
سَرِيرٌ مَشْرُوطٌ وَوِسَادَةٌ مِنْ أَدَمَ
حَشَوُهَا لَيْفٌ وَتُورٌ مِنْ أَدَمَ وَقَرِيَةٌ
(الطبقات الكبرى لابن سعد ۸/۱۹)

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ کا نکاح حضرت علیؑ
سے کیا تو جہیز میں ایک مسہری (پلنگ)
اور کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا ایک چمڑے کا
تکیہ اور ایک چمڑے کا برتن اور ایک مشکیزہ
دیا ہے۔

اور بعض کمزور روایتوں میں اس بات کا ذکر موجود ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو
جہیز میں جو کچھ دیا گیا وہ حضرت علیؑ کی زرہ کی قیمت میں سے لیکر دیا گیا۔ یہ
روایت نہایت کمزور اور صحیح روایات کے خلاف ہے۔ اور اس روایت کے
بارے میں المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/۳۰۸ حدیث ۱۰۲۱ کے حاشیہ میں کافی کلام کیا گیا
ہے۔ اور امام ابو بکر ہیمشی نے بھی اس حدیث شریف کو مجمع الزوائد ۹/۲۰۶ میں
نقل فرما کر فرمایا کہ عیسیٰ بن یعلیٰ اسلمی کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔

نیز اس کمزور روایت میں زرہ کے پیسے میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دینے
کی بات کہی گئی ہے۔ اس روایت میں چار نشو ویدی درہم میں زرہ فروخت کرنے کی
بات ہے۔ تو یہ سوال کھڑا ہوتا ہے کہ چار سو اسی درہم میں سے حضور نے مذکورہ سامان
کے لئے کتنا پیسہ لیا تھا۔ تو بعض محدثین اور بعض سیرت نگار لوگوں نے لکھا
ہے کہ اس پیسہ میں سے ایک مٹھی لیا تھا، جیسا کہ زرقانی ۲/۳۶۱ اور المعجم الکبیر
۲۳/۴۰۹ میں ہے۔ نیز زرقانی نے اس ایک مٹھی اور ایک لپ میں پوری قیمت
کا ایک تہائی بتلایا ہے۔ اگر ایک تہائی تھا تو ڈیڑھ سو درہم سے زیادہ

جہیز کے پیسہ میں چلا گیا، جو مہر میں قطعاً شامل نہیں ہے۔ اور باقی تفسیر یہ
 ساڑھے تین سو درہم رہ جاتے ہیں، تو کیا حضرت فاطمہؓ کا مہر اتنا ہی تھا؟ شاید
 اس مقدار کا قائل محدثین، فقہاء اور مشائخ میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ اسلئے
 یہی کہنا صحیح اور درست ہے کہ زرہ کی پوری قیمت مہر میں دی گئی تھی جس کی
 مقدار پانچ سو درہم ہے، اور جہیز میں جو کچھ سامان دیا گیا تھا وہ حضرت سید
 الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی طرف سے عنایت فرمایا تھا۔ یہی مطلب
 قرآنی حکم اور حدیث رسول کے مطابق ہے کہ شوہر کے ذمہ بیوی کا مہر ادا کرنا
 لازم ہے۔ جہیز کے سامان کی تیاری شوہر کے ذمہ نہیں ہے۔

اس لئے کہ مہر فاطمی راجح قول کے مطابق پانچ سو درہم ہے۔ اور مہر کے یہ پانچ سو
 درہم حضرت علیؓ کی زرہ فروخت کر کے دیئے گئے ہیں۔ نیز اگر زرہ کی قیمت میں سے
 جہیز دیا گیا ہے تو کتنا مہر میں دیا ہے، اور کتنا حضورؐ نے سامان کیلئے لیا تھا؟
 فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ جبکہ حدیث میں صاف الفاظ کے ساتھ یہ بات وارد ہوئی
 ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا مہر زرہ فروخت کر کے ادا کیا گیا ہے۔ اور حضرت علیؓ کی
 زرہ صحیح روایت کے مطابق پانچ سو درہم میں فروخت کی گئی تھی۔ اسلئے اکابر
 نے مہر فاطمی پانچ سو درہم متعین فرمایا ہے۔ بعض روایت میں اثنا عشر اوقیہ
 کے الفاظ آتے ہیں۔ اور ایک اوقیہ میں چالیس درہم ہوتے ہیں، تو اس میں
 چار سو اسی درہم ہو جاتے ہیں۔ اور بعض میں نش کے الفاظ آتے ہیں۔ اس کے
 معنی نصف اوقیہ کے ہیں۔ اور نصف اوقیہ میں بیس درہم ہیں، اور
 چار سو اسی اور بیس کل پانچ سو درہم ہو جاتے ہیں، لہذا حضرت علیؓ کی زرہ
 کی قیمت پانچ سو درہم ہی تھی۔ اور پوری کی پوری حضرت فاطمہؓ کے مہر میں ہی
 دی گئی ہے۔ اسلئے کہ مہر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ واجب فریضہ ہے۔

جس کے ادا نہ کرنے پر قیامت کے دن سخت عذاب کی وعید آئی ہے۔ اور جہیز کے سامان کی تیاری شوہر پر نہ واجب ہے نہ سنت۔ اور صاحبِ شریعت مخیر صادق امین علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا نہیں کر سکتے، کہ فریضہ خداوندی (مہر) کو چھوڑ کر جہیز کے لئے حضرت علیؑ کو ترغیب دیں، بلکہ جو ترغیب دی گئی وہ زرہ فروخت کر کے مہر ادا کرنے سے متعلق تھی۔ اور پوری قیمت مہر میں دی گئی ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت فاطمہؑ سے نکاح کیا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں اپنا گھوڑا اور اپنی زرہ فروخت کرتا ہوں تو اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ صرف زرہ فروخت کر دو تو میں نے بارہ اوقیہ میں زرہ فروخت کر دیا پس یہی فاطمہؑ کا مہر مقرر ہوا تھا۔

حضرت محمد بن ابراہیمؒ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور آپ کی ازواجِ مطہرات کا مہر پانچ سو درہم یعنی ساڑھے بارہ اوقیہ تھا۔ یہاں اکثر صاحبزادیاں اور اکثر ازواج مراد ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ لَمَّا تَزَوَّجَتْ فَاطِمَةَ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَبَيْعُ فَرَسِي
أَوْ دِرْعِي قَالَ بَعْ دِرْعَكَ فَبِعْتُهَا
بِإِثْنَتَيْ عَشْرَةَ أَوْقِيَةً فَكَانَ
ذَلِكَ مَهْرَ فَاطِمَةَ

(مسند ابویعلیٰ الموصلی ۱/۲۲۳ حدیث ۴۶۶۱،

مجمع الزوائد ۴/۲۸۳)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِرَاهِيمَ قَالَ
كَانَ صَدَاقُ بَنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِسَائِهِ
خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ: إِثْنَتَيْ عَشْرَةَ
أَوْقِيَةً وَنِصْفًا

(الطبقات الكبرى لابن سعد ۸/۱۸)

محدثین نے لکھا ہے کہ جس کے اندر ہمت اور آسانی سے ادائیگی کی گنجائش ہے اس کے لئے پانچ سو درہم مہر باندھنا افضل اور مستحب ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ہمارے علمائے اس حدیث شریف سے یہ استدلال فرمایا کہ پانچ سو درہم مہر باندھنا مستحب ہے۔ اور مراد ان لوگوں کے حق میں مستحب ہے جو اس کی ادائیگی کا تمسّل رکھتے ہوں۔

وَاسْتَدَلَّ أَصْحَابُنَا بِهَذَا الْحَدِيثِ عَلَى أَنَّهُ يَسْتَحِبُّ كَوْنُ الصَّدَاقِ خَمْسِمِائَةَ دِرْهَمٍ وَالْمُرَادُ فِي حَقِّ مَنْ يَحْتَمِلُ ذَلِكَ الْخ (نودی ۱/۳۵۸)

شادی کے وقت علیؑ وفاطمہؑ کی عمر | شادی کے وقت حضرت سیدۃ

النساء فاطمہؑ کی عمر پندرہ سال پانچ مہینے تھی۔ اور حضرت علیؑ کی عمر اکیس سال پانچ مہینے تھی۔ (شرح زرقانی ۲/۳۵۸ حاشیہ بخاری شریف تحت مناقب فاطمہؑ ۱/۵۳۲) اور ان دونوں کا نکاح غزوہ بدر کے بعد ہوا ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ ان دونوں کا نکاح غزوہ اُحد کے بعد ہوا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اسلئے کہ حضرت حمزہؑ نے حضرت علیؑ کے اونٹوں کو اُحد سے قبل بدر کے بعد ذبح کیا تھا۔ دوسری روایت میں حضرت فاطمہؑ کی ۱۸ سال، حضرت علیؑ کی ۱۵ سال ہے نیز بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھی رخصتی کے وقت والدین محترمین کی طرف سے کچھ دینا ثابت ہے۔ ان میں سے رخصتی کے وقت ایک قیمتی ہار کا دینا بھی صحیح حدیث میں صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔ کہ غزوہ بدر میں قریش کے شتر سردار گرفتار ہو کر آئے تو ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب مکہ والوں نے ان قیدیوں کو چھڑانے کے لئے فدیہ بھیجا تھا تو صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر ابوالعاص کے فدیہ کے لئے وہ ہار بھی روانہ فرمایا تھا جس کو شادی کے وقت ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اپنے

مال میں سے دیا تھا، چنانچہ سید الکونین علیہ السلام نے وہ ہار دیکھا تو پہچان لیا اور اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا زمانہ یاد آیا، اور وہ ہار دینا بھی یاد آیا، جس سے زبردست رقت طاری ہو گئی۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو بہتر ہو گا کہ زینبؓ کے قیدی کو مفت میں رہا کر دو، اور اس کا ہار بھی اس کو واپس کر دو۔ اس پر تمام صحابہ نے بخوشی و رضا حضرت ابوالعاصؓ کو مفت میں رہا کر دیا، اور ساتھ میں حضرت زینبؓ کا ہار بھی واپس کر دیا۔ لیکن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوالعاصؓ سے فرمایا کہ تم مکہ پہنچ کر زینبؓ کو مدینہ روانہ کر دو۔ چنانچہ وعدہ کے مطابق انہوں نے حضرت زینبؓ کو مدینہ کے لئے روانہ فرما دیا۔ اور ادھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابیؓ کو ہدایت کر کے روانہ فرمایا کہ تم لوگ مکہ المسکرمہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ”وادی یانج“ میں جا کر زینبؓ کا انتظار کرو، جب وہ وہاں سے گذرے گی تو ان کو اپنے ساتھ لے کر آ جاؤ۔ حضرت زینبؓ مکہ المسکرمہ سے نکل کر ابھی ”وادی یانج“ تک نہیں پہنچ پائی تھیں کہ قریش کے ڈو اباش بہا بن الاسود اور ایک دوسرا شخص دونوں نے مقام ذی طویٰ میں آ کر حضرت زینبؓ کو پکڑا، اور اونٹنی کے اوپر سے نیچے مار گرایا۔ جس سے صاحبزادی حضرت زینبؓ کا حمل گر گیا۔ اسکی وجہ سے وفات تک تکلیف میں مبتلا رہیں۔ (بذل المجہود ۴/۲۳)

بہر حال سید الکونین علیہ السلام کی صاحبزادیوں کو بھی بوقت رخصتی کچھ سامان دیا گیا ہے۔ اور جو ہار شوہر کو قید سے چھڑانے کے لئے فدیہ میں دیا گیا ہے وہ معمولی قیمت کا نہ ہو گا۔ بعض لوگوں نے یہ تاویل بھی کی ہے کہ حضرت زینبؓ کی شادی نبوت سے پہلے ہوئی ہے۔ اس پر بہت سارے اشکالات

ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تینٹس سال کی عمر میں حضرت زینبؓ کی پیدائش ہوئی۔ اور چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی، اور نبوت کے سال حضرت زینبؓ کی عمر دس سال تھی۔ ملاحظہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینبؓ آپ کی صاحبزادیوں میں سے سب سے بڑی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تینٹس سال کی عمر میں پیدا ہوئی ہیں۔

زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ أَكْبَرُ بَنَاتِهِ وَلِدَاتُ وَلِيِّهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُونَ سَنَةً۔

(اسد الغابۃ ۶/۱۳۰ (نساجول الرسول ص ۱۳۹))

ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ صرف عقد نکاح ہو گیا ہو اور رخصتی بعد النہوت ہو شیار اور جوان ہونے کے بعد ہوئی ہو۔

حدیث و سیرت کی کتاہوں میں مختلف انداز اور مختلف طریقوں سے صاحبزادیوں کی شادی سے متعلق روایتیں ملتی ہیں۔ سب کو جمع کر نی کے بعد تعارض اور تضاد کو ختم کر کے حاصل یہ نکلتا ہے کہ چاروں صاحبزادیوں میں سے صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی شادی جوانی میں ہوئی ہے۔ اکثر روایات کے مطابق پندرہ سال پانچ مہینے یا پندرہ سال چھ مہینے کی عمر میں حضرت علیؓ سے شادی ہوئی ہے۔ اور ایک دوسری روایت کے مطابق اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت علیؓ کے ساتھ شادی ہوئی ہے۔

دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کا نکاح ابولہب کے لڑکوں کے ساتھ کافی کم عمری میں ہوا ہے۔ اور ان کا صرف عقد نکاح ہوا تھا، رخصتی نہیں ہوئی تھی، اور رخصتی سے پہلے جب سورہ تبت یذا نازل ہوئی تو ابولہب کے حکم سے دونوں لڑکوں نے طلاق دیدی تھی۔ اور ان دونوں سے

صاحبزادیوں کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ صرف عقدِ نکاح ہوا تھا، رخصتی نہیں ہوئی تھی، اسلئے کہ دونوں ابھی اس قدر جوان نہیں ہوئی تھیں کہ جس سے جوان شوہر کی جوانی کا حق ادا کر سکیں۔ پھر جوان ہونے پر ہجرت حبشہ سے پہلے حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی۔ اور اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی ہجرت بھی فرمائی۔ پھر غزوہ بدر کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہو جانے کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمانؓ کے ساتھ ہوا۔ اور یہ نکاح حضرت ام کلثومؓ کے کنوارے میں ہوا ہے۔ اس لئے کہ حضرت عثمانؓ سے پہلے حضرت ام کلثومؓ کا کسی مرد کے ساتھ بیوی بن کر رہنا نہیں ہوا تھا۔ اور یہ نکاح نبوت کے پندرہ سال کے بعد ہوا ہے۔

ان تینوں صاحبزادیوں کے بارے میں یہ بات واضح ہو گئی کہ شوہر کے ساتھ رہنے کا سلسلہ جوان اور ہوشیار ہونے کے بعد شروع ہوا ہے۔ اب بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی بات رہ جاتی ہے کہ ان کا نکاح نبوت سے پہلے ہوا یا بعد میں؟ اسی طرح یہ بھی سوال ہے کہ جوان اور ہوشیار ہونے کے بعد ہوا تھا یا کم عمری میں ہوا؟ تو اس سلسلہ میں حدیث و سیر کی تمام کتابوں کو چھان بین کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت زینبؓ کی پیدائش آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیس سال کی عمر میں ہوئی ہے۔ اور نبوت کے سال حضرت زینبؓ کی عمر دس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ جیسا کہ اوپر کے حوالوں سے واضح ہوتا ہے۔ پھر ہم نے حضرت ابوالعاصؓ کے ساتھ حضرت زینبؓ کے نکاح کے بارے میں غور کر کے دیکھا تو بعض لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ خالہ زاد بھائی حضرت ابوالعاصؓ کے ساتھ نبوت سے پہلے عقدِ نکاح ہوا ہے۔

لیکن اس کی صراحت نہیں ہے کہ نکاح کے ساتھ ساتھ رخصتی بھی ہونی تھی یا نہیں اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ وٹس سال کی لڑکی کا بالغ ہونا ممکن ہے مگر جوان شوہر کی جوانی کی ضرورت پوری کرنے پر قادر نہیں ہو سکتی۔ یا بالغ ہونے سے پہلے یہ نکاح ہوا تھا تو دونوں صورتوں میں حضرت زینبؓ کا ابو العاصؓ کے ساتھ صرف عقد نکاح ہوا تھا، رخصتی نہیں ہوتی تھی۔ پھر نبوت کے بعد جب حضرت زینبؓ جوان اور ہوشیار ہو کر شوہر کے لائق ہو گئیں تو باقاعدہ رخصتی ہو گئی تھی۔ اور اسی رخصتی کے وقت میں حضرت خدیجہؓ نے وہ قیمتی ہار دیا تھا جس کو زینبؓ نے ابو العاصؓ کو قید سے چھڑانے کے لئے بطور فدیہ روانہ فرمایا تھا۔

کوئی یہ بھی اشکال کر سکتا ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کو نو سال کی عمر میں حضورؐ کے ساتھ رخصت کیا گیا ہے تو حضرت زینبؓ کو رخصت کرنے میں کیا اشکال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ اپنی جوانی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے شادی نہیں کی تھی اس لئے کہ اس وقت حضورؐ کے پاس دوسری ازواج بھی موجود تھیں۔ بلکہ اس لئے اس شادی میں جلدی ہوئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت جبرئیل امینؑ نے حضرت عائشہؓ کو ایک کپڑے میں لیکر یہ کہہ کر پیش فرمایا ہے کہ یہ آپ کی بیوی ہے۔ اس کی صراحت بخاری شریف ۵۵۱/۱، مسلم شریف ۲۸۵/۲ میں موجود ہے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ اور یہ نکاح بھی جوانی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے نہیں ہوا ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دامادی تعلق قائم کر کے نسبت کا شرف حاصل کرنے کے

واسطے یہ نکاح فرمایا تھا۔ اس لئے ان دونوں واقعوں کے ذریعہ سے زینبؓ کے مسئلہ پر اشکال درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ کوئی بھی ماں باپ اپنی کم سن بچی کو جو جوان شوہر کی ضرورت پوری کرنے کے لائق نہیں ہے لیکر جوان مرد کے حوالہ کرنا گوارا نہیں کر سکتے۔

لہذا اس پوری تقریر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ زینبؓ کا نکاح اگر نبوت سے پہلے مان بھی لیا جائے تو رخصتی نبوت سے پہلے نہیں ہوئی بلکہ نبوت کے بعد رخصتی عمل میں آئی ہے۔ اور اسی وقت حضرت خدیجہؓ نے وہ قیمتی ہار اپنی بیٹی کو عطا فرمایا تھا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ دور نبوت سے پہلے اور دور نبوت کے بعد بھی رخصتی کے وقت والدین کی طرف سے اپنی لڑکی کو نکاح دینے کا دستور تھا۔ اور یہ بھی ماں باپ کے دائرہ اختیار کی چیز ہے۔ اس بارے میں کسی کو دخل جائز نہیں۔ لہذا یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ لڑکی کو رخصتی کے وقت ضروریات زندگی کا کوئی سامان نہ دیا جائے۔ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ لڑکی والوں پر سامان جہیز کے لئے دباؤ ڈالا جائے، بلکہ جہیز دینا نہ دینا ماں باپ کے اختیار میں ہے وہ اپنی بیٹی کو اپنی مرضی سے کم یا زیادہ جو چاہیں دیدیں یا کچھ نہ دیں۔ لڑکے والوں کو کمیتہ بن کر مطالبہ کرنے یا دباؤ ڈالنے یا دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

<p>حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کے فدیہ کے لئے سامان بھیجا تھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینبؓ نے ابو العاص ابن ربیعؓ کے فدیہ میں جو مال بھیجا تھا</p>	<p>عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا بَعَثْتُ أَهْلَ مَكَّةَ فِي فِدَاءِ أَسْرَائِهِمْ بَعَثْتُ زَيْنَبُ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي</p>
--	---

اس میں وہ بار بھی تھا جس کو حضرت خدیجہؓ نے شادی کے وقت حضرت زینبؓ کو دیکر شوہر کے یہاں رخصت فرمایا تھا، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بار کو دیکھا تو آپ پر سخت رقت طاری ہو گئی، اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ اگر تم زینب کے قیدی کو مفت میں چھوڑ دو اور اس کا بار اس کو واپس کر دو تو بہتر ہے۔ تو صحابہ نے بخوشی فرمایا کہ جی ہاں ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔

فَدَا أَبَا الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ
بِمَالٍ وَبَعَثَتْ فِيهِ بِقِلَادَةٍ لَهَا
كَانَتْ عِنْدَ خَدِيجَةَ أَدْخَلَتْهَا بِهَا
عَلَى أَبِي الْعَاصِ حِينَ بَنَى عَلَيْهَا
قَالَتْ فَلَمَّا رَأَاهَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقَّ لَهَا
رَقَّةً شَدِيدَةً وَقَالَ إِنِّي
رَأَيْتُمْ أَنَّ تَطْلِقُونَهَا أَسِيرَهَا
وَتَرُدُّونَهَا عَلَيَّ الَّذِي لَهَا
فَقَالُوا نَعَمْ الْخ (ابوداؤد شریف ۳۶۷)

مسند احمد بن حنبل ۲۷۶/۶، حدیث ۲۶۸۹۴، الروض ۱۶۳/۵، المعجم الکبیر ۲۲۶/۲۲، حدیث ۱۰۵،

الطبقات الکبریٰ ۲۶/۸، بذل المجموع سہندی ۲۳/۴

۲۔ حضرات صحابہ میں کچھ دینے کا دستور
حضرات صحابہ کرام میں بھی
لڑکیوں کو کچھ سامان دینے

کا دستور صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ غزوہ اُحد میں حضرت سعد بن زیدؓ شہید ہو گئے تو اس وقت ان کے ورثہ میں ان کی بیوی اور ان کی دو لڑکیاں اور ان کے بھائی موجود تھے۔ مگر ان کے بھائی نے ان کے تمام ترکہ پر قبضہ کر لیا، تو ان کی بیوی دونوں لڑکیوں کو لے کر دربار رسالت میں حاضر ہو کر کہنے لگیں، یا رسول اللہ! سعد بن زیدؓ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے اور ان کے بھائی نے تمام ترکہ پر قبضہ کر لیا۔ اور سعدؓ کی یہ دو لڑکیاں ہیں اور بغیر ایسے مال کے ان دونوں کی شادی ہو ہی نہیں سکتی جو بوقت رخصتی ان لڑکیوں کو دیا جاسکے۔ تو اس پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باپ کے ترکہ میں سے ان دونوں لڑکیوں کا اور بیوی کا جو شرعی حق ہے ان کو دلوانے کا فیصلہ فرمادیا۔ اس حدیث شریف میں حضرت سعد بن زیدؓ کی بیوی کے جملہ میں صاف لفظوں میں اس

بات کا ذکر موجود ہے کہ حضرات صحابہ کرام میں بھی لڑکیوں کو شادی کے وقت کم و بیش کچھ ساز و سامان دینے کا معمول رہا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ حضرت سعد بن ربیع کی بیوی۔ حضرت سعدؓ کی دونوں لڑکیوں کو لیکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر کہنے لگیں۔ یا رسول اللہ! سعدؓ کی یہ دو لڑکیاں ہیں ان کے باپ آپ کے ساتھ احد میں شہید ہو گئے۔ اور ان کے چچا نے ان کے سارے مال پر قبضہ کر لیا ہے اور ان کے لئے کوئی مال نہیں چھوڑا ان دونوں کی شادی مال کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔

عن جابر بن عبد اللہ قال سمعت امرأة سعد بن الربیع بابتیمها من سعد الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ہاتان ابنتا سعد بن الربیع قتل ابوہما معک یوم احد شہیدان و ان عتہما اخذ مالہما فلم یدع لہما مالا و لا تنکحان الا ولہما مال۔ الحدیث

(ترمذی شریف ۲/۲۹، مسند احمد ۲/۳۵۲، ابوداؤد ۲/۴۰۰، مشکوٰۃ شریف ۲/۲۶۴)

اور ان دونوں کیلئے کوئی ایسا مال نہیں چھوڑا جو ان پر شادی میں خرچ کیا جاسکے یا اس مال کے ذریعہ سے شوہروں کے یہاں رخصت کیا جاسکے اور بغیر مال عادت اور عرف اور رواج کے عزت کے ساتھ ہرگز انکی شادی نہیں ہو سکتی۔

ولم یدع لہما مالا ای لم یترک عتہما لہما مالا ینفق علیہما او تجہزاً بہ للزوج ولا تنکحان ای لا تزوجان عادة او غالباً اومع العزۃ الا لہما مال۔ (مرقات ۶/۱۷۴)

۳۔ مروجہ جہیز پر وباؤ کی لعنت

جہیز میں جو سامان دیا جاتا ہے وہ ماں باپ اپنی بیٹی کو اپنی مرضی اور خوشی سے

دیتے ہیں اس میں کسی کو کسی قسم کے دخل دینے کا کوئی حق نہیں اور وہ سارا سامان لڑکی کی حقیقی ملکیت ہوتا ہے۔ اور اسکو یہ بھی پورا پورا حق ہے جسے چاہے استعمال کی اجازت دے اور

جسے چاہے اجازت نہ دے نیز یہ بات بھی دنیا جانتی ہے کہ کوئی بھی مرد اپنی بیوی کے مال سے مالدار نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی بیوی کے مال سے دولت کی عزت ملتی ہے اور نہ ہی مال والی بیوی کے پاس کسی شوہر کو شوہر جیسی فوقیت کی عزت ملتی ہے بلکہ ہر وقت بیوی کے سامنے سرنیچا رکھنا ہوتا ہے۔ بالآخر شوہر کو بیوی کے سامنے ذلت و رسوائی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے علاوہ اور کوئی چیز ہاتھ نہیں آتی جب حالات ایسے ہیں تو پھر لڑکی والوں کے مال کے لالچ میں ان پر دباؤ ڈالنے والا کس قدر کمینہ اور گھٹیا شخص ہوگا۔ ہر شخص خود اندازہ لگائے۔ اسلئے جہنم کے سامان پر دباؤ ڈالنا کمینہ پن اور گھٹیا پن اور بعد کی زندگی کیلئے باعث لعنت ہے۔ اسلئے ہر مسلمان کو لڑکی والوں کے مال کے لالچ اور ان پر دباؤ سے اپنے آپ کو دور رکھنا لازم اور ضروری ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص مال کے لالچ میں کسی عورت سے شادی کرتا ہے اس کو بیوی کی سرکشی اور نافرمانی کے عذاب سے ڈوچار کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم عورتوں سے ان کے حسن و جمال کی بنا پر نکاح مت کرو بہت ممکن ہے کہ ان کا حسن انہیں اترا ہٹ اور ہلاکت میں ڈال دے اور عورتوں سے ان کے مال کے لالچ میں نکاح نہ کرو بہت ممکن ہے کہ ان کا مال انہیں سرکشی اور نافرمان بنادے جو تم کو ہمیشہ مہلکتا پڑ جائے۔ لیکن تم عورتوں سے ان کی دینداری کو دیکھ کر نکاح کرو اور یقیناً کان کٹی کالی دیندار باندی مالدار حسین عورتوں سے بہتر اور افضل ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزوجوا النساء لحسنہن فَعَسَىٰ حَسَنُهُنَّ اَنْ يَّرْدِيَهُنَّ وَلَا تَزَوْجُوهُنَّ لِأَمْوَالِهِنَّ فَعَسَىٰ أَمْوَالُهُنَّ اَنْ تَطْفِئَهُنَّ وَلَٰكِنْ تَزَوْجُوهُنَّ عَلَى الدِّينِ وَلَا مَـَٔ خَرْمًا سَوَدًا وَذَاتُ دِينٍ أَفْضَلُ۔ الْحَدِيثُ

(ابن ماجہ شریف / ۱۲۳)

۴۔ کمیٹہ پن اور گھسری بربادی

بعض لوگ بیوی کے مال کے لاپرواہی میں اس قدر کمیٹہ اور گھٹیا بن جاتے

ہیں کہ جہیز میں شوہر کی خواہش کے مطابق سامان نہ لاسکے پر کمیٹہ شوہر بیوی پر شکوہ شکایت کا سلسلہ شروع کر دیتا ہے اسے ستانے لگتا ہے بالآخر شوہر کے یہاں اس کی زندگی تنگ ہو جاتی ہے اور مجبور ہو کر اپنے خاندان کے لوگوں کو شوہر کے مقابل لاکر کھڑا کر دیتی ہے۔ پھر دونوں خاندان سڑکوں پر نکل آتے ہیں اور دنیا کے سامنے دونوں طرف کے لوگوں کی عزت لٹ جاتی ہے۔ پھر اصل موضوع اور اصل بات چھوڑ کر اپنی اپنی ناک بچانے کی باتوں میں پڑ جاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ساہا سال تک دونوں طرف لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے یا طلاق کے ذریعے سے گھر کی بربادی ہوتی ہے۔ اللہ پاک ہم تمام مسلمانوں کی اس لعنت سے حفاظت فرمائے۔ آمین

۵۔ دولہا کا مہر دلہن کا نہیں اور مرد کی ذلت

ہمارے مسلمانوں میں ایک خطرناک بلا اور مصیبت عام ہوتی جا رہی ہے جسکی

ابتداء بعض پسماندہ علاقہ سے ہوئی تھی اب آہستہ آہستہ دیگر علاقوں میں بھی پھیلتی جا رہی ہے وہ مصیبت یہ ہے کہ لڑکے والے بے شرم اور بے غیرت بن کر لڑکی والوں پر مطالبہ رکھتے ہیں کہ اگر اتنا پیسہ یا اتنی جائیداد ہمارے لڑکے کو پیشگی دو گے تب تو ہم آپ کی لڑکی لے سکتے ہیں ورنہ ہم آپ کی لڑکی نہیں لے سکتے۔ حالانکہ اس طرح کے مطالبہ کا حق لڑکی والوں کو لڑکی کے مہر کے متعلق ہونیکا ہوتا ہے۔ اب معاملہ الٹا ہو کر بجائے لڑکی کے مہر کے لڑکے کے مہر کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ اب ایسے حالات میں یہ امت فلاح یا ب کیسے ہو سکتی ہے اور ایسے گھرانہ میں خیر و برکت کہاں سے آئے گی۔ بھائیو! ایک بات یاد رکھو کہ دنیا میں مفت خور جس کی نگاہ دوسروں کی جیب پر رہتی ہے وہ ہمیشہ ذلیل و خوار، محتاج ہو کر ذلت کے عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص مال کے لالچ میں کسی عورت سے نکاح کرتا ہے۔ اس کو

محتاجی کی ذلت اٹھانی پڑتی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی عورت سے اس کی عزت و بلندی کو دیکھ کر نکاح کرتا ہے اللہ پاک اس کو ذلت و رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں دیگا اور جو شخص کسی عورت سے مال کے لالچ میں نکاح کرتا ہے تو اللہ کی طرف سے اس کو فقر اور محتاجی کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم من تزوج امرأة لعنہا
لم یزده الله الا ذللاً ومن تزوجها
لعمالہا لم یزده الله الا فقراً

(المعجم الاوسط حدیث ۲۳۴۲)

(نسخہ قدیم ۲۳۶۳)

اللہ پاک ہم مسلمانوں کی اس لعنت سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

۶۔ شادی کے بعد تین قسم کے لوگوں کی شرمندگی و ندامت

عورت سے کسی غرض اور لالچ کی بنیاد پر نکاح کرنے والے کو نکاح کے بعد شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے یہ سمجھ کر نکاح کر لیتا ہے کہ اس عورت سے اپنی غرض پوری ہو جائے گی۔ اور بعد میں اس غرض کے پوری ہونیکے بجائے معاملہ اٹا ہو کر غرض اور مقصد سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور خود وہی عورت اس کیلئے وبال بن جاتی ہے اور پھر زبردست ندامت اور شرمندگی کا شکار ہو جانا پڑتا ہے۔ حضرت امام طبرانیؒ نے المعجم الاوسط میں حضرت انسؓ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو خود غرضی اور نیتوں کی خرابی کی بنیاد پر نکاح کے بعد ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

① وہ شخص جو کسی عورت سے صرف اسلئے نکاح کرتا ہے کہ اس عورت سے عزت اور ترقی ملیگی مثلاً عورت زیادہ تعلیم یافتہ اور ڈگری یافتہ ہے یا زیادہ ہنرمند یا بڑے عہدہ پر فائز ہے۔ اب یہ اسلئے نکاح کرتا ہے کہ عورت کی ڈگری اور منصب اسکے لئے عزت اور بلندی کا

باعث بنے گا۔ مگر شادی کے بعد معاملہ اُلٹا ہو جاتا ہے۔ ایسی عورت شوہر کو وہ مقیم بھی نہیں دے گی جو ایک شوہر کو بیوی کی طرف سے ملا کرتا ہے۔ ہر وقت اپنا سرا و نچا رکھ کر شوہر کا سر نیچا کر نیکی کو شش کرے گی۔ نتیجتاً شوہر کو ذلت و خواری و رسوائی کے علاوہ کچھ بھی نہیں دے گی۔

② وہ شخص جو عورت کے مال کے لالچ میں نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مالدار کی بجائے فقیری اور محتاجی کی سزا دے دو چار کر دیگا۔ آج کل دیکھنے میں آتا ہے کہ ہمارے نوجوان وہیں شادی کر نیکی کو شش کرتے ہیں جہاں سے جہیز کا سامان زیادہ مل سکتا ہے لڑکی کی رخصتی کے وقت دیکھنے میں آتا ہے گویا کہ لڑکی والوں کی ترقی کر کے بجا رہے ہیں۔ ایسے جہیز کے سامان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی برکت نہیں ہوتی، چند دنوں میں وہ سامان ادھر ادھر ہو کر بسطرح ضائع ہو جاتا ہے پتہ بھی نہیں چلتا۔ اور نہ ہی اسکی کوئی قدر ہوتی ہے اور یہی بیوی کے سامان کا لالچ شوہر کی زندگی کیلئے نحوست کا باعث بن جاتا ہے۔ اور فقر اور محتاجی کا عذاب مُسلط ہو جاتا ہے۔

③ جو شخص کسی عورت سے خاندانی برتری کو دیکھ کر نکاح کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس سے نکاح کر کے برتری حاصل کر لوں گا تو اللہ تعالیٰ اسے برتر بنانے کے بجائے کمتر اور کمینہ بنا دیتا ہے عورت اور عورت کے خاندان کے سامنے نہایت گھٹیا اور کمینہ بن کر رہنا ہوتا ہے۔

۱۰ شادی کے بعد تین قسم کے لوگوں کی عزت

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کو نکاح کے بعد عزت اور خوشگوار زندگی ملتی ہے۔

① وہ شخص جو اپنی نگاہ کی حفاظت کیلئے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نکاح کو اس کی نگاہ اور گناہ کی حفاظت کا ذریعہ بنا دے گا۔

② وہ شخص جو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کیلئے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نکاح کو اسکی

شرمگاہ کی حفاظت اور عزت کی زندگی کا ذریعہ بنادینگا۔

(۳) وہ شخص جو کسی بے سہارا عورت سے اسلئے نکاح کرتا ہے کہ اس بے سہارا عورت کیلئے سہارا بن جائے اور اس سے نکاح کر نیکے بعد اس کے ساتھ صلہ رحمی اور ہمدردی کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے نکاح کو میاں بیوی دونوں کیلئے خوشگوار زندگی کا باعث بنا دیتا ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من تزوج امرأة لعزها لم یزده
الله الا ذلًا. ومن تزوجها لما لها
لم یزده الله الا فقرًا، ومن
تزوجها لحسبها لم یزده الله الا
دناءة، ومن تزوج امرأة لم یرد
بها الا ان ینقض بصره او یخصن
فرجہ، او یصل رحمہ
بادک الله له فیہا وباسرک
لہا فیہ۔

(الترغیب والترہیب ۳/۳۰۱ حدیث ۱۷۱)

المعجم الاوسط للطبرانی ۳/۱۷۸

حدیث ۲۳۶۳
نسخہ جدید حدیث (۲۳۴۲)

حضرت انس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی عورت سے صرف اسکی عزت و بلندی کی وجہ سے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس عورت سے نکاح کے بعد اس مرد کو ذلت و رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں دیگا اور جو شخص کسی عورت سے مال کے لالچ میں نکاح کرتا ہے تو اللہ کی طرف سے اس کو فقر اور محتاجی کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آئیگا۔ اور جو شخص کسی عورت سے خاندانی بلندی اور حسب و نسب کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اس کو اللہ کی طرف سے دنارت اور گھٹیا پن کے علاوہ کچھ بھی ہاتھ نہ آئیگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی عورت سے اپنی نگاہ کی حفاظت کیلئے اس سے نکاح کرتا ہے یا اپنی شرمگاہ کی حفاظت کیلئے نکاح کرتا ہے۔ یا عورت کے ساتھ صلہ رحمی اور اسکا سہارا بننے کیلئے نکاح کرتا تو اللہ تعالیٰ اس مرد کیلئے اس عورت میں خیر و برکت اور خوشگوار زندگی عطا فرماتا ہے اور اس عورت کیلئے اس مرد کیساتھ خیر و برکت اور خوشگوار زندگی نصیب فرماتا ہے۔

۵۔ جہیز کا منظر اور لڑکی والوں کی قُرقی | شادی کے دن جب بارانی لڑکی کو بیکرواپس آتے ہیں تو

دیکھنے کا منظر جو سامنے آتا ہے وہ عجیب و غریب ہوتا ہے، بسوں اور ٹرالیوں اور ٹھیلوں پر جو سامان لڑکی والوں کے یہاں سے لڑکے والے لیکر جاتے ہیں اُسے دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ آج لڑکی کی شادی کیا ہوئی بلکہ لڑکی والوں کے گھر کی قُرقی کی جا رہی ہے تو ایسے حالات میں ہم کو خوشحالی کی زندگی کہاں سے نصیب ہوگی۔ گھر کی ساری دولت ایک بیٹی کی شادی میں اڑادی، مزید اوپر سے مقروض ہو گئے، آئندہ اور بھی لڑکیاں ہیں، اُن کی بھی شادی کرنی ہے، کہاں سے لائیں کیسے کریں۔ نہایت اخراجات فوری کا ماحول ہے۔ حالانکہ جہیز میں صرف اتنا سامان دینا چاہئے جتنا سہولت سے ہو سکے۔ شادی کے بجائے بربادی اور خوشی کے بجائے غمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسلئے اس کو ختم کرنے کے لئے مسلمانوں کی ہر برادری میں ایک پنچایت بن جانی چاہئے۔ اور اس پنچایت کا کام یہ ہو کہ لڑکی والوں کو اپنی حیثیت سے بڑھ کر سامان نہ دینے دیں اور لڑکے والوں کو جہیز پر دباؤ کی صورت میں کسی سزا کا مستحق بنائیں۔ اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

جہیز کی نمائش

بہت سی ایسی جگہ بھی نکاح پڑھانے کا اتفاق ہوا، جہاں دیکھنے میں آیا کہ سڑک کے کنارے یا کسی ہال میں کپڑے، برتن، دیگر مختلف ساز و سامان کے ساتھ زیورات کے سیٹ بھی مختلف انداز سے کھلے ہوئے نظر آئے۔ دُور سے دیکھ کر یہ سمجھ میں آیا کہ شاید یہاں کوئی عمدہ ترین کپڑے کی دوکان ہے۔ جب قریب آئے تو اس میں کپڑے کے علاوہ دیگر مختلف سامان بکھرے پڑے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ سامان

ہیں جو لڑکی والوں کی طرف سے جہیز کے طور پر دیا جا رہا ہے۔ اور ہر دیکھنے والا یہ خطرہ بھی محسوس کر سکتا ہے کہ جہیز کے ساز و سامان کی ایسی نمائش خود سامان کے لئے خطرہ کا باعث بن جائے۔ پتہ نہیں کس کے دل و دماغ میں کیا خیال ہو۔ کوئی چور ڈکیت پہلے ہی سے بھانپ لے، اور کسی بھی موقع پر ایسے سامان پر غلط حملہ ہو جائے، اور لڑکی والے بڑے فخر اور ریاکاری کے ساتھ سامان کی نمائش دکھا کر لڑکے والوں کے حوالہ کرتے ہیں۔ یہ لڑکی والوں کی غلطی ہے۔ اس کا گناہ لڑکی والوں پر ہو گا۔

اس طرح دنیا کو نمائش دکھا کر سامان دنیا سخت ترین ریاکاری ہے۔ اور ریاکاری گناہ کبیرہ ہے۔ ہونا یہ چاہئے تھا کہ اگر اپنی بیٹی کو رخصتی کے وقت ضروریات زندگی کا کچھ سامان دینا ہے تو خاموشی کے ساتھ لڑکے کے ذمہ دار افراد کے حوالہ کر دیا جائے اور یادداشت کے لئے سامان کی ایک فہرست بھی حوالہ کر دی جائے۔ اسی طرح یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ لڑکے والے دولہن کے لئے جو بڑی کے کپڑے اور جوڑے اور زیورات لاتے ہیں ان کی انچھیوں کو جمع میں لا کر کھول دیتے ہیں۔ ہر طرح کے لوگوں کو دکھاتے پھرتے ہیں، یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں، اور ساتھ میں سخت ترین ریاکاری بھی ہے۔ یہاں بھی یہی ہونا چاہئے تھا کہ جو سامان دولہن کو پہنانے کے لئے لایا گیا ہے، نہایت خاموشی کے ساتھ دولہن کے ذمہ دار افراد کے حوالہ کر دیا جائے۔ لیکن اس کے برخلاف منظر عام پر لا کر نمائش کی جاتی ہے۔ جو بھی آ رہا ہے جابین کے سامان کی زیارت کر رہا ہے۔ ایسی ریاکاری اور نمائش میں شرعی نقصان بھی ہے، اور غلط لوگوں کی نگاہوں میں آنے سے مالی نقصان بھی ہے۔

حدیث شریف میں ریاکاری اور نمائش کی سخت وعید آئی ہے :-

عن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ | حضرت جندب بن عبد اللہ عجل رضی اللہ
 یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم | تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا

مَنْ سَمِعَ سَمِعَ اللَّهُ بِهِ وَمَنْ يَرَاهُ
يَرَاهُ اللَّهُ ۝ (بخاری شریف حدیث ۲۵۰۰)
۹۶۲ م ۱۲۲۲ ترمذی ص ۶۳
مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۴

کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ
جو شخص دنیا میں اپنے کام کو شہرت دیتا ہے
اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیبوں کو شہرت
دیگا۔ اور جو شخص دنیا میں اپنے نیک کاموں
کی نمائش کر کے دکھاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت
کے دن اس کے عیبوں کی نمائش دکھائیگا۔

ایک دوسری حدیث شریف میں اس سے بھی زیادہ سخت وعید آئی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَنْ سَمِعَ النَّاسَ بِعَمَلِهِ سَمِعَ اللَّهُ بِهِ
أَسَامِعَ خَلْقِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَحَقَرَهُ
وَصَغَّرَهُ۔

(معجم الاوسط حدیث ۲۹۸۲ ص ۱۳۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے
کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ جو شخص اپنے عمل کی شہرت دیگر لوگوں کو سناتا
ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کے
کانوں تک اس کے عیبوں کی شہرت سنائیگا
اور تمام مخلوق کے سامنے اس کو حقیر اور ذلیل
بنا کر پیش کرے گا۔ (مرقاۃ المفاتیح ص ۶۵)

کیا جہیز میراث کی ذمہ داری ادا ہوگی؟

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں اور کہتے بھی ہیں کہ لڑکی یا بہن کی شادی کے موقع پر
جہیز کے نام سے جو کچھ دیتے ہیں وہ میراث کا عوض اور بدلہ ہے۔ لہذا باپ کے
مرنے کے بعد باپ کی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ملیگا، جو کچھ دینا تھا شادی
کے وقت میں دیا جا چکا ہے۔ یہ ہماری اسلامی شریعت اور اسلامی معاشرہ

کی بد قسمتی اور بد نصیبی ہے کہ ہم اس طرح کی حیلہ بازی کے ذریعہ سے بہنوں اور بیٹیوں کو ان کے واجبی حق سے محروم کر دیتے ہیں، اور ان ضعیف اور کمزوروں کا حق مار لیتے ہیں۔ جہیز کے سامان دینے سے ان کی میراث کا حق کبھی بھی کسی حال میں ختم نہیں ہوگا۔ ان کا حق بدستور باقی رہتا ہے۔ بعض جگہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر لڑکی یا بہن اپنے باپ یا ماں کے ترکہ میں سے میراث کا حق مانگتی ہے تو اس لڑکی یا بہن سے رشتہ ناطہ سب کچھ ختم کر دیا جاتا ہے۔ آمد و رفت بند کر دی جاتی ہے۔ خاندان اور کنبہ میں اس کو بدنام کیا جاتا ہے۔ یاد رکھیے ایسے خاندان اور ایسے کنبے اپنے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالتے ہیں۔

حدیث پاک میں اس طرح حق مارنے والے کے لئے سخت ترین عذاب اور وعید آئی ہے۔ چنانچہ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کا ایک بالشت حق مارتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالے گا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کا ایک بالشت حق، ناحق لے لیتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسکے گلے میں سات زمین کا طوق ڈالے گا۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَخَذَ مِنْ حَقِّ
أَمْرٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ شَيْئًا
بِغَيْرِ حَقٍّ طَوَّقَهُ اللَّهُ تَعَالَى
يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعَ أَرْضِينَ.

(معجم الاوسط حدیث ۸۳۸۳ ص ۱۶۷)

وحدیث ۵۵۱۹ ص ۱۳۷، مسلم شریف ص ۳۳، بخاری شریف حدیث ۲۳۸۸ ص ۳۳۱)

ایک دوسری حدیث شریف اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی وارث کو حصہ میراث سے محروم کر دیتا ہے، اور وارث کی میراث کے حق کو ہڑپ کر لیتا ہے، قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو جنت کے حصہ سے محروم کر دیگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وارث کی میراث کو دینے سے راہ فرار اختیار کرتا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کی میراث سے محروم کر دے گا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَرَّ مِنْ مِيرَاثٍ وَارِثِهِ قَطَعَ اللَّهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(سنن ابن ماجہ الباب الوصیۃ ص ۱۹۴)

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۶)

مہر کی ذمہ داری زیورات سے پوری نہیں ہوتی

ہمارے معاشرہ میں ایک کمی یہ ہے کہ مہر کی ادائیگی کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی ہے جتنی شادی کے وقت مہر سے الگ زیور چڑھانے کی ہوتی ہے۔ حالانکہ مہر اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ایسی ذمہ داری ہے جس کے ادا نہ ہونے کی صورت میں اللہ کے یہاں سخت پکڑ اور عذاب کا مستحق ہونا پڑیگا۔ اس لئے سب سے پہلے مہر کی ادائیگی کی کوشش ہونی چاہئے، اور مہر کی ادائیگی کے لئے آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ جو زیورات شادی کے موقع پر دلہن کو دیئے جاتے ہیں

ان کو مہر میں شامل کر دیا جائے اور ساتھ میں واضح کر دیا جائے کہ یہ زیور مہر میں دیا گیا ہے۔ اور مقدار مہر پوری ہو جانے کے بعد باقی جو مرضی ہو وہ دیدے۔ اس سے زندگی بھر بیوی کے قرضہ کا جو بھار شوہر کے اوپر رہتا ہے وہ شروع ہی سے ختم ہو جائے گا۔ اور مہر ادا نہ کرنے کے عذاب سے نجات مل جائے گی۔ غریبوں اور پسماندہ لوگوں کے یہاں مہر کم سے کم باندھنا چاہئے تاکہ سہولت سے ادا کر سکے، اور جو کچھ مہر مقرر ہو جائے اس کو زیور کی شکل میں فوراً ادا کر دیا جائے۔ اور عربوں کے یہاں آج بھی یہی دستور ہے کہ جو کچھ مہر باندھا جاتا ہے اس کا بازار سے زیور خرید لیا جاتا ہے، اور دلہن کو اسی مہر کے زیورات پہنا کر نکلتا کیا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں بعض قبیلے اور بعض علاقہ میں یہ دستور ہے کہ دونوں خاندان چاہے کتنے بڑے سرمایہ دار کیوں نہ ہوں، مگر جب مہر باندھنے کا مہر آتا ہے تو بہت معمولی مقدار مہر باندھتے ہیں۔ جب ان سے ترغیبی انداز سے یہ کہا جائے کہ یہ مہر آپ کے خاندان کا مہر مشل نہیں ہے۔ آپ نے تو صرف شادی ہال میں بھی کئی لاکھ روپیہ خرچ کر دیئے۔ آپ جیسوں کو مہر اُمّ حبیبہؓ باندھنا چاہئے۔ تو وہ بیچارے یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم مہر تو کم باندھتے ہیں لیکن اس کی تلافی زیورات سے کر دیتے ہیں۔ کئی لاکھ روپیہ کے زیورات دیدتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان بھائیوں کو اس حقیقت اور شرعی ذمہ داری سے واقفیت نہیں ہے کہ اللہ کے یہاں سب سے زیادہ اہمیت مہر کی ہے۔ دوسری چیزوں کی نہیں۔ اسی وجہ سے بہت سے علاقے اور برادریوں میں مہر ادا کرنے کا رواج ہی نہیں ہے۔ ایک رسمی چیز بن کر رہ گئی ہے، اور اس کے برخلاف مہر سے ہٹ کر زیور چڑھانے کو لازمی فریضہ سمجھتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ زیورات کی وجہ سے شرعی مہر کی ذمہ داری ادا نہیں ہو سکتی۔ اور اللہ کے یہاں

مرد کے لئے بیوی کو حلال کرنے کا ذریعہ مہر ہی کو قرار دیا ہے۔ اس لئے خوش دلی کے ساتھ مہر ادا کرنے کا حکم ہے۔ اللہ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے۔

وَاتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ
(سورہ نسا آیت ۴) | عورتوں کو ان کا مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو یا کرو۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ نے جن شرائط اور لوازمات کے ذریعہ سے عورتوں کو مردوں کے لئے حلال فرمایا ہے ان میں سب سے اہم ترین شرط مہر ہے۔ اس لئے مہر کے بغیر کوئی نکاح وجود میں نہیں آسکتا۔ اگر کہیں مہر کا نام بھی نہ لیا جائے تو منجانب اللہ خود بخود مہر مثل واجب ہو جاتا ہے۔ اس لئے شادی کے اخراجات میں اللہ کے نزدیک سب سے اہم ترین خرچ مہر کا خرچ ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل
فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تم شادی کے
اخراجات میں جن شرائط کو پورا کرتے ہو
ان میں سب سے اہم اور لازمی شرط اس مہر کا
ادا کرنا ہے جس کے عوض میں عورت کا بدن
تمہارے لئے حلال ہوتا ہے۔

عَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَحَقُّ مَا أَوْفَيْتُمْ مِّنَ
الشُّرُوطِ أَنْ تُؤْفُوا بِهِ مَا
اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ۔
(بخاری شریف حدیث ۴۹۵۷، ۴۹۵۸،
حدیث ۲۶۴۲، ۳۴۶۱)

تِلک کی نحوست اور معاشرہ کی بربادی

ہمارے برصغیر میں دلہن کے والدین کی طرف سے داماد کو نقدی روپیہ دینے کی رسم جاری ہے۔ اس کو تِلک کہا جاتا ہے۔ اور یہ رسم برصغیر کے غیر مسلموں میں رائج تھی۔ لیکن خاص طور پر ہمارے ہندوستان میں ہندو مسلم کا معاشرہ میں کافی حد تک اختلاط ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ غیر مسلم مسلمانوں کا معاشرہ اختیار نہیں کرتے۔ لیکن مسلمان غیر مسلموں کا معاشرہ، رہن سہن اور ان کی رسومات کے اختیار کرنے میں ذرا بھی غیرت نہیں کرتے۔ جس کے نتیجے میں ان کے یہاں کی رسومات بھی مسلمانوں کے معاشرہ میں رفتہ رفتہ داخل ہوتی گئیں۔ آج صورت حال یہ ہے کہ بعض پسماندہ علاقہ میں مسلمانوں میں شادی اس وقت تک نہیں ہو پاتی ہے کہ جب تک لڑکی والوں کی طرف سے ایک خطیر رستم تِلک کے نام سے داماد کو پیشگی نہ دی جائے۔ اور اس رستم کے مطالبہ میں داماد کی طرف سے ذرا سی بھی غیرت اور شرم کا پاس و لحاظ تک نہیں ہوتا۔ بعض لوگ باقاعدہ مقابلہ کر کے وصول کرتے ہیں، کہ تمہاری لڑکی کو اس وقت تک دلہن بنا کر نہیں لاسکتے، جہتک تم ہم کو اتنی رستم پیشگی نہ دو گے۔ یہ مصیبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ بعض لوگ تنگ آ کر اپنی بچٹیوں کو چلتے پھرتے کسی کے بھی ہاتھ پکڑا دیتے ہیں اور بے سہارا لڑکیاں غیر محرم کے ساتھ دوسرے علاقوں میں پہنچ جاتی ہیں۔ کوئی کسی ہندو کے پاس نظر آتی ہے، کسی کی عصمت فروشی کی جا رہی ہے۔ اور کسی کو دوسرے کے ہاتھ پیسے لیکر فروخت کیا جا رہا ہے۔ اور کسی لڑکی سے کوئی شخص مختصر وقت کے لئے نکاح کر لیتا ہے، پھر وہ طلاق دیدیتا ہے۔ وہ ماری ماری پھرتی ہے۔ نہ اس کا کوئی محرم ہے اور نہ اس کا کوئی سہارا ہے۔

پھر وہ دوسرے سے نکاح کر لیتی ہے۔ کچھ دن رکھ کر وہ بھی طلاق دیدیتا ہے۔ بعض بعض واقعات تو ایسے شرمناک سننے میں آتے ہیں کہ افسوس کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اسکے برعکس مسلم ملکوں اور عرب دنیا میں یہ دستور ہے کہ ساری ذمہ داریاں داماد کے سر ہوتی ہیں۔ مہر بھی نقد ادا کرنا ہوتا ہے۔ بعض جگہ مزید لڑکی والوں کے یہاں کچھ معقول قسم بھی بھیجی جاتی ہے تاکہ لڑکی والے لڑکی کو رخصت کرنے میں اس پیسے سے تعاون حاصل کر سکیں۔ پھر اس پیسے کا سامان لڑکی کو رخصت کرتے وقت داماد کو دیدیتے ہیں۔ اس کو عرب دنیا میں ”دستیمان“ کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل شامی کراچی ۳/۱۵۸ شامی ذکر یا ۴/۳۱۰ البحر الرائق ۳/۱۸۶ میں موجود ہے۔ اسی وجہ سے یہ کہیں سننے میں نہیں آتا کہ کوئی عرب عورت یا عربوں کی لڑکیاں ادھر سے ادھر ہوتی ہوں۔ حتیٰ کہ عجمی مسلمان کے ساتھ عربی لڑکی کی شادی بھی نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ان کی لڑکیوں کی پوزیشن اتنی کمزور ہے اور نہ ہی لڑکیوں کی شادی میں ماں باپ کے سر پر ناقابلِ برداشت خرچہ کا بار ہوتا ہے۔ وہاں کا معاملہ یہاں کے معاملہ سے بالکل الٹا ہے۔ بعض جگہ تو ایسا ہے کہ لڑکی والے مہر کے علاوہ بھی قسم مانگتے ہیں کہ مہر کے علاوہ اتنی قسم دو گے تو ہماری لڑکی ملے گی ورنہ ہم اپنی لڑکی نہیں دیں گے۔ فقہاء نے اس طرح شرط لگا کر پیسہ لینے کو رشوت کہا ہے۔ اور رشوت حرام اور ناپاک مال ہے۔ اور اس کے برعکس ہمارے یہاں داماد کی طرف سے تملک کے نام سے اس رشوت کا مطالبہ ہوتا ہے، یہ حرام اور ناپاک مال ہے۔ اس کو واپس کرنا واجب ہے۔ ہر علاقہ کے ذمہ دار علماء اور اہل دانش کا فریضہ ہے کہ ہر طرف سے اس قسم کی حیا سوز رسموں کو مٹانے کے لئے آواز اٹھائیں۔ عمومی اجتماعات اور جلسوں میں اس کی خرابیاں عوام کے ذہنوں میں آلی جائیں

اور خصوصی اور انفرادی مجلسوں میں اس کی برائیوں کے تذکرہ کا سلسلہ جاری کیا جائے۔ تاکہ عام و خاص ہر طبقہ کے مسلمانوں کے ذہنوں میں اس منحوس ترین رشوت کی نفرت بیٹھ جائے۔ اور معاشرہ میں عمومی طور پر نفرت کے ساتھ اس کا نام لیا جائے۔ پھر کوئی شخص اس کا مطالبہ زبان پر نہ لاسکے۔ حدیث پاک میں اس طرح رشوت لینے پر سخت لعنت آئی ہے۔ نیز بخوشی دینے والے پر بھی لعنت ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور بخوشی دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ
لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الرَّاشِيَّ وَالْمُرْتَشِيَّ
هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ (ترمذی شریف ۲۳۸/۱)

ابوداؤد شریف ۵۰۴/۲

مطالبہ سے رستم لینے کو فقہاء نے رشوت لکھا ہے۔ اور ایسی رستم دینے والے کو واپس لینے کا حق ہے۔ اور لینے والے پر واپس کرنا واجب ہے۔ اگر لڑکی والوں نے رخصت کے وقت داماد سے کچھ لیا ہے، تو داماد کیلئے اُسے واپس لینے کا حق ہے۔ اسلئے کہ وہ رشوت ہے۔

وَلَوْ أَخَذَ أَهْلُ الْمَرْأَةِ شَيْئًا
عِنْدَ النَّسَلِيمِ فَلِزَّوْجٍ أَنْ
يَسْتَرِدَّهٗ لَا تَبَّ لَهُ رِشْوَةٌ

(شامی کراچی ۱۵۶/۳، شامی زکریا ۳۶۴)

البحر الرائق کراچی ۱۸۷/۳

نیز فقہار نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص مجبور ہو کر رشوت دیتا ہے تو رشوت دینے والا گنہگار نہیں ہوگا، اور لینے والے پر لعنت ہوگی، اور اس پر واپس کرنا بھی لازم ہے۔

ظالم حاکم کو اپنی جان و مال کی طرف سے ظلم کو دور کرنے کے لئے اور اپنے ذاتی حق کو حاصل کرنے کے لئے مال و پیسہ دینا دینے والے کے حق میں رشوت نہیں ہے۔ اس رشوت کی ساری لعنت لینے والے ظالم پر ہوگی۔

دَفْعُ الْمَالِ لِلْسلْطَانِ الْجَبَّارِ
لِدَفْعِ الظُّلْمِ عَنْ نَفْسِهِ وَمَالِهِ
وَلَا سِتْخَرَجَ حَقٌّ لَهُ لَيْسَ بِرِشْوَةٍ
يَعْنِي فِي حَقِّ الدَّافِعِ -
(مشامی کراچی ۶/۲۲۳)

نیز جس کے پاس حرام و رشوت کا مال پہنچا ہو اس پر واجب ہو جاتا ہے کہ جس کا مال ہے اسی کو واپس کر دے۔

اگر بغیر عقد کے بطور رشوت اس مال کو لیا ہے تو وہ اس مال کا مالک نہیں ہوگا، اور اس پر وہ مال مالک کو واپس کر دینا واجب ہے، اگر مالک مل جائے۔

إِنْ أَخَذَهُ مِنْ غَيْرِ عَقْدٍ لَمْ يَمْلِكْهُ
وَيَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُ عَلَى مَالِكِهِ
إِنْ وَجَدَ الْمَالِكَ -
(بذل المجہود مہندی ۱/۳۷)

اللہ پاک ہم تمام مسلمانوں کو غیروں کی رسموں سے محفوظ فرما کر اسلامی شریعت کے مطابق حرام سے دور رہ کر اپنی مرضیات پر چلنا آسان فرمائے۔ آمین
يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا : عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كَلِمَةٍ

عرب دنیا میں جہنم کا کیا تصور؟

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ نے ملک شام کے ایک بزرگ شیخ عبدالفتاح کا جہنم کے مسئلہ میں تبادلہ خیال کے موقع پر عبرتناک تاثر نقل فرمایا ہے جو ذیل میں درج ہے۔ شاید اس سے کسی مسلمان کو فائدہ ہو۔

چند سال پہلے شام کے ایک بزرگ شیخ عبدالفتاح یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اتفاق سے ایک مقامی دوست بھی اسی وقت آگئے۔ اور جب انہوں نے ایک عرب بزرگ کو بیٹھتے ہوئے دیکھا تو ان سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ میری دو بیسٹیاں شادی کے لائق ہیں، دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی شادی کے اسباب پیدا فرمادے۔ شیخ نے ان سے پوچھا، کیا ان کے لئے کوئی مناسب رشتہ نہیں مل رہا ہے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ رشتہ دونوں کا ہو چکا ہے، لیکن میرے پاس اتنے مالی وسائل نہیں ہیں کہ ان کی شادی کر سکوں۔ شیخ نے یہ سن کر انتہائی حیرت سے پوچھا: وہ آپ کی لڑکیاں ہیں یا لڑکے؟ کہنے لگے کہ لڑکیاں ہیں۔ شیخ نے سراپا تعجب بن کر کہا: لڑکیوں کی شادی میں مالی وسائل کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس انہیں جہنم میں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ شیخ نے پوچھا جہنم کیا ہوتا ہے؟ اس پر حاضرین مجلس نے انہیں بتایا کہ ہمارے ملک میں یہ رواج ہے کہ باپ شادی کے وقت اپنی بیٹی کو زیورات، کپڑے، گھر کا اثاثہ اور بہت سا ساز و سامان دیتا ہے، اسے جہنم کہتے ہیں۔ اور جہنم دنیا باپ کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے، جس کے بغیر لڑکی کی شادی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

اور لڑکی کے سسرال والے بھی اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔ شیخ نے یہ تفصیل سنی تو وہ سر ہٹ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ کیا بیٹی کی شادی کرنا کوئی جرم ہے جس کی یہ سزا باپ کو دی جائے؟ پھر انہوں نے بتایا کہ ہمارے ملک میں اس قسم کی کوئی رسم نہیں ہے۔ اکثر جگہوں پر تو یہ لڑکے کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے کہ اپنے گھر میں دلہن کو لانے سے پہلے گھر کا اثاثہ اور دلہن کی ضروریات فراہم کر کے رکھے۔ لڑکی کے باپ کو کچھ خرچ کرنا نہیں پڑتا۔ اور بعض جگہوں پر یہ رواج ہے کہ لڑکی کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے سامان تو باپ ہی خریدتا ہے، لیکن اس کی قیمت لڑکا ادا کرتا ہے۔ البتہ باپ اپنی بیٹی کو رخصت کے وقت کوئی مختصر تحفہ چاہے تو دے سکتا ہے۔ لیکن وہ بھی کچھ ایسا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ اس واقعہ سے کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے معاشرے میں جہیز کو کس طرح بیٹی کی شادی کا ایک ناگزیر حصہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ شیخ کے حوالہ سے اُپر بیان کیا گیا، شرعی اعتبار سے بھی جہیز کی حیثیت صرف اتنی ہے کہ اگر کوئی باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت اسے کوئی تحفہ اپنی استطاعت کے مطابق دینا چاہے تو دیدے۔ اور ظاہر ہے کہ تحفہ دیتے وقت لڑکی کی آئندہ ضروریات کو مدنظر رکھا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ لیکن نہ وہ شادی کے لئے لازمی شرط ہے نہ سسرال والوں کو کوئی حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کا مطالبہ کریں اور اگر کسی لڑکی کو جہیز نہ دیا جائے یا کم دیا جائے تو اس پر بُرا مانیں، یا لڑکی کو مٹھون کریں۔ اور نہ یہ کوئی دکھاوے کی چیز ہے کہ شادی کے موقع پر اس کی نمائش کر کے اپنی شان و شوکت کا اظہار کیا جائے۔

اس سلسلہ میں ہمارے معاشرے میں جو غلط تصورات پھیلے

ہمارے معاشرے کے غلط تصورات

ہوئے ہیں وہ مختصراً درج ذیل ہیں۔

۱۔ جہیز کو لڑکی کی شادی کیلئے ایک لازمی شرط سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ جب تک جہیز دینے کیلئے پیسے نہ ہوں لڑکی کی شادی نہیں کیجاتی۔ ہمارے معاشرے میں نہ جانے کتنی لڑکیاں اسی وجہ سے بن بیٹیا ہی رہتی ہیں کہ باپ کے پاس انہیں دینے کیلئے جہیز نہیں ہوتا۔ اور جب شادی سر پر آہی جائے تو جہیز کی شرط پوری کرنے کیلئے باپ کو بعض اوقات روپیہ حاصل کرنے کیلئے ناجائز ذرائع اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ اور وہ رشوت خوری جعل سازی، دھوکا، فریب اور خیانت جیسے جرائم کے ارتکاب پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی باپ اتنا باضمیر ہے کہ ان ناجائز ذرائع کو استعمال نہیں کرنا چاہتا تو کم از کم اپنے آپ کو قرض اُدھار کے شکنجے میں جکڑنے پر مجبور ہوتا ہے۔

۲۔ جہیز کی مقدار اور اسکے لئے لازمی اشیاء کی فہرست میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اب جہیز محض ایک بٹی کیلئے باپ کا تحفہ نہیں ہے جو وہ اپنی خوش دلی سے اپنی استطاعت کی حد میں رہ کر دے۔ بلکہ معاشرے کا ایک جبر ہے۔ چنانچہ اس میں صرف بٹی کی ضروریات کو پوری کرنا اور اس کے گھر کو مزین کرنا بھی ایک لازمی حصہ ہے۔ خواہ لڑکی کے باپ کا دل چاہے یا نہ چاہے اسے یہ تمام لوازم کرنے پڑتے ہیں۔

۳۔ بات صرف اتنی نہیں ہے کہ لڑکی کی ضروریات پوری کر کے اس کا دل خوش کیا جائے۔ بلکہ جہیز کی نمائش کی رسم نے یہ بھی ضروری قرار دیدیا ہے کہ جہیز ایسا ہو کہ جو ہر دیکھنے والے کو خوش کر سکے اور ان کی تعریف حاصل کر سکے۔

۴۔ جہیز کے سلسلے میں سب سے گھٹیا بات یہ ہے کہ لڑکی کا شوہر یا اس کی سسرال کے لوگ جہیز پر نظر رکھتے ہیں۔ بعض جگہ تو شاید جہیز کا مطالبہ پوری ڈھٹائی سے کیا جاتا ہے۔ اور بعض جگہ اگر صریح مطالبہ نہ ہو تب بھی توقعات یہ باندھی جاتی ہیں کہ دلہن اچھا سا جہیز لے کر آئے گی اور اگر یہ توقعات پوری نہ ہوں تو لڑکی کو طعنہ دے کر اس کی ناک میں دم کر دیا جاتا ہے۔

اہل علم اور اہل فکر کی ذمہ داریاں | جہنیز کے ساتھ اس قسم کی جوڑیں

ہیں، اور ان کی وجہ سے جو معاشرتی خرابیاں جنم لے رہی ہیں، ان کا احساس ہمارے معاشرے کے اہل فکر میں مفقود نہیں۔ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا بھی گیا ہے۔ بعض تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔ اور ان کوششوں کا اثر بحمد اللہ ضرور ہوا ہے کہ اب جہنیز کے بارے میں لوگوں کے بہت سے تصورات میں تبدیلی آئی ہے۔ جہنیز کی نمائش کا سلسلہ کم ہوا ہے۔ بین الممالک شادیوں میں جہنیز کی پابندی حالات کے جبر نے ترک کرادی ہے۔ لیکن ابھی تک معاشرے کے ایک بڑے حصہ میں ان غلط تصورات کی حکمرانی ختم نہیں ہوئی۔

بعض حضرات یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ جہنیز کو قانوناً ممنوع قرار دیا جائے۔ لیکن دراصل یہ ایک معاشرتی مسئلہ ہے۔ اور اس قسم مسائل صرف قانون کی جکر بندیوں سے حل نہیں ہوتے، اور نہ ایسے قوانین پر عمل کرنا ممکن ہوتا ہے۔ اس کے لئے تعلیم و تربیت اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ایک مناسب ذہنی فضا تیار کرنی ضروری ہے۔ بذات خود اس بات میں کوئی شرعی یا اخلاقی خرابی بھی نہیں ہے کہ ایک باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت اپنے دل کے تقاضے سے اسے ایسی چیزوں کا تحفہ پیش کرے جو اس کے لئے آئندہ زندگی میں کارآمد ہوں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سادگی کے ساتھ کچھ جہیز عطا فرمایا تھا۔ شرعی اعتبار سے اس قسم کے جہیز کے لئے کوئی مقدار بھی مقرر نہیں ہے۔ اگر دوسرے مقاصد نہ ہوں تو باپ اپنے دلی تقاضے کے تحت جو کچھ دینا چاہے دے سکتا ہے۔ لیکن خرابی یہاں سے پیدا ہوتی ہے کہ اول تو اسے نمود و نمائش کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور دوسرے لڑکے والے عملاً اسے اپنا حق

سمجھتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ جہیز کی اُمیدیں باندھتے ہیں اور انتہائی گھٹیا بات یہ ہے کہ اسکی کمی کی وجہ سے لڑکی اور اسکے گھر والوں کو مطعون کرتے ہیں۔

جہیز کی ان خرابیوں کو ختم کرنے کیلئے معاشرے کے تمام طبقات کو ان تصورات کے خلاف جہاد کرنا پڑیگا۔ تعلیم و تربیت ذرائع ابلاغ اور وعظ و نصیحت کے ذریعے ان تصورات کی قباحتیں مختلف انداز و اسلوب سے متواتر بیان کرنے اور کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔ یہاں تک کہ یہ گھٹیا باتیں ہر کس و ناکس کی نظر میں ایک ایسا عیب بن جائے جس کی اپنی طرف نسبت سے لوگ شرمانے لگیں۔ کسی بھی معاشرے میں پھیلے ہوئے غلط تصورات یا بُری عادتیں اسی طرح رفتہ رفتہ دور ہوتی ہیں کہ اس معاشرے کے اہل اقتدار، اہل علم و دانش اور دوسرے بار سُوخ طبقے مل جل کر ایک ذہنی فضا تیار کریں۔

(مجاہد حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ بکریہ ندائے شاہی ستمبر ۲۰۰۲ء)

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِیْمُ
وَتُبَّ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ
وَصَلِّ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ
مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ
اَللّٰهُمَّ اكْبِرْ كِبَرًا وَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ كَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ
بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا

شبیر احمد رضا اللہ عنہ

۵ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ

خطبۃ النکاح

عقدِ نکاح کے وقت ایجاب و قبول سے پہلے ایک خطبہ کا پڑھنا مسنون ہے۔ حدیث پاک میں خطبۃ نکاح کے بارے میں بکثرت روایات وارد ہوئی ہیں۔ اسی لئے مجالس نکاح میں ایجاب و قبول سے پہلے خطبہ کا پڑھنا مسنون ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھیے کہ اگر بغیر خطبہ کے نکاح ہو جاتا ہے تو پھر بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ مگر طریقتِ مسنونہ کے خلاف ہے۔ اور خطبہ پڑھنے کے ثواب سے محرومی ہوتی ہے۔ اسی لئے کسی عالم دین یا دیندار شخص سے سنتِ طریقہ سے نکاح پڑھانا افضل اور بہتر ہے۔ یہاں پر آسانی کے لئے حدیث کی کتابوں سے خطبۃ نکاح درج کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ
مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ
فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيْنَ
يَدَيِ السَّاعَةِ، مَنْ يُّطِيعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ،
وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّهُ إِلَّا نَفْسُهُ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا،
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَنِ
الرَّحِيمِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ
مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا
رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ

بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ
إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا
اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۚ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ
فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝

یہ خطبہ سنن ابن ماجہ ۱۳۶، ابوداؤد شریف ۱/۲۸۹ سے کچھ الفاظ کے اختلاف
کے ساتھ مشترک طور پر نقل کیا گیا، اور خطبہ نکاح کی حدیث نسائی شریف
۲/۷۸ اور ترمذی شریف ۱/۲۱۰ میں بھی کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ
موجود ہے۔ اکابر کا معمول اس خطبہ کے ساتھ کچھ حدیثیں بھی پڑھنے کا ہے۔
اسلئے یہاں آسانی کے لئے چار حدیثیں نقل کر دیتے ہیں۔

(۱) قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ
بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔ وَتَزَوَّجُوا فَإِنِّي مُكَاثِرُكُمْ الْأُمَمَ (ابن ماجہ)

(۲) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: تَزَوَّجُوا الْوُدُودَ الْوُلُودَ، فَإِنِّي
مُكَاثِرُكُمْ الْأُمَمَ۔ (نسائی شریف ۲/۷۰)

(۳) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا۔

(ابن ماجہ شریف ۱۳۳)

(۴) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ
مَوُونَةً۔ (مشکوٰۃ شریف ۲/۲۶۸، شعب الایمان ۵/۲۵۲ حدیث ۶۵۶۶)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ۖ عَلَى جَبِيكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ -

مؤلف کی بعض مفید ترین کتابیں

① **تعلیق البخاری** | بخاری شریف میں تمام احادیث کے مراجع کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا گیا ہے، اور اکٹھا کر کے نیچے تعلیق کے طور پر حوالے لکھ دئے گئے ہیں۔ اور جو حدیثیں

بخاری شریف میں مکرر نہیں ہیں وہ دوسری کتب احادیث کے حوالہ سے تخریج کی گئی ہیں۔ ہندی نسخہ سے نمبر ایک لائن کھینچ کر اوپر لکھ دیا اور نیچے فتح الباری کا نمبر ہے جو تمام شروحات میں ہے جس سے بخاری شریف کا مطالعہ مراجع اور مآخذ کو حاصل کرنا بہت آسان ہو گیا ہے۔ ان شاء اللہ اہل علم اس تعلیق کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ پہلے مکتبہ "الاصلاح لالبیان" مراد آباد سے شائع ہوئی تھی، اور اب دوسرا ایڈیشن مکتبہ اشرفیہ دیوبند سے شائع ہو رہا ہے۔

(نوٹ) اس کے مطالعہ کیلئے شروع کتاب میں جو ہمارا مقدمہ ہے اس کو پہلے دیکھ لینا ضروری ہے۔ یہ مقدمہ جلد اول اور جلد ثانی دونوں کے شروع میں لگا دیا گیا ہے۔

② **ایضاح الطحاوی** | یہ کتاب تین جلدوں میں فن حدیث کی مشہور کتاب طحاوی شریف کی اردو شرح ہے جو اساتذہ اور طلبہ کے لئے نہایت مفید ہے۔ اس

کتاب کی تین جلدیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے شائع ہو چکی ہیں۔ ہر ایک جلد چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ ان تینوں جلدوں میں طحاوی شریف جلد اول کی شرح مکمل ہو گئی ہے جو مکتبہ زکریا دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔ ناظرین سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ پاک طحاوی شریف کی دوسری جلد پر کام کرنے کے مواقع فراہم فرمائے۔

③ **تعلیق تقریرات رافعی** | فقہ حنفی کی مشہور ترین کتاب فناوی شامی پر تقریرات رافعی کی تعلیق اور حاشیہ ہے۔ جو ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ بھی

مکتبہ زکریا دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔

④ **ایضاح المسائل** | یہ کتاب عام مسلمانوں کے لئے روزمرہ پیش آنے والے نادور ۳۱۳ مسائل پر مشتمل تھی۔ اب اضافہ ہو کر ۴۰۰ سے زائد مسائل پر چھپی ہے۔

⑤ **ایضاح المناسک** | یہ کتاب حج و عمرہ کے اہم اور ضروری ۳۱۳ مسائل پر مشتمل ہے۔ سفر حج میں حاجیوں کیلئے نہایت مفید کتاب ہے۔

⑥ حج و عمرہ کی دعائیں | یہ کتاب حج و عمرہ کی مستند و منقول دعاؤں پر مشتمل ہے۔ اور معتبر کتابوں کے حوالوں کے ساتھ دعائیں لکھی گئی ہیں۔

گھر سے روانہ ہو کر واپسی تک کیلئے ۱۷ دعائیں مع ترجمہ کے اس میں موجود ہیں۔

⑦ ایضاح النواہر | ایک پورٹ، امپورٹ، شہر، ہندوستان کے حالات، انشورنس، مسلم فنڈ، زکوٰۃ اور قضا کے مسائل کا نہایت اہم کتاب ہے۔

⑧ ایضاح المسائل | یہ نہایت علمی کتاب ہے۔ جس میں تقلید، تلمیق اور ضرورت، حاجت، عموم بلوئی اور جدول عن المذہب سے متعلق نہایت اہم مسائل پر مشتمل ہے۔

⑨ آسان دینی مسائل ہندی | یہ کتاب ہندی زبان میں ہے۔ اس میں روزمرہ پیش آنے والے ضروری اور نادر مسائل ہندی جاننے والوں کے لئے پیش کئے گئے ہیں۔

⑩ مسائل قربانی و عقیقہ | اس کتاب میں قربانی اور عقیقہ کے ضروری مسائل بہت اچھے انداز سے مدلل طور پر کتابوں کے حوالوں کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔ عوام و خواص سب آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

⑪ حج و عمرہ کا آسان طریقہ | یہ کتاب کم پڑھے لکھے حاجیوں کیلئے لکھی گئی ہے۔ گھر سے روانہ ہو کر واپسی تک تمام ارکان کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ پڑھتے وقت ایسا محسوس ہوگا کہ آپ حج و عمرہ کر رہے ہیں۔

⑫ انوارِ ہدایت | شیعہ کے مختلف موضوعات پر پچیس رسل کا مجموعہ ہے جس میں ایک مسلمان کی اصلاحی زندگی کے لئے عمدہ ترین مواعظ ہیں۔

(نوٹ) ۱، ۲، ۳ کے علاوہ سب کتابیں مکتبہ الاصلاح لاہور سے شائع ہوئی ہیں۔ یہاں سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اور مذکورہ سب کتابیں دیوبند، سہارنپور کے مختلف مکتبوں سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

۱۳ غیر مقلدین کے ۵۶ اعتراضات کے جوابات | یہ کتاب نہایت مدلل ہے غیر مقلدین

کی طرف سے مسلکِ حنفی پر ۵۶ اعتراضات پر مشتمل ایک اشتہارِ حریم شریفین میں بانٹا گیا۔ مسجدِ حرام میں باقاعدہ طور پر غیر مقلدین نے یہ اشتہار بانٹا ہے۔ اس اشتہار میں مشہور ترین اختلافی مسائل کے ساتھ ساتھ بے جا اعتراضات بھی کئے گئے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں ان ۵۶ اعتراضات کے جوابات نہایت منصفانہ انداز سے دیئے گئے ہیں۔ یہ کتاب سب سے پہلے جمعیتہ علماء ہند کی طرف سے شائع کی گئی۔ پھر مراد آباد، دیوبند اور بمبئی وغیرہ مختلف مکتبوں سے یہ کتاب شائع ہو گئی ہے۔ علماء اور طلباء کیلئے یہ کتاب نہایت مفید ہے۔

۱۴ انوارِ زندگی | اس کتاب میں چالیس درود شریف حدیث کی معتبر کتابوں کے حوالے سے پیش کئے

گئے ہیں۔ پھر آیتِ سجدہ اور آسمانی اور زمینی مصیبتوں اور بلاؤں سے حفاظت کی دعائیں اور سلوک کے بزرگوں کے معمولات پر مشتمل مختصر سی کتاب ہے۔ عام مسلمانوں کی اصلاحی زندگی کیلئے بہترین گلدستہ ہے۔

۱۵ انوارِ نبوت | یہ کتاب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک، آپ کے اقوال و افعال، آپ کے

اوامر و نواہی سے متعلق بیس رسالوں کا ایسا مجموعہ ہے جس میں دینی، اصلاحی، دعوتی، فکری مضامین شامل ہیں۔ ایک مسلمان کی اصلاحی اور فکری زندگی کیلئے عمدہ ترین مواعظ ہیں۔